پہلی مرتبہ تقریباً 350 نادر و نایاب رسائل و کتب کی یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ ۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

(شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی)

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالاتِ حکیم الامت

105

اللهم صل علی محمد النبی
الامی وعلی آلہ وسلم تسلیما

ہدیۂ مُحبّت

بخدمت جناب..

....

....

....

نوٹ:۔ دوست احباب کو ہدیہ کر کے اپنے لئے صدقہ جاریہ بنایئے

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون ... مظاہر علوم سہارن پور ... دارالعلوم دیوبند
ودیگر مراکز علم سے حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے
دستیاب شدہ نادر و نایاب رسائل کی پہلی مرتبہ یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت 105

مجموعہ تالیفات

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

الحمدللہ! عرصہ دراز کی جستجو کے بعد تقریباً 325 رسائل
اس مجموعہ میں شائع کیے جارہے ہیں۔

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
(شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی)

مرتب

قاری محمد اسحاق
(مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان)

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

تاریخ اشاعت.......................جمادی الاول ۱۴۴۲ھ
ناشر.........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.........................سلامت اقبال پریس، ملتان
بائنڈنگ.........................اشرفیہ بک بائنڈنگ....ملتان

انتباہ

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان

ادارہ اسلامیات.........انارکلی.........لاہور
مکتبہ سید احمد شہید.........اردو بازار.....لاہور
مکتبہ رحمانیہ.........اُردو بازار .... لاہور
اسلامی کتاب گھر.....خیابان سرسید.....راولپنڈی
اسلامک بک کمپنی.....امین پور بازار.....فیصل آباد
مکتبہ رشیدیہ.....سرکی روڈ.....کوئٹہ
مکتبۃ الشیخ.....بہادر آباد.....کراچی
والی کتاب گھر...گوجرانوالہ...مکتبہ علیمیہ...اکوڑہ خٹک

دارالاشاعت.........اُردو بازار.........کراچی
قرآن محل.....کمیٹی چوک.....راولپنڈی
مکتبہ دارالاخلاص.....قصہ خوانی بازار.....پشاور
مکتبہ اسلامیہ.....امین پور بازار.....فیصل آباد
ممتاز کتب خانہ.....قصہ خوانی بازار.....پشاور
مکتبہ ماجدیہ.....سرکی روڈ.....کوئٹہ
مکتبہ عمر فاروق.....شاہ فیصل کالونی.....کراچی
مکتبہ نعمانیہ...گوجرانوالہ...اسلامی کتاب گھر...ایبٹ آباد

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ... مختصر سوانح حیات

آبائی وطن

حضرت حکیم الامتؒ کے حسب ونسب کا تعلق تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر یو پی انڈیا) کے ایک مقتدر خاندان سے تھا آپ کے آباؤ اجداد صاحب علم ووجاہت و اہل منصب تھے۔ آپ نسباً فاروقی تھے اور مسلکاً صابری چشتی تھے حضرت شاہ حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ ارشد تھے اور منجانب اللہ تعالیٰ تمام علوم ظاہری وباطنی سے متصف ہوکر زبان اہل حق پر حکیم الامت مجدد ملت محی السنۃ اور حجۃ اللہ فی الارض تھے۔ ان تمام اوصاف کا شاہد ناطق ان کا دین متین کا تحریری وتقریری اصلاحی وتجدیدی کارنامہ تبلیغ واشاعت دین ہے جو ان کی حیات ہی میں مسلمانوں کے ہر طبقہ کے خواص وعوام میں اپنی جامعیت ونافعیت کی بناء پر مقبول ہوا اور ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلا اور شائع ہوا اور خلق اللہ کو مستفیض کیا۔

پیدائش

آپ کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ چہار شنبہ کی صبح صادق کے وقت بمقام تھانہ بھون ظہور میں آئی۔

تحصیل علم

بچپن میں فارسی وحفظ قرآن سے وطن ہی میں فارغ ہوئے پھر علوم دینیہ کی تکمیل دارالعلوم دیوبند سے ۱۲۹۵ا۔۱۳۰۱ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۰ سال تھی۔

دستار فضیلت

آپ کی دستار فضیلت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے متبرک ہاتھوں

سے ہوئی آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ دیوبندی کی توجہات خصوصی آپ کے ساتھ وابستہ رہیں۔

تدریس واصلاح کا آغاز

تعلیم سے فارغ ہو کر آپ صفر ۱۳۰۱ھ میں بسلسلہ ملازمت مدرسہ جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے اور وہاں چودہ سال تک درس وتدریس میں مشغول رہے اس عرصہ میں آپ کے عارفانہ مواعظ وملفوظات اور تہذیب وتربیت باطنی کا سلسلہ بھی جاری رہا جس کو اہل ذوق واہل بصیرت قلمبند کرتے رہے اس زمانے میں ابتداء ہی سے آپ کے علوم ظاہری وباطنی کے فیوض سے خواص وعوام میں بڑی ہر دلعزیزی اور جاذبیت پیدا ہو گئی تھی۔

خانقاہِ امدادیہ میں قیام

قیام کانپور میں حضرتؒ نے اس طرح اپنی ابتدائی زندگی کے چودہ سال گزارے پھر خود اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے ایما اور منشاء سے صفر ۱۳۵۱ھ میں مدرسہ کانپور سے قطع تعلق کر کے اپنے وطن اور اپنے پیر ومرشد کی یادگار خانقاہ امدادیہ میں قیام پذیر ہو گئے اور تھانہ بھون میں مستقل سکونت اختیار کر لی حضرت شیخ نے مکۃ المکرمہ سے تحریر فرمایا۔ ''بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ خلائق کثیر کو آپ سے فائدہ ظاہری وباطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ اور مسجد کو از سر نو آباد کریں گے میں ہر وقت آپ کے لئے دعا کرتا ہوں''۔

حج، بیعت اور شیخ کی وصیت

آپ نے پہلا حج بعمر بیس سال اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۱۳۰۱ھ میں کیا تھا اور ۱۳۱۱ھ میں جب دوبارہ حج کرنے تشریف لے گئے تو حسب خواہش پیر ومرشد حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ انکی خدمت میں چھ ماہ تک مقیم رہے حضرت شیخ سے دست بدست بیعت ہونے اور دولت باطنی سے فیض یاب اور بہرہ اندوز ہونے کے بعد حضرت شیخ کی ان دو وصیتوں

کے ساتھ واپس آ گئے رخصت کرتے وقت حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا۔

میاں اشرف علی.......... دیکھو ہندوستان میں پہنچ کر تم کو ایک حالت (باطنی) پیش آئے گی عجلت نہ کرنا۔ کبھی کانپور کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا توکل بخدا تھانہ بھون جا کر بیٹھ جانا۔ چنانچہ ۱۳۱۵ھ میں کانپور سے مدرسہ کا تعلق ترک کرنے کے بعد حضرت مستقلاً تھانہ بھون میں مقیم ہو گئے۔

مرکز اصلاح وتجدید

خانقاہ امدادیہ میں توکلاً علی اللہ قیام پذیر ہونے کے بعد حضرتؒ کی ساری زندگی تقریباً نصف صدی تک تصنیف وتالیف میں اور مواعظ وملفوظات ہی میں بسر ہوئی ملک وبیرون ملک ہزاروں طالب حق وسالکین طریق، تعلیم وتربیت باطنی وتزکیہ نفس سے فیض یاب اور بہرہ اندوز ہو کر بحمد اللہ امت مسلمہ کے رہبر اور مرشد بن گئے جن کا فیضان روحانی اب تک جاری وساری ہے۔ (ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء)

حضرت کا سانحہ ارتحال

وفات سے چند سال قبل ہی سے حضرت مرض اسہال میں مبتلا رہے اور کسی علاج سے صحت نہ ہوئی بالآخر ۱۶۔۱۷ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۔۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء سہ شنبہ کی شب نماز عشاء کے وقت ۸۲ سال ۳ ماہ ۱۱ دن کی عمر میں یہ سواد ہند کا نیر اعظم تقریباً نصف صدی تک دین مبین کی ضوفشانی کے بعد غروب ہو گیا انا للہ وانا الیه راجعون۔

مدفن: مدفن قصبہ تھانہ بھون میں خانقاہ امدادیہ کے شمال جانب قبرستان موسومہ تکیہ میں حضرت رحمۃ اللہ کی آخری آرام گاہ ہے۔

(آثار حکیم الامت)

اِجمالی فہرست

مرقوماتِ
اِمدادیہ

یعنی

قطب العالم شیخ العرب والعجم سید الطائفہ
حضرت حاجی اِمداداللہ فاروقی مہاجر مکی رحمہ اللہ کے مکتوبات

مع افادات
حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

مقدمہ طبع جدید از
ڈاکٹر نثار احمد فاروقی اُستاد شعبہ عربی، دہلی یونیورسٹی

فہرست مکتوب الیہم

نمبر شمار	نام مکتوب الیہ	مکتوب نمبر
۱	بنام حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ	۱،۲،۳،۵،۱۳،۱۵،۱۶،۱۸،۱۹،۲۰، ۲۱،۲۲،۲۸،۳۶،
۲	بنام مولوی محمد یعقوب نانوتویؒ	۴،۶،۱۲،۱۳،۱۵،۱۷،۱۸،۲۰،۲۱،۳۵
۳	بناحکیم محمد ضیاء الدین	۲،۷،۸،۹،۱۰،۱۱،۱۲،۱۵،۲۱،۲۷،۲۸، ۳۱،۳۷،۴۸،۴۹،۵۰،۵۱،۵۲،۵۳، ۵۴،۵۵،۵۶،۵۸،۵۹،۶۰،۶۱
۴	بنام حافظ محمد یوسف (فرزند حافظ محمد ضامن شہید)	۱۴،۲۱،۲۸،
۵	بنام مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ	۱۵،۲۱،۲۳،۲۴،۲۵،۲۸،۲۹،۳۰،۳۷،
۶	بنام مولوی ابونصر گنگوہی	۱۵،۲۸،
۷	بنام محمد وحید الدین رامپوری	۲۶،۳۲،
۸	بنام سعید النساء	۳۳
۹	بنام حافظ احمد حسین	۳۴
۱۰	بنام حاجی عابد حسین	۳۸،۴۷،۵۸،
۱۱	بنام عبدالواحد خاں	۳۹،۴۰،۴۱،۴۲،۴۳،۴۴،۴۵،۴۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ علٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

تعارف

پچھلی صدی میں حضرت حاجی اِمداداللہ فاروقی مہاجر مکی قدس اللہ سرّہ العزیز کی ذات منبع برکات، اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی۔ اُن کی مبارک زندگی کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ وہ پارس کے پتھر کی سی خاصیت رکھتے تھے۔ جسے اُن کی خدمت نصیب ہوگئی وہی کُندن بن گیا۔ آج عرب وعجم میں اُن کا رُوحانی فیض جاری ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں شاید ہی کوئی ایسا عالمِ دین ہو، جو حاجی صاحب رحمہ اللہ سے عقیدت وارادات کا رشتہ اُستوار نہ رکھتا ہو۔

اِس برصغیر میں حاجی صاحب رحمہ اللہ کا روحانی فیضان مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ، حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، مولانا عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ، مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ، مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ جیسی باکمال شخصیتوں کے بے مثال کارناموں کی شکل میں آج بھی صدقہ جاری بنا ہوا ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے ناکام ہو جانے سے ہندوستان میں اُمتِ مسلمہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ طاقت اور حکومت کے چھن جانے سے اقتصادی نظام کی باگ ڈور مکمل طور پر غیر ملکی حکمرانوں کے ہاتھوں میں چلی گئی تھی اس لئے معاشی زبوں

حالی، اقتصادی پسماندگی اور دنیوی بے سرو سامانی اُن کا مقدر بن چکی تھی۔ فرنگی سیاست نے ایک نیا جال بچھا دیا تھا۔ نئی تہذیب کا سیلِ بے اماں اُمڈا چلا آ رہا تھا جس میں وہ اخلاقی، روحانی اور معاشرتی اقدار، جنہیں اسلامی فکر نے ایک ہزار سال تک سنوارا تھا، خس و خاشاک کی طرح بہنے لگی تھیں۔ تعلیم کا طریقہ، معیار اور نصاب سب کچھ بدل رہا تھا جس کی طرف اکبر الٰہ آبادی نے یوں اشارہ کیا ہے:

ہم ایسی کُل کتابیں قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

دوسری طرف سوسائٹی کا نقشہ اور طرزِ بود و ماند اتنی تیزی سے تبدیل ہو رہے تھے کہ مسلمان علماء بھی، جنہوں نے ایک ہزار سال تک علوم و معارف، اخلاقیات، اقتصادیات اور رُوحانیات کے ہر میدان میں دنیا کی راہنمائی کی تھی اور جنہوں نے عباسیوں کے دَور میں مانویت، مزدکیت اور الحاد و زندقہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا، اب نئی مغربی تہذیب کی اِس یلغار کو روکنے سے عاجز تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ عہدِ عباسی میں زمامِ اقتدار ان کے ہاتھوں میں تھی اور آج اُن کی حیثیت بھی محکوم و مغلوب طبقے کی ہو چکی تھی۔ یہ تو مسلمانوں کی دنیوی شکستگی اور خستگی کا حال تھا۔ اسی پر دوسرے رُوحانی، اخلاقی اور دینی افکار و تصورات کو بھی قیاس کرنا چاہئے۔ عیسائی مشنری فرنگی حکومت کے سایۂ عاطفت میں برساتی مینڈکوں کی طرح اُبل پڑے تھے۔ گلی، گلی، کوچے کوچے مناظرے ہو رہے تھے۔ اقتصادی طور پر شکستہ حال انسانوں کو طرح طرح کے مادی لالچ دے کر عیسائی بنانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ سڑکوں اور چوراہوں پر عیسائی مبلّغوں کے تبلیغی وعظ ہوتے تھے، جنہیں حکومت کی سرپرستی حاصل تھی۔ انہوں نے اپنے سکول، کالج، شفاخانے اور رفاہی کاموں کے ادارے بھی ملک بھر میں کھول دیئے تھے۔ سرکاری ملازمت کے دروازے اہلِ وطن پر بند ہو چکے تھے۔ فرنگی حکومت سے وہی لوگ فائدہ اُٹھا سکتے تھے جو اپنی قوم اور ملک سے غدّاری کر کے

اُن کے لئے جاسوسی کریں، چنانچہ انگریزوں کے باقاعدہ جاسوس ہر قومی اور اسلامی تحریک اور اِدارے میں گھس پیٹھ کر رہے تھے۔

دوسرا دنیوی فلاح کا ذریعہ انگریزی تعلیم تھی۔ چنانچہ آہستہ آہستہ عربی، فارسی، اُردو اور دوسری ہندوستانی زبانوں کی بساط طے کردی گئی اور نچلی سطحوں پر ہندوستانیوں کو ملازمت ملنے گی۔ جس میں ''ڈپٹی'' ہوجانا گویا معراج تھی!

ایسے نازک وقت میں اللہ نے صرف مسلمانوں کی نصرت کے لئے ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان کی بہتری اور بہبودی کے لئے اپنے کچھ بندوں کو اصلاحی کاموں کی طرف مائل کیا۔ ہندوستان کی عام معاشرت کے لئے ''راجا رام موہن رائے'' کی کوششوں نے بہت فائدہ پہنچایا۔ مسلمانوں میں ''سرسید احمد خاں'' نے اپنی تعلیمی تحریک کا آغاز کیا۔ انہوں نے یہ چاہا کہ ہندوستانی مسلمان انگریزی علوم اور مغربی افکار سے بالکل بیگانے رہ کر زندہ نہ رہیں، بلکہ اُس کو جانیں اور جانچ پرکھ کر اس کا صالح حصہ قبول اور فاسد حصہ رد کردیں۔ اس طرح وہ اپنی دنیا بھی سنوار سکیں گے اور دینی عقائد کی حفاظت بھی اچھی طرح کرسکیں گے۔

اسی زمانے میں ایک فقیر بوریانشین، تہد پوش، جو ضلع مظفر نگر کے قصبہ تھانہ بھون کا رہنے والا تھا اور جس نے محض دینی غیرت اور للّٰہیت کے بل پر ۱۸۵۷ء میں انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کر کے ''شاملی'' میں مسلمانوں کی حکومت بھی قائم کرلی تھی، جس کے کچھ ساتھیوں نے جامِ شہادت نوش کیا تھا اور بعض رفقاء انگریز کی قید میں پہنچ چکے تھے، جو خود دار و گیر سے بچ کر صحنِ کعبہ میں بیٹھا ہوا حکمت و رُوحانیت کا درس دے رہا تھا اور اِس سرزمین سے ہزاروں میل دُور رہ کر بھی یہاں کے حالات و کوائف سے باخبر رہتا تھا۔ ''مکتوب ۱۵'' میں مولانا رشید احمد گنگوہی کو لکھا ہے:

''میاں عبدالصمد کے خط سے جو حالات پنجاب کے معلوم ہوئے ہوں وہ لکھیں۔'' جو مسلمانوں کی بے کسی اور درماندگی پر کُڑھتا تھا، میزابِ رحمت کے نیچے

کھڑے ہو کر روتا تھا، روضۂ اقدس کی جالیاں تھام کر دُعائیں کرتا تھا، جس کے دل میں دنیا سے کوئی لگاؤ اور الگاؤ نہیں تھا، جو ترک و تجرید اور فنا و تفرید کا مجسم پیکر تھا، حُبِّ الٰہی اور عشقِ محمدی کی زندہ تصویر، قناعت، صبر و رضا اور تسلیم و توکل کی۔ منہ بولتی ہوئی تفسیر تھا۔ اُس نے اپنے ہم وطن مسلمانوں کے دینی اور اخلاقی اور رُوحانی سرمائے کی حفاظت تنِ تنہا ایک عظیم انقلابی تحریک اور ایک فعّال انجمن کی طرح کی۔ ﴿''مکتوب ۱۸'' میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کو لکھا ہے کہ اگر طالب آجائے صادق ہو یا کاذب۔ کسرِ نفسی کو بالائے طاق رکھ کر اس کی ہدایت میں مشغول ہوں۔﴾ ذرا غور کیجئے کہ ایک فقیر بے نوا، جو اپنے وطن سے ہجرت کر کے ہمیشہ کے لئے جوارِ بیت اللہ میں رہنے کو آیا ہے، جس کے پاس نہ گھر ہے نہ در ہے نہ کھانے کو غذا ہے نہ پہننے کو لباس ہے، جو بیت اللہ شریف کے صحن میں فقراء و مساکین کی صف میں بیٹھ کر صدقات میں سے آنے دو آنے پاتا ہے اور کئی کئی وقت فاقے سے گزار دیتا ہے، اُس سے اللہ نے ہندوستانی مسلمانوں کی رُوحانی ثقافت کی نشاۃِ ثانیہ کا کیسا عظیم کام لیا اور اُس نے کیسے مضبوط مورچے بنا دیئے کہ مخالف طاقتیں اُن سے آج تک اپنا سر ٹکرا رہی ہیں۔

اِس فقیر بے نوا نے ''دارالعلوم دیوبند'' ﴿''مکتوب ۱۷'' میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ کو لکھا ہے: ''اجرائے مدرسہ علم دین بسعی آں عزیزاں و عزیزم حافظ عابد حسین چہ خوشیہا رد نمود کہ بیان نمی آید خدا تعالیٰ ایں امرِ خیر رامدام جاری دارد۔﴾ جیسا دینی تعلیم کا قلعہ تعمیر کرنے کے لئے اپنے مخلص مُریدوں کو آمادہ کیا جہاں سے دین کی تعلیم و تبلیغ اور حفاظت و حراست کا کام سارے برصغیر میں پھیل گیا۔ مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ کی تحریک دعوت و تبلیغ بھی دراصل حاجی صاحب رحمہ اللہ ہی کے مشن کا ایک حصہ ہے۔ ﴿دیکھئے ''مکتوب ۱۷'' میں لکھا ہے: ''آں عزیز را باید کہ نفع رسانی را در اُموردین مثل وعظ و پند و ارشاد و تلقین برہمہ اُمور مقدم دارند و اوقاتِ خودرا دریں صرف سازند

زیراکہ دین اسلام بسیار ضعیف گردیدہ﴾ دوسری طرف اس نے ہماری عظیم روحانی روایات کا احیاء کیا۔ چشتی صوفیاء کی خانقاہیں اُجڑ چکی تھیں۔ عشق کی ''تیغ جگر دار، تو کبھی کی چوری ہو چکی تھی اب چند مجاور ''خالی نیام'' لئے بیٹھے تھے اور دنیا کے بدلے میں دین فروخت کررہے تھے۔ خانقاہوں کا مقصدِ اصلی گم ہو چکا تھا۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے بیت اللہ شریف کے صحن میں بیٹھے بیٹھے اور مثنوی مولانا روم کا درس دیتے دیتے اپنے سینکڑوں خلفاء صرف ہندوستان ہی میں نہیں، بلکہ جزیرہ نمائے عرب، ترکی اور شمالی افریقہ میں بھی دُور دُور تک پہنچا دیئے۔ خانقاہوں میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی، رُوحانی تربیت اور ارشاد و ہدایت کے سوتے جو خشک ہو چلے تھے ایک بار پھر پوری قوت سے پھوٹ نکلے اور پیاسی دھرتی کو سیراب کرنے لگے۔ جس طرح ''سرسید احمد خاں'' نے مسلمانوں کی دنیوی حالت کو سُدھارنے کی کوشش کی اور اُنہیں آبرومندانہ زندگی گزارنے کے وسائل مہیا کئے اور ان کی تعلیمی تحریک کی بدولت پچھلی صدی میں سینکڑوں بڑی شخصیات زندگی کے ہر میدان میں ممتاز نظر آنے لگیں، اسی طرح دینی فکر کے بقا، عقائد کے تحفظ، الحاد و زندقہ کی یورش سے حفاظت اور اسلامی تصوف کے رُوحانی ورثے کو عام اور مؤثر بنانے میں حضرت ''حاجی امداد اللہ'' مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کا کارنامہ بے مثال ہے اور اُن کا فیضان ہمیشہ جاری رہے گا۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۱۸ء کو پنج شنبہ کے دن اپنی ننہیال ''نانوتہ'' ضلع ''مظفر نگر'' میں پیدا ہوئے تھے۔

﴿حضرت کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے۔ ''تذکرۃ الرشید'' میں ۱۲۳۰ھ درج ہے۔ مقبول جہانگیر صاحب کے ایک مضمون مطبوعہ اُردو ڈائجسٹ (جنوری، فروری ۱۹۷۶ء) کی رُو سے ۱۲۳۳ھ صحیح تاریخ ہے (مقدمہ معارف امدادیہ ص ۱۹) ہم نے یہ تاریخ ''امداد المشتاق'' کی روایت سے قبول کی ہے۔ مگر اُس میں ۲۲ صفر کو روز دوشنبہ لکھا ہوا ہے۔ تقویم ہجری و عیسوی کی رُو سے ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ کو جمعرات کا دن تھا۔ مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری نے حاجی صاحب رحمہ اللہ کا سالِ

ولادت ۱۲۳۱ھ لکھا ہے (تذکرہ مشائخ دیوبند میں ۶۷) انہوں نے ۱۲۳۱ھ کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ حضرت کا وصال ۱۲/ یا ۱۳/ جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ کو ۸۴ سال تین ماہ اور بیس یوم کی عمر میں ہوا تھا۔ اس حساب سے ۱۲۳۱ھ درست ہوتا ہے لیکن اُن سے شاید کچھ سہو ہوا ہے اس حساب سے بھی ۱۲۳۳ھ ہی نکلتا ہے۔ میں ''امداد المشتاق'' کی روایت کو قدیم ترین ہونے کی بناء پر زیادہ صحیح سمجھتا ہوں۔ جس کی تائید آپ کے تاریخی نام سے بھی ہوتی ہے۔ ''حیاتِ امدادیہ'' کے مؤلف ''انوار الحسن شیر کوٹی'' نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ﴾آپ کی ددھیال تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر) میں تھی۔ آپ کے والد ماجد کا اسم مبارک حافظ محمد امین تھا۔ شجرۂ نسب اِس طرح ہے:

شجرۂ نسب

حافظ محمد امین بن حضرت حافظ شیخ بڈھا بن حضرت حافظ شیخ بلاقی بن حضرت شیخ عبداللہ بن حضرت شیخ محمد بن حضرت شیخ عبدالکریم بن حضرت شیخ عبدالرحیم بن حضرت شیخ سراج الدین بن حضرت قاضی چندن بن حضرت قاضی محمد موسیٰ بن حضرت قاضی محمد نصر اللہ خاں ﴿یہ خان خطابی ہے۔﴾ بن حضرت قاضی محمد یعقوب خاں بن حضرت شیخ نظام الدین بن حضرت شیخ شہاب الدین معروف بہ فرخ شاہ (کابلی) ﴿امداد المشتاق ص ۴، شمائمِ امدادیہ، ص ۶﴾ آپ کا تاریخی نام ''ظفر احمد'' ہے جس سے ۱۲۳۳ھ برآمد ہوتے ہیں۔ والد ماجد نے آپ کا نام ''امداد حسین'' رکھا تھا۔ لیکن حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی (نواسہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) کے ایماء پر آپ نے ''اِمداد اللہ'' نام اختیار کیا کیونکہ ''اِمداد حسین'' میں ''بوئے شرک'' آتی تھی۔

نسبی اعتبار سے آپ شیخ فاروقی ہیں۔ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اجودھنی علیہ الرحمۃ اور حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی فاروقی کا سلسلہ نسب بھی اُوپر جا کر اسی شجرے میں مل جاتا ہے۔ ﴿اس نسب نامے کی تفصیلات اور بعض جزوی اُمور پر بحث کے لئے حضرت مولانا ''ابوالحسن زید فاروقی'' کی کتاب ''مقاماتِ خیر'' دیکھی جائے۔﴾

شجرۂ خاندان

آپ کے خاندان کا شجرہ اس طرح ہے: حافظ محمد امین رحمہ اللہ

ذوالفقار علی　فدا حسین　امداد اللہ　بہادر علی　بی بی وزیر النساء

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام "بی بی حسینی" تھا اور وہ "نانوتہ" (سہارنپور) کے شیخ علی محمد صدیقی کی دُختر نیک اختر تھیں۔ ان کا انتقال ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۴ء) میں ہوا جب حضرت حاجی صاحب کی عمر صرف سات سال کی تھی۔ اُنہیں حضرت سے ایسی محبت تھی کہ انتقال کے وقت یہ وصیت فرما گئیں کہ میرے بعد میرے بیٹے کو کوئی ہاتھ نہ لگائے اور تعلیم وغیرہ کے لئے بھی اسے تادیب نہ کی جائے۔ اسی لئے آپ کے ددھیال اور ننھیال والوں نے بچپن ہی سے آپ کو بڑے لاڈ میں رکھا اور تعلیم و تربیت کے لئے بھی سختی نہیں کی۔ مگر آپ ازل سے سعید تھے۔ مَنْ سَعِدَ سَعِدَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ۔

بالائے سرش زہوش مندی　می تافت ستارۂ بلندی

بچپن میں بھی کبھی لہو ولعب اور لغویات کی طرف مائل نہ ہوئے۔ البتہ تعلیم کی طرف سے گونہ غفلت رہی۔

تعلیم

آپ نے ابتداء میں عربی و فارسی کی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل کی اور خاندانی روایت کے مطابق سب سے پہلے قرآن شریف حفظ کیا۔ ۱۲۵۸ھ میں درسی کتابوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ مگر تعلیم ادھوری رہ گئی۔ شاید اس لئے کہ خدا کو آپ کی ذات میں "علم لدنی" کا جمال دکھانا تھا۔

خود حاجی صاحب اپنی تعلیم کے بارے میں فرماتے تھے کہ: "بھائی ہم نے ایک باب اور دیباچہ "گلستان" کا اور ایک باب "بوستاں" کا اور کچھ "مفید نامہ" اور کچھ "دستور المبتدی" اور چند ورق "زلیخا" کے پڑھے تھے اور "حصن حصین" مولوی قلندر

سے پڑھی۔ بعد میں شوق درود و وظائف کا ہوا۔"

مثنوی مولانا روم سے آپ کو ہمیشہ خاص شغف ﴿"مکتوب ۱۶" میں تحریر فرماتے ہیں: "مجھ کو مثنوی شریف سے محبت ہے۔" یہ آپ کا رُوحانی تصرف اور اسی محبت کا ثمرہ تھا کہ "مثنوی مولوی" کا مترجم ومحشّٰی ایڈیشن ایسی خوبی اور دیدہ زیبی کے ساتھ شائع ہوا کہ اس سے بہتر کوئی ایڈیشن آج تک نہیں چھپا ہے حالانکہ طباعت کے وقت آپ مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اور کتاب چھاپنے کے وسائل مطلق نہ تھے۔ لیکن اسی زمانے میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کو لکھا کہ "اگر آں عزیز بھی تحشیہ اور اس کی صحت میں شریک ہوں بہت مناسب معلوم ہوتا ہے اُمید ہے کہ آں عزیز کے شریک ہونے کی صورت میں مثنوی بہت اچھی طبع ہوگی۔ اس سے فراغ کے بعد بہتر ہے کہ گوشۂ عافیت اختیار کریں اور علمِ ظاہری و باطنی کی تعلیم وتلقین میں مشغول ہوں۔ خدا تعالیٰ تمام اُمور میں حامی و مددگار ہے حوائجِ ضروری سے ہرگز تنگی نہ ہوگی"۔ (مکتوب ۱۶ر بنام محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ ﴾ رہا۔ اور یہ آپ کے سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے اکابر کا رُوحانی فیض تھا کیونکہ اس سلسلۂ عالیہ کے سب بزرگوں نے اور خصوصاً حضرت شاہ محب اللہ الہ آبادی کے بعد کے سلسلے کے تمام اکابر نے "مثنوی مولانا روم" کو اپنا وظیفہ بنائے رکھا تھا۔ "مثنوی" کے خصوصی تعلق کا دوسرا سبب یہ ہوا کہ آپ نے مثنوی کا درس "شاہ عبدالرزاق" ﴿ربیع الاوّل ۱۲۹۲ھ میں کاندھلہ میں انتقال فرمایا۔ نور محمدی ۱۱۱ ﴾ سے اور انہوں نے مولوی ابوالحسن کاندھلوی سے لیا تھا جن کے والد ماجد مفتی الٰہی بخش نشاط نے عالمِ رؤیا میں مولانا روم سے مثنوی پڑھی تھی اور ان کے حکم سے مثنوی کا دفتر ہفتم لکھ کر مولانا روم کے ادھورے کام کی تکمیل کی تھی۔ حاجی صاحب رحمہ اللہ مدت العمر طلبہ اور مسترشدین کو مثنوی رومی کا درس دیتے رہے۔ اور اس کی شرح میں وہ وہ نکتے بیان فرماتے تھے جو ایک صاحبِ حال کی زبان ہی سے نکل سکتے ہیں۔ آپ نے "مثنوی مولانا روم" کا ایک نہایت دیدہ زیب ایڈیشن ترجمہ اور حواشی کے ساتھ "مطبع نامی کانپور" سے شائع کرایا اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ نے بھی اپنی شرح "کلیدِ

مثنوی" میں جا بجا آپ کے بیان کیے ہوئے مطالب درج کردیے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ نے مولانا رحمت علی تھانوی سے شیخ عبدالحق دہلوی کی "تکمیل الایمان" کی قرأت اخذ کی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی "فقہ اکبر" آپ نے مولانا عبدالرحیم نانوتوی سے پڑھی تھی۔ یہ بھی مفتی الٰہی بخش مرحوم کے تلامذہ میں سے تھے۔ مفتی صاحب کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے تلمذ کا شرف حاصل تھا۔

بس کتابی علم تو حضرت کا اتنا ہی تھا مگر قرآنی آیات، احادیث "مثنوی روم" کے اشعار اور "وحدت الوجود" کے دقیق مسائل کی تشریح میں ایسے چٹکلے بیان فرماتے تھے کہ بڑے بڑے عالموں کو حیرت ہوتی تھی۔ ایک بار حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے سامنے کسی نے کہہ دیا کہ حاجی صاحب رحمہ اللہ عالم تو نہیں تھے۔ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمانے لگے "عالم کیا ہوتا ہے وہ تو عالم گر تھے۔"

مولانا نانوتوی یہ بھی فرماتے تھے کہ کوئی حاجی صاحب کا مرید کسی کمال سے ہوا کوئی کسی سے۔ میں تو ان کے علم کو دیکھ کر مرید ہوا ہوں۔

حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے علم و فضل و کمال سے کون واقف نہیں۔ حاجی صاحب کا نام سُن کر ہی اُن پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ ایک بار کسی نے پوچھا کہ آخر حاجی صاحب رحمہ اللہ کے پاس کیا ہے جو لوگ علماء کے پاس نہیں جاتے اور اُن کی خدمت میں جاتے ہیں۔ مولانا تھانوی نے کہا کہ "ہمارے پاس الفاظ ہیں اور وہاں معانی ہیں!"

بیعت

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے ابتداء میں شاہ نصیر الدین دہلوی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی تھی۔ شیخ نصیر الدین دہلوی حضرت شاہ محمد آفاق مجددی (یہ شاہ ضیاء اللہ نقشبندی سے اجازت رکھتے تھے۔ ۱۲۵۱ھ (۱۸۳۵ء) میں انتقال ہوا۔ حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی بھی حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے۔ شاہ نصیر الدین دہلوی

رحمہ اللہ شاہ رفیع الدین (مترجم قرآن) کے نواسے اور شاہ محمد اسحاق کے داماد تھے۔ الفرقان (مئی ۱۹۷۹ء) میں جناب نور الحسن راشد کاندھلوی نے حضرت حاجی صاحب کا ایک غیر مطبوعہ خط شائع کیا ہے۔ اس مضمون میں غلطی سے حاجی صاحب کا مرشدِ اوّل شاہ غلام سادات چشتی رحمہ اللہ کے صاحبزادے ''شاہ نصیر الدین دہلوی'' کو ظاہر کیا گیا ہے حالانکہ یہ دوسرے بزرگ ہیں اور حاجی صاحب کی ولادت سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ ''شاہ صابر بخش رحمہ اللہ'' جن کا مزار دریا گنج دہلی میں ہے اُن کے صاحبزادے تھے۔ یہ کے خلیفہ و مُرید اور مولانا شاہ محمد اسحاق مہاجر دہلوی کے شاگرد و داماد تھے۔ ان سے کچھ اذکار طریقۂ نقشبندیہ مجدّدیہ کے اخذ کئے۔ ''امداد المشتاق'' کی روایت ہے کہ ''خرقہ و اجازت سے مشرف ہوئے'' لیکن یہ استفادہ زیادہ مدّت تک نہیں رہا۔ اسی زمانے میں آپ نے خواب دیکھا کہ حضور سرور عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں حاضر ہیں مگر اتنا رعب طاری ہے کہ قدم آگے نہیں بڑھتا۔ اچانک آپ کے جد امجد حافظ محمد بلاقی رحمہ اللہ تشریف لائے اور اُنہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں دے دیا۔ اُس وقت ہادیٔ اعظم مُرشدِ اتم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا ہاتھ ''میاں جیو نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ'' کے ہاتھ سے مِلا دیا۔

آپ نے اس خواب سے پہلے کبھی ''میاں جی رحمہ اللہ'' کو دیکھا نہیں تھا، بیدار ہو کر بہت سرگرداں رہے کہ یہ کون بزرگ تھے جن سے بیعت کرنے کی ہدایت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) نے فرمائی ہے۔ یہ عالم کئی سال تک رہا۔ ایک دن مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی جن سے حاجی صاحب رحمہ اللہ نے ''حصن حصین'' کا درس بھی لیا تھا، خود ہی فرمانے لگے ''تم پریشان کیوں ہوتے ہو، یہاں سے قریب ہی قصبہ ''لوہاری'' میں ''میاں جی نور محمد'' موجود ہیں اُن سے تمہارا مقصود حاصل ہوگا۔'' آپ نے سواری کے انتظام کا بھی انتظار نہیں کیا اور سخت گرمی کے موسم میں ''تھانہ بھون'' سے ''قصبہ لوہاری'' پہنچ گئے۔ پیادہ روی کی زیادہ عادت

نہیں تھی پیروں میں آبلے پڑ گئے۔ ''لوہاری'' مظفر نگر کے ضلع میں ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ اس کی ایک مسجد میں ''میاں جی نور محمد رحمہ اللہ'' نماز پڑھاتے تھے اور خالی اوقات میں بچوں کو درس دیا کرتے تھے۔ دیکھنے میں بالکل سادہ اور قصباتی وضع کے انسان مگر اپنے وقت کے بہت بڑے باکمال بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت ''سید احمد شہید رائے بریلوی'' سے بیعتِ جہاد کی تھی اور سلسلہ چشتیہ میں حضرت سید عبدالرحیم ولایتی فاطمی شہید قدس اللہ سرہ العزیز سے خلافت واجازت رکھتے تھے۔

حضرت سید عبدالرحیم فاطمی رحمہ اللہ

حضرت سید عبدالرحیم ولایتی علاقہ زدہ افغانستان کے رہنے والے تھے اور ان کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا کہ انہوں نے ایک بار خواب میں حضور اکرم ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص کے ہاتھ میں اُن کا ہاتھ دے دیا۔ اس خواب سے حضرت سید عبدالرحیم ولایتی رحمہ اللہ نے یہ تعبیر لی کہ مجھے ان بزرگ سے بیعت کا حکم ہوا ہے۔ چنانچہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس مُرشد کی تلاش میں نکل پڑے۔ اس سفر میں ایک اور ساتھی ''اخوند جان محمد'' بھی آپ کے شریک ہو گئے۔

افغانستان سے نکل کر ''سرحد'' کی خانقاہوں کو دیکھا، وہاں سے ''پنجاب'' آئے پھر ''سہارنپور۔ انبالہ، ساڈھورہ، مظفر نگر'' وغیرہ کے روحانی مراکز کو دیکھتے ہوئے امروہہ (ضلع مراد آباد) پہنچے۔ یہاں حضرت شہسوار میدان آزادی بندگی شاہ عبدالہادی چشتی متوکل امروہوی قدس اللہ سرہٗ کی خانقاہ محلّہ قریشیاں میں واقع تھی اور اُس وقت چشتی نسبت کا سب سے بڑا مرکزِ فیض بنی ہوئی تھی۔ حضرت شاہ عبدالہادی ﴿حضرت شاہ عبدالہادی چشتی کے حالات وملفوظات پر مشتمل کتاب ''مفتاح الخزائن'' فارسی کے اپنے زمانے کے مشہور انشاء پرداز سید نثار علی بخاری بریلوی نے ۱۲۲۷ھ میں مرتب کی تھی۔ انہیں حضرت شاہ عبدالہادی رحمہ اللہ سے خلافت واجازت بھی حاصل تھی۔ اُن کے منشات کا ایک مجموعہ انشائے دل کشا کے نام

سے کئی بار مطبع نولکشور سے شائع ہوا ہے۔ "مفتاح الخزائن" کا صرف ایک قلمی نسخہ جو راقم الحروف کے اُستاد و پیر و مرشد حضرت شاہ سلیمان احمد چشتی سجادہ نشین حضرت شاہ عبدالہادی قدس اللہ سرہما کے کتب خانے میں تھا اور اب میرے پاس محفوظ ہے، اسے اُردو ترجمہ و حواشی کے ساتھ اشاعت کے لئے تیار کرلیا گیا ہے۔ اِن شاءاللہ تعالیٰ جلد ہی اس کی اشاعت کا بھی انتظام کیا جائے گا۔ واللہ ولی التوفیق۔ ﴿﴾ چشتی (متوفی ۴ رمضان ۱۱۹۰ھ) کا تو انتقال ہو چکا تھا۔ ان کے سجادہ نشین اور پوتے حضرت قیوم زمانی شاہ عبدالباری چشتی (متوفی ۱۱ر شعبان ۱۲۲۶ھ) صدر حیات میں تھے۔ اُن سے ملاقات ہوئی تو وہ عصر کی نماز پڑھا کر خانقاہ کی مسجد سے برآمد ہو رہے تھے۔ "حضرت شاہ عبدالرحیم فاطمی رحمہ اللہ" نے جیسے آپ کے رُوئے مبارک پر نگاہ ڈالی اپنے خواب کی تعبیر کو مجسّم دیکھ لیا اور سفر کی تکان بھول گئے۔

حضرت شاہ عبدالباری چشتی رحمۃ اللہ علیہ طریقہ نقشبندیہ مجدّدیہ میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں (متوفی ۱۱۹۵ھ) سے خلافت رکھتے تھے اور ان کی طرح بہت نفیس طبع بزرگ تھے۔ گندمی رنگ، بھرا ہوا پُر نور چہرہ، مسکراتے ہوئے لب جن سے پانوں کی سرخی جھلکتی تھی، بہت نازک تن زیب کا سفید کُرتا، سفید لٹھے کا پاجامہ، عطر میں لباس بسا ہوا، کندھے پر چار خانے کا رومال پڑا ہوا۔ رہن سہن میں بھی بہت سلیقہ اور نفاست جھلکتی تھی۔ یہ کیفیت دیکھ کر اخوند جان محمد کے دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ "یہ تو درویش سے زیادہ کوئی رئیس آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ عطر و پان کا بھی ذوق رکھتے ہیں۔"

دونوں مہمان تین دن تک خانقاہ میں رہے۔

خانقاہ سے بالکل متصل مسجد تھی۔ (جو آج بھی موجود ہے) پانچوں وقت حضرت شاہ عبدالباری رحمہ اللہ نماز پڑھانے مسجد میں تشریف لاتے تھے لیکن ابھی تک دونوں مسافروں کی طرف کوئی خصوصی توجہ نہیں کی تھی۔ تیسرے دن آپ بعد نماز ظہر مثنوی مولانا رُوم کا مطالعہ کررہے تھے اس وقت کسی خادم سے فرمایا کہ "جاؤ اخوند جی سے کہہ دو تمہارا حصہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۴۰ھ۔ بمطابق ۱۸۲۴ء)

کے ہاں ہے اور سید عبدالرحیم فاطمی کو میرے پاس بلا لاؤ۔" پھر نماز عصر کے بعد حضرت سید عبدالرحیم کو ساتھ لے کر اپنے جدّ امجد حضرت شاہ عبدالہادی چشتی علیہ الرحمۃ کی درگاہ میں تشریف لے گئے، وہاں بیعت فرمایا۔

اخوند جان محمد ﴿اخون جان محمد نے ۹۶ سال کی عمر پاکر ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ء) میں انتقال فرمایا اور لوہاری میں دفن ہوئے دو برس کے بعد ۱۲۵۵ھ (۱۸۳۹ء) میں اُن کی اہلیہ نے ساٹھ سال کی عمر میں رحلت کی۔ دونوں کی قبریں مسجد عیسیٰ شاہ کے متصل بیری کے درخت کے نیچے گوشۂ جنوب مشرق میں واقع ہیں۔ (در فرید /۳۴)﴾ موضع حمید علاقہ "چھچھ" ضلع "ہزارہ" (صوبہ سرحد پاکستان) کے رہنے والے تھے۔ ان کا خاندان لورزئی یا اسمان خیل کہلاتا ہے۔ لیکن دوسری روایت یہ ہے کہ علوی سید تھے ان کے والد کا نام خان بہادر تھا۔ اخوند جان محمد کے فرزند شاہ عبدالعلیم قادری تھے جو "بھوپال" میں مدفون ہیں اور "نصر اللہ خان خویشگی خورجوی کے پیرو مرشد ہیں۔ ﴿شاہ عبدالعلیم نے ۱۳ر محرم ۱۸۶۶ھ کو سفر حج میں انتقال فرمایا اور بھوپال میں دفن ہوئے۔ اُن کے فرزند نصر اللہ خاں خویشگی خورجوی متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ اُنہوں نے حیدرآباد دکن کی ایک مبسوط تاریخ بھی لکھی تھی اور ان کا ایک تذکرہ شعرائے اُردو ہمیشۂ بہار کے نام سے انجمن ترقی اُردو پاکستان نے شائع کیا ہے۔ انہوں نے اپنے پیرو مرشد کے حالات میں ایک رسالہ بیاضِ دلکشا کے نام سے فارسی میں لکھا تھا اس کا اُردو ترجمہ مع اضافات مولوی فرید احمد غازی پوری (خلیفہ نصر اللہ خاں خورجوی) نے "در فرید" کے نام سے کیا یہ رسالہ مطبع "دار العلوم" میرٹھ سے ۱۳۱۸ھ میں حافظ عبدالکریم صاحب (رئیس لال کرتی میرٹھ) نے شائع کرایا تھا۔ نصر اللہ خان کا ایک "رسالہ تصوف" مطلا اور خوش خط ۱۲۸۶ھ کا لکھا ہوا کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں بھی موجود ہے۔ (نمبر تصوف ۱۵۱۶)﴾

مؤخر الذکر نے اپنی کتاب "بیاضِ دلکشا" میں لکھا ہے کہ یہ ہدایت لے کر اخوند جان محمد امروہہ سے رُخصت ہوئے اور قلعہ غوث گڑھ پہنچ کر نواب ضابطہ خاں (فرزند نواب نجیب الدولہ) کے ملازم ہوئے۔ جب مرہٹوں نے ضابطہ خاں کو شکست دے

کر قلعہ غوث گڑھ کو تاخت و تاراج کیا تو اخوند صاحب وہاں سے نکل کر ''لوہاری'' ضلع مظفر نگر میں آ گئے۔ یہاں نورنگ خاں نامی ایک افغان رہتا تھا اس کو فقراء سے بہت عقیدت تھی اور وہ صاحب حیثیت رئیس تھا اس نے ایک مکان اخوند صاحب کو رہنے کے لئے نذر کیا۔ اس طرح آپ لوہاری میں سکونت پذیر ہو گئے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم فاطمی نے زندگی بھر کے لئے اپنے مرشد حضرت شاہ عبدالباری چشتی رحمہ اللہ کے قدم پکڑ لئے تھے۔ وہ ''امروہہ'' میں ہی مقیم رہے مگر اپنے پُرانے ساتھی اخوند جان محمد صاحب سے ملاقات کے لئے کبھی کبھی ''لوہاری'' جایا کرتے تھے۔ ساڈھورہ، انبالہ، مظفر نگر وغیرہ کی طرف اُن کے مُریدوں کی بھی خاصی تعداد تھی۔ یہی سبب ہوا کہ حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ نے آپ سے بیعت فرمائی۔

اخوند جان محمد نے ''لوہاری'' میں سکونت اختیار کرنے کے بعد نکاح کیا۔ آپ کی اہلیہ بی بی مُراد، فتح پور ہسوہ یا مئو فرخ آباد کی رہنے والی تھیں۔ اُن کے بطن سے ایک دُختر ﴿دُختر کا نام بی بی ننھی تھا اُنہوں نے پچاس سال کی عمر پا کر ۲۶ رمضان ۱۲۵۹ھ کو لوہاری ضلع مظفر نگر میں انتقال کیا۔﴾ اور ایک فرزند پیدا ہوا۔ بیٹے کا نام اللہ داد رکھا گیا۔ بعد کو حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ایک مُرید شیخ خلیل الرحمٰن نے (جو خانقاہ کے منتظم بھی تھے) آپ کا نام بدل کر ''عبدالعلیم'' رکھ دیا تھا۔ یہ بھی ایک کرامت تھی کیونکہ کئی سال بعد اللہ داد خاں نامی افغانستان کے ہاتھوں شیخ خلیل الرحمٰن شہید ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ نہیں چاہا کہ میرے دوست کا نام میرے قاتل کے نام سے مشابہ ہو۔ یہ شیخ عبدالعلیم قادری ''دہلی'' میں تحصیلِ علم کرتے رہے چونکہ ''لوہاری'' وطن تھا۔ ماں، باپ اور بہن وہیں مقیم تھے، اس لئے لوہاری آنا جانا رہتا تھا۔ یہاں میاں جی نور محمد جھنجھانوی سے دوستی ہو گئی تھی۔ ایک بار لوہاری میں یہ مشہور ہوا کہ قصبہ جلال آباد (ضلع مظفر نگر) میں جو لوہاری سے تین کوس کے فاصلے پر ہے ایک بڑی قوی تاثیر والے بزرگ آئے ہوئے ہیں، جس کی طرف دیکھ لیتے ہیں وہ بے خود ہو جاتا ہے، کوئی اُن

کی توجہ کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ شیخ عبدالعلیم قادری نے میاں جی نور محمد سے صلاح کی کہ ان بزرگ کی زیارت کے لئے جانا چاہئے۔ چنانچہ ایک دن مغرب کی نماز پڑھ کر دونوں روانہ ہوئے اور عشاء سے پہلے جلال آباد پہنچ گئے۔

یہاں پیر احسان علی شاہ اپنا حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے تھے، یہ سلسلہ آبادانیہ قادریہ میں بیعت واجازت رکھتے تھے اور ''پاک پٹن'' کے رہنے والے تھے۔ اُن کے مرشد کا نام شاہ آبادانی سیالکوٹی تھا۔ نواب امجد علی خاں لکھنوی رحمہ اللہ اور رحم علی شاہ انبالوی رحمہ اللہ اُن کے پیر بھائی تھے۔ اُنہوں نے توجہ ڈالی تو میاں جی نور محمد رحمہ اللہ مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔ پھر دونوں حضرات اکثر ''جلال آباد'' جایا کرتے اور اُن کے حلقے میں بیٹھ کر توجہ لیتے تھے میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ نے ان سے بیعت بھی کر لی تھی۔ احسان علی شاہ کا مزار ''انبالہ'' میں ہے۔ اُن کا انتقال اسی سال ہوا تھا جب حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کا قافلہ سہارن پور پہنچا ہے۔ اس قافلہ میں شاہ عبدالعلیم قادری رحمہ اللہ اور شاہ عبدالرحیم فاطمی رحمہ اللہ بھی شامل تھے۔

میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ نے احسان علی شاہ رحمہ اللہ سے بیعت تو کر لی تھی مگر اجازت وخلافت نہیں ملی تھی اور اس کا سبب غالباً یہ تھا کہ وہ شاہ عبدالعلیم کے ساتھ لکھنؤ چلے گئے تھے، جنہیں ''احسان علی شاہ'' نے اس لئے بھیجا تھا کہ وہاں نواب امجد علی خاں کی صحبت سے فیض حاصل کریں اِسی دوران احسان علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا ﴿نواب سید امجد علی خاں لکھنوی نے اپنی تالیف ''نور القلوب'' میں شاہ آبادانی سیالکوٹی کے حالات لکھے تھے اور حافظ احسان علی شاہ آبادانی پاک پٹنی ثم انبالوی کے حالات میں نصر اللہ خاں خویشگی نے کتاب بیاض دلکشا مرتب کی تھی اسی کو اُردو میں ترجمہ کر کے اضافہ وترمیم کے ساتھ ''درفرید'' کے نام سے چھاپا گیا۔ نصر اللہ خاں ''بجنور'' میں ڈپٹی کلکٹر بھی رہے تھے اور اس زمانے میں ان سے سرسید احمد خاں نے بھی استفادہ کیا تھا۔ میاں جی نور محمد جھنجھانوی کے بھتیجے میاں عبدالعزیز جھنجھانوی نے نصر اللہ خاں خویشگی سے سلوک کی تکمیل کی

تھی۔﴿تھا۔لیکن شاہ عبدالعلیم قادری رحمہ اللہ نے ان سے بیعت کر کے خلافت حاصل کی تھی۔﴿شجرۂ طریقت یوں ہے: عبدالعلیم عن احسان علی شاہ عن آبادانی سیالکوٹی من میر محمد زکریا عن میر محمد سندھی عن شاہ محمد قریشی لاہوری عن شاہ محمد خاں لودھی عن پیر محمد خاں لودھی عن شیخ آدم بنوری عن شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رضوان اللہ علیہم۔﴾ بہرحال میاں جیونور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ نے سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں حضرت سید عبدالرحیم فاطمی ولایتی شہید علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت کی اور خرقۂ اجازت وخلافت حاصل کیا۔

حضرت شاہ عبدالباری چشتی امروہوی قدس اللہ سرۂ العزیز کا انتقال ۱۱رشعبان ۱۲۲۶ھ مطابق ۳۱راگست ۱۸۱۱ء کو ہوا اور اُن کے فرزندِ اکبر حضرت شاہ رحمٰن بخش سجادہ نشین ہوئے۔ اُن کی عمر اس وقت تقریباً بیس سال تھی اور سلوک کی تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ حضرت شاہ عبدالباری رحمہ اللہ کے ایک اور مُرید ومجاز حضرت میراں شیخ حاتم علی رحمہ اللہ تھے جو ''دہلی'' میں برسوں حضرت شاہ فخر الدین محب النبی نظامی دہلوی کی خانقاہ میں رہ کر علومِ باطنی کی تحصیل کر چکے تھے۔ یہاں سے طلب مزید آپ کو حضرت شاہ عبدالباری کی خدمت میں لائی اور پھر سدا کے لئے اسی در کے ہو گئے حتیٰ کہ انتقال کے بعد بھی اپنے ہادی ومرشد کے قدموں میں ابدی آسودگی کے مزے لے رہے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالباری نے اپنے فرزند کو ان کے سپرد کیا تھا تاکہ وہ منازلِ سلوک کی تکمیل کرادیں۔ اس وقت تک حضرت سید عبدالرحیم ولایتی بھی خانقاہ میں موجود تھے۔ جب حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی نے علمِ جہاد بلند کیا تو ''ہندوستان'' بھر کی خانقاہوں کو مراسلہ بھیجا تھا کہ وہ جہاد میں شرکت کریں۔

حضرت شاہ رحمٰن بخش کی خانقاہ میں بھی یہ مراسلہ آیا۔ انہیں جہاد کی بڑی تمنا تھی، اسی لئے شہسواری اور شمشیر زنی بھی سیکھی تھی۔ کسرت بھی کیا کرتے تھے۔ انہوں نے جہاد پر جانے کی تیاری شروع کر دی لیکن مُریدوں اور متوسّلوں نے درخواست کی کہ خانقاہ کی طرف سے مجاہدین کا ایک قافلہ بھیج دیا جائے اور آپ خود نہ جائیں ورنہ خانقاہ

سُونی ہو جائے گی اور تعلیم و ہدایت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے سید عبدالرحیم فاطمی رحمہ اللہ کو خانقاہ کی طرف سے قافلۂ مجاہدین میں شرکت کرنے کے لئے نامزد کیا۔ پانچ سو روپے کی ایک تھیلی، دوسرا بہت سا سامان اور اجناس اور مجاہدوں کا ایک مختصر سا قافلہ لے کر حضرت عبدالرحیم ولایتی رحمہ اللہ روانہ ہوئے اور سہارنپور پہنچ کر سید احمد بریلوی رحمہ اللہ کے قافلہ میں شامل ہو گئے۔ یہ ۱۸۲۸ء کے آخر یا ۱۸۲۹ء کے آغاز کا واقعہ ہے۔ وہاں سے یہ قافلہ طویل سفر طے کرتا ہوا سرحدی علاقے میں پہنچا جس کی مکمل تفصیلات مولانا غلام رسول مہر کی کتاب سیرت سید احمد شہید اور سرگذشت مجاہدین وغیرہ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ آخر کار بالاکوٹ علاقہ پنجتار کے معرکے میں ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو جہاد کرتے ہوئے حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ کے ساتھ ہی شہید ہو گئے۔ اب اُن کے مزار کا پتہ بھی نہیں ملتا مگر اُن کا رُوحانی فیض آج تک عرب وعجم میں جاری ہے اور:

بعد از وفات تربتِ ما در زمین مجوی　　در سینہ ہائے مردم عارف مزارِ ماست

کی کھلی تفسیر ہے۔ یہ تفصیلات ﴿یہاں بہت سی تفصیلات ترک کردی ہیں ایک تو اس لئے کہ "مرقوماتِ امدادیہ" کی اشاعت جدید کا پروگرام اچانک ہی بن گیا اور اسے بہت مختصر وقت میں اشاعت کے لئے تیار کیا گیا ہے جب کہ میرے سامنے دوسرے ضروری کام موجود تھے۔ دوسرے یہ کہ اِن تفصیلات کو زیادہ وضاحت کے ساتھ "مفتاح الخزائن" کے مقدمہ میں پیش کیا جائے گا۔﴾ یہاں اس لئے لکھی گئی ہیں کہ "تذکرۃ الرشید" کی بعض روایات نے اور "امیر الروایات" جیسی کتابوں میں مذکور بعض قصوں نے حقیقت کو بالکل مسخ کر دیا ہے۔ جو حضرات اس روحانی سلسلے سے وابستہ ہیں انہوں نے بھی مولوی امیر شاہ خاں کی کہانیوں کو آنکھ بند کر کے تسلیم کر لیا اور صحیح حالات کے جاننے کی ذرا کوشش نہیں کی، حالانکہ حضرت شاہ عبدالباری کی خانقاہ بھی برسوں موجود رہی اور ان کی اولاد میں ایسے بزرگ سجادہ نشین ہوتے رہے جو واقعات کی تصدیق کرتے تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ بعض فروعی مسائل میں مسلک کا اختلاف انہیں اپنے پیروں کی خانقاہ میں جانے سے بھی روکتا رہا، ورنہ امروہہ، دیوبند یا تھانہ بھون یا گنگوہ سے کچھ ایسا دُور نہ تھا، دُور بھی ہوتا تو

بُعدِ منزل نبود در سفرِ روحانی

اُس وقت اگر یہ ربط قائم ہوگیا ہوتا تو ''امیر الروایات'' کی کتنی ہی کہانیوں کا تاروپود بکھر جاتا۔ حضرت شاہ عبدالباری چشتی علیہ الرحمۃ کی خانقاہ میں اعلیٰ درجے کا منتخب ذخیرۂ کتب بھی موجود تھا اور آج سے ۲۰ سے ۲۵ سال پہلے تک ایسے بزرگ بھی موجود تھے جو بہت سی قیمتی معلومات فراہم کر سکتے تھے۔ اب وہ شیرازہ بکھر چکا ہے اور وہ خانقاہ بے بام و در پڑی ہے۔ نہ مکان رہا نہ مکین رہے۔ ہمیشہ رہے نام اللہ کا۔

جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ نے ابتداء میں پیر احسان علی شاہ سے بیعت کی تھی۔ اُس کے بعد حضرت عبدالرحیم ولایتی) سے طریقۂ چشتیہ صابریہ میں بیعت کی اور خلافت و اجازت حاصل کی پھر حضرت سید احمد شہید بریلوی سے بیعتِ جہاد کی۔ غالباً اس سے پہلے بیعتِ طریقت بھی کی تھی۔ لیکن میاں جی نے، پھر اُن کے خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ نے اپنے سب متوسّلین کو طریقہ چشتیہ ہی میں بیعت فرمایا ہے اور اُسی کے اذکار و اشغال تعلیم کیے ہیں۔

''امیر الروایات'' ہی میں یہ بھی ہے کہ میاں جی نور محمد جھنجھانوی ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد دہلی آئے تھے اور مدرسہ رحیمیہ میں داخل ہو کر حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی سے پڑھا تھا۔ امیر شاہ خاں مرحوم کہتے ہیں کہ ''میرے اُستاد میاں جی محمدی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے مولانا شاہ اسحٰق صاحب سے ''کافیہ'' شروع کیا اور سید صاحب جب تشریف لائے تو انہوں نے شاہ اسحٰق صاحب سے میزان شروع کی تھی اور اتنی جلدی ترقی کی کہ نصف سے آگے مجھے ''کافیہ'' میں پکڑ لیا۔ اور ''کافیہ'' ہی پڑھتے ہوئے انہوں نے ''مشکوٰۃ'' بھی شاہ صاحب سے شروع کردی اور کوئی کتاب مولوی اسمٰعیل صاحب شہید رحمہ اللہ سے بھی پڑھتے تھے۔''

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے نقشِ حیات میں لکھا ہے کہ میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ ۱۸۰۶ء میں دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں تحصیل علوم اور سلوک کی غرض سے حاضر ہوئے۔ مقصد معلوم کرنے کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ کے خاندان میں تو منصبِ ولایت موروثی ہے اُمید ہے کہ آپ بھی اپنے آباء و اجداد کی طرح منزلِ مقصود پر فائز ہوں گے۔ آپ کو حضرت شاہ صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے رُوحانی تعلیمات اور تلقینات کے ساتھ قرآن پاک کا ترجمہ اور حدیث و تفسیر وغیرہ پڑھائی۔ ۱۸۰۸ء میں جبکہ آپ کی عمر ۲۲ سال کی تھی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے چونکہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ کی صحبت مؤثرہ اور تلقینات سے مادہ وصول الی اللہ پوری طرح تیار ہو گیا تھا چنانچہ چند ہی روز میں شاہ عبدالعزیز صاحب کی حُسنِ توجہ اور اپنی خداداد قابلیت کی بناء پر کمال کو پہنچ گئے۔ شاہ صاحب نے خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اسی سال وطن مالوف واپس ہو گئے۔

﴿نقشِ حیات جلد ۲، ص ۱۹۔ مشائخ دیوبند ص ۲۵، ۲۶﴾

اس سے ظاہر ہے کہ میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ (ولادت ۱۲۰۱ء مطابق ۱۷۸۶ء) بائیس سال کی عمر میں ۱۸۰۸ء میں ہی حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے بیعت کر کے خلافت لے چکے تھے۔ لیکن ''بیاضِ دلکشا'' کے حوالے سے جو روایت ہم نے نقل کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ جس سال حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کا قافلہ ''لکھنؤ'' سے سہارن پور آیا ہے اس سے چند سال قبل ہی میاں جی نور محمد جھنجھانوی نے شیخ عبدالعلیم قادری کے ساتھ پیر احسان علی شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی تھی۔ ﴿درفرید ۱۳﴾

انہوں نے میاں جی کو تو بیعت کر لیا تھا لیکن شیخ عبدالعلیم قادری کو جو تقریباً بیس سال تک حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی صحبت سے مستفید ہو چکے تھے، یہ کہہ کر بیعت

نہیں کیا کہ تمہارا قلب ''تختۂ زیرِ مشق'' کی طرح ہے، میرے لائق نہیں ہے یا تو میں تمام سابقہ نقشوں کو مِٹا دوں یا اُنہیں اپنے قاعدے کے موافق درست کروں اور یہ دونوں کام دِقّت طلب ہیں۔'' لیکن شاہ عبدالعلیم پھر بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوکر کسبِ فیض کرتے رہے اور جو کچھ وہ اشغال بتاتے تھے انہیں بجالاتے رہے۔ بالآخر اُن سے بیعت ہوکر خلافت و اجازت حاصل کی۔ یہ واقعہ ۱۸۰۸ء سے بہت بعد کا ہے۔ اگر میاں جی نے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ یا حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی کی خدمت میں رہ کر منازلِ سلوک کی تکمیل کرلی تھی تو ظاہر ہے کہ انہیں پیر احسان علی شاہ سے بیعت ہونے اور اشغال سیکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

پیر احسان علی شاہ جلال آباد سے سہارن پور منتقل ہوگئے اور وہاں تین سال تک رہے۔ شیخ عبدالعلیم قادری لکھنؤ چلے گئے تھے اور جب سید صاحب کے قافلے کے ساتھ سہارن پور آئے تو معلوم ہوا کہ انبالہ میں پیر احسان علی شاہ کا انتقال ہوگیا تھا۔

اس سے ظاہر ہے کہ میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ کو طلبِ صادق کشاں کشاں لئے لئے پھرتی تھی اور آخر انہیں اپنا مقصود حضرت سید عبدالرحیم فاطمی شہید سے حاصل ہوگیا۔ حضرت حاجی عبدالرحیم کی شخصیت اور ان کے رُوحانی کمالات معمولی درجے کے نہیں تھے۔ انہوں نے جس جذبے کے ساتھ راہِ حق میں جہاد کیا اور حضرت سید صاحب کے ساتھ اپنی جان نچھاور کردی خود یہی بات ان کے فضل و کمال کی بہت بڑی نشانی ہے حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''مؤمن خان مؤمن دہلوی مجھ سے فرماتے تھے کہ ایک بار چند حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث پڑھ رہے تھے، تذکرہ اکابر کا آگیا۔ ہم لوگوں نے عرض کیا اب بھی کوئی ایسا ہے؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ پرسوں ہمارے پاس فلاں حُلیہ کا ایک شخص مسئلہ دریافت کرنے آئے گا وہ مردِ کامل ہے۔'' اور پھر وقت موعودہ پر دیکھا کہ حضرت عبدالرحیم ولایتی چلے آرہے ہیں۔

حضرت شیخ محمد تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک بار شاہ محمد اسحٰق دہلوی رحمہ اللہ نے حضرت حاجی عبدالرحیم ولایتی رحمہ اللہ پر توجہ ڈالی اور کچھ دیر کے بعد آنکھیں کھول کر فرمایا: ''اللہ اکبر تمہاری نسبت میں بڑی فراخی ہے اور تم کو کچھ احتیاجِ اکتساب باقی نہیں رہی۔'' ﴿رسالہ نور محمد ۱۴۱۔ بحوالہ مشائخ دیوبند ۲۸﴾ یہ کون سی نسبت تھی جس میں اتنی فراخی حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے معائنہ کی تھی؟

مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری مؤلف ''تذکرہ مشائخ دیوبند'' نے یہ ساری روایات لکھنے کے بعد لکھا ہے۔ ''بہر حال حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی اس زمانے میں کاملین میں سے تھے۔ اِن ہی سے حضرت میاں جیو صاحب رحمہ اللہ بیعت ہوئے اور خرقۂ خلافت مِلا۔'' ﴿مشائخ دیوبند ۲۹﴾

لیکن پھر حاشیے پر جو وضاحت کی ہے اُس میں ایک تو یہ غلطی موجود ہے کہ'' آپ امروہہ'' میں شاہ عبدالہادی صاحب کی خدمت میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوئے اُنہوں نے فرما دیا بابا کسی اور کو تلاش کرو۔'' حالانکہ حاجی عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ، حضرت شاہ عبدالہادی صاحب کے پوتے حضرت شاہ عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اپنے ہی سلسلے کے بزرگوں کے بارے میں معلومات کا ناقص ہونا افسوس کی بات ہے۔ آگے لکھتے ہیں۔ ''حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ پہلے ہی سے صاحب نسبت تھے۔'' سہارن پور واپس ہوئے تو شیخ کا انتقال ہوگیا۔ کچھ عرصہ کے بعد'' سہارن پور'' میں حضرت سید صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے تو اُن سے بیعت ہوئے۔ بیعت کے بعد حضرت سید صاحب رحمہ اللہ نے اُن کو اپنا خلیفہ اور مجاز بھی بنا دیا۔ اس طرح حضراتِ دیوبند نقشبندی بھی ہیں۔ اور ان کا سلسلہ خاندانِ ولی اللّٰہی کے ذریعے حضرت مجدّد صاحب رحمہ اللہ سے جا ملتا ہے۔ ﴿مشائخ دیوبند ۲۹﴾

درِ فرید میں بیاضِ دلکشا کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی اور اخون جان محمد ایک ساتھ ہی تلاشِ مُرشد میں نکلے تھے۔ جب حضرت شاہ

عبدالباری رحمہ اللہ نے اخون صاحب کو بیعت نہیں کیا اور انہیں حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ کی خانقاہ میں جانے کا مشورہ دیا تو اُنہوں نے امروہہ سے غوث گڑھ جا کر نواب ضابطہ خاں کی ملازمت اختیار (یہ بیان کہ اخون جان محمد نے قلعہ غوث گڑھ میں نواب ضابطہ خاں کی ملازمت کر لی تھی ابھی مزید غور و تحقیق کا محتاج ہے۔ ضابطہ خاں کے خلاف مرہٹوں نے سکرتال کے میدان میں جنگ کی تھی (۱۱۸۵ھ/۱۷۷۱ء) غوث گڑھ کا قلعہ فتح کر لیا تھا اور ضابطہ خاں کے زن و فرزند اسیر کر لئے تھے۔ پھر نواب شجاع الدولہ کی سفارش پر ان کو رہائی ملی تھی۔ اُس وقت خانقاہ مجدّدیہ میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رونق افروز تھے۔ ان کے انتقال (۱۱۹۵ھ/۱۷۷۱ء) کے بعد ہی حضرت شاہ غلام علی دہلوی مسند آرائے ارشاد ہوئے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالباری نے اخون جی کو شاہ غلام علی رحمہ اللہ کی خانقاہ میں جانے کی ہدایت کی تو یہ ۱۱۹۵ھ کے بعد کا ہی قصہ ہو سکتا ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جب ضابطہ خاں کا بیٹا غلام قادر خاں روہیلہ غوث گڑھ موجود تھا میرا اندازہ یہ ہے کہ اخون جان محمد ۱۲۰۱ھ کے آس پاس کسی سال میں غلام قادر خاں روہیلہ کے ملازم ہوئے ہوں گے۔) کر لی۔ اُس وقت اخون جی ''لوہاری'' جا کر بس گئے اور پھر آپ نے وہیں نکاح اور دہلی میں حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمہ اللہ سے طریقۂ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ ان سب تفصیلات سے ظاہر ہے کہ یہ دونوں بزرگ ۱۲۰۱ھ کے بعد ''امروہہ'' میں حضرت شاہ عبدالباری رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے ہوں گے۔ اُن کا وصال ۱۲۲۶ھ (۱۸۱۱ء) میں ہوا ہے۔ اس حساب سے وہ بیعت کرنے کے بعد کئی سال تک پیر و مرشد کی خدمت میں رہے اور ان کے انتقال کے ۱۶ سال بعد تک بھی خانقاہ میں موجود تھے اور یہاں سے نامزد ہو کر جہاد میں گئے تھے۔ اگر انہوں نے ''سہارنپور'' جا کر سید احمد شہید رحمہ اللہ سے بیعتِ طریقت کر کے خلافت و اجازت حاصل کی تھی تو وہاں سے وہ براہِ راست ''بالاکوٹ'' علاقہ ''پنجتار'' کے لئے روانہ ہو چکے تھے جہاں بالآخر مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے اور اس مدّت میں کسی کو بیعت کر کے خلافت سے مشرّف کرنے کا سوال ہی نہیں تھا جبکہ افضل ترین عبادات

یعنی جہاد کا مرحلہ سامنے تھا جس کے آگے اوراد و اشغال باطنی سب ہیچ ہیں۔ بہر یہ کہ میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ حضرت سید احمد صاحب رحمہ اللہ کے ہم عمر تھے۔ دونوں ایک ہی سنہ میں پیدا ہوئے تھے۔ میاں جی نے سید صاحب رحمہ اللہ سے بیعت جہاد بھی کی تھی۔ اس سے پہلے وہ ان سے بیعتِ طریقت کر چکے تھے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے چشتی صابری نسبت اور اعمال و اشغال اپنے پیر و مُرشد میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ سے اور اُنہوں نے اپنے مرشد حاجی عبدالرحیم ولایتی شہید سے اور انہوں نے مصدر فیض جاری حضرت خواجہ عبدالباری چشتی رحمہ اللہ سے حاصل کئے تھے۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے انفاسِ مبارک سے سلسلہ چشتیہ کو حیاتِ تازہ مل گئی اور جس طرح مولانا خالد کُردی ﴿مولانا خالد کُردی کا تکیہ بغداد میں جانب شرقی میں ہے اسے پہلے مسجد احسانی کہا جاتا تھا چونکہ شیخ محمد بن احمد الاحسانی الحنفی (متوفی ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۱ء) نے اسے تعمیر کرایا تھا جن کی قبر پر آج بھی تکیہ موجود ہے۔ شیخ خالد (متوفی ۱۲۴۲ھ/۱۸۳۶ھ) نے یہاں قیام فرمایا تو یہ جگہ انؒ کے نام موسوم ہوگئی اور حاکم بغداد نے اس کی اصلاح و مرمّت کرادی۔ پھر اس تکیہ کو نجیب پاشا نے آباد کیا اور یہ آج تک صحیح سالم موجود ہے۔ حلیۃ البشر ا/۵۸۰۔ الروض الازہر ۳۵۔ البغدادیون ۳۲۳۔ المورد المجلہ ۷ العدد (۱۹۷۸ء)﴾ نے طریقہ نقشبندیہ کو ممالکِ عربیہ میں شائع کیا۔ اسی طرح حاجی صاحب کے دم قدم سے چشتی نسبت کے چراغ کا نُور اقصائے عالم میں پھیل گیا۔ اب یہ سلسلہ ایک ایسا لطیف مرکب ہے جس میں حضرت شیخ احمد عبدالحق رودلوی رحمہ اللہ، حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ، حضرت شاہ محبّ اللہ الہ آبادی رحمہ اللہ، حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی رحمہ اللہ جیسے بزرگوں نے رنگ بھر کر بوقلموں بنادیا ہے۔ اس میں علم بھی ہے عرفان بھی ہے، سوز و گداز بھی ہے جذبۂ جہاد بھی، اتباعِ سنتِ سنیّہ بھی ہے اور وجد و شوق کی متاعِ گراں مایہ بھی۔ خود حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت میں یہ

سب عناصر بڑے دلآویز تناسب کے ساتھ جمع ہوئے ہیں۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء میں جب ہندوستانی مسلمان غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کے لئے صف آراء ہوئے اور اس جذبہ کی لہریں شاملی اور تھانہ بھون تک پہنچیں تو وہاں حضرت حافظ ضامن شہید رحمہ اللہ ،مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ مجاہدین کی ایک جماعت لے کر انگریزوں کے خلاف میدان میں آ گئے۔ ان مجاہدوں کے سپہ سالار حضرت حاجی صاحب ہی تھے جنہوں نے کبھی بندوق نہیں چلائی تھی اور اس جہاد میں جب پہلا فائر کیا تو آپ پر بے ہوشی سی طاری ہو گئی تھی مگر جس دینی حمیّت اور ملّی غیرت کے ساتھ میدان میں آئے تھے اِس نے پائے ثبات میں لغزش نہیں آنے دی۔

جب انگریزوں نے اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو دوبارہ بحال کر لیا اور دار و گیر شروع ہوئی تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے مکہ معظمہ کو ہجرت فرمائی (۱۲۷۶ھ) مولانا رشید احمد گنگوہی گرفتار ہو گئے تھے۔ حاجی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رُوپوش رہے۔ حاجی صاحب رحمہ اللہ نے اسی طرح رُوپوش رہ کر تھانہ بھون سے کراچی بندر تک کا سفر کیا۔ وہاں سے جہاز میں روانہ ہو کر مکہ معظمہ پہنچے۔

۱۲۷۵ھ میں حضرت حاجی صاحب ہندوستان میں اپنے زمانہ رُوپوشی میں ''انبالہ، تگری، پنجلاسہ، کمتھلا، لاڈوہ'' وغیرہ علاقوں میں رہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب اِس زمانے میں کئی بار اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک بار مولانا رشید احمد گنگوہی بھی پنجلاسہ جا کر ملاقات کر آئے تھے۔ تینوں حضرات کے وارنٹ جاری ہو چکے تھے۔ اور یہ اعلان ہو چکا تھا کہ گرفتار کرانے والے کو انعام دیا جائے گا، اس لئے حاجی صاحب ''پنجلاسہ'' میں اپنے ایک مخلص مرید اور صاحب ثروت راؤ عبد اللہ خاں کے گھر پر اصطبل کی ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں چُھپے ہوئے تھے۔ ایک دن آپ نے اسی کوٹھری میں وضو کیا اور راؤ عبد اللہ خاں اور دوسرے مخلصین سے فرمایا۔ آپ لوگ جائیں میں نفل پڑھ لوں۔ یہ کہہ کر مصلّٰی بچھایا اور چاشت کی نماز

شروع کردی۔ جیسے ہی راؤ عبداللہ خاں باہر نکلے دیکھا کہ پولیس کی دوش انگریز افسر کی قیادت میں سیدھی اصطبل کی طرف آ رہی ہے۔ کسی باغی کو پناہ دینا اور اس کی اعانت کرنا بھی اتنا ہی بڑا جرم تھا جتنا بغاوت کرنا۔ راؤ عبداللہ خان اپنے علاقے کے رئیس اور ذی وجاہت آدمی تھے۔ پولیس اور انگریز افسر کو دیکھتے ہی گھر کی بربادی، جائیداد کی ضبطی، ہتھکڑی اور پھانسی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ مگر سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ ان کے ہادی و مُرشد ان کے گھر سے گرفتار ہوں گے۔ پل بھر میں انگریز افسر اُن کے سامنے کھڑا تھا اور ہنس ہنس کر کہہ رہا تھا کہ ہمیں یہ اطلاع ملی تھی کہ آپ کے پاس ایک بہت اعلیٰ نسل کا گھوڑا ہے، اُسے دیکھنے کے اشتیاق میں ناوقت ہی چلا آیا، اور اس نے اصطبل کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ جاسوس نے اپنے پرچے میں وہ کوٹھی تک متعین کردی تھی جس میں حاجی صاحب رحمہ اللہ رُوپوش تھے۔ سیدھا اُس کوٹھڑی تک پہنچا اور اُس کے پَٹ یہ کہتے ہوئے کھول دیئے، راؤ صاحب اس میں کیا ہے؟ اِن کے پیروں تلے کی زمین نکل چکی تھی مگر اپنی گھبراہٹ کو چُھپائے ہوئے تھے اور سمٹے سنبھلے اس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ کہنے لگے اس میں گھوڑوں کا چارہ بھرا رہتا ہے۔ کوٹھری میں سامنے ہی ایک چوکی بچھی ہوئی تھی اس پر مصلّٰی پڑا تھا نیچے لوٹا رکھا تھا اور تازہ وضو کا پانی زمین پر پھیلا ہوا تھا۔ مگر حاجی صاحب کا کہیں پتا نہیں۔ پولیس افسر دِل ہی دِل میں مخبر کے غلط خبر دینے پر کُڑھ رہا تھا اور راؤ صاحب کی حالت اچانک سنبھل گئی تھی۔ انگریز نے پوچھا کہ خاں صاحب یہاں لوٹا اور پانی کیسا ہے؟ انہوں نے کہا یہاں ہم مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور وضو کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے آنے سے دس منٹ پہلے اسی کی تیاری تھی۔ افسر نے ہنس کر کہا کہ آپ لوگوں کی نماز کے لئے مسجد ہے یا اصطبل کی کوٹھری؟ انہوں نے برجستہ جواب دیا کہ مسجد فرض نمازوں کے لئے ہے اور نفل نمازیں ایسی جگہ پڑھی جاتی ہیں جہاں کوئی دیکھ نہ سکے۔ انگریز نے لا جواب ہو کر کوٹھری کے کواڑ بند کر دیئے اور یہ کہتا ہوا چلا گیا خاں صاحب معاف کرنا

آپ کو ہماری وجہ سے بہت تکلیف اُٹھانی پڑی اور ہمیں پھر بھی کوئی گھوڑا پسند نہ آیا۔ دوش کے واپس جانے کے کچھ دیر کے بعد راؤ صاحب نے جا کر کوٹھڑی کھولی تو دیکھا کہ حاجی صاحب رحمہ اللہ سلام پھیر کر مصلّے پر مطمئن بیٹھے ہیں۔

﴿تذکرۃ الرشید ج ۱،ص ۷۶، امداد المشتاق، ص ۳۰﴾

مکہ معظمہ پہنچ کر ابتداء میں آپ کو بہت تکلیف اُٹھانا پڑی۔ کئی کئی وقت کے فاقے ہو جاتے تھے۔ اوّل چند سال جبلِ صفا پر ''اسمٰعیل'' کی رباط کے ایک حجرے میں معتکف رہے۔ ﴿شمائم امدادیہ ص ۱۸﴾ اکثر اوقات عبادت میں گذرتے تھے۔ کبھی کبھی وہاں کے بعض علماء و شیوخ کے ساتھ مجالست ہوتی تھی جن میں یحیٰی پاشا داغستانی، شیخ فانیسی شاذلی، شیخ ابراہیم رشید اور شیخ احمد دحلان مکی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت احترام فرماتے تھے۔ ﴿ایضاً ص ۱۸﴾

نکاح

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے پچاس سال عالمِ تجرّد میں بسر کیے، پھر غیبی اشارہ ہوا کہ نکاح سنتِ مؤکدہ ہے، اس سنّت کو بھی ترک نہ کرنا چاہئے۔ بعض مُریدین بھی اصرار کرتے تھے تاکہ حضرت کو اپنے مشاغل اور عبادات میں راحت نصیب ہو سکے۔ ''کلکتہ'' کی ایک خاتون بی بی نورن زوجہ سید حیدر علی مہاجر بناری نے ۲۱ رمضان ۱۲۸۲ھ (۷ فروری ۱۸۶۶ء) کو اپنی نواسی حضرت بی بی خدیجہ بنت حاجی شفاعت خاں رام پوری سے جن کے ماں باپ دونوں کا انتقال ہو چکا تھا، ساٹھ ریال فرانسیسی (ایک سو بیس روپے ہندوستانی) مہر کے عوض آپ کا نکاح کر دیا۔ لیکن زوجۂ اولیٰ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اور ان کا انتقال ہو گیا تو دوسرا نکاح فرمایا۔ تیسرا نکاح آخر عمر میں فرمایا تھا کیونکہ ضعیفی کے باعث اُٹھنے بیٹھنے میں کسی سہارے کی ضرورت تھی اور آپ یہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی غیر محرم خاتون آپ کو ہاتھ لگائے اس لئے مصلحۃً نکاح فرما لیا تھا۔ آپ کے صلبی اولاد کوئی نہیں ہوئی مگر معنوی اولاد سے آج بھی شرق و غربِ عالم معمور ہے۔

مکان

۱۲۹۴ھ (۱۸۷۷ء) میں بعض مخلص مُریدوں نے محلہ خارۃ الباب میں ایک مکان خرید کیا اور اسے بطور خود تعمیر کر کے حضرت کی نذر کر دیا۔ ﴿شمائم امدادیہ۔۱۵﴾

آپ اس مکان میں تشریف لے آئے اور آخر تک اسی میں رہے۔ اب حرم نبوی کی توسیع جدید میں وہ مکان صحنِ حرم میں آ گیا ہے۔

خلفاء

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے مریدین و خلفاء کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ آپ کے خلفاء ہندوستان کے علاوہ مصر، ترکی، عراق اور شام میں بھی سلسلۂ چشتیہ صابریہ کی اشاعت کرتے تھے۔ ہندوستان میں صرف ایک مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی خانقاہ ایسی تھی کہ اس کی نظیر نہ قدیم زمانے میں ملتی ہے اور نہ آئندہ اُمید ہے کہ ایسا جامع حیثیات کوئی بزرگ اتنے بڑے پیمانے پر خلق اللہ کے ارشاد و ہدایت کی ذمہ داری سنبھال سکے گا۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے علاوہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ (وفات ۱۳۲۳ھ) مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (وفات ۱۲۹۷ھ) مولانا عبدالرحمٰن کاندھلوی، مولانا محمد حسن پانی پتی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولوی محمد یوسف تھانوی، (فرزند حضرت حافظ ضامن شہید رحمہ اللہ) حکیم ضیاء الدین ﴿حکیم ضیاء الدین انصاری رحمہ اللہ نے حاجی عبدالرحیم ولایتی سے بھی استفادہ کیا تھا لیکن بیعت میاں جی نور محمد رحمہ اللہ کے خلیفہ حافظ محمد ضامن شہید رحمہ اللہ سے ہوئے تھے مگر ''امداد المشتاق'' ص ۲۵ پر ان کا نام بھی حضرت حاجی صاحب کے خلفاء کی صف میں ملتا ہے ممکن ہے ان سے بھی اجازت حاصل ہوئی ہو۔﴾ انصاری (رام پور منہیاران)، مولانا عبدالسمیع بیدل (رام پور منہیاران)، مولانا فیض الحسن سہارن پوری (اُستاد مولانا شبلی نعمانی)، نواب محی الدین خاں مراد

آبادی، مولوی محمد الدین خاں میسوری، مولوی احمد حسن ڈسکوی، صوفی محمد حسین الٰہ آبادی، مولوی نور محمد، مولوی محمد شفیع نورنگ آبادی، مولوی عنایت اللہ مالوی، مولوی صفات احمد غازی پوری، حاجی محمد افضل ولایتی، مولانا سید عبدالحیؒ (ناظم ندوۃ العلماء) ، حاجی سید فدا حسین محی الدین نگری، مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا محب الدین، عبداللہ انصاری انبیٹھوی، مولانا کرامت اللہ خاں دہلوی، مولانا احمد حسن محدّث امروہوی، مولانا احمد حسن کانپوری، حضرت شاہ سلیمان پھلواری، مولوی انوار اللہ فضیلت جنگ جیسے علماء، مشائخ، صوفیاء اور دوسری ممتاز شخصیتیں بھی حاجی صاحب رحمہ اللہ سے فیض یافتہ تھیں۔

ایک بار آپ نے فرمایا کہ جس درویش کی طرف بہ نسبت طالبانِ دین کے طالبانِ دنیا کا ہجوم زیادہ ہو معلوم ہوتا ہے کہ خود اس میں ابھی شعبہ دنیا کا موجود ہے اس لئے ایسے لوگوں کا اس کی طرف زیادہ میلان ہے۔ الجنس الی الجنس یمیل۔ پھر ارشاد فرمایا کہ بھائی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ہمارے یہاں تو زیادہ تعداد غرباء و مساکین اور صلحاء اور طالب علموں کی ہے، دنیا کے بڑے آدمی ہمارے یہاں کم ہیں۔

آپ فرماتے تھے کہ چشتی سلسلے میں آخری وقت میں جذب اور استغراق کی کیفیت بڑھ جاتی ہے۔ ﴿امدادالمشتاق ۱۲۶﴾

آپ پر بھی آخری عمر میں اسی نسبت کا غلبہ ہوا۔ وجد و شوق کے عالم میں کبھی کبھی اشعار پڑھنے لگتے تھے۔ توحید اور عشق کا غلبہ بہت قوی ہو گیا تھا۔

انتقال

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے ۸۴ سال تین ماہ ۲۰ یوم کی عمر پائی اور ۱۲/ یا ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸/ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو بدھ کے دن صبح کے وقت محبوبِ حقیقی سے واصل ہوئے۔ آپ کو ''جنت المعلّٰی'' میں (جہاں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار ہے) مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

انتقال سے پہلے آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کے ساتھ ذکر جہر کیا جائے بعض حضرات کو اس میں تأمل تھا۔ ناگاہ ایک عرب نے نعرہ بلند کیا ''اُذْکُروا اللّٰہ'' اور سب نے باواز بلند ذکر کرنا شروع کر دیا۔﴿امداد المشتاق:۳۰۵﴾

ملفوظات

یہاں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ سے متعلق بعض دوسری کتب سوانح و ملفوظات کا بیان قصداً چھوڑ دیا ہے اور خود حاجی صاحب کی تصانیف کا تذکرہ بھی نہیں کیا گیا ہے۔ ان کا مناسب تفصیل کے ساتھ تعارف مقدمہ ''امداد المشتاق'' میں پیش کروں گا۔ اِن شاءاللہ تعالیٰ۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات میں جمع کرنے کا زیادہ اہتمام نہیں ہوا ورنہ ہمارے ذخیرۂ ملفوظات میں ایسا اضافہ ہوتا کہ رہتی دنیا تک اہل ذوق اور صاحبانِ دل کے لئے آبِ حیات کا کام کرتا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات فراہم کر کے ''کمالاتِ امدادیہ'' کے نام سے ۱۳۲۱ھ (۱۹۰۳ء) میں مطبع انتظامی ''کانپور'' سے چھپوا دیئے تھے۔ یہ ساٹھ صفحوں کا رسالہ تھا جس میں تقریباً سوا سو ملفوظات ہیں۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ ہی نے دوسرا رسالہ ''کراماتِ امدادیہ'' اس سے پہلے ترتیب دیا تھا اور یہ ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء میں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے معًا بعد چھپوایا تھا اس میں ۱۵ صفحات ہیں اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں ایسے واقعات اور رموز و نکات کا بیان ہے جنہیں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی بزرگی اور کرامت کہا جا سکتا ہے۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ سے جو لوگ واقف ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان کے قلم سے کوئی بات مبالغہ آمیز یا خلافِ واقعہ نہیں نکل سکتی۔ ان دو مختصر رسالوں میں بھی جتنا مواد ہے وہ ہر طرح مستند اور لائقِ مطالعہ ہے۔ یہ دونوں رسالے بار بار چھپے ہیں اور آج بھی تلاش کرنے سے بازار میں مل جاتے ہیں۔

تیسرا مجموعہ ''شمائم امدادیہ'' ہے۔ یہ فارسی میں ''نفحات مکیہ من آثرِ امدادیہ'' کے نام سے فراہم ہوا تھا اس کے اُردو ترجمہ پر مولانا تھانوی نے نظرِ ثانی بھی فرمائی تھی۔ یہ مجموعہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی زندگی ہی میں جمع ہو چکا تھا۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ ہی نے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے حالات و کمالات اور ملفوظات پر مشتمل ایک کتاب مولوی مشتاق احمد کیرانوی کی فرمائش پر ''امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق'' تالیف کی تھی۔ یہ مولوی محمد شبیر علی ایڈیٹر رسالہ ''النور'' (تھانہ بھون) کے زیرِ اہتمام آخر شوال ۱۳۴۳ھ (مئی ۱۹۲۵ء) ''اشرف المطابع'' تھانہ بھون سے چھپی تھی۔ اس کا متن ۲۰۶ صفحات پر آیا ہے۔ ﴿الحمد للہ اب ''امداد المشتاق'' بھی مقدمہ جدید اور ترتیب نو کے ساتھ فوٹو آفسیٹ کے ذریعے مکتبہ برہان دہلی کی جانب سے شائع ہو رہی ہے اور اس کے بعد ہی ناظرین کی خدمت میں پیش ہوگی۔﴾

مکتوبات

''امداد المشتاق'' کے ساتھ ہی ''المرقومات الامدادیہ'' شائع ہوئی تھی۔ یہ ص ۲۰۶ سے شروع ہوتی ہے اور اس میں کل ''۶۱'' خطوط شامل ہیں۔ یہ سب خطوط غیر مطبوعہ تھے اور انہیں مولانا ''وحید الدین رامپوری'' ﴿یہ رام پور منہیاران (سہارن پور) کے باشندے اور حکیم ضیاء الدین انصاری کے قریبی عزیز ہیں﴾ نے جمع کیا تھا۔ اِن خطوط کے مکتوب الیہم گیارہ ہیں جن میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ ﴿مولانا محمد قاسم نانوتوی کا تاریخی نام خورشید حسین ہے۔ اس مجموعہ میں جو بعض خطوط مولانا خورشید حسین کے نام ہیں دراصل مولانا نانوتوی ہی ان کے مکتوب الیہ ہیں۔﴾ مولانا محمد یعقوب نانوتوی، حکیم ضیاء الدین رامپوری، مولوی رشید احمد گنگوہی اور حاجی عابد حسین صاحب جیسے صاحبانِ کمال اور حضرت حاجی صاحب کے ممتاز مسترشدین شامل ہیں۔ اُس زمانے میں ایک ہی لفافے میں کئی حضرات کے نام علیحدہ خط بھیجنا قانوناً ممنوع تھا اِس لئے بعض خطوط میں حاجی صاحب رحمہ اللہ نے دو یا تین حضرات کو خطاب فرمایا ہے۔

اِن میں سے بیشتر مکتوبات فارسی میں ہیں۔ بعض اُردو میں بھی لکھے گئے ہیں۔ فارسی مکتوبات کا اُردو ترجمہ خانقاہ تھانہ بھون میں رہ کر مولوی عبدالغنی پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن نے کیا تھا۔ چونکہ بعض مسائل سلوک وتصوف اور نکات غریبہ بھی ان خطوط میں آئے ہیں اس لئے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اُن پر اپنے توضیحی حواشی لکھ کر (شوال ۱۳۴۶ھ) اُن رموز ونکات کو سب کے لئے قابل فہم بنادیا ہے۔ مکتوب الیہم کے مختصر حالات یا جن شخصیات اور واقعات کے حوالے ان خطوط میں ملتے ہیں ان کے بارے میں وضاحتیں جامع مکتوبات مولانا وحیدالدین رام پوری کے صاحبزادے مولانا سعیدالدین رام پوری نے تحریر فرمائے ہیں۔ اِس طرح یہ کتاب ''مرقوماتِ امدادیہ'' چار بزرگوں کی توجہ اور کوشش سے مرتب ہوکر چھپی ہے۔

یہ مجموعہ ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۳ء) میں دریافت ہوا تھا۔ مگر یہ خطوط ۱۳۰۴ھ (۱۸۸۶ء) میں جمع کئے گئے تھے اور ان کا اُردو ترجمہ محرم ۱۳۴۷ھ (جون ۱۹۲۸ء) میں ختم ہوا اور یہ کتاب شعبان ۱۳۴۷ھ (جنوری ۱۹۲۹ء) میں چَھپ کر تیار ہوگئی۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے شیدائیوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور جلد ہی یہ ایڈیشن ختم ہوگیا پھر اس کے بعد دوبارہ شائع ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ اب یہ پورے پچاس سال کے بعد دوبارہ چَھپ رہی ہے۔ الحمدللہ۔

کئی سال ہوئے مجھے ''مرقوماتِ امدادیہ'' کا حوالہ رسالہ ''دارالعلوم'' دیوبند کے ایک مضمون میں ملا تھا، میں نے اپنے ایک محترم مولانا سید ازہر شاہ قیصر کی خدمت میں خط بھیج کر اس کی تفصیل طلب کی اور انہوں نے سید محبوب رضوی مرحوم سے اِس کی تفصیلات فراہم کرکے بھیج دیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے میں اس کا مطبوعہ نسخہ موجود ہے لیکن مشاغل اور علائق نے وہاں جاکر اسے دیکھنے کی مہلت نہیں دی۔ اسی طرح کتاب ''امداد المشتاق'' بھی ناپید ہے۔ اور مجھے ایک مدّت سے اسے دیکھنے کا اشتیاق تھا۔ بارے ایک تائیدِ غیبی نے کام کیا۔ میرے ایک

نادیدہ مخلص جناب شعائر اللہ خاں نے رام پور سے اپنے خط میں اِس کتاب کی نشان دہی کی۔ میں نے انہیں لکھا کہ اگر وہ چند روز کے لئے یہ کتاب مجھے مستعار دے دیں تو میں اسے پڑھ کر واپس کردوں گا۔ انہوں نے فوراً رجسٹری کر کے کتاب میرے پاس بھیج دی۔ میں اسے پڑھ کر اپنی یادداشتیں تیار کرتا رہا۔ ایک دن مطالعہ کرتے ہوئے اچانک یہ القا ہوا کہ "امداد المشتاق" اور "مرقوماتِ امدادیہ" دونوں کو عکسی طباعت کے ذریعے دوبارہ شائع کرنا چاہئے۔ اُسی وقت حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن سے اِس خواہش کا اظہار کیا۔

وہ ابتداء سے میرے حال پر لُطف وعنایت کی نظر رکھتے ہیں، اور اس کتاب کا موضوع بھی ایسا تھا جس کے چھاپنے کے لئے "ندوۃ المصنفین" یا "مکتبہ بُرھان" موزوں ترین اشاعتی ادارے ہو سکتے تھے۔ اُنہوں نے فوراً آمادگی کا اظہار کیا اور کتاب پریس کو چلی گئی۔ میں نے بعجلت ممکنہ اس کی طبع جدید کے لئے چند صفحات کا مقدمہ لکھ دیا۔ اور اس طرح یہ گوہرِ نایاب عام اور ارزاں ہوگیا۔ اِس کے لئے مجھے جناب "شعائر اللہ خاں رام پوری" کا تہِ دل سے شکر گذار ہونا چاہئے۔ لیکن انہوں نے یہ ایک ایسا نیک کام کیا ہے کہ شکریے سے زیادہ وہ دُعاؤں کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت قطب العالم حاجی صاحب رحمہ اللہ کے انفاسِ مبارکہ کی حُرمت کے صدقے میں اُنہیں دین ودنیا کی سعادتوں سے بہرہ اندوز کرے۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے خطوط پر مشتمل ایک مجموعہ "مکتوباتِ امدادیہ" بھی مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے مرتب کیا تھا اس کے علاوہ رسالہ "صد فوائد" میں کچھ خطوط شامل تھے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے والد ماجد مولانا سید عبدالحئی رائے بریلوی (ناظم ندوۃ العلماء) کے ماموں زاد بھائی مولوی سید ابوالقاسم ہسوی (متوفی ۱۹۱۱ء) بھی حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ سے خط وکتابت رکھتے تھے اور ان کے اجازت یافتہ بھی تھے۔ انہوں نے "مکتوب المعارف" کے نام سے ایک مجموعہ

مرتب کیا تھا جس میں حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی کے خاندان والوں کے نام خاندان ولی اللّٰہی کے خطوط جمع کئے گئے ہیں۔ ﴿اسی مرقع میں سے ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۰۵ھ (۴ اگست ۱۸۸۸ء) کا لکھا ہوا ایک خط مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی تالیف حیات عبدالحئی (ندوۃ المصنفین ۱۹۷۰ء) کے صفحات ۹۱۔۹۳ پر درج ہوا ہے۔ یہ مولانا سید عبدالحئی رحمہ اللہ کے نام ہے۔﴾ ان میں سے بعض خطوط عمِ محترم حضرت مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی مدظلہ نے رسالہ ''الفرقان'' (لکھنؤ) میں بھی شائع کرائے تھے۔ حال ہی میں مولوی نورالحسن راشد کاندھلوی نے اسی مرقع سے چھ غیر مطبوعہ خطوط اخذ کر کے رسالہ ''الفرقان'' کی اپریل ۱۹۷۹ء کی اشاعت میں مفید حواشی کے ساتھ چھاپے ہیں۔ ایک خط اُنہیں خانقاہ صابریہ دریا گنج دہلی سے ملا تھا، وہ مئی ۱۹۷۹ء کے ''الفرقان'' میں چھپا ہے۔ مولانا امداد صابری (ڈپٹی میئر دہلی) نے راقم الحروف کو بتایا کہ اُن کے والدِ مرحوم کے نام بھی حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے کچھ غیر مطبوعہ خطوط محفوظ ہیں۔

غرض ''مرقوماتِ امدادیہ'' کی اس اشاعت تازہ کے بعد بھی یہ ضرورت باقی رہتی ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ مکتوبات، مرقومات، دوسرے متفرق ﴿مثلاً حاجی صاحب کا ایک طویل خط مسئلہ وحدۃ الوجود اور اس کی تحقیق کے موضوع پر شمائمِ امدادیہ، حصہ اوّل کے آخر میں (صفحہ ۳۱ تا ۳۹) چھپا تھا (کتاب خانہ شرف الرشید شاہ کوٹ پاکستان ۱۳۸۶ھ﴾ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ خطوط ازسرِ نو فراہم کرے، اُس پر مختصر اور جامع حواشی اسی طرح لکھے جیسے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قلمبند فرمائے ہیں اور جدید معیار کے ساتھ حاجی صاحب کے تمام ''مکتوبات'' کو مرتب کر کے محفوظ کر دیا جائے۔ وما ذٰلک علی اللّٰہِ بعزیز۔

اب چند باتیں اِن ''مکتوبات'' کے ''مضامین اور مشمولات'' کے بارے میں عرض کرتا ہوں: اِن خطوط کے گیارہ مکتوب الیہم ہیں جن میں دس حضرات حاجی صاحب کے ''یارانِ اعلیٰ'' میں سے ہیں۔ گویا یہ مجموعہ صرف اس اعتبار سے ہی اہم نہیں ہے کہ ان خطوط کا لکھنے والا ایک قطبِ وقت، شیخ العلماء اور مجدّدِ طریقۂ چشتیہ ہے بلکہ اس لحاظ

سے بھی تاریخی اہمیت رکھتے ہیں کہ اِن کے مکتوبات الیہم مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، حکیم ضیاء الدین انصاری، مولانا حافظ محمد یوسف تھانوی رحمہ اللہ (فرزند حضرت حافظ ضامن شہید رحمہ اللہ) اور حاجی عابد حسین جیسے شیوخِ وقت اور حاجی صاحب رحمہ اللہ کے جلیل القدر مسترشدین ہیں۔

اکثر خطوط سے ان کا زمانۂ تحریر بقید تاریخ وسنہ دریافت نہیں ہوتا لیکن بعض خطوط پر تاریخ موجود ہے۔ مثلاً ''مکتوب ۱۰'' ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۳ء) کا اور ''مکتوب ۸'' ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) کا لکھا ہوا ہے۔ بعض خطوط اُن حاجیوں کے ہاتھ بھیجے گئے ہیں جو ''ہندوستان'' کو حج کر کے واپس آتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی فارسی کا ایک خاص انداز ہے اور بعض خطوط عجلت میں لکھے گئے ہیں۔

کبھی فارسی عبارت لکھتے لکھتے بعض مطالب اُردو میں بھی لکھتے ہیں۔ (مثلاً مکتوب ۱۰) خواتین یا کم پڑھے لکھے لوگوں کو اُردو میں خطاب فرمایا ہے۔ یہ اس زمانے کے خطوط ہیں جب حاجی صاحب رحمہ اللہ کو ہجرت کئے ہوئے چھ سات سال ہو گئے تھے اور آپ اسمٰعیل سیٹھ کی ''رباط'' میں قیام رکھتے تھے۔ یہ فقر وفاقہ اور تنگی ترشی کا زمانہ تھا۔ وہاں گرانی بھی بہت زیادہ تھی۔ ایک خط میں لکھا ہے ''بعض مصلحتوں کے سبب یہاں کا حال نہیں لکھ سکتا۔ گرانی بہت زیادہ ہے۔ غریب لوگ پریشان ہیں۔'' (مکتوب ۱۵) اس کے باوجود حضرت نے کسی خط میں اپنی کسی تکلیف کا شکوہ نہیں کیا ہے یہ کمال استقامت اور مقامِ صبر وتسلیم پر فائز ہونے کی دلیل ہے۔

''مکتوب نمبر ۱۰'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مولوی رحمت اللہ کیرانوی استنبول گئے ہوئے تھے۔ اُنہیں سلطان عبدالحمید (خلیفۂ ترکی) نے ردِّ نصاریٰ کے لئے طلب کیا تھا۔ وہاں جاتے ہوئے انہوں نے حاجی صاحب رحمہ اللہ سے کہا تھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں سلطان کی خدمت میں باریابی کے وقت آپ کا تذکرہ کروں؟ حاجی صاحب کا توکل اور استغناء اس مرتبے کا تھا کہ آپ نے فرمایا۔ اس

سے کیا ہوگا؟ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ وہ مجھے استنبول میں طلب کرلیں گے، بیت اللہ سے دُور ہونا اور قصرِ سلطانی سے قریب ہونا مجھے منظور نہیں۔

البتہ روایات میں آیا ہے کہ سلطان عادل کی دُعا قبول ہوتی ہے اور آپ اُن کی تعریف میں کہتے ہیں کہ وہ عادل ہیں تو یہ ہوسکتا ہے کہ آپ میرے لئے اُن سے دُعا کرا دیں۔ مگر ایک عظیم المرتبت شہنشاہ سے یہ کہنا کہ ایک فقیر بے نوا کے لئے دُعا کردے آدابِ شاہی کے خلاف ہے۔ اس لئے آپ اُن سے میرا اسلام کہہ دیں وہ جواب میں ''وعلیکم السلام'' ضرور کہیں گے۔ بس یہی میرے حق میں دُعا ہوجائے گی۔

بعض خطوط میں تصوف اور سلوک کے نکات و رموز بیان کئے ہیں۔ یہ حصہ خود حضرت حاجی صاحب کے روحانی تربیت کے طریقے اور تعلیم و تلقین کو سمجھنے کے لئے بہت مفید ہے۔ ﴿حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک طریقت اور رُوحانی اصلاح و تربیت کے موضوع پر زیادہ تفصیل کے ساتھ ''امداد المشتاق'' کے مقدمے میں لکھا جائے گا۔﴾

''مکتوب نمبر ۲۱'' میں مولانا محمد قاسم کو شجرۂ بیعت درست کرا کے چھپوانے کے سلسلے میں ہدایات دی ہیں۔ اسی خط میں سہروردی سلسلے کے بزرگ شیخ عظمت اللہ کا نام لکھا ہے مگر دوسری جگہ ''مکتوب ۱۸'' میں شیخ عظیم اللہ درج ہوا ہے۔

حاجی صاحب کو ہندوستانی مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح اور اخلاقی و رُوحانی سرمائے کے تحفظ سے کتنی دل چسپی تھی اور کیسی دل سوزی کے ساتھ وہ یہاں کے حالات و کوائف پر نظر رکھتے تھے اس کا اندازہ بھی ان خطوط سے کیا جاسکتا ہے۔ مقامی اثرات کے تحت یہاں کے مسلمانوں نے بھی بیوہ کے نکاح کو بہت ہی شرمناک فعل سمجھ رکھا تھا اور اسے شرافتِ نسبی کی نشانی سمجھا جاتا تھا کہ بیوہ دوسرا نکاح نہ کرے۔

حضرت سید احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس قبیح رسم کو توڑنے کے لئے پوری جدوجہد کی تھی اور اُن کی تحریک کی مخالفت جو سرحد کے مقامی لوگوں کی طرف سے ہوئی اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''اسلامی حکومت'' قائم کرنے کے

بعد نکاح بیوگان شروع کرادیا تھا۔ لیکن یہ رسم ایسی جاگزیں ہوچکی تھی کہ ہندوستانی مسلمانوں کا ذہن کسی طرح اسے قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھا۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ "بیت اللہ شریف" میں بیٹھ کر اس تحریک کی تائید فرمارہے ہیں۔ حکیم ضیاء الدین انصاری رحمہ اللہ نے اس رسم بد کو توڑنے کے لئے ایک بیوہ خاتون سے عقد کرلیا جو رشتہ میں ان کی ممانی بھی ہوتی تھیں اس پر خود ان کے خاندان والے بھی سخت برہم تھے۔ مگر حاجی صاحب کو یہ اطلاع ملی تو بہت خوش ہوئے: "عزیزم محمد علی کے خط سے معلوم ہوا کہ عزیز نے بی حفیظا سے نکاح کیا ہے بہت خوش ہوا۔ الحمد للہ کفر کی رسم اور قیدِ بد ہمارے خاندان سے دُور ہوئی۔ خداوند تعالیٰ ہر دو کو جزائے خیر دے۔" (مکتوب ۱۱)

حضرت مولانا محمد قاسم کی ایک ہمشیر بیوہ تھیں اور ان کی عمر بھی خاصی ہوچکی تھی مگر مولانا نانوتوی رحمہ اللہ نے محض اس رسمِ بد کو توڑنے کے لئے ان کا نکاحِ ثانی کرادیا۔ اس پر بھی حاجی صاحب رحمہ اللہ کو بے حد خوشی ہوئی تھی۔ (مکتوب ۱۸)

"مکتوب ۲۳" بھی ۱۲۸۳ھ کا لکھا ہوا ہے۔ کیونکہ اس سے "ضیاء القلوب" کا تالیف کرنا معلوم ہوتا ہے۔ اِس کتاب میں سلسلۂ چشتیہ صابریہ قدوسیہ کے اوراد واشغال اور مراقبے حاجی صاحب رحمہ اللہ نے "بہ اشارہ غیبی" ﴿دیباچہ ضیاء القلوب۔ نیز مرقومات امدادیہ مکتوب ۲۳﴾ جمع کئے تھے اور اس کی فرمائش حافظ محمد یوسف تھانوی نے کی تھی۔

اور یہ کتاب ۱۲۸۲ھ میں تالیف ہوئی ہے جیسا کہ اس کے تاریخی نام "مرغوب دل" سے ظاہر ہے۔ اسی زمانے میں حاجی صاحب نے مثنوی "تحفۃ العشاق" کو نظم کیا۔ اسی کی فرمائش حضرت حافظ ضامن شہید رحمہ اللہ نے کی تھی ان کی یاد میں حاجی صاحب رحمہ اللہ نے کئی اشعار مثنوی کے آغاز میں لکھے ہیں۔ "مکتوب ۲۳" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی بیت اللہ شریف میں نظم کی گئی اور حاجی اسمٰعیل سہارن پوری کے ہاتھ اس کی نقل مولانا رشید احمد گنگوہی کے پاس بھیجی گئی تھی۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ پر فنائیت کا غلبہ تھا اور وہ کسی کو داخلِ سلسلہ کرنے سے گریز کرتے تھے۔ حاجی صاحب رحمہ اللہ نے بار بار اُن کو لکھا ہے کہ کسرِ نفسی چھوڑیں اور جو طالب آئے خواہ وہ طالبِ صادق ہو یا کاذب اس کا ہاتھ پکڑیں اور اسے اللہ کا نام سکھائیں۔ اس سے منشا یہ تھا کہ اس کی کچھ نہ کچھ اصلاح تو ہو ہی جائے گی۔ ایک خط میں (مکتوب ۲۴) مولانا گنگوہی کو لکھا ہے:

''میں آں برادر کو اپنے علم میں عالی مرتبہ پاتا ہوں۔ خداوند تعالیٰ مبارک کرے اور ترقی دے اُمید کہ اس بدنصیب کو بھی دُعائے خیر سے یاد رکھیں ﴿کیا ٹھکانہ ہے اس عاجزی و فروتنی کا۔ اِس زمانے کے مرشدوں کو اس آئینے میں اپنی صورت دیکھنی چاہئے۔﴾ کہ آں عزیز کو اپنی نجات کا وسیلہ جانتا ہوں۔ مولوی محمد قاسم کو فہمائش کریں کہ بیعت لینے اور تعلیم کرنے سے سلسلۂ مشائخ کے طریقے سے ہرگز انکار نہ کریں۔ احقر کو امید ہے کہ ان سے بہت فیض ہوگا۔ ان کی نسبت ان پر مکشوف نہیں ہوئی ہے ان کے طالبین پر ظاہر ہوگی جیسا کہ کوئی شخص اپنے چہرے کو نہیں دیکھ سکتا ہے جس وقت کہ آئینہ سامنے آتا ہے اس وقت اپنے چہرے کو دیکھتا ہے۔''

''خط نمبر ۲۷'' کے مضمون سے ظاہر ہے کہ یہ ذی الحجہ ۱۲۸۲ھ میں لکھا گیا ہے۔ کیوں کہ اس میں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے اپنے نکاح کا ذکر کیا ہے۔ جو رمضان ۱۲۸۲ھ میں ہوا تھا۔ ''مکتوب ۴۹'' حضرت مولانا محمد قاسم کی وفات (۴ جمادی الاوّل ۱۲۹۷ھ) کے بعد لکھا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حاجی صاحب رحمہ اللہ کو مولانا نانوتوی سے کیسا گہرا تعلق تھا۔ ''اِس صدمۂ جاں کاہ نے اس جانِ حزیں سراسر غمگیں کی کمر توڑ دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بجز رضائے الٰہی کے کیا چارہ..... اب فقیر بھی پابرکاب ہے کچھ زندگی کا مزہ نہیں رہا۔''

''مکتوب ۵۵'' سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک تُرکی نے جو بہت مال دار تھا حضرت کے گھر کے سامنے اپنا مکان بنایا تھا اور وہ آپ سے عداوت رکھتا تھا بہت ایذائیں پہنچاتا

تھا۔ شہر کے حکام بھی ترک تھے۔ اس لئے اُس کی طرف داری کرتے تھے اور حضرت اُس کی ایذاء سے بچنے کے لئے "مدینہ منورہ" میں جا کر بسنے کا قصد کر رہے تھے۔ مولانا تھانوی نے لکھا ہے کہ کسی نے آپ سے کہا کہ استغاثہ دائر کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرا استغاثہ حاکمِ حقیقی کے یہاں ہے وہی انصاف کرے گا۔ کچھ ہی دنوں میں وہ تُرکی معتوب اور معزول ہو کر بہت خوار ہوا۔ ﴿شمائم امدادیہ ۲۶﴾

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات　　با دردکشاں ہر کہ درافتاد برافتاد

"مکتوب ۵۹" سے ظاہر ہے کہ حکیم ضیاء الدین انصاری نے یہاں عزیزوں سے فتوح جمع کر کے اُٹھائیس روپے حاجی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بطور نذرانہ بھیجے تھے اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ حاجی صاحب نے لکھا:

"فقیر آں عزیزوں کی دو جہان کی بہبودی چاہتا ہے اُن کے مال پر نظر نہیں ہے۔ اگر آں عزیز راہِ راست پر ہیں تو فقیر خوش ہے اور آں عزیزوں کے حق میں دُعائے خیر کرتا ہے ورنہ پروا نہیں رکھتا ہے۔ الحمدللہ! اب فقیر کا گذران توکل پر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس جگہ سے کہ خیال نہیں رکھتا ہوں حاجت سے زائد دیتا ہے۔ غرض کہ اس کے بعد عزیزوں کو ایسی تکلیف نہ دینی چاہئے۔"

خلاصۂ کلام یہ کہ "مرقوماتِ امدادیہ" کے یہ خطوط متوسّلینِ سلسلۂ چشتیہ صابریہ امدادیہ کے لئے خصوصاً اور تصوفِ اسلامی سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے عموماً ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہیں۔ اُمید ہے کہ پہلی اشاعت کی طرح یہ نیا ایڈیشن بھی قدردانی کے ہاتھوں سے لیا جائے گا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .

۷ جون ۱۹۷۹ء۔ ۱۱ رجب ۱۳۹۹ھ پنجشنبہ

نثار احمد فاروقی　　شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی۔ دہلی ۷

المرقومات الامدادیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

”الحمد للّٰہ رب العالمین رب السموات ورب الارض رب العالمین وله الکبریاء فی السموات والارض و هو العزیز الحکیم والصلٰوۃ والصلوات الطیبات الزاکیات علی من اختص بالخلق العظیم نبی الرحمة و شفیع الامة بالمؤمنین رؤف رحیم سیدنا و مولانا محمد سید الاوّلین سید الآخرین علیه افضل صلوۃ المصلین و ازکی سلام المسلمین و علی اله الطیبین و اصحابه الغرالمیامین و ازواجه امهات المؤمنین و ذریته الطاهرین اجمعین. اللهم اغفرلی ولوالدی ووالدی والدی ولجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منهم والاموات انک مجیب الدعوات برحمتک یا ارحم الراحمین.

امابعد خاکسار روسیاه شرمسار محمد وحید الدین رام پوری عرض می نماید که خطوط حضرت مرشدی و مولائی ملجائی و ماوائی نیازمندان وسیلتنا فی الدارین قبله دین و ایمان راه نمائے دارین حافظ قرآن حضرت حاجی امداد اللّٰہ صاحب سلمهٗ اللّٰہ تعالٰی و ادام فیوضه که بنام خدامان ایرادیافته بود از همه هاگرفته جمع نمودم وامیدوار بهبودی گردیدم اللهم بارک لے

ولمن نظر فیه و اجعل خدمتی هذه ذریعة للسعادة العظمٰی ووسیلة لمرضاة الشیخ الجلیل الولی المهتدیٰ۔"

ترجمہ: "بعد حمد وصلوٰۃ کے خاکسار روسیاہ شرمسار محمد وحید الدین رامپوری عرض رسا ہے کہ حضرت مرشدی ومولائی ملجائی و ماوائی نیاز مندان وسیلتنا فی الدارین قبلہ دین وایمان راہ نمائے دارین حافظ قرآن حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وادام فیوضہ کے والا نامے جو خدام کے نام صادر ہوئے تھے اُن سب سے لے کر میں نے جمع کر دیئے اور اُمیدوار فلاح کا ہوں اے اللہ برکت دے مجھے اور ان کے مطالعہ کرنے والے کو اور میری اس خدمت کو ذریعہ سعادت عظمٰی کا اور وسیلہ شیخ جلیل ولی مہتدی کی مرضی کے حاصل ہونے کا بنا دیجئے۔"

مکتوبِ اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ بعد حمد و صلوٰۃ بخدمت بابرکت مقبول دارین مولوی محمد قاسم ﴿مراد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی خلیفہ ارشد حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ و بانی دارالعلوم دیوبند۔۱۲﴾ ﴿خورشید حسین حضرت مولانا مرحوم کا نام تاریخی ہے۔۱۲﴾ صاحب دام ذوقہ وشوقہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ و اشتیاق ملاقات وصحرائے شریف باد کتابت سامی رسید خوشنود ساخت از مضمونش آگاہی بخشید البتہ بندہ عاجز ﴿سیاق کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ نے ازراہ تواضع خدمت تعلیم وتلقین سے کچھ عذر فرمایا ہوگا اُس پر یہ ارشاد فرمایا حاصل ارشاد کا یہ ہے کہ اعتقاد تو یہی رکھنا چاہئے کہ میں کوئی چیز نہیں لیکن توکلا علی اللہ باتباع طریق مشائخ کے اس سنت کو جاری رکھنا چاہئے اور اس مکتوب میں دو مضمون نہایت اعلیٰ اور گراں قدر ہیں ایک یہ جملہ "نہ فہمد کہ لایق دربار نیستم" اس قول تک "اُمیدوار ماند" جس کا حاصل یہ ہے کہ فی نفسہٖ نا قابل ہونے سے دربار میں غیر مقبول ہونا لازم نہیں کیونکہ مقبولیت کا مدار قابلیت پر نہیں بلکہ محض کرم پر ہے اور کرم قابلیت تامہ کے ساتھ مشروط نہیں دوسرا یہ جملہ "طالب را فرستادہ

است"جس کا حاصل یہ ہے کہ عذر نا قابلیت کا اُس وقت معقول ہے جب ہادی اپنے کو سمجھے اور ہادی ہونے کی قابلیت نہ دیکھ کر عذر کرے اور اگر ہادی ہونے کی نسبت اپنے سے قطع کر کے حق تعالیٰ کو ہادی سمجھے اور یہ خیال کرے کہ جب اُسی نے اس کو بھیجا ہے تو وہ خود ہدایت کی کفالت فرما ویں گے تو عذر کے کوئی معنی نہیں اور گو حق تعالیٰ بلا سبب بھی ہدایت پر قادر ہیں مگر عادت اُن کی ہدایت کے باب میں یہی ہے کہ فی الجملہ اُس کا کوئی سبب پیدا کر دیتے ہیں خواہ قوی ہو یا ضعیف ہو پس اگر یہ شخص قابلیت تامہ نہیں رکھتا تو اس کا انتہائی اثر یہ ہوگا کہ سبب قوی نہیں ہے۔ اور سبب کا قوی ہونا خود شرط نہیں۔ البتہ تعیین سبب میں ہر شخص کی رائے معتبر نہیں بلکہ کسی ناقد مبصر کی رائے شرط ہے کہ یہ بھی ایک عادت اللہ ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ جس کو ناقد مبصر نے تجویز نہ کیا ہو وہ فی الواقع سبب معتد بہ ہی نہیں نہ قوی نہ ضعیف اُس پر مسبب مرتب نہیں ہوتا الا نادر الخرق العادۃ۔﴾

را نسبت خود همیں فهمیدن باید که آں مقبول الٰهی بقلم آورده اندو فی الواقع دین و ایمان و اعتقاد و اعمال بابندگان اگرچه باعتقاد و فهم خود خوب میدانیم و شائسته می انگاریم لیکن هرگز نعوذ بالله منها لایق و سزاوار دربار عالی وقار حضرت کردگار نیست مگرچه کرده آید که بنده گنده شرمنده را بجز بندگی شائسته ناشائسته چاره نیست بهر صورت بحال خسته و شکسته و بقصور خود معترف گشته بردرگاه کریم کارساز پیوسته افتاده ماندونه فهمد که لایق دربار حضرت سبحانه تعالیٰ نیستم بیت تو مگو مار ابداں شه بار نیست + با کریماں کارها دشوار نیست + بلکه بدست همت دامن رحمت گرفته نگذارد و امیدوار مانذ اگر اینچنیں کند امید قوی ست که ارحم الراحمین بنده شکسته خود رانخواهد گذاشت زیراکه او تعالیٰ از عبد خود بجز شکستگی و خستگی نمی خواهد چنانچه قوله ابیات " من نگردم پاک از تسبیح

شان + پاک هم ایشاں شوند و درفشاں + چند ازیں الفاظ و اضمار و مجاز سوز خواهم سوز با آں سوز ساز + غرض که در درگاه بے نیاز جزنیاز و تضرع راه نیست زیاده ازیں تکلف نمودن است که بفضله آں عزیز عالم و عاقل اند الغرض نظر بفضل کریم کار ساز نموده و سنت پیران و پیشوایان خود دانسته هر کدام که طالب صادق آید هرچه از بزرگاں رسیده است و نیزاز کتاب ارشاد الطالبین وجواهر خمسه و رساله مکیه که درآں اشغال خاندان مایا نست گرفته مناسب حال و استعداد او تعلیم نمایند و دریغ ندارند آینده هدایت کننده و فائده بخشنده که طالب را فرستاده است خود فائده و هدایت و توفیق خواهد بخشید و از احال مولوی صاحب زود زود مینویسان ﴿ایں کلمه می دراصل داخل ست برباشند ایں قسم تصرفات شائع است.﴾ باشند که هر وقت طبع احقر متعلق بآنصوب است او تعالی جلد فضل خود کند و از ابتلا رها سازد آمین بخدمت بابرکت برگزیده کونین مقبول دارین عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب ﴿مراد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی خلیفه ارشد حضرت حاجی صاحب رحمه الله (مدرس اوّل دارالعلوم دیو بند ۱۲. سعید الدین﴾ بعد سلام و دعائے خیرو اشتیاق ملاقات مضمون واحد تصور فرمایند که به سبب پریشانی طبع خط علیحده نه نوشته ام معاف دارند.

❁❁❁

مکتوبِ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد وصلوٰۃ بخدمت بابرکت مقبول دارین مولوی محمد قاسم صاحب دام ذوقہ و شوقہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اور اشتیاق ملاقات وصحرائے شریف ہو کہ نامۂ عالی پہنچا مسرور کیا مضمون سے اطلاع ہوئی آپ جیسے مقبول الٰہی نے جو کچھ حوالۂ قلم کیا ہے ایک بندۂ عاجز کو اپنی نسبت ایسا ہی گمان کرنا چاہئے اگرچہ اپنی دانست واعتقاد میں ہم اپنے دین وایمان واعتقاد واعمال کو بہتر اور لائق خیال کرتے ہیں لیکن نعوذ باللہ منہا حضرت کردگار کے دربار عالی وقار کے ہرگز لائق وشایان نہیں ہے لیکن بندہ گندہ ونادم کے لئے اس سے چارہ نہیں ہے کہ بری بھلی طرح بندگی کرتا رہے۔ بہرصورت اسی شکستہ وخستہ حالت میں اپنی کوتاہی کے اقرار کے ساتھ درگاہ کریم کارساز پر ہمیشہ پڑا رہے۔ اور یہ نہ خیال کرے کہ میں سبحانہ تعالیٰ کے دربار کے لائق نہیں ہوں بیت ''تو مگو مارا بداں شہ بار نیست + با کریماں کارہا دشوار نیست + بلکہ ہمت کے ہاتھ سے رحمت کے دامن کو نہ چھوڑے اور اُمیدوار رہے اگر اسی طرح کرتا رہے تو اُمید قوی ہے کہ ارحم الراحمین اپنے بندہ شکستہ کو نہ چھوڑے گا کیونکہ خداوند تعالیٰ اپنے بندہ سے بجز شکستگی وخستگی کے کچھ نہیں چاہتے چنانچہ (عارف رومی) کا قول ہے ابیات ''من نگردم پاک از تسبیح شان + پاک ہم ایشاں شوند ودرفشاں + چند ازیں الفاظ واضمار ومجاز + سوز خواہم سوز باآں سوز ساز۔ غرض اُن کی درگاہ بے نیاز میں بجز تضرع وزاری کے کوئی کامیابی کا طریقہ نہیں اس سے زیادہ عرض کرنا تکلف ہے کیونکہ آنعزیز بفضلہٖ عالم و عاقل ہیں الغرض کریم کارساز پر نظر کر کے اور اپنے پیروں اور پیشواؤں کا طریقہ سمجھ کر جو کچھ آپ کو بزرگوں سے پہنچا ہے اور نیز کتاب ''ارشاد الطالبین'' وجواہر خمسہ ورسالہ مکیہ کو کہ ان میں ہمارے خاندان کے اشغال ہیں لے کر جو طالب صادق آئے اُس

کے مناسب حال و استعداد تعلیم سے مضائقہ نہ کریں اور آئندہ جن ہادی اور نافع رساں ذات نے طالب کو بھیجا ہے خود وہی فائدہ وہدایت وتوفیق بخشیں گے اور مولوی صاحب کا حال جلد جلد لکھتے رہیں کہ ہر وقت احقر کی طبیعت اس سے متعلق رہتی ہے خداوند تعالیٰ جلد اپنا فضل کرے اور آزمائش سے نجات دے آمین۔

بخدمت بابرکت برگزیدۂ کونین مقبول دارین عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب بعد سلام و دعائے خیر و اشتیاق ملاقات مضمون واحد تصور فرمائیں کیونکہ پریشانی طبع سے علیحدہ خط نہ لکھ سکا معاف کریں۔

المعلومات الارشادیۃ علی المرقومات الامدادیۃ

بعد الحمد والصلوٰۃ وسط ۱۳۴۲ھ میں مولانا سعید الدین صاحب رامپوری سلمہ اللہ تعالیٰ سے ایک معتد بہ ذخیرہ مجموعہ مکتوبات سیدی و مرشدی حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کا بدون کسی اسم کے دستیاب ہوا جو حضرت کے خاص منتسبین کے نام صادر فرمائے گئے ہیں مطالعہ سے معلوم ہوا کہ بعض مقامات کی توضیح موجب ازدیاد فائدہ ہوگی اس لئے یہ توضیحات بطور حواشی کے لکھ کر اصل کو ''المرقومات الامدادیہ'' سے اور توضیحات کو ''المعلومات الارشادیہ علی المرقومات الامدادیہ'' سے ملقب کرتا ہوں جیسا کہ اس کے قبل رسالہ صد فوائد اسی رنگ میں لکھا ہے بلکہ اس سے بھی انفع ہے کیونکہ ان مکتوبات کے مخاطبین حضرات خواص ہیں تو ان میں علوم بھی خاص ہیں۔ وباللہ التوفیق

(وہو خیر معین وخیر رفیق کتبہ اشرف علی عفی عنہ)

مکتوب دوئم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بعد حمد و صلوة از دور افتاده بخدمت بابرکت برگزیده کونین عزیزم مولوی خورشید حسین و مقبول عالمین محمد ضیاء الدین دام شوقهما و ذوقهما و عرفانهما و پس از تبلیغ مراسم سلام و دُعا خیر واضحرائے عزیزیں باد کتابت پر ملالت بعین انتظاری رسید طبع احقر رامکدر ﴿یعنی طبعا و استحضار اللاعمال کما سیاتی نہ کہ عقلا کیونکہ عارفین ہر تصرف کو رحمت وحکمت سمجھتے ہیں۔﴾ **گردانید عزیزان من اینهمه مکروهات و ابتلاء که بردوستان خود می آید از خوبی**

﴿اللہ اکبر کیا انتہا ہے اس تواضع وانکسار اور اپنے نقائص کے استحضار کی کہ اگر اپنے دوسرے متعلقین کو کوئی کلفت پہنچے تو اُس کو اپنے اعمال کا اثر سمجھیں حضرت کا یہ واقعہ بالکل حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ کے واقعہ کے مماثل ہے جس کو شیخ شیرازی نے نقل کیا ہے:

چنیں یاد دارم کہ سقائے نیل نہ کرد آب بر مصر سالے سبیل
گروہے سوئے کوہساراں شدند بزاری طلبگار باراں شدند
گرستند و از گریہ جوئے رواں بیاید مگر گریہ آسماں
بذی النوں خبر برداز ایشاں کسے کہ بر خلق رنج ست و سختی بسے
فرو ماندگاں را دعائے بکن کہ مقبول را رد نباشد سخن
شنیدم کہ ذوالنون بدین گریخت بسے بر نیامد کہ باراں بریخت والی قولہ)
سپر سید ازو عارفے در نہفت چہ حکمت دریں رفتنت بود گفت
شنیدم کہ بر مرغ و موردواں شود تنگ روزی بفعل بداں
دریں کشور اندیشہ کردم بسے پریشاں تر از خود نہ دیدم کسے

برنتم مبادا کہ از شرمن بہ بندد در خیر بر انجمن

اسی مماثلت بالسلف کی بناء پر حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ حضرت حاجی صاحب آج کل کے بزرگوں میں سے نہیں ہیں بلکہ بزرگانِ سلف سے ہیں مجھے یہ روایت محمد علی خان صاحب جلال آبادی مرحوم نے کی ہے اور انہوں نے مولانا سے سُنا۔﴾

شامت اعمال بدایں مدبر است باعث آنکه رابطه اتحاد بایں ﴿اشاره بجانب خود فرموده اند﴾ دارند بیت ؎

هر چه آمد برتو ایں رنج ومحن ایں زبے باکی و گستاخیٔ من

آه هزار آه مصرع کجا روم چه کنم حال دل کرا گویم بیت :

کاشکے هر گز نبودے نامِ من تانه بودے جنبش و آرامِ من

کشتیٔ من که بگردابِ خطر افتاد است
وچه بودے که رسیدے بکنارے یارے

ایں عزیز ایں حسن ظن شماست والا ایں بندۂ گنده از کردۂ خود شرمنده چه که مصرع او خویشتن گم است کرا رهبری کند بحال خود مبتلاست شعر نے اهل صلاحیم نه مستانِ خرابات. اینجا و نه آنجا وچه قومیم و کجائیم ایں عزیز مالک الملک ارحم الراحمین اکرم الاکرمین بندگان خود را مفت رانگاں نمی کند و هلاک نمی سازد اگرچه بنظر ظاهر بینان کم حوصله در رنج و ابتلا مبتلا می باشند و بمعنی خیمۂ انبساط با علی علیین می زدند شعر ؎

گرچه دُردانه بهاون کوفتند نور چشم و دل شدو بیند بلند

گندمے را زیر خاک انداختن پس زخاکش خوشه هابر ساختن

شهبازان و شیران رابند زنجیر میکنند نه بوم و شغال را شعر ؎

عار نبود شیر را از سلسله نیست مارا از قضاءِ حق گله

شیر را بر گردن ار زنجیر بود	برهمه زلجیر سازان میر بود

الحمد لله آفریں بر عزیز دلم و راح روحم آرے مردان خدا هم چنیں میباشند که در رنج و تلف چناں شاد اندکه باقبال و شرف زیراکه هر دم و هر آن جویائے رضاء مولامی باشندو از خودی خود دورمی مانند شعر۔

حکم حق را برسرور ومی نهند	حفظ فکر خویش یکسومی نهند

جزاه اللّٰه خیر الجزاء او تعالیٰ ثابت قدم و مردانه دارد آمین عزیزان من خاطر جمع دارید. و هراساں و ناامید نه شوید نظر بخدا دارید دعا کرده باشید امید از بارگاه ارحم الراحمین و اکرم الاکرمین و غیاث المستغیثین که بربندگانِ خود شفیق تر و مهربان تراز صدپدر وما درست چنانست که عزیز دلم و راح روحم بایمن عنایت بے غایت خود از ابتلاء رهائ دهد و معاندان و حاسدان و بد خواهان اورا نادم و پشیمان سازد و ما عاجزان و غمزدگان را از و فور رحمت خود شادان و فرحاں کناد آمین یا رب العالمین عاقبت و انجام بخیر باد بحرمت النبی و اله الامجاد ۔

❁❁❁

مکتوب دوسرا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دور افتادہ سے بعد حمد وصلوٰۃ بخدمت بابرکت برگزیدہ کونین عزیزم مولوی خورشید حسین ومقبول عالمین محمد ضیاء الدین دام شوقہما وذوقہما وعرفانہما اور بعد تبلیغ مراسم سلام ودعائے خیر کے واضح ہوئے ہر دو عزیزان کے ہو نامہ غمناک عین انتظار میں پہنچا۔ جس نے احقر کی طبیعت کو مکدر کیا عزیزان من یہ تمام مکروہات اور آزمائش جواپنے دوستوں پر آتی ہے اس کم نصیب کے اعمال بد کی شامت و خوبی ہے کہ اس فقیر کے ساتھ رابطہ اتحاد کار کھتے ہیں بیت:

ہرچہ آید برتو ایں رنج ومحن　　ایں رب باکی و گستاخی من

افسوس ہزار افسوس مصرع کجا روم چہ کنم حال دل کرا گویم بیت:

کاشکے ہرگز نبودے نامِ من　　تانہ بودے جنبش و آرامِ من

کشتی من کہ بگردابِ خطر افتاد است　　وچہ بودے کہ رسیدے بکنارے یارے

اے عزیز یہ تمہارا حسن ظن ہے ورنہ یہ بندہ گندہ اپنے کرداروں سے شرمندہ ہے کیونکہ مصرع ”اوخویشتن گم ست کرا رہبری کند اور اپنی ہی حالت میں مبتلا ہے بیت
نے اہل صلاحیم نہ مستانِ خرابات۔ اینجا وآنجا وچہ قویم وکجا ئیم۔

اے عزیز مالک الملک ارحم الراحمین اکرم الاکرمین اپنے بندوں کو مفت رائیگاں و ہلاک نہیں کرتا ہے اگرچہ ظاہر میں کم حوصلہ کی نظر میں رنج وآزمائش میں مبتلا معلوم ہوتے ہیں مگر اُن کے سرور وانبساط کا خیمہ اعلیٰ علیین پر لگا ہوا ہے۔ شعر

گرچہ دُردانہ بہاون کوفتند　　نور چشم و دل شدو بیند بلند

گندمے را زیر خاک انداختن　　پس زخاکش خوشہ ہابر ساختن

شیروں اور شہبازوں کو ہی زنجیر اور پنجرے میں بند کرتے ہیں نہ کہ اُلو اور گیدڑ کو۔ شعر

عار نبود شیر را از سلسلہ نیست مارا از قضاء حق گلہ

شیر را برگردن ار زنجیر بود بر ہمہ زنجیر سازاں میر بود

الحمدللہ! آفریں ہے میرے عزیز دلی اور راحت روح پر مردانِ خدا ایسے ہی ہوتے ہیں کہ رنج ومصیبت میں ایسے ہی مسرور رہتے ہیں جیسے کہ اقبال وشرف کے زمانہ میں اس لئے کہ ہرآن وہردم رضائے مولیٰ کے متلاشی رہتے ہیں اور اپنی خودی سے دُور رہتے ہیں۔ شعر ۔

حکم حق را برسرور وی نہند حفظ فکر خویش یکسوی نہند

خداتعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور ثابت قدم ومردانہ رکھے آمین عزیزان من خاطر جمع رکھو اور ہراساں و ناامید نہ ہو اور خدا پر نظر رکھو دُعا کرتے رہو بارگاہ ارحم الراحمین واکرم الاکرمین وغیاث المستغیثین سے جو اپنے بندوں پر سو ماں باپ سے زیادہ شفیق ومہربان ہے ایسی اُمید ہے کہ میرے دِلی عزیز وراحت روح کو اپنی بے انتہا عنایت کی برکت سے آزمائش سے نجات دے گا اور دشمن وحاسدوں و بدخواہوں کو نادم و پشیمان کرے گا۔ اور ہم عاجزوں اور غم زدوں کو اپنی کثیر رحمت سے شاداں و مسرور کرے گا۔ آمین یارب العالمین بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد عاقبت وانجام بخیر ہو۔

مکتوب سوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. بخدمت مولوی خورشید حسین صاحب واضح باد اگرچه ایں رو سیاه گمراه هم سزا وار ایں امر عظیم نیست مگر امتثال اَمر بزرگاں نموده اخذ بیعت تبرکا میکند لهٰذا آن برگزیدۂ کونین را نیزا بطوریکه ایں مدبر را ازبزرگان خود اجازت اخذ بیعت است اجازت داده می آید مناسب که هر کدام کس طالب که رجوع نماید اخذ بیعت نموده تعلیم نام خدا نمایند هرگز انکار نکند هدایت ﴿یہ ایسا ہی مضمون ہے جیسا مکتوبِ اوّل میں مذکور ہوا اس

جملہ میں (طالب را فرستادہ است) ﴾ کنندہ ھادی مطلق است آنرا کہ خواھد فرستاد ھدایت ھم خواھد کرد.

مکتوب تیسرا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ بخدمت مولوی خورشید حسین صاحب واضح ہوا گرچہ یہ روسیاہ و گمراہ اس اَمرِ عظیم کا لائق نہیں ہے مگر بزرگوں کے تعمیل ارشاد کے لحاظ سے تبرکاً بیعت کر لیتا ہے۔ لہٰذا آپ برگزیدۂ کونین کو بھی اس طریق سے کہ اس کم نصیب کو اپنے بزرگوں سے اجازت بیعت لینے کی ہے، اجازت دی جاتی ہے۔ مناسب ہے کہ جو طالب رجوع کرے بیعت لے کر اللہ کے نام کی تعلیم کریں اور ہرگز انکار نہ کریں ہدایت کرنے والا ہادی مطلق ہے جو بھیجے گا وہی ہدایت کرے گا۔

مکتوب چہارم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ. بعد حمد و صلوۃ بخدمت بابرکت سعید دارین مقبول کونین مولوی محمد یعقوب صاحب زاد اللّٰہ شوقه و ذوقه و عرفانه پس از تبلیغ مراسم سلام مسنون و اشتیاق مشحون بیت

اے غائب ازنظر کہ شدی ہمنشین دل میگویمت دعا و ثنامی فرستمت

واضح رائے عزیز باد بندہ بہرحال کہ دارندہ دارد خوش وخرم است شعر

تا خوش او خوش بود درجانِ من جاں فدائے یار دل رنجان من
عاشقم بر رنجِ خویش و دردخویش بہر خوشنودیٔ شاہ فرد خویش

مکتوب محبت اسلوب رسید نارِ اشتیاق دوبالا گردید شعر

خورم آں روز کہ ازیار پیامے برسد تادل غمزدہ یک لحظہ بکامے برسد
عجبے نیست اگر زندہ شود جان عزیز چو ازاں یا رجدا ماندہ سلامے برسد

فی الواقع آن عزیز پرتمیز را از راہ حسن ظن بہ نسبت ایں بدبخت ھمیں

خوشعقیدت است که زیر قلم آورده الله اگرچه ایں مدبر رو سیاه سزا وار نیست مگر آرے بسیار طالبان ﴿اس میں ایک شرط بھی ہے کہ مرشد صاحب طریق صحیح ہو اور نیز صاحب تعلیم صحیح ہو گو بعض مقامات عالیہ تک نہ پہنچا ہو۔ اور اگر طریق یا تعلیم بھی صحیح نہ ہو تو اس صورت میں عادۃً تو طالب کی محرومی ہی غالب ہے لیکن اگر بطور خرق عادت واصل ہو جائے تو یہ شاذ ہے﴾ خدا بحسن ظن عقیدت خود بمر تبه رسیدند که مرشدان را ازآں مقام بادے هم نرسیده عجب نیست که اگر آں عزیزهم بایں نیک عقیدتی بمقصود رسند سابق از ایں میخواست ﴿یہ بھی ایک طریق ہے ترقی نسبت کا مثل دیگر طرف اذکار و اشغال و صحبت اہل احوال و اشتغال مطالعہ اقوال و احوال اہل کمال کے بشرطیکہ نیت خالص ہو شہرت و اظہار مقصود نہ ہو آگے اس قول سے کہ مگر چہ کردہ آید الخ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا وقوع نہیں ہوا یا بعض مفاسد کے احتمال سے رائے بدل گئی اور آج کل یہ مفاسد توجہ متعارف اور ذکر مع الحلقہ میں مشاہد ہیں اور اس کے بعد اس عبارت میں کہ تاہم طالب را باید (الخ) دلالت ہے کہ وصول الے المقصود طریق مذکور میں منحصر نہیں بلکہ ایک طریق طلب و مجاہدۂ استقامت و استداہت بھی ہے۔ بلکہ اصل طریق یہی ہے دوسرے طرق محض معین کے درجہ میں ہیں﴾ که چندیں یاران موافقت بمع شوند و تکرار حال و قال سلوک نمایند که رفته رفته ازیں قیل و قال بحال گرایند و بمقصود خود برسند شعر ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد

مگر چہ کردہ آید کہ بندہ مجبور بجز تہمت اختیار چیزے نیست شعر ؎

ماہمہ شیران ولے شیر علم حملہ شاں از باد باشد دمبدم

"یفعل الله ما یشاء و یحکم ما یرید" و پریشان است چه کند می نالد و میگوید شعر ؎

اے رفیقاں راہ ہارابستہ یار آہوئے لنگیم او شیر شکار
جز کہ تسلیم و رضا چہ چارۂ در کف شیرِ نرِ خونخوارۂ

اے عزیز تا ہم طالب صادق را باید کہ در طلب مطلوب خود مردانہ وار سر گرم و پُر جوش باشد یکدم آرام نگیرد بقول عاشق شعر ؎

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم   حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم
رازہائے دل بیاں سازم بہ پیش یار خود   بشنو دیا نشود من گفتگوئے میکنم

اگر ایں چنیں باشد از کرم عمیم او امید قوی ست کہ طالب خود را محروم نخواہد گذاشت شعر ؎

سایۂ حق برسرِ بندہ بود   عاقبت جوئندہ پابندہ بود
گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے   عاقبت زاں در بروں آید سرے
چوں نشینی برسرِ کوئے کسے   عاقبت بنی تو ہم روئے کسے

"لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا انه هو الغفور الرحيم". عزیز مولوی خورشید حسین را که خورشید حقیقی است از بنده بطور یکه مرا ازبزرگان خود اجازت بیعت است هم اجازت اخذ بیعت و تعلیم است هر که خواهد از اوشان بیعت نموده استفاده نمایند و نیز خط اسمی شان بموجب درخواست آں صاحب

﴿یہ محاورات خطیہ میں اشارہ مکتوب الیہ کی طرف ہوتا ہے۔ مولانا خورشید حسن صاحب (کہ تاریخی نام ہے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا) اس کے مشار الیہ نہیں۔ پس مولانا کی خواہش کا ایہام نہ کیا جاوے۔ مکتوب اوّل کے شروع ہی میں مولانا کی معذرت کا مضمون مذکور ہے۔ پس مراد آں صاحب سے مولانا محمد یعقوب صاحب ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کے بُعد مکانی کے سبب مولانا محمد یعقوب صاحب نے عرض کیا ہوگا کہ آپ تک تو ہم لوگوں کا پہنچنا مشکل ہے اگر مولانا محمد قاسم صاحب کو حکم ہو جاوے تو طالبین کو تربیت میں سہولت ہو۔ یہ اس درخواست کی منظوری ہے۔ اور اس سے ان اکابر کی شان خیر خواہی و رحماء بینھم کی ظاہر ہوتی ہے نہ کہ رسمی سلاسل کی طرح کہ پیر بھائیوں میں سب سے زیادہ تحاسد و تباغض ہوتا ہے﴾

در مقدمه اجازت اخذ بیعت نوشته شد خواهد رسید ان شاء

اللّٰہ تعالیٰ صاحب موصوف انکار نحواهد نمود امید ازاکرم الاکرمین قوی ست که فیضان بسیار خواهد شد عاقبت بخیر باد.

مکتوب چہارم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعد حمد و صلوٰۃ بخدمت با برکت سعید دارین مقبول کونین مولوی محمد یعقوب صاحب زاداللہ شوقہ وذوقہ وعرفانہ بعد از ادائے مراسم سلام مسنون واشتیاق کثیر بیت۔

اے غائب از نظر کہ شدی ہمنشین دل ۔۔۔ میگویمت د عاوثنا می فریسمت

واضح اے آں عزیز کے ہو کہ بندہ جس حال میں کہ حق تعالیٰ رکھیں خوش وخرم ہے۔ شعر۔

نا خوش او خوش بود در جانِ من ۔۔۔ جاں فدائے یار دل رنجان من
عاشقم بر رنجِ خویش و دردِ خویش ۔۔۔ بہر خوشنودیٔ شاہ فرد خویش

نامہ محبت شامہ پہنچا جس سے آتش اشتیاق اور تیز ہوگئی۔ شعر۔

خورم آں روز کہ از یار پیامے برسد ۔۔۔ تادل غمزدہ یک لحظہ بکامے برسد
عجبے نیست اگر زندہ شود جان عزیز ۔۔۔ چو ازاں یار جدا ماندہ سلامے برسد

حقیقۃً عزیز باتمیز کو اس کم نصیب کی نسبت ایسی ہی خوش اعتقادی ہے جیسے کہ حوالۂ قلم کیا ہے اگر چہ یہ کم نصیب رُوسیاہ اس قابل نہیں ہے مگر کثیر طالبین خدا اسی حسن ظن کی وجہ سے ایسے مرتبہ پر فائز ہو گئے کہ مرشد بھی اُس مقام تک نہیں پہنچے عجب نہیں کہ آں عزیز بھی اپنی حسن عقیدت سے مقصود پر پہنچ جائیں۔ اس سے پہلے چاہتا تھا کہ چند احباب۔ ہم مذاق جمع ہو کر سلوک کے حال وقال کا مذاکرہ کریں کہ رفتہ رفتہ یہ قیل و قال حال سے بدل جائے اور مقصود پر پہنچیں۔ شعر۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ۔۔۔ بساکیں دولت از گفتار خیزد

مگر کیا کیا جاوے کہ بندہ مجبور ہے بجز تہمت اختیار کے کچھ نہیں ہے۔ شعر۔

ماہمہ شیران ولے شیر علم ۔۔۔ حملہ شاں از باد باشد دمبدم

حق تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں اور جو اِرادہ کرتے ہیں وہی حکم کرتے ہیں بندہ پریشان ہے کہ کیا کرے روتا ہے اور کہتا ہے۔ شعر

اے رفیقاں راہ ہارابستہ یار — آہوئے لنگیم او شیر شکار
جز کہ تسلیم و رضا چہ چارۂ — در کف شیرِ نرِ خونخوارۂ

اے عزیز تاہم طالب صادق کو چاہئے کہ اپنے مطلوب کی طلب میں مردانہ وار سرگرم وپُر جوش رہے ایک دم آرام نہ لے۔ بقول عاشق شعر

یابم اورایا نیابم جستجوئے میکنم — حاصل آید یانیاید آرزوئے میکنم
رازہائے دل بیاں سازم بہ پیش یار خود — بشنو دیانشنود من گفتگوئے میکنم

اگر ایسا ہوتا رہے تو اُس کے عام کرم سے اُمید قوی ہے کہ اپنے طالب کو محروم نہ چھوڑے گا۔ شعر

سایۂ حق برسرِ بندہ بود — عاقبت جویندہ پابندہ بود
گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے — عاقبت زاں در بروں آید سرے
چوں نشینی برسرِ کوئے کسے — عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

" لا تقنطوا من رّحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا انه هو الغفور الرحيم "۔ عزیز مولوی خورشید حسین کو کہ خورشید حقیقی ہیں بندہ کی طرف سے اسی طرح اجازت بیعت وتعلیم کی ہے جس طرح کہ بندہ کو اپنے بزرگوں سے ہے جو چاہے اُن سے بیعت کر کے استفادہ کرے۔ نیز ایک خط اُن کے نام آپ کی درخواست کے موافق اخذ بیعت کے متعلق لکھا گیا ہے اِن شاء اللہ پہنچے گا۔ صاحب موصوف انکار نہ کریں گے۔ اکرم الاکرمین سے اُمید قوی ہے کہ بہت فیضان ہوگا۔ عاقبت بخیر ہو۔

مکتوب پنجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. از فقیر عبدالکریم ﴿یہ بھی ایک نام ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا۔ بعض مصالح وقتیہ سے اس کو اختیار فرمایا۔﴾ عزیز القدر عالی

مرتبت مولوی محمد قاسم زاد شوقه و ذوقه باللّٰه تعالٰی . بعد سلام مسنون اشتیاق مشحون مشهود فرمایند دو مکاتبه بهجت طراز آں عزیز القلوب که آخریں هر دو مورخه پانزدهم رجب بود سویمی بدست مولوی رشید احمد گنگوهی همه مملوبدرد و سوز رسید طبع را فرحت افزود تا ابدهم چنیں باد وهل من مزید باد عزیزم دریں ﴿یہ فنا ہے اس لئے مطلوب ہے۔﴾راه جزدرد نایافت و حسرت حرماں هیچ نمی سراید چه نایافت صورت نیستی وارد و انچه یافت دارد صورت هستی دارد و هستی بلائے سالک است و نیستی موجب ثمرات پیغامات بس بریں درد نایافت ماند تا زید و بکار خود باید بود کار خلق حسب اجازت مشائخ باید کشود ماوشما وسیله پیش نیستیم مالک تعالٰی خود کار ممالک خود میکند و سایط را بهانه به نهاده و روپوش فیضان خود کرده واللّٰه تعالٰی معنا و معکم و انچه درباب ﴿یہ مضمون کسی قصہ کے متعلق ہے جومعلوم نہیں۔﴾رفتن کا ندهله بے طلب مولوی نور الحسن صاحب بنشته اند بریں امر هیچ تردّد و خیال رابدل خود راه ندهند فقیر را ازاں عزیز خصوصاً هیچ وجه ملال نیست و برائے ضعف دماغ ﴿اس سے حضرت رحمہ اللہ کی شان حکیمانہ ظاہر ہے کہ رُوح کے ساتھ جسد کی حفاظت بھی ضروری فرماتے ہیں اُس تعلق کی بناء پر جو رُوح کو جسد کے ساتھ ہے۔﴾ خود خوشی فقیر آنکه چیزے تدبیر کرده مانند و نظر و اعتماد بر شافیٔ حقیقی دارند و نزد مشائخ کرام رضوان اللّٰه تعالٰی علیهم اجمعین برابر استقامت کم تر دیگر شئے بود پس انچه بشما حواله شده است التزام برواسلم اُمور است پس انچه شاغل ازآں است بالکلیه بدو بارنیافت لهٰذا نوکری مطبع خوب نمی پندارم که از صبح تا شام همه

تن مصروفیت بوے باشد اگر نوکری معلمی ﴿اس میں تنبیہ ہے کہ اسباب معاش کا اختیار کرنا منافی طریق نہیں مگر اس میں بھی اس کی رعایت مناسب ہے کہ حتی الامکان ایسے اسباب ہوں جو مانع مشغولی طریق سے نہ ہوں نیز اس میں ترجیح ہے معلمی کی دوسرے اسباب معاش پر جس میں عام اور مشترک وجہ ترجیح کی اس قول میں مذکور ہے۔ کہ شغل اونہ چناں شغل است اور دوسرے اپنے سلسلہ والوں کے لئے وجہ ترجیح کی وہ ہے جو اس قول میں مذکور ہے سنت سیدی وشیخی الخ اور مطلق وجہ اختیار اسباب کی اس قول میں ہے انجاح ضرورت خود ست اور بعض کے اعتبار سے یہ ہے ہم رضاء والدین الخ۔﴾ **بو دچه خوش است اوّل سنت سیدی** ﴿مراد حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمہ اللہ مرشد حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ۔١٢۔ سعید الدین﴾ **و شیخی قدس سره است مع هذا شغل اونه چناں شغل است که از و بایدهراسیدپس اگر چنیں کاربلست آید چنانچه در خط سابق خود بنشسته بودند بلا توقف قبول فرمایند که هم کار خود از دست نمی رود وهم رضاء والدین و انجاح ضرورت خود است پس از فقیر اجازت است.**

مکتوب پانچواں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ طرف سے فقیر عبدالکریم کی عزیز القدر عالی مرتبت مولوی محمد قاسم زادشوقہ وذوقہ باللہ تعالیٰ کو بعد سلام مسنون اشتیاق مشحون کے ملاحظہ فرمائیں دوخط مسرت نشان عزیز القلوب کے پہنچے جو مؤرخہ ١٥؍رجب کے تھے تیسرا خط مولوی رشید احمد گنگوہی کے ہاتھ جو درد وسوز سے بھرا ہوا تھا پہنچا طبع کو مسرور کیا ہمیشہ ایسا ہی ہل من مزید رہے۔ عزیز من اس راہ میں سوائے درد ناکامیابی وحسرت حرماں کے کچھ لائق نہیں ہے کیونکہ یہ نایافت صورت نیستی ہے اور یافت وہ کامیابی کا ادعا ہستی کی صورت ہے اور ہستی سالک کے لئے بلا ہے اور نیستی بے انتہا ثمرات کا باعث پس جب تک زندگی ہے اسی درد نایافت میں بسر کرے اور کام میں مشغول رہے اور حسب اجازت مشائخ مخلوق کی خدمت کرے ہم اور تم وسیلہ سے زیادہ نہیں

ہیں اللہ تعالیٰ انہیں وسائط کے بہانہ سے اپنے فیضان کو چھپا کر اپنے ممالک کا خود انتظام کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے تمہارے ساتھ ہے اور جو کچھ آپ نے بلا طلب مولوی نور الحسن صاحب کے کاندھلہ جانے کے متعلق لکھا ہے اس میں کسی طرح کا تردّد اور خیال اپنے دل میں نہ لائیں فقیر کو آں عزیز سے خصوصاً کسی قسم کا ملال نہیں ہے اور اپنے ضعف دماغ کے لئے خوشی فقیر کی یہ ہے کچھ تدبیر کریں اور نظر و بھروسہ شافی حقیقی پر رکھیں مشائخ کرام کے نزدیک استقامت کی برابر کوئی چیز کم ہے پس جو چیز تمہارے حوالہ ہے اس پر التزام مناسب ہے اور جو چیز اس سے مانع ہو اُس کے بالکلیہ ترک کرنا چاہئے اس لئے مطبع کی نوکری کو اچھا نہیں سمجھتا ہوں کہ صبح و شام ہمہ تن اس میں مصروفیت رہتی ہے اور اگر معلمی کی نوکری ہو تو کیا اچھا ہو کہ سنت سیدی و شیخی قدس سرّہٗ کی ہے اور باوجود اس کے شغل اس کا (مطبع کا) بھی ایسا شغل نہیں ہے کہ اُس سے خوف کیا جائے پس اگر اسی سے کام نکلتا ہو جیسا کہ اپنے سابق خط میں تحریر کیا ہے بلا تامل قبول فرمائیں کہ اپنا کام بھی ہاتھ سے نہ جائے اور نیز رضائے والدین اور حاجت روائی بھی ہے۔ پس فقیر کی طرف سے اجازت ہے۔

مکتوب ششم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. نحمدہ و نصلی شعر ؎

تو مگو مار ابداں شہ بار نیست　　　با کریماں کار ہا دشوار نیست

اما بعد از فقیر حقیر مدبر گمراہ مشہور بامداد اللّٰہ بخدمت با برکت عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب دام ذوقہ شوقہ و عرفانہ سلام شوق و اشتیاق ملاقات مطالعہ نمایند مکتوب مملوباضطرار و بے قراری طول طویل مولوی رشید احمد صاحب رسانید و بدو روز اتفاق مطالعش تمام گردید خوشنود ساخت عزیزمن ایں کم بخت

﴿۱﴾ یہ الفاظ پڑھ کر میرے بدن میں سناٹا نکل گیا کہ اللہ اللہ واصلین و کاملین کا یہ حال ہے۔ تا با شال

مایاں چہ رسد﴾ و بد نصیب ماتم و مصیبت خود میدارد که عمر طبعی بآخر رسید و روئے مقصود نه دید شعر ؎

کارم بدور چرخ بساماں نمی رسد　　خوں شد دلم زدرد بدرماں نمی رسد

هیهات هیهات مصرع "او خویشتن گم است کرارهبری کند."

اگر کسے از یاران ایں گمراه چیزے یافت بحسن اعتقاد خود دریافت نه از من مدبر چه آنکه من آنم که من دانم عزیز من، طالب حق مردانه باید و همت را پست نه نماید و ناامید نه شود شعر ؎

ناامیدی راخدا گردن زده است　　چوں گنه مانند طاعت آمده است

از کوشش و جهد دست نباید د ادخصوصاً در ایام قبض که جهاد اکبر همیں است اگر طالب منقبض بحدے شود که از وبجز حیرانی و سرگردانی هیچ نشود باید که در آخر شب از آب سرد غسل کند اگر نتواند وضو کند در مکانے خالی و تاریک اوّل دو رکعت نماز نفل در اوّل رکعت بعدفاتحه سوره "انآ فتحنا " و در دوم رکعت سورۂ "اذا جاء" خوانده بعد با خضوع و خشوع و عجز و انکسار توبه و استغفار نماید ایں د عارابحضور قلب بار بار تکرار کند "یا غیاث المستغیثین اغثنی و یا ارحم الراحمین ارحمنی ". و درود بخواند بعد ازاں بذکر جهر با شرائط مشغول شود یعنی ذکر نفی و اثبات بامدو شد و رابطه وواسطه بحدے کند که ذوق دست دهد بعد ازاں اثبات مجرد و اسم ذات همیں طور کند غرض تاسه روز یاهفت روز یا یازده روز یابست و یکروزغایت تا چهل و یک روز ایں عمل کند اِن شاء الله تعالیٰ ایں عمل بسیار فائده خواهد بخشید . و صحبت یاران طریقت را غنیمت شمارند بر استغناء آنها خیال نه کنند از طرف خود حاضر باشندعاقبت بخیر باد آمین.

مکتوب چھٹا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. نحمده و نصلي شعر۔

تو مگو مار ابداں شہ بار نیست　　　با کریماں کارہا دشوار نیست

اما بعد طرف سے فقیر حقیر کم نصیب گمراہ مشہور بامداد اللہ کے بخدمت با برکت عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب دام ذوقہ وشوقہ وعرفانہ سلام شوق و اشتیاق ملاقات کے بعد مطالعہ کریں مولوی رشید احمد صاحب نے تمہارا ایک طول طویل خط جو اضطرار و بے قراری سے مملو تھا پہنچایا اور دو دن میں اس کے مطالعہ سے فارغ ہوا مسرور کیا عزیز من یہ کم بخت و بد نصیب اپنی مصیبت و ماتم رکھتا ہے کہ عمر طبعی کو پہنچ گیا اور روئے مقصود نظر نہ آیا۔ شعر۔

کارم بدورِ چرخ بساماں نمی رسد　　　خوں شددلم ز درد بدرماں نمی رسد

ہیہات ہیہات مصرع　　　"او خویشتن گم است کرا رہبری کند"

جو کچھ بھی اس گمراہ کے یاروں نے پایا اپنے حسن اعتقاد سے پایا نہ مجھ بدنصیب سے کیوں کہ میں جو کچھ ہوں جانتا ہوں عزیز من طالب حق کو مردانہ رہنا چاہئے اور پست ہمت و نا اُمید نہ ہونا چاہئے۔ شعر۔

نا امیدی را خدا گردن زدہ است　　　چوں گنہ مانند طاعت آمدہ است

کوشش وجہد سے فارغ نہ ہونا چاہئے خصوصاً ایام قبض میں کہ جہاد اکبر یہی ہے اگر طالب اس حد تک منقبض ہو جائے کہ بجز حیرانی وسرگردانی کچھ نہ ہو تو مناسب ہے کہ آخر شب میں غسل کرے اور ممکن نہ ہو تو وضو کرے اور کسی تاریک اور خالی مکان میں اوّل دو رکعت نماز نفل اس طرح کہ اوّل رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ "انا فتحنا" اور دوم رکعت میں سورۂ اذا جاء پڑھے پھر خضوع وخشوع و عجز وانکسار سے توبہ واستغفار کرے اور یہ دُعا بحضور قلب بار بار تکرار کرے " یا غياث المستغيثين اغثني و يا ارحم الراحمين ارحمني " درود پڑھے اور اُس کے بعد ذکر جہر میں اپنے

شرائط کے ساتھ مشغول ہو یعنی ذکر نفی و اثبات مد و شد اور رابطہ واسطہ کے ساتھ اُس وقت تک کہ ذوق پیدا ہو اس کے بعد اثبات مجرد و اسم ذات کا ذکر اسی طرح کرے الغرض ۳ روز یا ۷ روز یا گیارہ روز یا اکیس روز انتہا اِکتالیس روز تک یہ عمل کرے اِن شاء اللہ یہ عمل بہت فائدہ بخشے گا اور یارانِ طریقت کی صحبت کو غنیمت خیال کریں ان کی بے توجہی کا خیال نہ کریں اپنی طرف سے حاضر باش رہیں عاقبت بخیر ہو۔ آمین۔

مکتوب ہفتم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.از فقیر حقیر عبدالکریم عفی عنه بخلمت با برکت عزیز القدر برگزیدۂ حضرت رب العالمین مقبول حضرت سید المرسلین حکیم محمد ضیاء الدین ﴿مراد حکیم ضیاء الدین صاحب رئیس رام پور منہیاران ضلع سہارنپور خلیفہ ارشد حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید تھانوی رحمہ اللہ ۱۲ اسعید الدین﴾ صاحب دام ذوقه و شوقه و عرفانه شعر؎

اے غائب از نظر کہ شدی ہمنشین دل میگویمت ثنا و دعا می فریسمت

واضح باد که مکتوب درد و شوق اُسلوب درعین انتظاری رسید موجب انشراح خاطر احقر گردید از اَوّل تا آخر بمطالعه فقیر آمد عزیز من انسان مدام در رنج و آلام است بحکم " لقد خلقنا الانسان فی کبد " هر کرا رنج نیست انسان نیست اما رنج بر اقسام است رنج دنیا و رنج عقبی و رنج مولی رنج دنیا بدوزخ و رنج عقبی بجنت و رنج مولی بمولی میر ساند چوں انسان را از رنج چاره نبود بس رنجے گزیند که بگنج راحت برساند. نه که در عقبی "خسر الدنیا و الآخره " هلاک سازد الحمد لله که آں عزیز را رنج مولی غالب بر رنج هاست اگرچه گاه گاه چیزے رنج غیر مطلوب بمنطوق "الانسان مرکب من الخطاء والنسیان بمثال خاشاک

بروئے دریا ظهور گیرد لیکن بجز دمے ﴿یہاں اصل الفاظ مشکوک تھے مگر اُن کی اٹیت سے یہ عبارت اقرب معلوم ہوئی ۱۲ شبیر علی﴾ نیاید بلکه آنرا مثل مار بر گنج باید دانست پس طالب حق را باید که هر چه رنجے و راحتے که از مخلوقات باورسداز حق داند و بران صابر و شاکر باشد و نیز جمله حرکات و سکنات موجودات را آله و حق را فاعل مطلق دانسته دران مستغرق شود وقتیکه دران ملکه شود رنج و راحت این و آن برابر میگردد بلکه در رنج لذتے و ذوقے رودهدکه دربیان نیاید " من لم یذق لم یدر" برهر که گذرددانند شعر ؎

بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی   جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

و آنکه نوشته بودند که اربعین کرده بودم در عشره اوّل بسیار قبض و اضطراب لا حق عالم ماند آخر کار بامدادمرشد چندان ذوق و انبساط دست دادکه غلبۂ سلطان الاذکار ظهور کرد انواع انواع کیفیات و لذات حاصل گشت که در تحریر نمی آید از دریافت این مضمون شکر بجاآورده شد مبارکباد.

"ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء اللهم زد فزد.

عزیز من عاشقان حق در قبض وہجراں لذت وصال می چشند شعر ؎

جو مزا انتظار میں دیکھا   نہ کبھی وصل یار میں دیکھا

در قبض وبسط وہجران ووصل فرق نمی کنند شعر ؎

پس زبون وسوسہ باشی دلا   گر طرب را بازدانی از بلا

شرح هجر ووصل در زبان قلم نمی گنجد و مرقوم بود که حالا بجز ذکر اسم ذات هیچ خوش نمی آید و آن هم گاه گاه بغلبه لذت معنوی ترک می شود عزیز وقتیکه ذکر روحی و سری ظهور میکند

ذکر زبانی و خفی همه ها محومی شوند و انواع انوار و تجلیات ظاهر که در ظهور آں ذاکر مستورمی گرددونه ذاکر ماند نه ذکر

﴿عبارت ہے فنا سے چنانچہ اسی معنی میں کہا جاتا ہے کہ آہن آتش گردد اور ''شہد اللّٰہ انہ لا الٰہ الا ھو'' سے استشہاد کی تقریر یہ ہے کہ مراد اس شہادت سے مفسرین کے نزدیک اُن دلائل توحید کا نصب ہے جن کی دلالت اضطراری ہے چونکہ یہ شخص اس حالت میں اضطراراً ذاکر ہے۔ پس دلالت میں مشابہ اُن دلائل کے ہوگا﴾ وذاکر مذکور گردد و ذکر ذکر حق شود. ''شهد الله انه لا اله الا هو.'' پس طالب حق را باید که لیل و نهار در ذکر زبانی و قلبی جهریه و خفیه چنداں مشغول و مستغرق گردد که خود را و ذکر خود را فراموش سازد بامداد الٰهی چنداں انوارو و اسرار واردات الٰهی بردل ذاکر جلوه گرشوندکه بتحریر نیایند و در اشراق آں انوار لذات جمال مذکور و تجلیات حق حاصل آید و بمقصود برسد و مسطور بود که وقت مشاهده جمال ارواح مشائخ و غیرها پردۂ خفیف حائل میماند صاف مشاهده نمی شود عزیز من هر قدر که از صفات هستی درو باقیست همانقدر حجاب.

﴿اس غیبت میں ارواح بھی داخل ہیں اور آگے جو ارشاد ہے ''چندانکہ از خود رفت باحق پیوست'' اس از خود رفتگی میں فناء ارواح بھی داخل ہے کیونکہ روح ادراک کے وقت اس مدرک کی صورۃ ذہنیہ ہے جو اس کی صفت ہے جب اس کی طرف التفات ہوا تو از خود رفتگی نہ ہوئی اور توجہ الی الحق میں حقیقت حق اس کی صورت ذہنیہ نہیں ہوتی جو اس کو اس کی صفت کہا جاوے اور گو وجہ صورت ذہنیہ ہے مگر اس طرف التفات نہیں ہوتا بس فنا کے نام حاصل ہوا۔﴾

از غیب است و چندانکه از خود رفت باحق پیوست پس طالب حق را باید که خود را وجمیع موجودات را از نظر بردارد وهستی ذات مطلق را موجود داند و دراں محوشود تا پردۂ غیریت برخیزد

و غیبوبت پدید آید و جمال مطلوب رخ نماید ودریں بموجب التماس آں عزیزان در مراتب سلوک راہ حق تعالیٰ مسمی به ضیاء القلوب نوشته ام بخدمات آں عزیزاں می رسد باید که اوراتعویذ جان کنند پیشوائے خود دانسته برآں عمل نمایند اِن شاء اللّٰه تعالیٰ بسیار فائده خواهد بخشید بخدمت عزیز جانم حافظ محمد یوسف ﴿صاحبزادہ صاحب حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمہ اللہ۔سعید الدین﴾ بعد سلام و دعا واضح آنکه مبارکباد که التماس و دعا آنعزیز بجناب اقدس حق تعالیٰ قبول افتاد امید قوی ست که آں سعید کونین را بمراتبات عالیات وولایت مشیخت رسانند و عالم را از نور فیض هدایت تو منور گرداند آمین باید که درکار خود باشند و ترقی در ترقی خواهند بریک جا قرار نه گیرند دگاه گاه از حال خود مینویسان باشند و خود را پیش نظر مولوی ﴿مراد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ ہیں۔۱۲۔سعید الدین﴾ صاحب دارند که مربی شما اند بخدمت عزیزم حکیم ضیاء الدین مکرر آنکه انچه در مقدمه خود مولوی صاحب نوشته بودند عزیز من به نسبت آں عزیزان برگفت و شنود کسے اعتبارے ندارم فقیر را به نسبت شما حسن ظن بمرتبه عین الیقین است و شمارا معه دوستان خدائے را باهم یک جان و دل و شیر و شکر میدانم و نیز محبت شمارا وسیله نجات خود می پندارم چه جائے ملال خاطر جمع دارند و باهم باتحاد و محبت و اتفاق درکار خود باشند و نیز مثنوی تحفة العشاق که بموجب ارشاد حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمة اللّٰه علیه منظوم کرده ام هم میرسد قبول نمایند زیراکه آں عزیز را بجائے حضرت

موصوف میدانم اگر توانند یک نسخه نقل کنانیده نزد فقیر بفریسند که نزدم بجز مسودهٔ او نماند است.

مکتوب ساتواں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ فقیر حقیر عبدالکریم کی طرف سے بخدمت بابرکت عزیز القدر برگزیدۂ حضرت رب العالمین مقبول حضرت سید المرسلین حکیم محمد ضیاء الدین صاحب دام ذوقہ وشوقہ وعرفانہ شعر۔

اے غائب ازنظر کہ شدی ہمنشین دل میگویمت ثناؤ دعامی فریسمت

واضح ہو کہ نامۂ درد وشوق اُسلوب عین انتظار میں پہنچا انشراح خاطر کا باعث ہوا اوّل سے آخر تک فقیر نے مطالعہ کیا۔ عزیز من انسان ہمیشہ رنج و درد میں ہے بحکم ''ولقد خلقنا الانسان فی کبد''۔ اور جس کو رنج نہیں انسان نہیں لیکن رنج کی چند قسمیں ہیں رنج دنیا اور رنج عقبی اور رنج مولی، رنج دنیا دوزخ میں اور رنج عقبی جنت میں اور رنج مولی مولی کے پاس پہنچاتا ہے۔ جب انسان کو بدون رنج چارہ نہیں ہے تو وہ رنج اختیار کرے جس سے راحت پہنچے نہ کہ عقبی میں نقصان دین ودنیا سے ہلاک ہو جائے۔ الحمدللہ کہ آں عزیز پر رنج مولی تمام رنجوں پر غالب ہے اگرچہ کبھی کبھی رنج غیر مطلوب بمنطوق ''الانسان مرکب من الخطاء والنسیان''۔ مثل خاشاک کے سطح دریا پر ظاہر ہوتا ہے مگر دم بھر سے زائد نہیں ٹھہرتا بلکہ اس کو مثل مار گنج سمجھنا چاہئے پس طالب حق کو چاہئے کہ جو رنج وراحت اس کو مخلوق سے پہنچے حق تعالیٰ سے جانے اور اُس پر صابر وشاکر رہے اور نیز موجودات کے تمام حرکات وسکنات کو آلہ اور حق کو فاعل مطلق سمجھ کر اس میں غرق ہو جائے جس وقت اس کا ملکہ ہو جائے گا رنج وراحت اس کا اور اُس کا برابر ہو جائے گا۔ بلکہ رنج میں ایسا لذت وذوق ظاہر ہوگا جو بیان میں نہیں آ سکتا۔ ''من لم یذق لم یدر'' جس پر گذرتی ہے وہی جانتا ہے۔ شعر۔

بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ می زیبد لب لعلِ شکر خارا

اور وہ جو لکھا تھا کہ میں نے چلّہ کیا تھا اوّل ہی عشرہ میں مجھ کو قبض و اضطراب بہت لاحق حال ہوا آخر کار بامداد مرشد اس قدر ذوق و انبساط پیدا ہوا کہ سلطان الاذکار کا غلبہ ظاہر ہوا اور اقسام کے کیفیات و لذات حاصل ہوئیں کہ تحریر میں نہیں آتیں۔ اس مضمون کے معلوم ہونے سے شکر کیا گیا۔ ''مبارک ہو۔''

''ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء اللّٰھم زد فزد.''

عزیز من عاشقان حق قبض و ہجران میں لذت وصال پاتے ہیں۔ شعر

جو مزا انتظار میں دیکھا　　نہ کبھی وصل یار میں دیکھا

قبض و بسط ہجران و وصل میں فرق نہیں کرتے ہیں۔ شعر

بس زبون وسوسہ باشی دلا　　گر طرب را بازدانی از بلا

ہجر و وصل کی شرح سے زبان قلم عاجز ہے۔ مرقوم تھا کہ اب بجز ذکر اسم ذات کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا اور وہ بھی کبھی کبھی معنوی لذت کے غلبہ سے ترک ہو جاتا ہے۔ اے عزیز جس وقت کہ ذکر روحی و سری کا ظہور ہوتا ہے اُس وقت تمام اذکار ربانی ہو یا خفی محو ہو جاتے ہیں اور اقسام کے انوار و تجلیات ظاہر ہوتے ہیں کہ اس کے ظہور میں ذاکر مستور ہو جاتا ہے اور نہ ذاکر رہتا ہے نہ ذکر اور ذاکر مذکور ہو جاتا ہے اور ذکر ذکر حق ہو جاتا ہے۔ ''شھد اللّٰہ انہ لا الہ الا ھو۔'' پس طالب حق کو چاہئے کہ رات دن ذکر زبانی و قلبی جہری و خفی میں اس قدر مشغول و مستغرق ہو کہ خود کو اور اپنے ذکر کو فراموش کر دے بامداد خداوندی اس قدر انوار و اسرار اور واردات الٰہی قلب ذاکر پر جلوہ گر ہوں گے۔ کہ تحریر میں نہیں آ سکتے اور ان انوار کی چمک میں جمال مذکور (حق) کی لذات اور تجلیات حق حاصل ہوں گے۔ اور مقصود حاصل ہوگا اور لکھا تھا کہ ارواح مشائخ کے جمال کے مشاہدہ کے وقت خفیف پردہ حائل رہتا ہے صاف مشاہدہ نہیں ہوتا ہے۔ عزیز من جس قدر کہ ہستی کے صفات باقی رہیں گے اُسی قدر غیب سے حجاب رہے گا اور جس قدر خودی کا زوال ہوگا حق سے اتصال ہوگا پس طالب حق کو چاہئے کہ

خود کو اور تمام موجودات کو نظر سے اُٹھائے اور ذات مطلق کی ہستی کو موجود جانے اور اس میں محو ہو جائے تا کہ غیریت کا پردہ اُٹھ جائے اور غیبوبت ظاہر ہو اور جمال مقصود کا رخ ظاہر ہو اس وقت عزیزوں کی درخواست کے موافق راہِ حق تعالیٰ کے سلوک کے مراتب میں ایک کتاب ''ضیاء القلوب'' میں نے لکھی ہے جو خدمت عزیزان میں پہنچے گی چاہئے کہ اس کو حرز جان اور پیشوا سمجھ کر عمل کریں اِن شاء اللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوگا۔ بخدمت عزیز جانم حافظ محمد یوسف بعد سلام و دعا کے واضح ہو کہ مبارکباد کہ درخواست و دعائے عزیز بجناب اقدس حق تعالیٰ قبول ہوئی قوی اُمید ہے کہ سعید دو جہان کو مراتب بلند اور ولایت و مشیخت پر پہنچا دیں اور تمہارے فیض ہدایت کے نور سے عالم کو منور کر دیں۔ آمین۔ چاہئے کہ اپنے کام میں لگے رہیں اور ترقی در ترقی کے خواہاں رہیں اور ایک جائے پر قرار نہ پکڑے اور کبھی کبھی اپنا حال لکھتے رہیں اور اپنے کو مولوی صاحب کے پیش نظر رکھیں کہ تمہارے مربی ہیں بخدمت عزیزم حکیم ضیاء الدین مکرر یہ کہ جو کچھ آپ نے اپنے اور مولوی صاحب کے بارے میں لکھا تھا عزیز من اُن عزیزوں کی نسبت میں کسی کے کہنے سننے کا اعتبار نہیں کرتا ہوں فقیر کو تمہاری نسبت حسن ظن عین الیقین کے درجہ پر پہنچ گیا ہے اور تم کو مع دوستان خدا کے یک جان و دل و شیر و شکر جانتا ہوں اور نیز تمہاری محبت کو اپنی نجات کا وسیلہ گمان کرتا ہوں چہ جائیکہ ملال ہو خاطر جمع رکھیں اور آپس میں اتحاد و محبت میں اتفاق سے اپنے کام میں رہیں اور نیز مثنوی ''تحفۃ العشاق'' کہ بموجب ارشاد حضرت حافظ ضامن صاحب رحمہ اللہ میں نے منظوم کیا ہے آپ کے پاس پہنچتی ہے قبول کریں اس واسطے کہ آں عزیز کو بجائے حضرت موصوف جانتا ہوں اگر ممکن ہو تو ایک نسخہ نقل کر کے فقیر کے پاس بھیجیں کیونکہ میرے پاس بجز اس کے مسودہ کے نہیں ہے۔

مکتوب ہشتم

بخدمت بابرکت عزیزم حکیم ضیاء الدین صاحب طال عرفانه بالله از فقیر حقیر امداد الله عفی الله عنه سلام مسنون مطالعه نمایندسه خط آں عزیز یکے مرقومه هیجدهم ربیع الاوّل دوم مورخه بست و یکم جمادی الثانی سوم مرقومه هفتم رمضان شریف ۱۲۸۳ھ بعد از آمدن مدینه منوره وصولیافت . از مضمون آنها فرحتها اندوختم که در خط اوّل حال اربعین مع کیفیات واردات معنوی گونا گوں و حصول لذت و کیفیت درآنها مرقوم بودند و ازدریافت ﴿مقصود اس سے کیفیات کی محمودیت کا اظہار ہے کیونکہ معین مقصود ہیں چنانچہ عنقریب ہی اس کی تقویت کے لئے ایک مراقبہ کی تعلیم فرمائی ہے اس قول میں ''ایں معنی را ہر وقت ملحوظ خاطر دارند الی قولہ'' تا فاعلیت غیر از نظر بر دارند۔ اور اس سے مقصودیت ان کیفیات کی لازم نہیں آتی۔﴾ آنها بسیار خوشنود شدم و سجدهٔ شکر بجا آوردم مبارکباد ''اللهم زد فزد'' عزیز جانم جائے شکر است مصرع " که ایں دولت سرمد همه کس را نه دهند. هر کرا خواهند میدهند بسیار مرداں طالب حق دریں راه کوشش و سعی بے شمار و زهد بے پایاں بکار برند و سالها سال خون جگر میخورند تاهم عشر عشیر ایں مرتبه حاصل نمی شود که شمارا باوجود قلت محنت بفضل الٰهی حاصل شد پس درکار باشند و شغل باطن را برهمه اُمور مقدم دارند خواسته بودم که جواب هر فقره جداگانه نه بنویسم مگر دست و قلم یاری نداد مجبورم دریں ولایں معنی را هر وقت ملحوظ خاطردارند یعنی افعال و حرکات و سکنات خود را وجمیع موجودات را مظهر افعال حق دانند و همه اشیاء اور افاعل مطلق

تصور نمایند ایں حیثیت را هر لحظه و هر آن در خلا و ملا از دست نه دهند اگر غفلت آید لا حول خوانده بازرجوع نمایند تا فاعلیت غیر از نظر بردارند و دوست و دشمن را یکساں دانند و احوال خود را از مولوی رشید احمد صاحب سلمه گفته باشند هرچه اوشاں گویند تصدیق نموده برآں عامل باشند و آنکه در مقدمه قصد هجرت نوشته بودند عزیز از جان ازیں چه بهتر خدائے تعالیٰ مبارک کناد مگر اے عزیز دریں ولا چونکه احوال مهاجران حال دیده می شود بآں حسرت و افسوس می آید یعنی آنکه صلاحیت و دینداری درهندمی داشتند درینجا آمده اکثر دراں فتورے واقع میشود و خصوصًا در عبادت و ذکر و شغل الٰهی زیاده خلل می افتد بجز فکر شکم و فرج هیچ نمی ماند پس اے عزیز اَوّل هجرت از اوصاف ذمیمه باوصاف حمیده مثل توکل و قناعت و رضا و تسلیم وغیره که فرض دائمی است باید که تا هجرت ظاهری راست آید زیراکه بدون هجرت اَوّل هجرت ثانی هرگز درست نمی گردد. لهٰذا ایں احقر دریں امر که مقدمه نازک است هیچ نمی گوید. نه منع کنم ونه اجازت دهم مگر ایں مناسب معلوم میشود که قصد خود رامر کوز خاطر داشته بهرحال بجناب صفت ایجابی ﴿کیونکہ تصرفات کا تعلق صفات ثبوتیہ ہی سے ہے اور صفات تنزیہیہ محض نقائص کی نفی ہے اور فی نفسہ کمالات جیسے "لم یلد ولم یولد" حوادث اُن سے مرتبط نہیں۔﴾ ملتجی باشند و استخاره نموده مانند که اله العالمین اگر ایں امر خیر در حق ما ضعیفان و عاصیان بهتر باشد و توراضی باشی سامان ایں امر خیر مهیا کن والا هر جا که داری در رضاء خود و اتباع شریعت

دارد و دریں بمیراندد بریں بر انگیز الد آمین. پس اگر در علم الٰهی بحق شما بهتر خواهد شد خود بخود حسب دل خواه سامان جمع خواهد شد ورنه سعی شمالا حاصل است و آنکه در مقدمه قصد شروع عربی ایما بود بهتراست مگر آں عزیز چناں باید دانست که بعد حصول معلوم به علم مشغول بودن جستن نردبان است بعد رسیدن به بام آسمان و ایں محض ناشکریست شعر۔

ہرکہ محراب نمازش گشت عین　　　سوئے ایماں رفتنش میداں توشین
ہرکہ باسلطاں شود او ہمنشیں　　　بردرش شستن بود حیف وغبیں

فهم من فهم بس اے عزیز هر قدر که علم داری کافیست بحق مشغول باش و از همه معزول شوالله بس باقی هوس خواسته بودم که دریں امر چیزے نویسم مگر قلم یاری نه داد عاقبت بخیر باد.

مکتوب آٹھواں

بخدمت بابرکت عزیزم حکیم ضیاء الدین صاحب طال اللہ عرفانہ باللہ فقیر حقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ سے بعد سلام مسنون مطالعہ کریں کہ آنعزیز کے تین خط ایک مرقومہ ۱۸؍ربیع الاوّل دوسرا مورخہ ۲۱؍جمادی الثانی تیسرا مرقومہ ۷؍رمضان شریف ۱۲۸۳ھ مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد وصول ہوئے ان کے مضامین سے مسرتیں حاصل ہوئیں اوّل خط میں چلّہ کا حال معہ کیفیات اور اقسام کے باطنی واردات اور لذت وکیفیت کا حصول ان میں مرقوم تھا جن کے معلوم ہونے سے میں بہت مسرور ہوا۔ اور سجدۂ شکر ادا کیا۔ مبارکباد ''اللهم زد فزد'' عزیز جانم جائے شکر ہے۔ مصرع ''کیں دولت سرمد ہمہ کس رانہ دہند''۔ جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں بہت سے مردانِ طالب حق اس راہ میں بےشمار کوشش وسعی اور بےانتہا زہد اختیار کرتے ہیں اور سالہا سال خونِ جگر پیتے ہیں تاہم دسواں حصہ اس مرتبہ کا حاصل نہیں ہوتا جو تم کو

باوجود قلت محنت فضل الٰہی سے حاصل ہوا بس کام میں لگے رہیں اور باطنی شغل کو تمام اُمور پر مقدم رکھیں میں نے چاہا تھا کہ ہر فقرہ کا جواب جدا جدا لکھوں مگر دست وقلم نے مدد نہیں کی مجبور ہوں۔ اس وقت اس بات کو ہر وقت دِل میں رکھیں یعنی اپنے افعال حرکات وسکنات کو اور تمام موجودات کو افعال حق کا مظہر جانیں اور تمام اشیاء کا اُسی کو فاعل مطلق تصور کریں اس حیثیت کو ہر لحظہ اور ہر آن خلا وملا میں ہاتھ سے نہ دیں۔ اگر غفلت ہو جائے تو لاحول پڑھ کر پھر رجوع کریں تا کہ غیر کی فاعلیت نظر سے اُٹھ جائے اور دوست ودشمن کو یکساں سمجھیں اور اپنے احوال کو مولوی رشید احمد صاحب سلمہ سے کہتے رہیں وہ جو کچھ کہیں تصدیق کر کے اس پر عامل رہیں اور قصد ہجرت کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا تو اے عزیز از جان اس سے کیا بہتر خدائے تعالیٰ مبارک کرے مگر اے عزیز اس وقت جو احوال مہاجرین کے دیکھے جاتے ہیں اس پر حسرت و افسوس آتی ہے۔ یعنی جو صلاحیت ودینداری ہند میں رکھتے تھے ''یہاں'' آ کر اکثر اس میں نقصان واقع ہو جاتا ہے۔ خصوصاً عبادت وذکر وشغل الٰہی میں زیادہ خلل پڑ جاتا ہے۔ اور سوائے فکر شکم وفرج کچھ باقی نہیں رہتا۔ پس اے عزیز اَوّل ہجرت اوصاف ذمیمہ سے اوصاف حمیدہ کی طرف ہونا چاہئے جیسے توکل وقناعت ورضا وتسلیم وغیرہ کہ دائمی فرض ہے تا کہ ظاہری ہجرت درست ہو سکے اس لئے کہ بدون اَوّل ہجرت کے دوسری ہجرت ٹھیک نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ احقر اس اَمر میں کہ نازک مقدمہ ہے کچھ نہیں کہتا ہے نہ منع کرتا ہوں نہ اجازت دیتا ہوں مگر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے اِرادہ کو دل میں جما کر بہر حال بجناب صفت ایجابی ملتجی ہو اور استخارے کرتے رہیں کہ اے اللہ العالمین اگر یہ امر خیر ہم جیسے ضعیفوں اور عاصیوں کے حق میں بہتر ہو اور آپ راضی ہوں تو اس اَمر خیر کا سامان مہیا کیجئے ورنہ جس جگہ رکھیں اپنی رضاء واتباع شریعت میں رکھیں اور اسی میں ماریں اور اسی میں اُٹھائیں آمین۔ پس اگر علم الٰہی میں تمہارے حق میں بہتر ہوگا خود بخود حسب دل خواہ سامان جمع ہو جائے گا۔ ورنہ تمہاری کوشش

لاحاصل ہے اور جو کچھ عربی کے شروع کرنے کے بارے میں اشارہ کیا تھا بہتر ہے مگر آں عزیز کو جاننا چاہئے کہ معلوم کے حصول کے بعد علم میں مشغول ہونا ایسا ہے جیسا کہ بام آسمان پر پہنچانے کے بعد زینہ کی تلاش کرنا اور یہ محض ناشکری ہے۔ شعر ؎

ہر کہ محراب نمازش گشت عیں — سوئے ایماں رفتنش میداں تو شیں

ہر کہ با سلطاں شود او ہمنشیں — بر درش شستن بود خیف و غبیں

جو اس کو سمجھا وہ سمجھا بس اے عزیز جس قدر علم کہ تم رکھتے ہو کافی ہے حق میں مشغول رہو اور تمام سے معزول اللہ بس باقی ہوس میں نے چاہا تھا کہ اس اَمر میں کچھ اور لکھوں مگر قلم نے مدد نہیں کی۔ عاقبت بخیر ہو۔

مکتوب نہم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ.از فقیر حقیر روسیاہ گمراہ مسمی بامداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت با برکت عزیز القدر گرامی مرتبت مقبول دارین حکیم ضیاء الدین صاحب دام عرفانہ بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ و اشتیاق ملاقات واضحرائے عزیز باد احقر بھرحال مشکور بودہ داعی الخیر آن عزیز انست مکتوب پردرد و سوز و عشق افروز بھزاران شوق و ذوق و رود نمود نار فراق و درد و اشتیاق ایں جانب دوبالا گردانید چنانچہ جوابش سابق روانہ کردہ شِدیقین کہ رسیدہ باشد عزیز من درد وسوز عرفانی و شوق و حیرانی سبحانی را نھایتے نیست آرام کجا و تسکین چیست و تسلی چہ تمام انبیاء و اولیاء دریں طلب حیران و سوزاں رفتند بجز حیرانی و پریشانی ھیچ نہ نمودند. اے عزیز ایں درد و سوز و حیرانی شما مبارکباد .مصرع :

" ایں دولت سرمد ھمہ کس راندھند." شعر ؎

درد آمد بہتر از ملک جہاں　　تابخوانی تو خدا را در نہاں

عزیز من بموجب تحریر شما بے اختیار میخواھم ﴿یہ کمال شفقت و رافت ہے کہ باوجود اس کمال تعلق حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے اپنے متعلقین کی طرف اس قدر توجہ ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ اہل اللہ کی محبت اللہ ہی کی محبت ہے﴾ کہ در آنجا رسیدہ از قافلہ خود ملاقات نمودہ خوشنود شوم لیکن چہ کنم کہ اختیار بدست نیست اگر خواستہ الٰہی است و در مقدر است ملاقات باحسن الوجوہ خواھد شد خاطر جمع دارند و خدمت عزیز از جان ﴿وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت مکتوب الیہ خلیفہ ہیں حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمہ اللہ کے اور یہ عزیز صاحبزادہ ہیں حضرت حافظ صاحب کے اس میں تعلیم ہے اپنے مشائخ کی اولاد کی خدمت واحترام کی۔﴾ جان محمد یوسف را برھمہ مقدم دارند کہ خوشی من ھمیں است و کتاب مثنوی شریف مولانا روم ھم رسید چنانچہ اشتیاق بود مطالعہ او نمودہ دلم سرد شد زیرا کہ بسیار غلط یافتم سابق بنظر سرسری دیدہ بودم اگر مرضی باشد عوض او مثنوی دیگر کہ صحیح باشد بدل ﴿حضرت کو اس کا بے حد اہتمام تھا کہ کسی پر کسی قسم کا بار یا گرانی نہ ہو اس تخییر کا منشاء یہی ہے۔﴾ کردہ آید یا بدستور واپس کردہ آید عاقبت بخیر باد.

مکتوب نواں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ فقیر حقیر روسیاہ گمراہ مسمّی بامداد اللہ عفا اللہ عنہ کی طرف سے بخدمت بابرکت عزیز القدر گرامی مرتبت مقبول دارین حکیم ضیاء الدین صاحب دام عرفانہ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واشتیاق ملاقات واضح رائے عزیز ہو احقر ہر حالت میں مشکور ہو کر عزیزوں کی بھلائی کا دُعا گو ہے خط دردسوز سے بھرا ہوا اور عشق کا بھڑکانے والا ہزاروں شوق وذوق کے ساتھ وارد ہوا فراق و درد اور شوق کی آگ کو اس جانب کی دوبالا کیا۔ چنانچہ اُس کا جواب پہلے روانہ کیا گیا ہے یقین ہے کہ

پانچا ہوگا۔ عزیز من عرفانی درد وسوز اور سبحانی شوق وحیرت کی کوئی نہایت نہیں کہ کہاں کا آرام کیسی تسکین اور کیا تسلی تمام انبیاء واولیاء اسی طلب میں حیران وسوزاں گذر گئے سوائے حیرانی و پریشانی کے کچھ نہ کیا اے عزیز یہ درد سوز و حیرانی تم کو مبارک ہو۔ مصرع ''ایں دولت سرمد ہمہ کس رانہ دہند'' شعر۔

درد آمد بہتر از ملکِ جہاں تا بخوانی تو خدا را در نہاں

عزیز من تمہاری تحریر کے باعث بے اختیار چاہتا ہوں کہ وہاں پہنچ کر اپنے قافلہ سے مل کر خوشنود ہوں لیکن کیا کروں کہ ہاتھ میں اختیار نہیں ہے اگر خدا کی مشیت ہے اور مقدر میں ہے بہتر طریق سے ملاقات ہوگی خاطر جمع رکھیں۔ خدمت عزیز از جان محمد یوسف کو تمام پر مقدم رکھیں کیونکہ میری خوشی یہی ہے۔ مولانا روم کی کتاب مثنوی شریف بھی پہنچی جتنا شوق تھا اُس کا مطالعہ کر کے میرا دل سرد ہوگیا۔ اس واسطے کہ میں نے بہت غلط پایا۔ پہلے نظر سرسری سے اس کو دیکھا تھا اگر مرضی ہو اس کے عوض دوسری مثنوی جو صحیح ہو بدلی جاوے یا بدستور واپس کی جاوے عاقبت بخیر ہو۔

مکتوب دہم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت عزیز باتمیز برگزیدۂ رب العالمین حکیم محمد ضیاء الدین صاحب زاد اللہ شوقہ وذوقہ بیت۔

اے غائب از نظر کہ شدی ہمنشین دل میگویمت سلام ودعامی فرستم

واضح رائے عزیز بادمکاتبات سابق و حال در آخر شوال ۱۲۸۰ھ هجری رسیدنددریں اثناء هیچ خط کسے نرسیده بود متعجب بودم که باوجود تقاضاء همه قافله غافل ماندند خیر معلوم شد که ایں دیرو راه شد از کیفیات مندرجه آنها مسرور گشتم و ازخیریت رسی جمله قافله بوطن مطمئن شدم مگر از انتقال عزیزه عمدۃ ﴿ان کا پورا نام عمدۃ النساء ہے میری ماموں زاد بہن تھیں۔ ۱۲۔ سعید

الدین﴾مرحومه البته رنج است که برهمه اقربا خود داغ الم و رنج داده رفت "انا للّٰه و انا الیه راجعون.".خدا تعالیٰ همه عزیزان را صبر روزی کند و نعم البدل آں عنایت فرماید آمین. و در مقدمۂ نکاح برارشاد علماء ﴿درویشوں کو اس سے سبق لینا چاہئے کہ باوجود اس کمال محققیت اور مسئلہ کے ظاہر ہونے اور اپنی رائے عالی لکھنے کے بھی علماء کی اطاعت کی تاکید فرمارہے ہیں﴾عمل باید نمود مگر بخیال فقیر از بیوه اولی معلوم میشود لیکن عزیز را باید که حکم علماء مقدم دارند.

مکتوب دسواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت عزیز باتمیز برگزیدۂ رب العالمین حکیم محمد ضیاء الدین صاحب زاد اللہ شوقہ وذوقہ بیت:

اے غائب از نظر کہ شدی ہم نشین دل   میگویمت سلام و دعا می فریسمت

واضح رائے عزیز ہو سابق وحال کے خطوط آخر شوال ۱۲۸۰ھ میں پہنچے اس درمیان میں کسی کا کوئی خط نہیں پہنچا متعجب تھا کہ باوجود تقاضا تمام قافلہ غافل ہو گیا خیر معلوم ہوا کہ یہ دیر راستہ میں ہوئی ان کے مندرجہ کیفیات سے خوش ہوا اور تمام قافلہ کی وطن میں خیریت رسی سے مطمئن ہوا۔ مگر عزیزہ عمدأ مرحومہ کے انتقال سے البتہ رنج ہے کہ اپنے تمام اقرباء پر۔ رنج والم کا داغ دے کر چلی گئی ''انا للّٰه و انا الیه راجعون'' خداوند تعالیٰ تمام عزیزوں کو صبر نصیب کرے اور نعم البدل اس کا عنایت فرمائے آمین۔ اور مقدمہ نکاح میں علماء کے ارشاد پر عمل کرنا چاہئے مگر فقیر کے خیال میں بیوہ سے بہتر معلوم ہوتا ہے لیکن عزیز کو مناسب ہے کہ علماء کے حکم کو مقدم رکھیں۔''

''بی بی لمۃ الحبیب ﴿والدہ صاحبہ عمدۃ النساء مذکورہ ۱۲۔ سعید الدین﴾ کو بعد سلام و دعائے خیر کے معلوم ہو کہ از انتقال ڈپٹی صاحب ﴿مراد میرے ماموں ڈپٹی عبدالحق صاحب ہیں جو بہن عمدۃ النساء مذکور کے والد تھے۔ ۱۲۔ سعید الدین﴾ و برخورداری عمدأ رنجیکہ

اُوپر خاطر فقیر کے گذرا حاجت تحریر کی نہیں خدا تعالیٰ دونوں کو بخشے اور جنت الفردوس عنایت کرے اور تمام کو صبر دے اور محبت اور ذوق وشوق میں اپنے رکھے دنیا چند روز ہے آگے پیچھے سب کو جانا ہے سو مناسب ہے کہ وہ کام کرے جس سے معرفت ہو اور دونوں محبت والے جنت میں اَبد الآباد خوش رہیں چاہئے کہ کثرت نوافل اور تلاوت قرآن شریف اور بارہ تسبیح اور پاس انفاس کا دھیان رکھے اور اپنے اوقات کو نیک عمل میں صرف کرے اور جو حکم الٰہی ہو خواہ نفس چاہے یا نہ چاہے اس کو بموجب حکم شریعت کے بجالاوے کہ اُس میں سراسر بہتری ہے آئندہ تو خود عاقل وصالح ہے حاجت تحریر کی نہیں اور کچھ پوچھنا ہو وظیفہ وغیرہ مولوی رشید احمد صاحب سے یا عزیز از جان ضیاء الدین سے پوچھ لینا اور اگر اللہ کی مرضی ہووے تو بشرط خیریت فقیر بھی چند عرصہ ﴿قولہ فقیر بھی چند عرصہ میں الخ ایسا ہی مضمون مکتوب سابق میں بھی ہے ''اگر خواستہ الٰہی ست (الخ) اس میں حضرت نے اپنی واپسی ہند کو تحریر نہیں فرمایا ملاقات کی صورت یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لوگ حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ چنانچہ اکثر وہاں حاضر ہوئے۔﴾ میں ملاقات سب عزیزوں سے کرے گا خاطر جمع رکھو اور دُعا کرو'' بخدمت حکیم ضیاء الدین صاحب معلوم باد کہ بخدمت حکیم ضیاء الدین صاحب معلوم ہو کہ مولوی رحمۃ اللہ صاحب ﴿مراد مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی بانی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ ۱۲۔ سعید الدین﴾ صاحب استنبول یعنی قسطنطنیہ تشریف رکھتے ہیں وباعث روانگی شاں درروم ایں شد کہ خطے از استنبول بایں مضمون آمدہ بود کہ درینجا نصارے چند سوال براہل سلام کردہ اند علماء اینجا میگویند کہ از تصنیف مولوی رحمۃ اللہ ہندی اگر موجود باشد بسیار مناسب است کہ شنیدہ ایم کہ اوشاں رد نصاری خوب نوشتہ است لہٰذا علماء اینجا مثل شیخ دھلان وغیرہ وشریف ہم تجویز نمودہ مولوی صاحب را خود روانہ کردند واز رسیدن مولوی صاحب علماء روم بسیار خوش شدند چنانچہ درجواب سوال نصاری مصروف اند خدا غالب کند ودین محمد صلی اللہ علیہ وسلم رانخن بالاشود فقط۔

مولوی رحمۃ اللہ صاحب استنبول یعنی قسطنطنیہ تشریف رکھتے ہیں اور رُوم میں اُن کی روانگی کا باعث یہ ہوا کہ ایک خط استنبول سے اس مضمون کا وارد ہوا تھا کہ اس جگہ نصاریٰ نے چند سوال اہل اسلام پر کئے ہیں اس جگہ کے علماء کہتے ہیں کہ مولوی رحمۃ اللہ ہندی کی تصنیف اگر موجود ہو بہت مناسب ہے کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ اُنہوں نے نصاریٰ کا رد خوب لکھا ہے۔ لہٰذا یہاں کے علماء مثل شیخ دحلان وغیرہ اور شریف نے بھی تجویز کر کے خود مولوی صاحب کو روانہ کیا اور مولوی صاحب کے پہنچنے سے علماء روم بہت خوش ہوئے چنانچہ جواب میں نصاریٰ کے سوال کے مصروف ہیں خدا غالب کرے اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بول بالا ہو۔

مکتوب یازدہم

از فقیر حقیر رو سیاہ امداد اللہ عفی عنہ بخدمت بابرکت عزیز القدر گرامی مرتبت برگزیدۂ رب العالمین حکیم محمد ضیاء الدین صاحب دام ذوقہ و شوقہ وعرفانہ باللہ. پس از تبلیغ مراسم سلام مسنون و اشتیاق مشحون مشهود رائے عزیز باد للہ الحمد کہ احقر بهرحال مشکور بودہ بحق آن عزیز معہ دیگر یاران طریقت دعا خیر می کند سابق ازیں جوابات مکتوبات سابق در شوال و دیگر خطوط در ذالحجہ روانہ کردہ شدر سیدہ باشد حال ایں جا بنظر آمدہ باشد حالا تازہ نیست کہ بتحریر آید عزیزم حافظ عبداللہ ﴿خادم خاص حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ۔۱۲۔سعید الدین﴾ از چند ماہ در بخار خفیف مبتلا بود حالا بخار و سرفہ زور کردہ است علاج معالجہ کردہ میشود خدا تعالیٰ صحت بخشد دست پاء بندہ است والا خدا نخواستہ اگر نوع دیگر شود البتہ احقر را ظاهرا تکلیف خواهد شد مرد خدمت گذار و تابعدار است دعا کنند خدا تعالیٰ

اور اشفاء بخشد ﴿سبحان اللہ کس قدر رعایت ہے اپنے خادم کی مصلحت کی کہ صرف اپنی ہی مصلحت کے لئے شفا کی دعا نہیں بلکہ اُس کی دینی مصلحت کو بھی اس کے ساتھ جمع فرمایا کہ برطریقہ نیک دارد۔﴾ وبرطریقه نیک دارد و از خط عزیزم محمد علی ﴿منشی محمد حسن صاحب تھانوی کے تایا زاد بھائی ۔۱۲۔ سعید الدین۔﴾ معلوم شد که آن عزیز از بی حفیظاً ﴿ان کا پورا نام حفیظ النساء تھا میری ممانی تھیں اور حکیم ضیاء الدین صاحب کی بھی حقیقی ممانی تھیں بعد بیوہ ہونے کے حکیم صاحب نے اُن سے نکاح کرلیا تھا اس پر خاندان میں بہت ناراضی ہوئی تھی اوّل تو نکاح بیوہ دوسرے وہ بھی حقیقی ممانی سے اسی پر حضرت نے مکتوب نمبر ۳۲ میں تنبیہ فرمائی ہے۔۱۲۔ سعید الدین﴾ نکاح کرده اند. بسیار خوشنودشدم الحمد لله که رسم ﴿یعنی نکاح بیوگان کا عیب سمجھنا۔۱۲﴾ کفر و قید بد از خاندان ماد و رشد خدا تعالیٰ هر دورا جزائے خیر دهد و بذوق و شوق خود و اتباع شریعت مستقیم دارد و از خلاف مرضی الله ورسول دوردارد بایدکه در اورادواشغال و مراقبه و تعلیم یاران طریقت قصور و فتور را راه ندهند و مطالعه کتب اخلاق و ملفوظات مشائخ و مکتوبات کرده باشند زیرا که کلمات ﴿بزرگوں کے ملفوظات کے مطالعہ کی حکمت بیان فرمائی گئی ہے۔﴾ مشائخ مردراشیر گرد اندو نامرد را مرد نماید و از حال خود اطلاع کرده باشند بخدمت عزیز از جان محمد یوسف بعد سلام مسنون واضح آنکه جواب خط آن عزیز سابق بسبیل ڈاک روانه کرده شدرسیده باشد حالا بسبب ضعف و نقاهت که اکثر مریض میمانم خط علیحده نوشتن نه توانست باید که اوراد و اشغال کرده باشند و از حال خود اطلاع نموده باشند.

خط عزیز از جان احمد حسین ﴿برادرزادہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ۔۱۲۔ سعید الدین﴾ رسید حال ازاوشاں معلوم گردید که عزیز از جان محمد

یوسف حسب الطلب میاں شیخ احمد صاحب ﴿مراد حکیم شیخ احمد صاحب تھانوی جو ریاست ٹونک کی تحصیل سرونج میں ایک مدت تک عامل رہے۔ سعید الدین﴾ بمقام الور رفته است افسوس ﴿سبحان اللہ کس قدر اہتمام ہے اپنے متعلقین کے مصالح دینیہ خصوص باطنیہ کا﴾ است که دریں حال نیک خلل افتاد و امتحان پیش آمد خدا تعالیٰ رحم کند فقر و فاقه بحق مؤمنان معراج است طاقت نداشته از گوشهٔ قناعت و صبر بیروں رفت اگر چند روز تکلیف کشید ندے و برآں استقامت دارندے بعرصه چند همه تکلیف دور کشتے خیر خدا تعالیٰ عزیز مذکور رابر کار خود مشغول دارد و ذوق و شوق برقرار دارد و ترقی کند آمین.

مکتوب گیارہواں

فقیر حقیر روسیاہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت با برکت عزیز القدر گرامی مرتبت برگزیدۂ رب العالمین حکیم محمد ضیاء الدین صاحب دام ذوقہ وشوقہ وعرفانہ باللہ پس از مراسم سلام مسنون کے تبلیغ اور اشتیاق رائے عزیز کو واضح معلوم ہو۔ للہ الحمد کہ احقر ہر حال میں مشکور ہو کر آں عزیز اور دوسرے یاران طریقت کے حق میں دُعائے خیر کرتا ہے۔ پہلے اس سے مکتوبہ خطوط سابق کا جواب شوال میں اور دیگر خطوط ذی حجہ میں روانہ کئے گئے پہنچے ہوں گے۔ یہاں کا حال دیکھا ہوگا کوئی حال تازہ نہیں ہے کہ تحریر میں آئے عزیزم حافظ عبداللہ چند مہینوں سے خفیف بخار میں مبتلا تھے اب بخار و کھانسی نے زور کیا ہے علاج معالجہ کیا جاتا ہے خداوند تعالیٰ صحت بخشے بندہ کا ہاتھ پیر ہے ورنہ خدانخواستہ کوئی دوسرا معاملہ ہو جائے تو البتہ احقر کو ظاہر میں تکلیف ہوگی مرد خدمت گذار تابعدار ہے دُعا کریں خداوند تعالیٰ اُس کو شفا بخشے۔ اور طریقۂ نیک پر رکھے عزیزم محمد علی کے خط سے معلوم ہوا کہ عزیز نے بی ھیفا سے نکاح کیا ہے بہت خوش ہوا، الحمد للہ کفر کی رسم اور قید بد ہمارے خاندان سے دُور ہوئی خداوند تعالیٰ ہر دو کو

جزائے خیر دے اور اپنے ذوق وشوق اور اتباع شریعت میں مستقیم رکھے اور اللہ ورسول کی خلاف مرضی سے دُور رکھے مناسب ہے کہ اوراد و اشغال کی تعلیم میں یاران طریقت کی قصور اور سُستی کو راہ نہ دیں اور کتب اخلاق اور ملفوظات مشائخ اور مکتوبات کا مطالعہ کرتے رہیں اس واسطے کہ کلمات مشائخ مرد کو شیر بناتے ہیں اور نامرد کو مرد اور اپنے حال سے اطلاع کرتے رہیں بخدمت عزیز از جان محمد یوسف بعد سلام مسنون واضح ہو کہ عزیز کے پہلے خط کا جواب بذریعہ ڈاک روانہ کیا گیا پہنچا ہوگا اب ضعف و نقاہت کے سبب اکثر مریض رہتا ہوں علیحدہ خط نہیں لکھ سکتا مناسب ہے کہ اوراد و اشغال کرتے رہیں اور اپنے حال سے اطلاع کرتے رہیں۔ خط عزیز از جان احمد حسین کا پہنچا اُس سے معلوم ہوا کہ عزیز از جان محمد یوسف حسب الطلب میاں شیخ احمد صاحب کے مقام الور گئے ہیں افسوس ہے کہ اُس کے حال نیک میں خلل واقع ہوا نہایت آزمائش پیش آئی خداوند تعالیٰ رحم کرے فقر وفاقہ مؤمنین کے حق میں معراج ہے طاقت نہ رکھ کر قناعت کے گوشہ اور صبر سے باہر ہوگیا اگر چند روز تکلیف برداشت کرتا اور اُس پر استقامت رکھتا تو چند عرصہ میں تمام تکلیف دُور ہو جاتی خداوند تعالیٰ عزیز م مذکور کو اپنے کام میں مشغول رکھے اور ذوق وشوق کو برقرار رکھے اور ترقی کرے آمین۔

مکتوب دوازدہم

از فقیر امداداللّٰہ عفی اللہ عنہ بخدمت با برکت عالم علوم معقول و منقول عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب دام شوقہ و ذوقہ و عرفانہ بعد از سلام سنت الاسلام و اشتیاق ملاقات بیغایات واضحرائے انور باداحقر مشکور بودہ داعیٔ خیر خیر بحق آں عزیزام مکتوب عقیدت و محبت اسلوب معہ جبّہ و پارچہ صدی و لوٹۂ مسی ورود نمودہ فرحتہا بخشید جزا کم اللّٰہ خیر الجزاء چنانچہ سابق ازیں جواب مکاتبۂ سامی معہ رسید اشیائے مذکورہ

معرفت سید محمد یٰسین ﴿ساکن بوڑیہ خادم حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ۔۱۲۔سعید الدین﴾ صاحب روانه کرده ام رسیده باشد از دریافت جمع بودن یکجا آن عزیز و مولوی محمد قاسم صاحب بسیار خوشنود گردیدم که در اجتماع خیر و برکت میشود فی الجماعۃ برکۃ خصوصاً آنکه هم مشرب و هم مذهب باشند فائده از یک دیگر را میباشد امیدکه درکار خود جوشاں و خروشاں میباشند و احقر را ﴿اس کی تفسیر اس کے ساتھ ہی مذکور ہے کہ "از دعاء و ہمت مصروف ام پس شیخ کے حاضر و ناظر ہونے کا اعتقاد اس سے لازم نہیں آتا مطلب یہ ہے کہ دور ہونے سے جو شبہ بے توجہی کا ہو جاتا ہے اس کی نفی مقصود ہے۔﴾ از خود دورنه پندارند بلکه از دُعاء و همت مصروف ام قبولیت وغیرقبولیت بدست محبوب حقیقی است امید قو یست که طلب و محنت آنعزیزان رائگاں نخواهد شد و احقر مرتبه آن عزیزان را بلند می یا بد انشاء اللّٰه تعالیٰ برآن عزیز آن هم ظاهر خواهد شد و اگر مولوی محمد مظهر ﴿مراد مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی رحمہ اللہ سابق صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔۱۲۔سعید الدین﴾ در نانوته تشریف داشته باشند بعد سلام و شوق ملاقات فرموده دهندکه آن یگانه زمانه را در جماعت خود و ازدوستان خود می شمارم و از دعائے خیر غافل نیم خاطر جمع فرمایند و انچه که ذکر وشغل دریافت کردن منظور باشد بذریعه خط از احقر یا از مولوی رشید احمد صاحب که اوشاں را بجائے احقر دانند معلوم فرمایند فی الحال اگر منظور باشد ترکیب دو از ده تسبیح کر عمده ذکه خاندان مایان ست از مولوی صاحب موصوف دریافته بعمل آرند انشاء اللّٰه تعالیٰ فائده عظیم خواهد شد عاقبت بخیر باد.

مکتوب بارہواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت عالم علوم معقول و منقول عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب دام شوقہ وذوقہ وعرفانہ بعد از سلام سنت الاسلام اشتیاق ملاقات بے غایات واضح رائے انور ہو کہ احقر مشکور ہو کر حق میں عزیز کے دعائے خیر کرتا ہے۔

خط عقیدت و محبت کا معہ جبّہ و پارچہ صدری اور لوٹے مسی پہنچا مسرور کیا جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ چنانچہ اس سے پہلے نامۂ گرامی کا جواب معہ اشیاء مذکورہ کی رسید کے سید محمد یٰسین صاحب کی معرفت میں نے روانہ کیا ہے پہنچا ہوگا۔ اس بات کے معلوم کرنے سے کہ آں عزیز و مولوی محمد قاسم صاحب ایک جگہ جمع ہیں بہت مسرور ہوا کیونکہ اجتماع میں خیر و برکت ہوتی ہے ’’فی الجماعة برکة‘‘ خصوصاً جبکہ ہم مذہب وہم مشرب ہوں فائدہ ایک دوسرے کو پہنچے گا۔

اُمید کہ اپنے کام میں جوش وخروش سے لگے رہیں گے۔ اور احقر کو اپنے سے دور نہ سمجھیں گے۔ بلکہ میں دُعاء وہمت سے مصروف ہوں قبولیت وغیر قبولیت محبوب حقیقی کے قبضہ میں ہے۔ قوی امید ہے کہ آنعزیزوں کی طلب ومحنت ضائع نہ ہوگی اور احقر آں عزیزوں کے مرتبہ کو بلند پاتا ہے اِن شاء اللہ آں عزیزوں پر بھی ظاہر ہوگا اگر مولوی محمد مظہر نانوتہ میں تشریف رکھتے ہوں بعد سلام وشوق ملاقات فرما کر یہ پیام دیں کہ اُس یکتائے زمانہ کو اپنی جماعت میں اپنے دوستوں سے شمار کرتا ہوں اور دُعائے خیر سے غافل نہیں ہوں خاطر جمع فرما دیں اور جو کچھ کہ ذکر وشغل کے متعلق دریافت کرنا منظور ہو بذریعہ خط احقر سے یا مولوی رشید احمد صاحب سے کہ اُن کو بجائے احقر جانیں معلوم کریں فی الحال اگر منظور ہو دوازدہ تسبیح کی ترکیب کہ ہمارے خاندان کا بہترین ذکر ہے مولوی صاحب موصوف سے دریافت کر کے عمل کریں اِن شاء اللہ فائدہ عظیم ہوگا عاقبت بخیر ہو۔

مکتوب سیزدہم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت جامع علوم ظاھری و باطنی مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ معلوم فرمایند کہ حافظ عبدالرحمٰن ﴿راجو پوری ضلع سہارن پور کے ایک بزرگ تھے۔۱۲۔ سعید الدین)﴾صاحب راجو پوری کہ مرددیندار و طالب حق اندوسہ روز پیش از روانگی داخل گردیدہ اند فقط ترکیب پاس انفاس و یک دو وظیفہ تعلیم کردہ شد باقی بخدمت آں صاحبان گاہ﴿اس میں وحدت مطلب کے خلاف کا شبہ نہ کیا جاوے دو صاحبوں کی سپرد کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اُن میں سے جس ایک کو طالب معین کرے اُس تعیین کے بعد وہ ایک صاحب عذر نہ کریں۔﴾ گاہ گاہ خواھند شد ترکیب دو از دہ تسبیح وغیرہ حسب استعداد اوشاں تعلیم کردہ باشند و توجہ برحال اوشاں مرعی دارند و نیز اگر اھل راجور پور کہ بعضے ازآں از فقیر ارادت و عقیدت مثل میاں خواجہ محمد وغیرہ دارند بخدمات شما ملتجی شوندگاہ گاہ تشریف بردہ فیض دینی رسانیدہ باشند. زیراکہ خطوط راجو پور در سعی ایں مقدمہ مذکورہ آمدہ اندامیدست کہ از آں صاحبان بسیار فائدہ دین خواھد شد باقی حال ایں جا از خطوط سابق کہ بدست مولوی حق داد خاں صاحب ساکن خورجہ و دیگر بدست برادر مولوی محمد احسن ساکن میرٹھ روانہ کردہ ام معلوم خواھد شد.

مکتوب تیرہواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت جامع علوم ظاہری و باطنی مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام علیکم و رحمۃ اللہ و

برکاتہٗ معلوم کریں کہ حافظ عبدالرحمٰن صاحب راجو پوری کہ مرد دیندار اور طالب حق ہے دو تین روز روانگی سے پہلے داخل سلسلہ ہوئے ہیں فقط ترکیب پاس انفاس اور ایک دو وظیفہ تعلیم کئے گئے۔ باقی۔ خدمت میں آپ صاحبوں کی کبھی کبھی حاضر ہوں گے دو از دہ تسبیح وغیرہ کی ترکیب اُن کی حسب استعداد تعلیم کی جائے اُن کے حال پر توجہ رکھیں نیز اہل راجو پور کہ بعضے اُن میں سے مثل میاں خواجہ محمد وغیرہ فقیر سے ارادت وعقیدت رکھتے ہیں تمہاری خدمت میں ملتجی ہوں گے کبھی کبھی تشریف لے جا کر فیض دینی پہنچایا جائے اس واسطے کہ خطوط راجو پور اس مقدمۂ مذکورہ کی سعی میں آئے ہیں اُمید ہے کہ آپ صاحبوں سے بہت فائدہ دین کا ہوگا۔ باقی یہاں کا حال خطوط سابق سے جو مولوی حقداد خاں صاحب ساکن خورجہ کے ہاتھ اور دوسرے برادر مولوی محمد احسن صاحب ساکن میرٹھ کے ہاتھ روانہ کئے ہیں معلوم ہوگا۔

مکتوب چہاردہم

از فقیر امداد اللّٰہ عفی اللّٰہ عنه. بخدمت عزیز القدر حکیم ضیاء الدین و محمد یوسف وغیرہ سلامت بعد سلام مسنون و اشتیاق ملاقات واضح رائے عزیز باد عرصه قریب سال گردیده که کدام مسرت نامه از آں سونرسیده از تحریر مولوی رشید احمد صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب حال انتقال جناب بھائی غلام محی الدین ﴿والد صاحب جناب حکیم محمد ضیاء الدین صاحب رحمہ اللہ۔ ۱۲۔ سعید الدین﴾ **صاحب مرحوم معلوم گردیده ازیں معنی رنج پیرا ہوں خاطر احقر گردید خدا تعالٰی آنجناب مرحوم مغفور را مغفور سازد. و بجنت الفردوس رساند و باقیماندگان را صبر روزی کند و خوش و خورم دارد و عزیز از جان** ﴿قولہ عزیز از جان الی قولہ بلکہ مناسب کہ اُمور ریاست را ترک دہند الخ ان دونوں میں منافات نہ سمجھی جاوے قول اوّل کا حاصل انتظام کا مشورہ دینا نہیں بلکہ یہ ہے کہ

اگر انتظام کرو تو فلاں فلاں قیود کی رعایت کرو اور دوسرے قول کا حاصل یہ ہے کہ اولیٰ یہی ہے کہ انتظام ہی ترک کردو۔﴾ شاید که همه اُمور که تعلق بذات مرحوم بودند بآں عزیز مفوض بوده باشد عزیز از جان را مناسب که در امور بطور یکه والد شمادرهراَمر بردباری و حلم و اُسلوبی را کارمی فرمودند . آں عزیزهم اختیار کند و خلاف حکم الٰهی راهر گزراه ندهند بلکه مناسب که اُمور ریاست را ترک دهند و حواله برادران خود کنند و خود مشغول بحق باشند که اِن شاء اللّٰه تعالیٰ به برکت انفاس آں عزیز همه اُمور اُسلوب خواهند شد خاطر جمع دارند یقین که همیں بوده باشد از حال خود و دیگر احوال آنجا مفصل ارقام فرمایند و از حال عزیزاں اطلاع نمایند. سابق ازیں چند قطعه خط روانه کرده ام مگر از جواب یکے خوشنود نه شدم امید که عزیزان و برادران دینی را تعلیم و تلقین و تاکید بر شغل کرده باشند.

مکتوب چودھواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے

بخدمت عزیز القدر حکیم ضیاء الدین صاحب ومحمد یوسف وغیرہ سلامت۔

بعد سلام مسنون و اشتیاق ملاقات واضح ہو اے عزیز ہو قریب ایک سال کے عرصہ ہوا کہ کوئی مسرت نامہ اُس طرف سے نہیں پہنچا۔ مولوی رشید احمد صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر سے جناب بھائی غلام محی الدین صاحب مرحوم کے انتقال کا حال معلوم ہوا اس سے رنج احقر کے دل کو پہنچا خداوند تعالیٰ اُس جناب مرحوم ومغفور کو بخشے اور جنت الفردوس میں پہنچائے اور باقی ماندوں کو صبر نصیب کرے اور خوش وخرم رکھے اور عزیز از جان چاہئے کہ تمام اُمور کہ ذات مرحوم سے تعلق رکھتے تھے آں عزیز کے سپرد کئے جاویں عزیز از جان کو مناسب ہے کہ اُمور میں جس طور سے

تمہارے والد ہر اُمر میں بردباری حلم اور طریقہ سے کام کرتے تھے آں عزیز بھی اختیار کریں اور خلاف حکم الٰہی کو ہرگز راہ نہ دیں بلکہ مناسب ہے کہ اُمورِ ریاست کو ترک کریں اور اپنے بھائیوں کے حوالہ کریں اور خود حق کے ساتھ مشغول ہوں۔

اِن شاءاللہ تعالیٰ بہ برکت پاس انفاس آں عزیز کے تمام اُمور عمدہ ہو جائیں گے۔ خاطر جمع رکھیں یقین کہ ایسا ہی ہوگا اپنے حال اور وہاں کے احوال مفصل تحریر کریں اور عزیزوں کے حال سے بھی اطلاع دیں۔ اور اس سے پہلے چند قطعہ خط میں نے روانہ کئے ہیں مگر ایک کے جواب سے بھی مسرور نہیں ہوا اُمید کہ عزیزان و برادران دینی کو شغل پر تعلیم و تلقین و تاکید کرتے رہیں گے۔

مکتوب پانزدہم

﴿تمام خط آئینہ ہے شان شفقت کا کہ سب کی مصالح کی طرف کس قدر توجہ ہے ولنعم ما قیل۔ ''بندۂ پیر خراباتم کہ لطفش دائم ست + زانکہ لطف شیخ و زاہد گاہ ہست و گاہ نیست''﴾ از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت برادرم مولوی رشید احمد و مولوی محمد قاسم و حکیم ضیاء الدین و مولوی محمد یعقوب و مولوی ابو نصر ﴿برادر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ۔۱۲۔ سعید الدین﴾ صاحبان سلمهم اللہ تعالیٰ بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ و اشتیاق ملاقات بیغایات مشهود رائے عالیات باداحقر بخیریت بوده جو یائے اخبار آں عزیزان میماند عرصه قریب هفت ماه بوده باشد که کدام نامه خیریت شمامه از آں سو نه رسیده اکثر اوقات طبع نگراں بانصوب میماند و دیگر از آیندگان ایں صوب که دریں سال ازآں نواح کدام کدام کس خواهند آمد و حال مولوی مظفر حسین ﴿مراد حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ۔۱۲۔ سعید الدین﴾ صاحب قبله ومولوی شیخ محمد ﴿مراد حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی رحمہ اللہ۔۱۲۔

سعید الدین﴾صاحب نیز برنگارند که دریں سال خواهند آمد زبانے و حالات اینجا زبانی حجاج و خطوط احقر که بدست شاں روانه کرده ام معلوم با خواهد شد و مولوی رحمة اللّٰه هنوز تشریف باستبول میدارند خدائے تعالیٰ مولوی صاحب را جلد آرد و دریں ولا درینجا گرانی غله و دیگر اجناس و اشیاء بسیار است مرد مان غربائے ایں جا گونه تشویش میدارند خدا تعالیٰ رحم کند دریں روزها اگر کدام کس قصد حج دارد خرچ و افربایند و حال اینجا بسبب بعضے مصلحت بتوانم نوشت و از حال قیام عزیز از جان احمد حسین برنگارند که کجامی ماندیانا نوته یارام پور قیام او درتهانه هرگز پسند نه دارم آیند اختیار اوست از خطوط سابق معلوم شدکه عزیز از جان محمد یوسف بالور رفته است خدا تعالیٰ اور امشغول بخود دارد که وقت امتحان است افسوس است که حال نکاح حکیم ضیاء الدین صاحب از خطوط دیگر معلوم شد مگر آں عزیز نه نوشت است غرض ازهر دو نکاح بسیار خوشنود. گردیدم خدائے تعالیٰ ایں رسم نیک در همه مسلمانان جاری کند و معلوم نه شدکه والد حکیم موصوف راضی اندیاناراض و دیگر اقرباهم راضی الدیانے بخدمت مولوی رشید احمد صاحب جواب خطوط که بدست حافظ قادر بخش سهارنپوری و دینا﴿میرے ماموں صاحب قبلہ کا خادم نہایت دیانت دار تھا۔۱۲۔سعید الدین﴾فرستاده ام و به تحریرم عمل کرده اطلاع دهند و حال رسیدن داروغه صاحب ﴿تھانہ بھون کے ایک بزرگ تھے جو داروغہ صاحب کے لقب سے مشہور تھے نام اُن کا قاضی محمد حسین تھا۔۱۲۔سعید الدین﴾و دیگر حجاج نیز برنگارند و حالات پنجاب که ازخطوط

میاں عبدالصمد ﴿ہمارے خاندان کے بزرگوں میں سے تھے۔۱۲۔سعید الدین﴾ معلوم بوده باشد نیز برنگارند به همشیره عزیزم بعد سلام آنکه مناسب که از مولوی محمد قاسم یا مولوی رشید احمد صاحب پرسیده کدام شغل و ذکر که از آن محبت ما سوےٰ اللّٰه د و رشود بعمل آرند شب و روزبذکر و شغل و یاد الٰهی مشغول ماند و خود را معطل ندارند و برائے هر یک دعائے خیر میکنم.

مکتوب پندرہواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت برادر مولوی رشید احمد و مولوی محمد قاسم و حکیم ضیاء الدین و مولوی محمد یعقوب و مولوی ابوالنصر صاحبان سلمہم اللہ تعالیٰ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واشتیاق ملاقات بے غایات مشہود رائے عالیات ہو احقر خیریت سے ہے آن عزیزوں کی خبروں کا جویاں رہتا ہے سات ماہ کے قریب عرصہ ہوتا ہے کہ کوئی نامہ خیریت شامہ نہیں پہنچا۔ اکثر اوقات طبیعت اُس طرف نگراں رہتی ہے اور دوسرے اُس جانب کے آنے والوں میں سے اس سال میں اُس نواح سے کون کون لوگ آئیں گے اور مولوی مظفر حسین صاحب قبلہ اور مولوی شیخ محمد صاحب کا حال بھی لکھیں کہ اس سال آئیں گے یا نہیں اور یہاں کے حالات حجاج کی زبانی اور احقر کے خطوط جو اُن کے ہاتھ روانہ کئے ہیں معلوم ہوں گے اور مولوی رحمۃ اللہ صاحب ابھی استنبول میں تشریف رکھتے ہیں خدا تعالیٰ مولوی صاحب کو جلد لائے اس وقت یہاں غلہ اور دوسرے اجناس اور اشیاء کی گرانی بہت ہے یہاں غریب لوگ ایک گونہ پریشان ہیں اللہ تعالیٰ رحم کرے، ان دنوں میں اگر کوئی آدمی حج کا قصد کرے تو بہت خرچ چاہئے بعض مصلحتوں کے سبب یہاں کا حال نہیں لکھ سکتا عزیز از جان احمد حسین کے قیام کے حال سے اطلاع دیں کہ کہاں رہتا ہے نانوتہ یا رام پور اس کے قیام کو تھانہ میں ہرگز پسند نہیں کرتا آئندہ اُس کو اختیار ہے خطوط سابق سے معلوم ہوا کہ

عزیز از جان محمد یوسف الورتشریف لے گئے ہیں خداوند تعالیٰ اُن کو اپنے میں مشغول رکھے کہ آزمائش کا وقت ہے افسوس ہے کہ حکیم ضیاء الدین صاحب کے نکاح کا حال دوسروں کے خطوط سے معلوم ہوا مگر آنعزیز نے نہ لکھا۔ غرض دونوں نکاح سے بہت خوش ہوا اللہ تعالیٰ اس نیک رسم کو تمام مسلمانوں میں جاری کرے معلوم نہ ہوا کہ والد حکیم موصوف راضی ہیں یا ناراض اور دوسرے اقرباء بھی راضی ہیں یا نہیں۔ بخدمت مولوی رشید احمد صاحب خطوط کے جواب۔ حافظ قادر بخش سہارنپوری و دینہ کے ہاتھ میں نے بھیجے ہیں میری تحریر پر عمل کر کے اطلاع دیں داروغہ صاحب اور دوسرے حجاج کے پہنچنے کا بھی حال لکھیں میاں عبدالصمد صاحب کے خطوط سے جو حالات پنجاب معلوم ہوئے ہیں وہ بھی لکھیں اور ہمشیرۂ عزیزم کو بعد سلام مناسب ہے کہ مولوی محمد قاسم یا مولوی محمد رشید احمد صاحب سے کوئی شغل و ذکر پوچھ کر جس سے ماسوائے اللہ کی محبت دُور ہو جائے عمل کریں اور شب و روز ذکر و شغل اور یادِ الٰہی میں مشغول رہیں اور خود کو معطل نہ رکھیں ہر ایک کے لئے دُعائے خیر کرتا ہوں۔

مکتوب شانزدہم

از فقیر عبدالکریم عفی اللّٰہ عنہ بخدمت با برکت جامع علوم ظاهری و باطنی مولوی محمد قاسم صاحب دام عرفانہ بعد سلام مسنون و اشتیاق ملاقات بیغایات و اضحرائے عزیز باد پیش ازیں جوابات خطوط سابق آن صاحبان جدا جداگانہ واحوال ایں جا معہ نسخہ "ضیاء القلوب" فی لقاء المحبوب همراه مولوی حق داد خان صاحب و حافظ عبدالرحیم خان پسر شان روانہ خدمات نمودہ ام رسیدہ باشند از رسیدش زود اطلاع نمایند و نیز دریں لاخط آنعزیز مورخہ ۳ ذیقعد در آخر محرم رسیدہ از جمیع حالات و خیریت اقرباء و عزیزان و دوستان اطلاع بخشید شکر الٰهی بجا

آورده شد و نیز رسیدن مبلغان میاں غریب اللہ ﴿شاید تھانہ بھون کے کوئی بزرگ ہوں، پوری طرح واقف نہیں ۱۲۔ سعید الدین﴾ مرحوم بوارثان او معرفت حافظ عبدالرزاق ﴿رئیس قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ۱۲۔ سعید الدین﴾ صاحب تسلی گردید خدائے تعالیٰ شمار اجزائے خیر دهد و کمالات عرفانی و نعمائے قرب حق روزی کند و نیز قبول نه کردن عزیزم حافظ احمد حسین ﴿نیز قبول نکردن الی قوله برقلت معاش قانع (الخ) سبحان اللہ کیسا حکیمانہ وعارفانہ مذاق ہے کہ ترک اسباب کے درمیان مرتبہ تقلیل اسباب کا تجویز فرما کر اُس کے متعلق مشورہ عطا فرمایا ۱۲﴾ علاقه مطبع به سبب قلت تنخواه معلوم شد ازیں معنی طبعم مکدر گشت زیراکه من میخواهم که عزیز مذکور فقر و فاقه را عزت و فخر دانسته بر قلت معاش قانع بوده بحق مشغول شود خدائے تعالیٰ درآں برکت دهد عزیز مذکور نظر بالا دارد و آرائش دنیارادوست میدارد مجبورم و دریں علاقه مطبع چند فائده فهمیده بودم اوّل آنکه مجمع صلحا است خصوصاً صحبت آں عزیز و عزیزم مولوی محمد یعقوب بود که دریں صلاح دارین او متصورست و دیگر مزدوری بظاهر حلال است خیر اختیار اوست مکرر آنکه از تحریر عزیزم مولوی محمد یعقوب معلوم شده که منشی صاحب بموجب عرض ایں فقیر قصد طبع مثنوی کرده اند چنانچه مولوی موصوف تحشیه آں از دفتر ثانی شروع کرده اند ازیں معنی بسیار خوشنود شدم که مرا ازمثنوی شریف محبت است اگر آں عزیز نیز در تحریر تحشیه و صحت آں شریک شوند بسیارا نسب معلوم میشود امید است در صورت شریک شدن آنعزیز مثنوی بسیار خوب طبع خواهد شد بعد انفراغ آں بهتر است

که گوشهٔ عافیت بگیرند و در تعلیم و تلقین علم ظاهری و باطنی مشغول شوند خدائے تعالٰی حامی و مددگار ست درهمه اُمور اِن شاء اللّٰه تعالٰی از حوائج ضروری هرگز تنگ نخواهد شد.

مکتوب سولہواں

فقیر عبدالکریم عفااللہ عنہ سے بخدمت بابرکت جامع علوم ظاہری و باطنی مولوی محمد قاسم صاحب دام عرفانہ بعد سلام مسنون و اشتیاق ملاقات بیخایات واضح رائے عزیز ہو اس سے پہلے آپ صاحبوں کے خطوط سابق کے جوابات الگ الگ اور یہاں کے احوال معہ نسخہ ضیاء القلوب فی لقاء المحبوب مولوی حقداد خان صاحب و حافظ عبدالرحیم پسر مولوی صاحب موصوف کے ہمراہ خدمت میں روانہ کئے ہیں پہنچے ہوں گے اُس کی رسید سے جلد اطلاع دیں اور نیز اس اثناء میں آنعزیز کا خط مؤرخہ ۳ ذیقعدہ آخر محرم میں پہنچا تمام حالات اور اقرباء و عزیزں و دوستوں کی خیریت سے اطلاع بخشی شکر الٰہی بجالایا گیا نیز میاں غریب اللہ مرحوم کے مبلغان معرفت حافظ عبدالرزاق صاحب کے اُن کے وارثوں کو پہنچ جانے سے تسلی ہوئی خدائے تعالٰی تم کو جزائے خیر دے اور کمالات عرفانی اور قرب حق کی نعمتیں نصیب کرے نیز قبول نہ کرنا عزیزم حافظ احمد حسین کا مطبع کے تعلق کو بسبب قلت تنخواہ کے معلوم ہوا اس وجہ سے میری طبیعت مکدر ہوگئی اس لئے کہ میں چاہتا ہوں کہ عزیزم مذکور فقر و فاقہ کو عزت و فخر جان کر قلت معاش پر قانع ہو کر حق میں مشغول ہو۔ خدا تعالٰی اس میں برکت دے گا عزیز مذکور بلند نظر رکھتا ہے اور دنیا کی آرائش کو دوست رکھتا ہے مجبور ہوں اور اس علاقہ میں مطبع کے چند فائدہ میں نے سمجھے تھے اوّل یہ کہ صلحاء کا مجمع ہے خصوصاً آنعزیز اور عزیزم مولوی محمد یعقوب کی صحبت تھی کہ اس میں اُس کے دارین کی صلاح متصور ہے اور دوسرے ظاہر میں مزدوری حلال ہے خیر اس کو اختیار ہے مگر آنکہ تحریر سے عزیزم مولوی محمد یعقوب کی معلوم ہو کہ منشی صاحب نے اس فقیر کی عرض کے سبب

مثنوی کے طبع کا قصد کیا ہے چنانچہ مولوی موصوف نے دفتر ثانی سے اُس کا تحشیہ شروع کیا ہے اس وجہ سے بہت خوش ہوا کہ مجھ کو مثنوی شریف سے محبت ہے اگر آنعزیز بھی تحشیہ اور اُس کی صحت میں شریک ہوں بہت مناسب معلوم ہوتا ہے اُمید ہے کہ آں عزیز کے شریک ہونے کی صورت میں مثنوی بہت اچھی طبع ہوگی اُس سے فراغ کے بعد بہتر ہے کہ گوشہ عافیت اختیار کریں اور علم ظاہری و باطنی کی تعلیم و تلقین میں مشغول ہوں خدا تعالیٰ تمام اُمور میں حامی و مددگار ہے حوائج ضروری سے ہرگز تنگی نہ ہوگی۔

مکتوب ہفتد ہم

بخدمت بابرکت عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب سلمہ اللّٰہ تعالیٰ. بعد سلام مسنون شوق مشحون و مواصلت جسمانی واضح باد مکتوب محبت و عقیدت اُسلوب معه خط عزیزم حافظ احمد حسین سلمہ مؤرخہ ۲۷ ذیقعد در آخر محرم رسیدہ مسرت ساخت و از حال مندرجہ اش آگاھی بخشید معلوم شدکہ عزیز احمد حسین علاقہ مطبع بہ سبب قلت تنخواہ قبول نہ کرد بھتر نہ نمود اگر برآں قناعت کردے خدائے تعالیٰ در آں برکت دادے خیر اختیار اوست وھم از دریافت قصد طبع مثنوی شریف و کمر ھمت بستن آں عزیز در مقدمہ صحت و تحشیہ آں ازیں بسیار فرحت روداد اللّٰہ تعالی سعی آنعزیز را مشکور ومقبول کناد و بحسن و خوبی باختتام رسانا دآمین باید کہ دریں امر سست نشوند و ھمت را کار فرمایند خدائے تعالیٰ حامی و مددگار است و ایں مدبر را ھم از دعا شریک دانند وباید دانست کہ بجز حل مطلب از طولانیٔ حاشیہ بہ پرھیزند و نیز بعض یک لغت را معنی بسیار باشند فقط معنی مراد یہ مولانا دیگر نہ نویسند کہ تحریر طویل خواھد شد

بلکه لغت را اعراب بایدداد و حاجت ترکیب نام نیست و معنی لغت تحت لغت یا درسفیدی نظم نوشته شوند. مناسب معلوم میشود دریں دو فائده است یکے زینت نظم است دویم آنکه گنجائش برحاشیه برائے تحشیه حل مطالب خواهدشد آینده هرچه مناسب دانند بعمل آرند مگر بمقدور خود هیچ دقیقه فرونگذارند و نیز اختتام مثنوی شریف تصنیف مولوی مفتی الٰهی بخش صاحب مرحوم کاندهلوی از نزد مولوی نور الحسن ﴿حضرت مفتی صاحب خاتمہ مثنوی ممدوح کے پوتے بہت بڑے عالم فاضل تھے مولانا فضل حق صاحب کے خاص شاگرد تھے تحصیلدار بھی رہے ہیں۔﴾صاحب طلبیده ضرور شریک کرده طبع نمایند. تاکه کتاب کامل شود و نیز بزبانی مولوی محب اللّٰه ﴿غالباً پانی پت کے ایک بزرگ تھے۔۱۲۔سعید الدین﴾صاحب معلوم شد که عبدالرحمٰن ﴿مالک مطبع نظامی کانپور۔۱۲۔سعید الدین﴾مصالحه مثنوی یعنی شروع وغیره بسیار خوب جمع کرده بودندو بلکه دفتر اوّل به تحشیه و صحت کنانیده اند به سبب بعضے اُمور در طبع توقف شد اگر ممکن باشد آں مصالح را از مطبع میاں عبدالرحمن طلبیده بکاربرند واگر طلبیده شد بهتر شد وقتیکه طبع شروع خواهد شد فقیر راهم اطلاع باید کرد معلوم نیست که پرچه شجرات طبع شده یانے ازآں هم اطلاع بخشند و از قیمت قرآن شریف مترجم که طبع میشود و ترجمه مشکوٰة شریف آگاهی دهند وقتیکه هر دو کتاب تیارشوند جلد بند کنانیده بفریسند که دریں جا جلد خوب نمی بند ندبر وقت اطلاع قیمت آنها فرستاده ﴿آج کل اس باب میں مشائخ کا معمول دیکھ کر یہ مضمون خارق عادت معلوم ہوتا ہے مریدوں کو فرمائشی چیزوں کی قیمت کون دیتا ہے۔۱۲﴾خواهد شد

و از حال تجویز طبع ضیاء القلوب بموجب مرضی و ایمائے بندہ کہ میاں مولوی عبدالحکیم صاحب قصد کردہ اندو نیز مولوی حقداد خان صاحب ساکن خورجہ ہم ارادہ مینمایند مطلع سازند وہم از رسید نسخہ مذکور کہ رسیدہ است یانے از احقر دو نسخہ کتاب مذکور یک نسخہ مولوی حقداد خان صاحب بردہ اند و دیگر بدست حاجی محمد اسمٰعیل سہارن پوری کہ درگنگوہ یارام پور رسیدہ باشد فرستادہ باشند و مثنوی نو تصنیف تحفۃ العشاق نیز ہمراہ صاحب موصوف ارسال نمودہ شد از رسید آنہا اطلاع بخشند بخدمت شریف منشی ممتاز علی صاحب﴿مالک مطبع ہاشمی دہلی و مہاجر مکہ معظمہ۱۲۔سعیدالدین﴾بعد سلام شوق مضمون بالا واحد است خدا تعالیٰ سعی شما مشکور گرداناد از طرف زوجہ نہال احمد مرحوم دعا و طواف کردہ. شد او تعالیٰ مقبول کند و آں مرحوم را بخشید.

مکتوب سترھواں

بخدمت با برکت عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون شوق مشحون مواصلت جسمانی کے واضح ہونا مہ محبت عقیدت اُسلوب معہ خط عزیزم احمد حسین سلمہ مؤرخہ ۲۷ ذیقعد آخر محرم میں پہنچا خوش کیا اور اُس کے مندرجہ حال سے آگاہی بخشی۔ معلوم ہوا کہ عزیز احمد حسین نے قلت تنخواہ کے سبب مطبع کے تعلق کو قبول نہ کیا۔ اچھا نہ کیا اگر اس پر قناعت کرتا اللہ تعالیٰ اُس میں برکت دیتا خیر اُس کو اختیار ہے و نیز طبع مثنوی شریف کے قصد معلوم ہونے سے اور آنعزیز کا اُس کی صحت اور تحشیہ کے بارہ میں کمر ہمت باندھنے سے بہت خوشی حاصل ہوئی اللہ تعالیٰ آنعزیز کی سعی کو مقبول و مشکور کرے اور حسن و خوبی سے اختتام کو پہنچائے آمین۔

چاہئے کہ اس اَمر میں سُست نہ ہوں اور ہمت کو کام میں لائیں خدا تعالیٰ حامی و

مددگار ہے اس بے نصیب کو بھی دُعا سے شریک جانیں جاننا چاہئے کہ بجز حل مطلب طولانی حاشیہ سے پرہیز کریں نیز بعض مرتبہ ایک لغت کے بہت سے معنی ہوتے ہیں صرف مولانا کے مرادی معنی کے سوا دوسرے نہ لکھیں تحریر طویل ہوگی بلکہ لغت پر اعراب دینا چاہئے اور ترکیب نام کی حاجت نہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لغت کے معنی لغت کے نیچے یا نظم کی سفیدی میں لکھے جائیں اس میں دو فائدے ہیں ایک زینت نظم دوسرے حاشیہ پر گنجائش حل مطالب کے تحشیہ کے لئے نکل آئے گی آئندہ جو کچھ مناسب جانیں عمل میں لائیں لیکن اپنے مقدور کے موافق کوئی دقیقہ نہ چھوڑیں نیز اختتام مثنوی شریف تصنیف مولوی مفتی الٰہی بخش صاحب مرحوم کاندھلوی مولوی نورالحسن صاحب کے پاس سے طلب کر کے ضرور شریک کر کے طبع کریں تاکہ کتاب کامل ہو جائے نیز مولوی محب اللہ صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن صاحب نے مثنوی کا مصالحہ یعنی شروح وغیرہ بہت خوب جمع کی تھیں بلکہ دفتر اوّل کا تحشیہ اور صحت کرائی ہے بعض وجوہ کے سبب طبع میں توقف ہوا اگر ممکن ہو اُس مصالح کو میاں عبدالرحمٰن کے مطبع سے طلب کر کے کام میں لائیں اگر طلب کیا گیا ہے تو اچھا ہوا جس وقت کہ طبع شروع ہو فقیر کو بھی اطلاع کرنا چاہئے معلوم نہیں کہ شجرات کے پرچے طبع ہوئے یا نہیں اُس کی بھی اطلاع دیں اور قیمت سے مترجم قرآن شریف کی جو طبع ہوتا ہے اور مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ سے آگاہی دیں جس وقت دونوں کتابیں تیار ہو جائیں جلد بندھوا کر بھیجیں کہ اس جگہ جلد اچھی نہیں بندھتی بروقت اطلاع ان کی قیمت بھیجی جاوے گی اور حال سے تجویز طبع ''ضیاء القلوب'' جس کا اِرادہ میاں مولوی عبدالحکیم صاحب نے بموجب مرضی وایمائے بندہ کیا ہے نیز مولوی حقداد خاں صاحب ساکن خورجہ بھی اِرادہ کرتے ہیں مطلع کریں نیز نسخہ مذکور کی رسید سے کہ پہنچی ہے یا نہیں احقر سے دو نسخہ کتاب مذکور ایک نسخہ مولوی حقداد خاں صاحب لے گئے ہیں دوسرا بدست حاجی محمد اسمٰعیل سہارنپوری کہ گنگوہ یا رامپور میں پہنچی ہوگی بھیجیں اور مثنوی

نو تصنیف ''تحفۃ العشاق'' بھی صاحب موصوف کے ہمراہ ارسال کی گئی ہے اُن کی رسیدوں سے اطلاع بخشیں بخدمت شریف منشی ممتاز علی صاحب بعد سلام شوق مضمون بالا ایک ہے خدا وند تعالیٰ تمہاری کوشش کو مشکور کرے۔ نہال احمد مرحوم کی زوجہ کی طرف سے دُعا اور طواف کیا گیا خداوند تعالیٰ اُسے مقبول کرے اور اُس مرحوم کو بخشے۔

مکتوب ہشتدہم

از کمترین خلائق مسمی به امداد اللّٰہ عفی اللّٰہ عنه بخدمت بابرکت عالم عامل عزیزم مولوی محمد قاسم و مولوی محمد یعقوب صاحب دام شغلکم بالله. بعد سلام مسنون و اشتیاق مشحون مشهود رائے عزیز باد مکتوب معه پارچه کهیس یکے مؤرخه 26جمادی الثانی و دیگر مؤرخه ۲۲ شوال رسیدند . از مندرجه آنها آگاهی یافتم از انتقال عزیز شیخ احمد ﴿برادر شیخ نہال احمد صاحب رئیس دیو بند ضلع سہارنپور۔۱۲۔سعید الدین﴾ دیو بندی مرحوم رنج گردید خدا تعالیٰ مغفرتش کند برائے او طواف و دعائے مغفرت کرده شد قبول باد و نیز از دریافت ﴿ان دونوں مضمونوں سے حضرت رحمہ اللہ کا اہتمام بلیغ شرائع وعلوم کا کس قدر ظاہر ہے﴾ نکاح ثانی عزیزه ام همشیره مولوی محمد قاسم بحسن تدبیر و سعی مولوی صاحب موصوف و آنعزیز خیلے فرحتها اندوختم که بقلم نمی گنجد و بے اختیار دعائے خیر بحق آن عزیزان وغیره موصوف و نهال احمد و برخوردار ضیاء احمد ﴿برادرزادہ شیخ نہال احمد صاحب رئیس اعظم دیو بند۔۱۲۔سعید الدین﴾ از ته دل برمی آید خدا تعالیٰ آں عزیزان را مدام برطریق شریعت و رضا مندی خود مستقیم و مستدیم دارد و از نور هدایت شما عالم را منور گرداند و از تمامی نعماء عرفانی و کمالات قربیت خود مشرف سازد آمین و

از اجرائے ﴿ان دونوں مضمونوں سے حضرت رحمہ اللہ کا اہتمام بلیغ شرائع وعلوم کا کس قدر ظاہر ہے۔﴾ مدرسہ علم دین بسعی آں عزیزاں و عزیزم حافظ ﴿غالباً بجائے حاجی صاحب حافظ صاحب نوشتہ شد ۱۲﴾ عابد حسین ﴿سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند ضلع سہارن پور۔۱۲۔سعید الدین﴾ صاحب چه خوشیهارو نمود که بیان نمی آید خدا تعالیٰ ایں امر خیررا مدام جاری دارد و ساعیان و باعثان ایں را جزاء خیر دھا و آں عزیزان را باید که نفع رسانی را در اُمور دین مثل وعظ و پند و ارشاد وتلقین برھمه اُمور مقدم دارندو اوقات خودرا دریں صرف سازند زیراکه دین و اسلام بسیار ضعیف گردیده و مددگار اینها کمیاب شده و اگر طالب صادق بادشد یا کاذب اگر پیش آید کسر نفسی را برطاق نهاده باو مشغول شوند خدا تعالیٰ هادی مطلق است هدایت خواهد نمود و نیز بحکم دل بیارودست بکار مشغولی باطن را از دست ندهند و اگر مناسب دانند و دررائے آں عزیزاں آید نسخه ضیاء القلوب را نزد مولوی عبدالحکیم صاحب برادر شیخ الٰهی بخش ٹهیکه دار میرٹه بفریسند که اوشاں طبع خواهند کنانید چراکه خط اوشاں نزد احقر آمده بود بایں مضمون که نسخه مذکورنزدم بفریسند حسب مرضی تو یعنی احقر طبع کنانیده نزد مولوی محمد قاسم و مولوی رشید احمد صاحب وغیره خواهم فرستاد اوشاں زااختیار است هر کرا اهل خواهند دانست خواهند داد اگر ایں صورت ظهور کرد مولوی محمد قاسم صاحب بشرطیکه هیچ حرج و تکلیف نه شود خود میرٹه رفته درپیش نظر خویش بصحت تمام معه تحشیه وغیره در مطبع منشی ممتاز علی صاحب طبع کنانند. و در رساله مذکور هرجا که الفاظ

غیر مربوط باشند و عبارت خراب باشد اصلاح ﴿کیا انتہا ہے تواضع واتباع حق وحفاظت دین کی۔۱۲۔﴾ دهند و ادب را یک سونهند والا مرفوق الادب را پیش گیرند و نیز یقین است که پرچه شجر هٰا را منشی صاحب در ذیل طبع رساله طبع خواهند نمود وهم بایددانست که حضرت مرشدم میانجیو صاحب قدس سرّه را انتساب ست از سید صاحب بلا واسطه حاجی صاحب قدس سره پس نام حضرت میانجی صاحب بعد نام سید صاحب بنویسند و حاجی صاحب را انتساب است از شاه عبدالعزیز صاحب رحمة اللّٰه علیه بواسطه سید صاحب و بلا واسطهٔ سید صاحب نیز و در شجرهٔ سهروردیه از خاندان شاه عبدالعزیز صاحب قدس سره همیں قدر رسیده که شیخ عظیم اللّٰه اکبر آبادی عن ابیه عن جده و نام پدر وجدشاں معلوم نیست شماهم بایں طور بنویسند و شجره مداریه و قلندریه شاید که بسهونه نوشته ام شما بنویسند و اگر فراغ باشد بعد نماز صبح و یا مغرب و یا عشاء علیحده درحجره وغیره به نشیند و دل را از جمیع خیالات خالی کرده متوجه ﴿توجہ وتصور مستلزم اعتقاد وتصدیق کو نہیں پس اس میں نہ کوئی اعتراض ہے نہ اہل غلو کے استناد کی گنجائش ہے۔﴾ بایں جانب شوند و تصور کنند که گویا پیش شیخ خود نشسته ام و فیضان الٰهی از سینه او بسینه ام می آید بایں حیثیت اگر دل بچسپد ذوق و شوق دست دهد فبها والاذکر نفی و اثبات بجهر متوسط مشغول باشندیک دوساعت کم و زیاده شغل دارند و مولوی عبدالرحمٰن خلف الرشید مولوی احمد علی صاحب ﴿محدث سہارنپوری رحمہ اللہ،۱۲۔ سعید الدین﴾ را حسب درخواست شاں غائبانه بیعت گرفته داخل سلسله بزرگان خاندان

خود کرده شد خدا تعالیٰ قبول کندو ازفیضان بزرگان سلسله مشرف سازد آمین. و اوشاں را بعد سلام دعاء خیر فرموده دهند که مولوی محمد قاسم صاحب مولوی محمدیعقوب را بجائے فقیر دانسته از خدمت شاں فیض یاب بوده باشند اگر در مقدار است ازفقیر نیز ملاقات خواهد شد و بحق برادرشاں نیز دُعا کرده شد اِن شاء اللّٰه تعالیٰ اوشاں بصلاحیت خواهند آمده فکر ارسال مظاهر الحق نه کنند دریںولا چنداں حاجت نیست مگر پنج شش جلد قرآن شریف مترجم که بر حاشیه اش تفسیر عبداللّٰه ابن عباس مطبوع گردیده از منشی صاحب گفته ضرور ارسال فرمایند قیمت آنها که از مطبع برآمده برنگارند که دریں جا چند اشخاص بسیار شائق اندو قیمت آنهامیدارند مگر من نه گرفتم و گفتم که بروقت آمدن جلد هائے قرآن شریف گرفته فرستاده خواهد شد. وانکه در مقدمه تالیف رساله دیگر بطور نصائح بیان عقائد و طریق مسلم بزرگان ایما رفته بود عزیز من دریں مقدمه کتب بسیار اند مثل آداب المریدین وغیره دیگر آنکه فقیر بے علم ﴿اللہ اکبر یہ فناء نفس وتواضع جس شخص کے علم کے انوار میں اہل علم کو علم کے حقائق منکشف ہوئے وہ اپنے کو بے علم کہیں۔۱۲﴾ است دریں اَمر جرأت نمی شود مگر چوں مولوی محمد قاسم دریں امر تحریر نماید یاآں عزیز اِن شاء اللّٰه خوب خواهد شد. موافق مرضی فقیر و مولوی رشید احمد صاحب نیز شریک خواهند شد و حال انتقال مولوی محب اللّٰه صاحب پانی پتی از تحریر سابق معلوم بوده باشد که وقت مراجعت از مدینهٔ منوره از دست بدوان شهید شدند. "انا للّٰه و انا الیه راجعون" بخدمت عزیز جانم مولوی قاسم

صاحب مکرر آنکه به همشیرهٔ خود و برخوردار ضیاء احمد را بعد سلام و دعائے خیر گفته دهند که ایں احقر را ازیں عمل خیرشما بسیار فرحت رو نمود خدا تعالیٰ جزائے خیر دهد و از تمامی نعمائے دینی و دنیوی مشرف کناد و بخدمت بهائی صاحب مکرم معظم جناب شیخ اسد علی صاحب ﴿یہ والد ہیں حضرت مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ کے۔ ۱۲۔﴾سلمه بعد سلام نیاز مبارکباد اللّٰه تعالیٰ آں جناب را توفیق اتباع ﴿یعنی نکاح ثانی ہمشیرہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کا شیخ نہال احمد مرحوم کے ساتھ۔ ۱۲﴾سنت نبوی صلی اللّٰه علیه وسلم دا وامیدقوی ست که همیں عمل خیر وسیلهٔ نجات جناب شود عجب نیست و شکر کنندکه خدا تعالیٰ شمار ایک ولی کامل عطا فرموده که ببرکت انفاس اوایںچنیں اعمال نیک و رضا مندی اللّٰه و رسول بظهور آمد والا ایں دولت سرمد همه کس را نه دهند عزیز جانم چهار خط شماد و مؤرخه جمادی الثانی ۱۲۸۳ھ بروقت آمدن از مدینه منوره وصول یافتم و یک مؤرخه ۲۱/ شوال و دیگر مرقومه ۴ ذیقعد رسید از مطالعه آنها مسرتها اندوختم و از جواب هر یک علیٰحده علیٰحده بسبب بے قابو بودن دست معذورم معاف دارند و رسید وصول مبلغان از حاجی بوعلی بخش ﴿غالباً یہ تھانہ بھون کے ایک بزرگ تھے۔ ۱۲سعید الدین﴾صاحب رسید خاطر جمع دارند مولوی ذوالفقارعلی صاحب ﴿والد صاحب حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیو بندی رحمہ اللہ، ۱۲۔ سعید الدین﴾ داخل سلسلهٔ بزرگاں شدندمگر به سبب عدم فرصت و کم قیام و سفر مدینهٔ منوره وغیره هیچ کردن نتوانستند لهٰذا بانعزیز حواله کرده می آیند برحال شاں توجه مرعی دارند و از تعلیم و تلقین دریغ

ندارند و هرکس که طالب حق اند کاذب باشد یا صادق ازو انکار نکنند با ومشغول شوند بعونه تعالیٰ صدق شمابر کذب شان غالب خواهد شد اگر درمقدر است هدایت خواهند یافت فقط از حال عزیز از جان حافظ احمد حسین برنگار ندکه او دریں سال هیچ حال نه نوشته است معلوم شد که برتحریر من که اورابطور نصائح نوشته بود خفا شد و هیچ از حال خود و اهل و عیال نه نوشته است خیر او داند مراصله رحمی ضرور است عزیزان و اقربایان را سلام فقط.

مکتوب اٹھارواں

کم ترین خلائق امداد اللہ عفاء اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت عالم عامل عزیزم مولوی محمد قاسم ومولوی محمد یعقوب صاحب دام شغلکم باللہ۔ بعد سلام مسنون واشتیاق مشحون مشہود رائے عزیز ہو ایک مکتوب معہ پارچہ کھیس مؤرخہ ۲۶ جمادی الثانیہ دوسرے مؤرخہ ۲۲ شوال پہنچا۔ مندرجہ احوال سے آگاہی پائی۔ عزیزم شیخ احمد دیوبندی مرحوم کے انتقال سے رنج ہوا اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت کرے اس کے لئے طواف اور مغفرت کی دُعا کی گئی قبول ہو نیز معلوم ہونے سے نکاح ثانی عزیزم ہمشیرہ مولوی محمد قاسم حسن تدبیر اور سعی سے مولوی صاحب موصوف اور آنعزیز کے اس قدر مسرتیں ہوئیں کہ قلم میں گنجائش نہیں بے اختیار دعائے خیر حق میں آنعزیزان وغیرہ ونہال احمدو برخوردار ضیاء احمد تہ دل سے نکلی خدا تعالیٰ آنعزیزوں کو ہمیشہ طریق شریعت اور اپنی رضا مندی میں مستقیم اور دائم رکھے اور تمہارے نورِ ہدایت سے عالم کو منور کرے اور تمام عرفانی نعمتیں اور اپنے تمام کمالات قرب سے مشرف کرے آمین۔ اجرائے مدرسہ علم دین کے آں عزیزوں وعزیزم حافظ عابد حسین صاحب کی سعی سے کس قدر خوشیاں حاصل ہوئیں کہ بیان میں نہیں آتا خدا تعالیٰ اس اَمر خیر کو ہمیشہ جاری رکھے اور اس کے ساعی وباعثوں کو جزائے خیر دے آنعزیزوں کو چاہئے کہ اُمور دین میں نفع

رسانی مثل وعظ و پند اور ارشاد و تلقین تمام اُمور پر مقدم رکھیں اور اپنے اوقات کو اس میں صرف کریں اس لئے کہ دین اسلام بہت ضعیف ہوگیا ہے اس کے مددگار کمیاب ہوگئے ہیں اگر طالب آجائے صادق ہو یا کاذب کسرِ نفسی کو طاق پر رکھ کر اُس میں مشغول ہوں اللہ تعالیٰ ہادی مطلق ہے ہدایت کرے گا۔

نیز بحکم دل بیار و دست بکار مشغولی باطن کو ہاتھ سے نہ دیں اگر مناسب جانیں اور آنعزیزوں کی رائے میں آئے ایک نسخہ ''ضیاء القلوب'' کا نزدیک مولوی عبدالحکیم صاحب برادر شیخ الٰہی بخش ٹھیکہ دار میرٹھ بھیجیں کہ وہ طبع کرائیں گے۔ اس واسطے کہ اُن کا ایک خط احقر کے پاس اس مضمون کا آیا تھا کہ نسخہ مذکور میرے پاس بھیجیں تو آپ کی حسب مرضی یعنی احقر کی طبع کرا کر مولوی محمد قاسم و مولوی رشید احمد صاحب وغیرہ کے پاس بھیجوں گا اُن کو اختیار ہے جس کو اہل جانیں دیں۔ اگر یہ صورت ظہور میں آئے مولوی محمد قاسم صاحب بشرطیکہ اُن کو کوئی حرج و تکلیف نہ ہو خود میرٹھ میں جا کر اپنی نظر کے سامنے بصحت تمام و تحشیہ وغیرہ مطبع میں منشی ممتاز علی صاحب کے طبع کرائیں۔ اور رسالہ مذکور میں جس جگہ الفاظ غیر مربوط ہوں اور عبارت خراب ہو اصلاح دیں اور ادب کو ایک طرف رکھیں۔ اور الامر فوق الادب کو اختیار کریں نیز یقین ہے کہ پرچے شجرہ کے منشی صاحب طبع رسالہ کے ذیل میں طبع کریں گے۔

اور بھی جاننا چاہئے کہ حضرت مرشدم میانجیو صاحب قدس سرہ کو سید صاحب سے انتساب بلا واسطہ حاجی صاحب قدس سرہ کے ہے پس حضرت میاں جی صاحب کا نام سید صاحب کے نام کے بعد لکھیں اور حاجی صاحب کو شاہ عبدالعزیز صاحب سے بواسطہ سید صاحب و بلا واسطۂ سید صاحب بھی انتساب ہے اور شجرہ سہروردیہ میں خاندان شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ سے اسی قدر پہنچا ہے کہ شیخ عظیم اللہ اکبر آبادی عن ابیہ عن جدہ اور اُن کے باپ اور دادا کا نام معلوم نہیں اور تم بھی اسی طور لکھو اور شجرۂ مداریہ و قلندریہ کو شاید کہ میں نے سہواً نہیں لکھا ہے تم لکھوا گر فراغ ہو جائے بعد

نمازِ صبح یا مغرب یا عشاء علیحدہ حجرہ وغیرہ میں بیٹھیں اور تمام خیالات سے دل کو خالی کر کے اس جانب متوجہ ہوں اور تصور کریں کہ گویا اپنے شیخ کے سامنے بیٹھا ہوں اور اس حیثیت سے فیضان الٰہی اُس کے سینہ سے میرے سینہ میں آتا ہے اگر دل کو لگے ذوق وشوق پیدا ہو۔ فبہا ورنہ ذکر نفی و اثبات میں متوسط جہر سے مشغول ہوں کم وزیادہ ایک دو گھنٹہ شغل رکھیں۔ مولوی عبدالرحمٰن خلف الرشید مولوی احمد علی صاحب کو اُن کے حسب درخواست غائبانہ بیعت لے کر اپنے خاندان کے بزرگوں کے سلسلہ میں داخل کیا گیا خدا تعالیٰ قبول کرے اور فیضان سے سلسلہ کے بزرگوں کے مشرف کرے آمین، اور اُن کو بعد سلام دعائے خیر کے پیام دیں کہ مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی محمد یعقوب کو بجائے فقیر سمجھ کر اُن کی خدمت سے فیض یاب ہوں اگر مقدر میں ہے فقیر سے بھی ملاقات ہوگی۔ اُن کے برادر کے حق میں بھی دُعا کی گئی۔

اِن شاء اللہ تعالیٰ وہ صلاحیت پر آئیں گے اور ''مظاہر الحق'' کے بھیجنے کی فکر نہ کریں اس وقت چنداں حاجت نہیں ہے مگر قرآن شریف مترجم کی پانچ چھ جلدیں کہ اُس کے حاشیہ پر عبداللہ ابن عباس کی تفسیر مطبوع ہوئی ہے منشی صاحب سے کہہ کر ضرور بھیجیں ان کی قیمت جو کچھ مطبع میں ہے لکھیں کہ اس جگہ چند اشخاص بہت شائق ہیں اور اُن کی قیمت رکھتے ہیں مگر میں نے نہیں لی اور کہہ دیا ہے کہ قرآن شریف کی جلدوں کے آنے پر بھیجی جائے گی اور جو کچھ دوسرے رسالہ کی تالیف کے مقدمہ میں بطور نصائح بیان عقائد طریق مسلم بزرگان کا اشارہ کیا تھا عزیز من اس بارے میں بہت کتب ہیں مثل آداب المریدین وغیرہ دوسرے وہ کہ فقیر بے علم ہے اس اَمر میں جرأت نہیں ہوتی مگر جب مولوی محمد قاسم اس اَمر میں تحریر کریں یا آنعزیز اِن شاء اللہ موافق مرضی فقیر کے خوب ہوگا اور مولوی رشید احمد صاحب بھی شریک ہوں گے مولوی محب اللہ پانی پتی کے انتقال کا حال سابق تحریر سے معلوم ہوا ہوگا کہ مدینہ منورہ سے مراجعت کے وقت بدوؤں کے ہاتھ سے شہید ہوگئے۔ ''انا للہ و انا الیہ راجعون''

بخدمت عزیز از جان مولوی محمد قاسم صاحب مکرر آنکہ اپنی ہمشیرہ اور برخوردار ضیاء احمد کو بعد سلام و دُعائے خیر کے پیام دیں کہ اس احقر کو تمہارے اس عمل خیر سے بہت خوشی ہوئی۔ خدا تعالیٰ جزائے خیر دے اور تمام نعمائے دینی و دنیوی سے مشرف کرے اور بخدمت بھائی صاحب مکرم و معظم جناب شیخ اسد علی صاحب سلمہ بعد سلام نیاز مبارک ہو اللہ تعالیٰ آنجناب کو توفیق اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دے اُمید قوی ہے کہ یہی عمل خیر جناب کی نجات کا وسیلہ ہو جائے عجب نہیں ہے اور شکر کریں کہ خدا تعالیٰ نے تم کو ایک ولی کامل عطا فرمایا ہے کہ اُس کے انفاس کی برکت سے ایسے اعمال نیک اور اللہ رسول کی رضا مندی ظہور میں آئی ورنہ "ایں دولت سرمد ہمہ کس را نہ دہند" عزیز جانم تمہارے چار خط جن میں سے دو مؤرخہ جمادی الثانی ۱۲۸۳ھ مدینہ منورہ سے آنے کے وقت پائے اور ایک مؤرخہ ۲۱ شوال دوسرا مرقومہ ۴ ذیقعدہ پہنچا ان کے مطالعہ سے خوشی ہوئی اور ہر ایک کے جواب سے علیحدہ علیحدہ ہاتھ کے بے قابو ہونے کی وجہ سے معذور ہوں معاف رکھیں اور وصول مبلغان کی رسید حاجی بوعلی بخش صاحب سے پہنچی خاطر جمع رکھیں مولوی ذوالفقار علی صاحب بزرگوں کے سلسلہ میں داخل ہوئے مگر قلت فرصت و کم قیام اور مدینۂ منورہ وغیرہ کے سفر کی وجہ سے کچھ نہ کر سکے لہٰذا آنعزیز کے حوالہ کئے جاتے ہیں ان کے حال پر توجہ رکھیں تعلیم و تلقین سے مضائقہ نہ کریں اور جو لوگ کہ طالب حق ہیں کاذب ہوں یا صادق اُس سے انکار نہ کریں اُس میں مشغول ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی مدد سے تمہارا صدق اُن کے کذب پر غالب ہوگا اگر مقدر میں ہے ہدایت پائیں گے عزیز از جان حافظ احمد حسین کا حال لکھیں کہ اُس نے اس سال کچھ نہیں لکھا ہے معلوم ہوا کہ میری تحریر پر کہ اُس کو بطور نصائح کے لکھی گئی تھی خفا ہوا اور کوئی اپنا حال اور اہل عیال کا نہ لکھا خیر وہ جانے مجھ کو صلۂ رحمی ضروری ہے عزیزوں و قریبوں کو سلام فقط۔

مکتوب نوزدہم

عزیز القدر گرامی مرتبت سعید کونین مولوی محمد قاسم صاحب دام ذوقه و شوقه بعد سلام علیکم و رحمة اللّٰه و بر کاته و اشتیاق ملاقات واضحرائے عزیز باد از عرصه چند مکاتب عزیز نه رسید اکثر اوقات خیال با نصوب میماند امیدکه مدام تا وقت ملاقات طریقۂ مراسلات جاری دارندکه نصف ملاقات شده خواهد ماند و قرآن شریف بموجب تحریر آں صاحب واپس می رسند رسیدش برنگارند وانچه ذکر و شغلے ضروریه از فقیر رسیده میکرده باشند ان شاء اللّٰه تعالیٰ فائده خواهد شد و اگر بعد نماز صبح و یا مغرب فرصت باشد لمحه دو لمحه مراقب باشند و چناں خیال ﴿یہ وہی مضمون ہے جس کی تحقیق مکتوب بالا کے حاشیہ میں لکھی گئی ہے﴾ کنند که گویا پیش مرشد خود نشسته ام و از قلب مرشد به قلب من چیزے می آید. و انشاء اللّٰه تعالیٰ این جانب هم خیال بآں طرف خواهد کرد اگر فضل الٰهی شامل حال است فائده خواهد شد خاطر جمع دارند و بعد نماز وتر یک صد و یکبار معه ضرب شدید بر قلب یا حی یا قیوم اوّل آخر درود شریف بخوانند بخدمت شریف شاه عبدالغنی صاحب بعد سلام نیاز طلب دعائے خیر نمایند.

مکتوب اُنیسواں

عزیز القدر گرامی مرتبت سعید کونین مولوی محمد قاسم صاحب دام ذوقہ وشوقہ بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واشتیاق ملاقات واضحر اۓ عزیز ہو چند عرصہ سے عزیز کا خط نہیں پہنچا اکثر اوقات اُس طرف خیال رہتا ہے اُمید کہ ہمیشہ ملاقات کے وقت تک

خط و کتابت کا طریقہ جاری رکھیں گے کہ نصف ملاقات ہوگی۔

دو قرآن شریف آپ کی تحریر کی موجب واپس پہنچتے ہیں اس کی رسید لکھیں۔ اور جو کچھ ضروری ذکر و شغل فقیر سے پہنچا ہے کرتے رہیں اِن شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا اور اگر بعد نماز صبح یا مغرب فرصت ہو لحہ دو لحہ مراقب ہوں اور ایسا خیال کریں کہ گویا اپنے مرشد کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور مرشد کے قلب سے میرے قلب میں کوئی چیز آرہی ہے اور اِن شاء اللہ تعالیٰ اس طرف بھی اُس طرف کا خیال کریں گے اگر فضل الٰہی شامل حال ہے فائدہ ہوگا خاطر جمع رکھیں اور بعد نماز وِتر ایک سو ایک بار مع ضرب شدید قلب پر "یا حی یا قیوم" پڑھیں اور اوّل و آخر درود شریف بخدمت شریف شاہ عبدالغنی صاحب بعد سلام نیاز طلب دعائے خیر کریں۔

مکتوب بستم

حامداً و مصليا از فقير امداد الله عفی الله عنه بخدمت بابر كت مولوی محمد يعقوب صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب سلمهم الله تعالٰی بعد سلام عليكم و رحمة الله و بر كاته و اشتياق ملاقات واضحرائے شريفين باد مكاتبۂ شريف رسيد و از حال مندرجه اش آگاهی بخشيد از دريافت حال شورش ڈاكه و حمله دهاقين بسيار رنج و تفكر لا حق حال گرديده خداتعالٰی آنجارا بفضل خويش بحفاظت و امان خود دارد و بداندیشان رانا دم و پشیمان و رسوا سازد آمين يا رب العالمين مناسب كه آں صاحبان نظر بخدا تعالٰی دارند هراساں نه شوند ان شاء الله تعالٰی خير خواهد ماند مگر ختم حصن حصين ﴿ایسی تدبیر جو بحکم دعا ہے استرقاء میں داخل نہیں پس توکل عارفانہ کے خلاف نہیں۔۱۲﴾ **بيك جلسه و قرآن شريف بايد نمود و بعد استغفار كثرت يا حافظ يا حفيظ يا سلام و درود شريف بكنند "حسبنا الله لا اِله الا**

هو عليه توكلت و هو رب العرش العظيم" نيز بخوانند و همه مستورات را همیں عمل تعلیم کنند.

مکتوب بیسواں

حامداً و مصلیاً فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت با برکت مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب سلمہما اللہ تعالیٰ بعد از سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ و اشتیاق ملاقات واضح رائے شریفین ہو نامہ شریف پہنچا مندرجہ حال سے آگاہی ہوئی تمام دہقانوں کے حملہ اور ڈاکہ کی شورش معلوم کرنے سے بہت رنج و تفکر لاحق ہوا خدا وند تعالیٰ اُس جگہ کو اپنے فضل سے اپنی حفاظت و امان میں رکھے اور بد اندیشوں کو نادم و پشیمان و رُسوا کرے آمین یارب العالمین مناسب ہے کہ آپ صاحبان خدا تعالیٰ پر نظر رکھیں اور کچھ خوف زدہ نہ ہوں اِن شاء اللہ تعالیٰ خیر رہے گی۔ مگر "حصن حصین" اور قرآن شریف کا ایک جلسہ میں ختم کرنا چاہئے اور استغفار کے بعد یا حافظ یا حفیظ یا سلام اور درود شریف کی کثرت کیا کریں۔ "حسبنا الله لا اِله الا هو عليه توكلت و هو رب العرش العظيم" بھی پڑھیں۔ تمام مستورات کو بھی یہی عمل تعلیم کریں۔

مکتوب بست ویکم

از فقير عبدالكريم بخدمات بابركات مولوى رشيد احمد صاحب و مولوى محمد قاسم صاحب و مولوى محمد يعقوب صاحب و حكيم ضياء الدين صاحب و حافظ محمد يوسف صاحب وغيره جمله عزيزان سلمهم اللّٰه تعالیٰ بعد سلام عليكم و رحمة اللّٰه و بركاته. و اشتياق ملاقات واضحرائے عزيزان باد.

مکتوب اِکیسواں

فقیر عبدالکریم سے بخدمات بابرکات مولوی رشید احمد صاحب و مولوی محمد

قاسم صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب و حکیم ضیاء الدین صاحب و حافظ محمد یوسف وغیرہ جملہ عزیزاں سلمہم اللہ تعالیٰ بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ واشتیاق ملاقات واضح رائے عزیزاں ہو۔

فقیر ہر طرح سے خوش وخرم ہے اور تمام احباب کے حق میں دعاء خیر کرتا ہے خطوط متواتر ہر ایک کے پہنچے مدینہ شریف سے آ کر اُن کا مطالعہ کیا اور مسرت حاصل ہوئی جواب خطوط ہر ایک مفصل نام بنام ہمدست مولوی ذوالفقار علی دیوبندی کے پہنچے گا اس وقت بباعث جلدی کے اور نیز اس سبب سے کہ بسبب بیماری کے جو مدینہ شریف میں لاحق ہوئی تھی ہاتھ میں کسی قدر لغزش ہوگئی ہے خطوط مفصل نہ بھیج سکا اور حال مفصل اس جگہ کا زبانی مولوی محمد احسن صاحب کے معلوم ہوگا حاجت تحریر نہیں ہے مولوی عبدالحکیم ساکن میرٹھ نے لکھا ہے کہ رسالہ ''ضیاء القلوب'' اب تک میرے پاس نہیں پہنچا کہ چھاپا جاتا اس لئے لکھا جاتا ہے کہ اگر رسالہ مذکور کا چھپوانا منظور ہے تو پاس مولوی عبدالحکیم کے بھجوا دیجئے وہ اپنے صرف سے چھپوائیں گے اور تمہارے پاس بھیج دیں گے مولوی محمد قاسم صاحب سے دریافت فرما دیں کہ آپ کا میرٹھ میں جانا ہو تو بہتر ہے کہ رسالہ مذکور تمہارے اہتمام سے چھپے مولوی محمد یعقوب صاحب معلوم کریں آپ نے لکھا ہے کہ شجرہ سہروردیہ میں بعد نام شاہ عبدالعزیز دہلوی کے نام حاجی عبدالرحیم صاحب کا تحریر ہوا معلوم نہیں کہ حاجی صاحب کو بلا واسطہ شاہ عبدالعزیز صاحب سے انتساب ہے یا بواسطہ سید صاحب کے سوا اس مقدمہ میں ہم کو یہی پہنچا ہے کہ حاجی صاحب کو شاہ صاحب سے بواسطہ اور بلا واسطہ سید صاحب کے انتساب ہے اس واسطے میں نے دونوں طرح سے لکھنا مناسب نہیں جانا بسبب طول کے اب تم کو اختیار ہے جس طرح چاہو تحریر کرو اور حضرت مرشدم میانجی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلا واسطہ حاجی صاحب کے سید صاحب سے انتساب ہے حاجی صاحب کا لکھنا بیچ میں ضرور نہیں ہے اور شجرہ سہروردیہ میں جو خاندان مولانا شاہ عبدالعزیز سے لکھا ہے

مجھ کو شیخ عظمت اللہ اکبر آبادی عن ابیہ عن جدہ اسی قدر معلوم ہوا ہے نام باپ اور دادا کا معلوم نہیں اور جو شجرہ بزرگوں اُمروہی سے ہم کو دریافت ہوا یعنی بعد شیخ عبدالہادی کے جو نام شاہ عزالدین کا لکھا ہے صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ بجائے نام شاہ نصیرالدین نام شاہ عضدالدین صحیح ہے اور بجائے محمد مکی کے نام محمد حامد بھی غالباً صحیح ہے کیونکہ ہم کو بھی ان ناموں میں شک تھا جو تم کو امروہہ سے صحیح معلوم ہوا ہے وہی صحیح ہے اس طرح سے ان ناموں سے شجرہ کو مرتب کر دینا باقی جوابات تمہارے خطوط کے اِن شاء اللہ تعالیٰ متعاقب پہنچیں گے مکرر یہ کہ اگر رسالہ مذکور کو چھاپنے میں مولوی عبدالحکیم تامل کریں تو مولوی محمد احسن صاحب اُس کا چھاپنا چاہتے ہیں اُن کو رسالہ دے دو مگر رسالہ کی سو جلدوں سے کم نہ چھپیں اور غالباً سو روپیہ میں تیار ہو جاویں تم اُس کے صرف کا فکر نہ کرنا مولوی محمد احسن سے ذکر اس کا آ گیا ہے فقط۔

مکتوب بست دوم

عزیز القدر سعید کونین مقبول دارین مولوی محمد قاسم صاحب دام شوقہ و ذوقہ از فقیر حقیر اسیر نفس شریر امداد اللہ عفا اللہ عنہ شعر

سلامٌ علیکم چو در خاطری　　گر از چشم دوری بدل حاضری

شکر تعالیٰ کہ حال پر ملال بحال مکاتب سعید رسید فرحت بخشید۔ شعر

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست　　بر کریماں کارہا دشوار نیست

خاطر جمع دارید و از حضرت اکرم الاکرمین نا اُمید مشوید و انچہ کہ ذکر و شغل از پیران عظام رسیدہ حتی المقدور کردہ باشید و ایں مضمون بخیال دارید۔ شعر

ندارم ہیچگونہ توشۂ راہ　　بجز لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

اِن شاء اللہ تعالیٰ فائدہ شدہ خواہد ماند خاطر جمع دارند (۳۲) نسخہ جہاد اکبر رسیدہ خاطر جمع دارند بخدمت مولوی حافظ احمد علی صاحب سلمہ بعد سلام نیاز عرض آنکہ اگر

مناسب ﴿اس قید میں مشورہ میں گرانی سے بچانا ہے جیسا مکتوب بالا سے ابھی معلوم ہوا۔۱۲﴾ دانند مجموعه دعائے مغنی وغیره طبع کنانیده دهند چراکه اکثر مرد مان ایں دیار شائق هستند یقین که بخوبی هدیه خواهد شد بخدمت شریف مولانا شاه عبدالغنی صاحب بعد اشتیاق سلام علیک گفته دهند که دعائے خیر طلب نمایند.

مکتوب بائیسواں

عزیز القدر سعید کونین مقبول دارین مولوی محمد قاسم صاحب دام شوقہ و ذوقہ از فقیر حقیر اسیر نفس شریر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے معلوم ہو شعر۔

سلامٌ علیکم چو در خاطری گر از چشم دوری بدل حاضری

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرا حال پر ملال بدستور ہے تمہاری مکاتبت سعید پہنچی فرحت بخشی۔ شعر۔

تو مگو مارابداں شہ بارنیست برکریماں کارہا دشوار نیست

خاطر جمع رکھو اور حضرت اکرم الاکرمین سے نا اُمید مت ہو اور جو کچھ ذکر و شغل پیران عظام سے پہنچا ہے حتی المقدور کرتے رہو اور یہ مضمون خیال میں رکھو۔ شعر۔

ندارم ہیچگونہ توشۂ راہ بجز لا تقنطوا من رحمة الله

اِن شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہو کر رہے گا خاطر جمع رکھیں۔ ۳۲ نسخہ جہاد اکبر کے پہنچے خاطر جمع رکھیں بخدمت حافظ مولوی احمد علی صاحب سلمہ بعد سلام نیاز عرض ہے اگر مناسب جانیں مجھے دعائے مغنی وغیرہ طبع کرا کر دیں اس لئے کہ اکثر مردمان اس دیار کے اس کے شائق ہیں یقین ہے کہ بخوبی ہدیہ ہوگا بخدمت شریف شاہ عبدالغنی صاحب بعد اشتیاق سلام علیک کہہ کر پیام دیں کہ دُعائے خیر کریں۔

❁❁❁

مکتوب بست سویم

از فقیر عبدالکریم عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت برادرم مولوی رشید احمد صاحب دام عرفانکم۔ شعر

اے غائب از نظر کہ شدی ہمنشین دل میگریمت سلام و دعا میفریسمت

مشهود ضمیر منیر باد مکتوب شوق اسلوب سامی رسیده اشتیاق ایں جانب را دوبالا گردانید و از حال مندرجه آں آگاهی بخشید و نیز شطرنجی و کتاب تفسیر ارواح ثلاثه حافظ الٰهی بخش ﴿خیال ہوتا ہے کہ پنجابی سوداگروں میں سے تھے جامع مسجد کے نیچے دکان تھی ۔۱۲۔ سعید الدین﴾ سهارنپوری رسانید حواله حافظ عبدالله کرده شد و انچه که بحافظ مذکور نوشته بودند باو گفته شد جوابش از تحریر او واضح خواهد شد دریں ولا بموجب درخواست و التماس آں عزیزان اذکار و اشغال خاندان چشتیه و قادریه انچه از بزرگان خود رسیده بود باشارهٔ ﴿مصلحت دینیہ سے ایسے اَسرار کا اظہار محمود ہے یہاں مصلحت دینیہ زیادت رغبت ووثوق ہے۔۱۲﴾ غیبی جمع نموده و مرتب ساخته و نامش "ضیاء القلوب" نهاده بدست حاجی اسمٰعیل صاحب سهارنپوری روانهٔ خدمات نموده ام خواهد رسید از رسیدش زود اطلاع دهند و آنرا از اوّل تا آخر بغور ملاحظه نموده انچه کم زیاده کردن منظور باشد و یا الفاظ و عبارات غیر محاوره باشد درست نموده بکاربرند و نیز حسب ارشاد حافظ محمد ضامن رحمة اللّٰه علیه مثنوی تحفة العشاق نظم کرده نیز بدست حاجی موصوف میرسد حواله میاں حکیم محمد ضیاء الدین صاحب کرده دهند که خلیفه حضرت موصوف اند و از مولوی رحمة اللّٰه صاحب سلام شوق قبول باد و نیز از عبداللّٰه.

مکتوب تیسواں

فقیر عبدالکریم عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت برادر مولوی رشید احمد صاحب دام عرفانکم

اے غائب از نظر کہ شدی ہمنشین دل میگریمت سلام و دعا میفر یسمت

مشہود ضمیر منیر ہو مکتوب شوق اُسلوب گرامی پہنچا اور اس جانب کے اشتیاق کو دوبالا کیا اور اُس کے مندرجہ حال سے آگاہی بخشی اور نیز شطرنجی اور کتاب تفسیر اَرواحِ ثلاثہ حافظ الٰہی بخش سہارنپوری پہنچی جو حافظ عبداللہ صاحب کے حوالہ کی گئی اور جو کچھ کہ حافظ مذکور کو لکھا گیا تھا اُس کو کہا گیا جس کا جواب اُس کی تحریر سے واضح ہوگا اس اثناء میں بموجب درخواست والتماس آں عزیزان اذکار واشغال چشتیہ وقادریہ کے خاندان کے جو کچھ کہ بزرگوں سے پہنچے تھے اشارۂ غیبی سے جمع ومرتب کر کے اور نام اس کا ''ضیاء القلوب'' رکھ کر حاجی اسمٰعیل صاحب سہارنپوری کے ہاتھ خدمت میں روانہ کیا ہے پہنچے گا اس کی رسید سے جلد اطلاع دیں اور اس کو اوّل سے آخر تک بغور ملاحظہ کر کے جو کچھ کم وزیادہ کرنا منظور ہو یا الفاظ وعبارات غیر محاورہ ہو درست کر کے کام میں لائیں اور نیز حسب ارشاد حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مثنوی ''تحفۃ العشاق'' بھی نظم کر کے حاجی موصوف کے ہاتھ پہنچتی ہے جس کو میاں حکیم محمد ضیاء الدین صاحب کے حوالہ کریں کہ خلیفہ حضرت موصوف کے ہیں اور مولوی رحمت اللہ صاحب سے سلام شوق قبول ہو اور نیز عبداللہ سے۔

مکتوب بست چہارم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت جامع علوم ظاہری و باطنی برادرم مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالٰی بعد سلام مسنون و اشتیاق ملاقات واضح رائے شریف باد مکاتیب

سامی پے در پے رسیدند از حال مندرجه اش آگاهی بخشید از دریافت خیریت عزیزان خوشنود گردیدم رسید پنج عدد اشرفی مرسله حافظ محمد علی تا هنوز نرسیده حافظ مذکور مشوش است میگوید که اگر از دست مولوی رشید احمد صاحب نزد پدرم رسیدے تسلی ام بود لهذا بایدکه از دست قادر بخش سهارنپوری گرفته ورسید مهری معه دو گواهان از پدرش گرفته ارسال نمایند و یقین است که مبلغان محمدی ﴿ایک تھانہ بھون کی بی بی تھیں ۔۱۲۔سعید الدین﴾بخانه اورسیده باشند دریں ولا درینجا کثرت و باوبیماری بسیار هر روز صدها مرد مان می میرند و هر یک خوفان و هراسان است حال مفصل ایں جا زبانی حامل رقعه منشی سید محمد یٰسین صاحب ساکن بوڑیه معلوم خواهد شد. منشی صاحب موصوف هم داخل سلسله شدندمگر بسبب بیماری و عدم فرصتی هیچ استفاده ازیں جانه برد رشته اند بخدمت آں والا اقدر حاضر خواهند شدامیدکه برحال شاں توجه فرموده حسب استعداد و همت شان اشغال و دو از ده تسبیح وغیره تسلیم فرموده دهندودر حلقه خود شریک سازندآں برادر رابعلم خود بعالی مرتبه می یا بم خدا تعالیٰ مبارک کناد و ترقی دهاد ترصدکه ایں مدبر را هم از دعائے خیر یاد دارند.که آنعزیز را وسیلۂ نجات خود میدانم و مولوی محمد قاسم را فهمائش نمایند که از بیعت گرفتن و تعلیم نمودن طریقۂ سلسله مشائخ هرگز انکار نه کنند احقر را امیداست که از اوشاں بسیار فیض خواهد شد نسبت﴿کتنا بڑا شبہ حل فرمایا ہے۔۱۲﴾شاں براوشاں مکشوف نشده بر طالبان اوشاں ظاهر خواهد شد مثل آنکه هر

شخص چهره خودرا دیدن نتواند هرگاه که آئینه پیش آید همان وقت چهرۂ خود رامی بیند از ترقی عزیز جان محمد یوسف سجدات شکر بجا آورده شد خدا تعالی روز بروز ترقی دهد آمین.

مکتوب چوبیسواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت جامع علوم ظاہری و باطنی برادرم مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون و اشتیاق ملاقات واضح ائے شریف ہو کہ نامہ ہائے گرامی پے در پے پہنچے اور اس کے مندرجہ حال سے آگاہی بخشی عزیزوں کی خیریت معلوم ہونے سے خوشنود ہوا پانچ عدد اشرفی کی رسید مرسلہ حافظ محمد علی اب تک نہیں پہنچی حافظ مذکور پریشان ہے کہتا ہے کہ اگر ہاتھ سے مولوی رشید احمد صاحب کے میرے باپ کے پاس پہنچتیں میری تسلی ہوتی لہٰذا چاہئے کہ قادر بخش سہارنپوری کے ہاتھ سے لے کر اور رسید مہری و دو گواہوں کے ساتھ اُس کے باپ سے لے کر روانہ کریں یقین ہے کہ مبلغان محمدی اس کے گھر پہنچے ہوں گے ان ایام میں یہاں وباء و بیماری کی کثرت بہت ہے ہر روز سینکڑوں آدمی مرتے ہیں ہر ایک خوفزدہ و ہراساں ہے یہاں کا مفصل حال حامل رقعہ منشی سید محمد یٰسین صاحب ساکن بوڑیہ کی زبانی معلوم ہوگا منشی صاحب موصوف داخل سلسلہ ہوئے مگر بسبب بیماری اور فرصت نہ ہونے سے کوئی فائدہ یہاں سے نہ اُٹھایا بخدمت والا قدر حاضر ہوں گے امید کہ ان کے حال پر توجہ فرما کر موافق ان کی استعداد ہمت کے اشغال و دوازدہ تسبیح وغیرہ تعلیم فرمائیں اور حلقہ میں اپنے شریک کریں میں آں برادر کو اپنے علم میں عالی مرتبہ پاتا ہوں خداوند تعالیٰ مبارک کرے اور ترقی دے اُمید کہ اس بدنصیب کو بھی دعائے خیر سے یاد رکھیں کہ آنعزیز کو اپنی نجات کا وسیلہ جانتا ہوں مولوی محمد قاسم کو فہمائش کریں کہ بیعت لینے اور تعلیم کرنے سے سلسلۂ مشائخ کے طریقہ سے ہرگز انکار نہ کریں احقر کو اُمید ہے کہ اُن سے بہت فیض ہوگا اُن کی نسبت ان پر مکشوف نہیں ہوئی

ہے اُن کے طالبین پر ظاہر ہوگی جیسا کہ کوئی شخص اپنے چہرہ کو نہیں دیکھ سکتا ہے جس وقت کہ آئینہ سامنے آتا ہے اُس وقت اپنے چہرہ کو دیکھتا ہے ترقی سے عزیز از جان محمد یوسف کی سجدات شکر بجالائے گئے خدا تعالیٰ روز بروز ترقی دے۔ آمین۔

مکتوب بست پنجم

بخدمت بابرکت عالم علوم ظاهری و باطنی برگزیده درگاه احد مولوی رشید احمد صاحب دام برکاتهٗ و عرفانه بعد سلام سنت الاسلام و اشتیاق ملاقات بیغایات واضحرائیے شریف باد الحمد للّٰه که حالم بحال و صحاح مزاج و ترقی درجات آں یگانه وقت از حضرت الٰهی میخواهم سابق ازیں جوابات خطوط همراه منشی سید محمد یٰسین صاحب ساکن بوڑیه روانه کرده ام رسیده باشد و حال ایں جا ازوواضح بوده باشد حالا خبر تازه نیست که بتحریر آید حال گرانی ایں جا بدستور است و دریں سال در ایام حج و با بسیار گردیده که هزارها مردمان فوت شدند هر چند که طبع ﴿باوجود اس اشتیاق کے فرمائش نہ کرنا وہی رعایت ہے جس کا ذکر اُوپر کے دو مکتوب میں ہے۔۱۲﴾ احقر برائیے دیدن دیدار برکت آثار آں مقبول درگاه پروردگار معه جماعت خود بسیار می خواهد مگر مجبورم که اختیار بدستم نیست اگر در مقدر است ملاقات باحسن الوجوه خواهد شد اللّٰه تعالیٰ آں برگزیده را معه جماعت خود بذوق و شوق و رضا مندی خود اتباع شرع شریف دارد آمین بسبب عدم فرصتی که هجوم جوابات خطوط بسیار است حال مفصل نوشتم نتوانم از زبانی الٰهی بخش و دیگر حجاج معلوم خواهد شد از عسرت احمد حسین رنج است خدا تعالیٰ رحم کند قیام او در تهانه خوش نمیدانم خیر اختیار اوست.

مکتوب پچیسواں

بخدمت بابرکت عالم علوم ظاہری و باطنی برگزیدہ درگاہ احد مولوی رشید احمد صاحب دام برکاتہ وعرفانہ بعد سلام سنت الاسلام و اشتیاق ملاقات بیغایات واضحر ائے شریف ہوالحمد للہ میرا حال بدستور ہے اور صحت مزاج اور ترقی درجات آپ یگانہ وقت کی حضرت الٰہی سے چاہتا ہوں اس سے پہلے خطوط کے جوابات منشی سید محمد یٰسین صاحب ساکن بوڑیہ کے ہمراہ میں نے روانہ کئے ہیں پہنچے ہوں گے اور یہاں کا حال اُس سے واضح ہوگا اب کوئی خبر تازہ نہیں ہے کہ تحریر میں آئے یہاں کی گرانی کا حال بدستور ہے اس سال زمانہ حج میں وباء بہت ہوئی کہ ہزاروں آدمی مر گئے ہر چند کہ احقر کی طبیعت دیدار برکت آثار مقبول درگاہ پروردگار مع اپنی جماعت کے دیکھنے کو بہت چاہتی ہے مگر مجبور ہوں کہ اختیار میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اگر مقدر میں ہے ملاقات باحسن وجوہ ہوگی اللہ تعالیٰ آپ برگزیدہ کو مع اپنی جماعت کے ذوق و شوق واپنی رضامندی اور اتباع شرع شریف میں رکھے آمین بسبب فرصت نہ ہونے کے کہ خطوط کے جوابات کا ہجوم بہت ہے مفصل حال نہیں لکھ سکتا ہوں الٰہی بخش اور دوسرے حاجیوں کی زبانی معلوم ہوگا احمد حسین کی تنگدستی سے رنج ہے خداوند تعالیٰ رحم کرے اُس کا تھانہ میں قیام مناسب نہیں سمجھتا ہوں خیر اُس کو اختیار ہے۔

مکتوب بست ششم

عزیز جانم محمد وحید الدین دام ذوقه و شوقه بعد هدیه سلام سنت الاسلام و اشتیاق دیده بوسی واضحرائے عزیز باد مکاتبۂ عزیز رسید خوشنود ساخت و از حال مندرجه مطلع نمود اللّٰه تعالیٰ آں عزیز را بایں نیک عمل روز بروز توفیق زیاده د هادآمین اے عزیز دنیا روز چند است آخر کار با خدا وند است چناں عمل باید نمود

که آخر کار با پروردگار سرخروئی حاصل آید و چنان نباید نمود که پشیمانی رونماید لهٰذا مناسب است که اشغالیکه از احقر رسیده باشنه کرده باشذو زیاده اگر توفیق رفیق باشد از مولوی رشید احمد صاحب طلب نمایند اوشان مناسب حال تعلیم خواهند نمود و اوشان را بجائے فقیر تصور باید نمود و منزل قرآن شریف و کثرت درود شریف و مطالعه کتب اخلاق مثل پند نامه حضرت فرید الدین عطار و منهاج العابدین و آداب الصالحین وغیره کرده باشند و مسائل ضروری ﴿اس میں اصلاح ہے غلاۃ صوفیہ کی جو شریعت کو غیر ضروری کہتے ہیں۔ ۱۲﴾فقه و عقائد ضرور بخوانند مثل مالا بد یا ترجمه فارسی کنز و یا مجموعه سلطانی و تکمیل الایمان یا عقائد عظیم وغیره که در علم عقائد اند ضرور خواندکه ایں ها از لوازم دینداری ست از صحبت بد پرهیز نمایندو صحبت نیک را غنیمت شمار ند. بیت ؎

صحبت صالح ترا صالح کند　　　صحبت طالح تر اطالح کند

و اکثر اوقات در خلمت برادر خود حکیم صاحب ﴿حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری مراد ہیں والد صاحب اور حکیم صاحب ماموں پھوپھی زاد بھائی تھے ۔۱۲۔ سعید الدین﴾باشند و دیگر عزیزان مضمون واحداست و ازیاد الٰهی غافل نباشند و حیات مستعار رابکار خیر سپارند۔

دمبدم دم راغنیمت داں و ہمدم شو بدم　　　واقف دم باش دم را دمبدم بے جا مدم

و عزیز القدر حکیم محمد ضیاء الدین را بجائے جناب حافظ صاحب ﴿جناب حافظ محمد ضامن صاحب تھانوی شہید مراد ہیں۔۱۲۔ سعید الدین﴾مرحوم مغفور قدس سره دانند و ازاوشان استفاده نموده باشند و بمحبتش غنیمت شمارند اطلاعاً بقلم آمده مکرر آنکه اگر تهجد میخوانند

مناسب ترکیب دو ازده تسبیح که بعد نماز تهجد می شود و طریقهٔ خاص مشائخ بابانست ازبرادر خود حکیم ضیاء الدین بپرسند و نیز ترکیب پاس انفاس استفسار نمایند و اگر مناسب باشد صبح شام دعا حزب البحر یک بار وردسازند و نونه نام هم یادکنند پانصد بار اللّٰہ الصمد مدام باید خواند و از مولوی موصوف گاه گاه ملاقات کرده باشند و از صحبت شاں فیض میگرفته باشند زیاده والسلام.

مکتوب چھبیسواں

عزیز جان محمد وحید الدین دام ذوقہ وشوقہ بعد ہدیہ سلام سنت الاسلام واشتیاق دیدہ بوسی وضحراۓ عزیز ہو کہ عزیز کا خط پہنچا خوشنود کیا اور مندرجہ حال سے مطلع کیا اللہ تعالیٰ آنعزیز کو اس نیک عمل سے روز بروز توفیق زیادہ دے آمین۔ اے عزیز دنیا چند روزہ ہے آخر کار اللہ سے تعلق ہوگا ایسا عمل کرنا چاہئے کہ آخر کار پروردگار سے سرخروئی حاصل ہو اور ایسا نہ چاہئے کہ پشیمانی ظاہر ہو لہٰذا مناسب ہے کہ جو اشغال احقر سے پہنچے ہیں کرتے رہیں اور زیادہ اگر توفیق رفیق ہو مولوی رشید احمد صاحب سے طلب کریں وہ مناسب حال تعلیم کریں گے اور اُن کو بجائے فقیر کے تصور کرنا چاہئے اور قرآن شریف کی منزل اور درود شریف کی کثرت اور کتب اخلاق کا مطالعہ جیسا کہ پندنامہ حضرت فریدالدین عطار ومنہاج العابدین اور آداب الصالحین وغیرہ کرتے رہیں اور فقہ وعقائد کے ضروری مسائل پڑھیں جیسا کہ مالا بدمنہ یا کنز کا ترجمۂ فارسی یا مجموعہ سلطانی اور تکمیل الایمان یا عقائد عظیم وغیرہ کہ علم عقائد میں ہیں ضرور پڑھیں کہ یہ لوازم دینداری سے ہے اور بدصحبت سے پرہیز کریں۔ صحبت نیک کو غنیمت شمار کریں۔ بیت مولانا روم رحمہ اللہ

صحبت صالح ترا صالح کند　　صحبت طالح تر اطالح کند

اور اکثر اوقات خدمت میں اپنے برادر حکیم صاحب کی رہیں اور دیگر عزیزوں کو

مضمون واحد ہے اور یادِ الٰہی سے غافل نہ ہوں اور حیات مستعار کو کارِ خیر میں سپرد کریں۔

دمبدم دم را غنیمت داں وہمدم شو بدم واقف دم باش دم را دمبدم بے جا مدم

اور عزیز القدر حکیم محمد ضیاء الدین کو بجائے حافظ صاحب مرحوم و مغمور قدس سرہ جانیں اُن سے استفادہ کرتے رہیں اُن کی صحبت کو غنیمت شمار کریں اطلاعاً حوالۂ قلم کیا مکرر آنکہ اگر تہجد پڑھیں تو ترکیب دوازدہ تسبیح کہ بعد نمازِ تہجد کے ہوتی ہے مناسب ہے اور طریقہ خاص ہمارے مشائخ کا ہے اور اپنے برادر حکیم ضیاء الدین صاحب سے پوچھیں پاس انفاس کی ترکیب بھی دریافت کریں اور اگر مناسب ہو صبح و شام دُعائے حزب البحر ایک ایک بار ورد کریں اور نو دو نہ نام بھی یاد کریں اور پانچ سو بار ''اللہ الصمد'' ہمیشہ پڑھتے رہیں اور مولوی صاحب سے کبھی کبھی ملاقات کرتے رہیں اُن کی صحبت سے فیض لیتے رہیں۔ زیادہ والسلام۔

مکتوب بست ہفتم

از فقیر رو سیاہ امداد اللہ عفی عنہ بخدمت بابرکت عزیزم حکیم محمد ضیاء الدین صاحب دام اللہ شوقہ و ذوقہ عرفانہ بعد سلام مسنون و اشتیاق ملاقات مشہود رائے عزیز باد مکتوب درد اُسلوب رسیدہ خوشنود ساخت عرصہ سہ ماہ بودہ باشد کہ از تقدیر الٰہی عقد نکاح بندہ باوجود چندیں انکار بوقوع آمدہ خدا تعالیٰ انجام بخیر کند البتہ حالا چیزے آرام خوردنوش گردیدہ اطلاعاً بقلم آمدہ از انتقال ﴿یہ میرے دادا صاحب کی بھتیجی تھیں۔ ۱۲۔ سعید الدین﴾ بی بی کلثوم رنج گردیدہ خدا تعالیٰ بہ بخشد از طرف او طواف ﴿بڑوں کو چھوٹوں کا حق ادا کرنا خصوصاً بعد موت کے یہ معمولی بات نہیں ہے۔ ۱۲۔﴾ و دعا کردہ شد و میکنم و نیز از انتقال حافظ محمد حسین صاحب و صبیۂ ﴿مولوی شیخ احمد صاحب رامپوری کے والد صاحب مراد ہیں اُنہوں نے ایک نکاح

کاندھلہ کیا تھا اُن سے بھی اولاد تھی۔۱۲۔سعید الدین۔﴾عزیزم یوسف و میاں شیخ محمد ﴿حافظ محمد حسین صاحب مذکور کے بھائی اور قاضی عبدالباری صاحب رامپوری مرحوم کے والد تھے۔۱۲۔سعید الدین﴾برادر حافظ صاحب مذکور مرحوم رنج گردیده الله تعالیٰ مغفرت کند رساله در حال حافظ صاحب رحمة الله علیه نیز رسید از مطالعه اش بسیار حظ برداشتم او تعالیٰ مقبول فرماید و رساله دیگر نرسید بفریسند که مشتاق آنم و برائے احقر دعائے خیر کنند از دریافت حال حافظ محمد یوسف بسیار تاسف گردیده خیر انچه مقدر بود شد اللّٰه تعالیٰ اورا سلامت دارد و از جمیع حوادث زمانه محفوظ داشته بذوق شوق خود آرد و تنگدستی را دور سازد آمین و بخدمت بابرکت مولوی رشید احمد صاحب بعد سلام شوق عرض آنکه سابق ازیں خط اسمی شما مع احوال اینجا بدست حاجی زماں شاه﴿غالباً بوڑیہ کے کوئی بزرگ ہیں۔۱۲۔سعید الدین﴾که از اقربایان منشی محمد یٰسین صاحب بودند روانه کرده ام رسیده باشد برگفت و شنود معاندان و حاسدان خیال نکنند و بکار خود مشغول مانند بعونه تعالیٰ خود نادم و پشیمان خواهند شدو اگر بسبب امر معلومه زیاده تکلیف دهند آنرا گذاشته کناره گیرند و بدل جمعی ذکر و شغل و درس و تدریس شاغل باشند. ابیات

آنکه جاں در روئے او خندد چو قند — از ترشروئی خلقش چه گزند
آنکه جاں بوسه دہد برروئے او — کے خورد غم از فلک و از چشم او
درشب مہتاب مه را برسماک — ازسگان وعو عوایشاں چه باک
سگ وظیفه خود بجامی آورد — مه وظیفه خود برخ می گسترد

کار خود رامی گذاردہر کسے آب نگذارد صفا بہر خسے

زیادہ ازیں چہ نوشتہ آید آنعزیز خود عالم و فاضل اند. فقط.

مکتوب ستائیسواں

فقیر روسیاہ امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت با برکت عزیزم حکیم محمد ضیاء الدین صاحب دام اللہ شوقہ وذوقہ وعرفانہ بعد سلام مسنون واشتیاق ملاقات مشہود رائے عزیز ہو کہ مکتوب دردأسلوب پہنچا۔خوشنود کیا عرصہ تین ماہ کا ہوتا ہے کہ تقدیر الٰہی سے عقد نکاح بندہ کا باوجود ہر چند انکار کے وقوع میں آیا خداوند تعالیٰ انجام بخیر کرے البتہ کچھ آرام خورد نوش کا ہو گیا ہے اطلاعاً تحریر میں آیا انتقال سے بی کلثوم کے رنج ہوا خداوند تعالیٰ بخشے طرف سے اُن کی طواف ودُعا کی گئی اور کرتا ہوں اور نیز انتقال سے حافظ محمد حسین صاحب اور لڑکی عزیزم محمد یوسف ومیاں شیخ محمد برادر حافظ صاحب مذکور مرحوم کے رنج ہوا اللہ تعالیٰ مغفرت کرے رسالہ حال میں حافظ صاحب رحمہ اللہ بھی پہنچا اس کے مطالعہ سے بہت لطف اُٹھایا اللہ تعالیٰ اُس کو مقبول کرے دوسرا رسالہ نہیں پہنچا بھیجیں اُس کا میں مشتاق ہوں اور احقر کیلئے دُعائے خیر کریں اور دریافت سے حال عزیزم محمد یوسف کے بہت افسوس ہوا خیر جو کچھ مقدر تھا ہوا اللہ تعالیٰ اُس کو سلامت رکھے اور تمام حوادث زمانہ سے محفوظ رکھ کر اپنے ذوق وشوق میں رکھے اور تنگدستی دُور کرے۔آمین اور بخدمت با برکت مولوی رشید احمد صاحب بعد سلام شوق عرض ہے کہ اس سے پہلے ایک خط تمہارے نام کا یہاں کے احوال کے ساتھ حاجی زماں شاہ کے ہاتھ کہ اقربا یان منشی محمد یٰسین صاحب سے تھے روانہ کیا ہے پہنچا ہوگا گفت وشنید معاندین حاسدین کا خیال نہ کریں اور اپنے کام میں مشغول رہیں اللہ تعالیٰ کی مدد سے خود نادم و پشیمان ہوں گے اور اگر بسبب امر معلومہ کے زیادہ تکلیف دیں اس کو چھوڑ کر کنارہ کریں اور دل جمعی سے ذکر وشغل درس وتدریس میں مشغول ہوں۔ابیات۔

آنکہ جاں در روئے او خندد چو قند | از ترشروئی خلقش چہ گزند
آنکہ جاں بوسہ دہد برروئے او | کے خورد غم از فلک و از چشم او
درشب مہتاب مہ را برسماک | ازسگان وعوعو ایشاں چہ باک
سگ وظیفہ خود بجای آورد | مہ وظیفہ خود برخ می گسترد
کار خود رامی گذارد ہر کسے | آب نگذارد صفا بہر خسے

زیادہ اس سے کیا لکھا جائے آں عزیز خود عالم وفاضل ہیں۔

مکتوب بست ہشتم

بنام مولوی رشید احمد صاحب گنگوھی و مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی و حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری و مولوی ابو النصر و حافظ محمد یوسف صاحب تھانوی سلمھم اللّٰہ تعالیٰ از فقیر امداد اللّٰہ عفی اللّٰہ عنہ بعد السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ واضح آنکہ سابق ازیں بنام ہر یک خط جداگانہ معہ کتاب "ضیاء القلوب فی لقاء المحبوب" و مثنوی "تحفۃ العشاق" نو تصنیف کہ ھم برائے آں عزیزاں نوشتہ ام ھمراہ حاجی محمد اسمٰعیل سھارنپوری بخدمات آں صاحبان روانہ کردہ ام یقین کہ رسیدہ باشد از رسیدش جلد اطلاع بخشند کہ احقر بسیار جھد و کوشش نمودہ جمع کردہ است چناں نہ شود کہ ضائع شود و در آنجا نرسد و نیز مجموعہ ارشادالطالبین وغیرہ کہ فارغ بود ھمدست حافظ الٰھی بخش دھلوی و کریم بخش سھارنپوری کہ حامل رقعہ اند فرستادہ آمد از رسید ایں ھم مطلع نمایند درینولا درینجا ارزانی است ارادہ احقر بطرف مدینہ منورہ است لیکن دریں ایام در راہ بسیار فتور است دیدہ باید کہ تابکے اتفاق رفتن افتداز تحریر حافظ

احمد حسین معلوم شدکه حافظ مذکور اِراده سوئے حیدر آباد دکن دارند ایں فقیر هر گز راضی نیست باید که اورا منع کنند. ﴿اپنے خواص کیلئے غیر مؤکدکو مؤکد فرمانا عین تربیت وشفقت ہے۔۱۲۔﴾ که ازیں قصد باز آید میخواهم که در فقر و فاقه که عزت مایانست صابر و شاکر بوده در طلب الٰهی مستعد شود او خدارا گذاشته طرف دنیامی رود اگر خدا را طلبیدے دنیا خود بپائے او آمدے و افتادے دیگر خبرے تازه نیست که بتحریر آید خبر ایں جا زبانی حاملان خط هذا معلوم خواهد شد فقط.

مکتوب اٹھائیسواں

بنام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ومولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی وحکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری ومولوی ابوالنصر وحافظ محمد یوسف صاحب تھانوی سلمہم اللہ تعالیٰ۔ فقیر امداداللہ عفااللہ عنہ سے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے واضح ہو کہ اس سے پہلے ہرایک کے نام ایک خط جداگانہ کتاب ضیاءالقلوب ومثنوی ''تحفۃ العشاق نو تصنیف کہ وہ بھی آنعزیزوں کے لئے میں نے لکھی ہے حاجی محمد اسمٰعیل صاحب سہارنپوری کے ہمراہ خدمت میں آپ صاحبوں کی روانہ کی ہے یقین ہے کہ پہنچی ہوگی رسید سے اُس کی جلد اطلاع بخشیں کہ احقر نے بہت جدوجہد کر کے جمع کیا ہے ایسا نہ ہو کہ ضائع ہوجائے اوروہاں نہ پہنچے اور نیز مجموعہ ارشادالطالبین وغیرہ کہ فارغ تھا حافظ الٰہی بخش دہلوی وکریم بخش سہارنپوری کے ہاتھ کہ حامل رقعہ میں بھیجا ہے اُس کی رسید سے بھی مطلع کریں ان ایام میں یہاں ارزانی ہے احقر کا اِرادہ مدینہ منورہ کی طرف ہے لیکن ان ایام میں راستہ میں بہت فتور ہے دیکھنا چاہئے کہ کب تک جانے کا اتفاق ہو حافظ احمد حسین کی تحریر سے معلوم ہوا کہ حافظ مذکور حیدرآباد دکن کا اِرادہ رکھتے ہیں۔ یہ فقیر ہرگز راضی نہیں ہے چاہئے کہ اُس کو منع کریں۔ کہ اس قصد سے باز آئے میں چاہتا ہوں کہ فقر وفاقہ میں کہ ہماری عزت ہے صابر وشاکر ہو کر طلب الٰہی میں مستعد

ہو جائے اور وہ اللہ کو چھوڑ کر دنیا کی طرف جاتا ہے اور اگر خدا کو طلب کرتا دنیا خود اُس کے پیروں پر گرتی پڑتی آتی دوسری خبر تازہ نہیں ہے کہ تحریر میں آئے آپ کے یہاں کی خبر زبانی حاملانِ خط کے معلوم ہوگی۔

مکتوب بست نہم

از احقر امداد اللّٰہ عفی اللّٰہ عنہ بخدمت بابرکت عزیز دلم مولوی رشید احمد صاحب دام عرفانہ باللّٰہ بیت ؎

اے غائب از نظر کہ شدی ہمنشین دل ۔۔۔ میگویمت ثنا و دعا میفرستم

سلام مسنون مطالعہ فرمایند دو خط فرحت نمط یکے مرقومہ ۱۳/ ربیع الاوّل دویمی ۲۳/ جمادی الثانی ۱۲۸۳ھ ھجری رسیدند فرحتھا رو نمود. شعر ؎

ہماں راحت کہ از دیدار باشد ۔۔۔ بمکتوبے ہماں مقدار باشد

مدام سلسلہ رسل و رسائل جاری دارند اگر گاھے جوابے ازیں سونرسد شاکی نبا شند زیرا کہ از عرصہ چند دست و قلم در قبضہ ام نماند وقت تحریر لغزش میکند اگرچہ می نویسم بدقت مینویسم معذور دارند از رسیدن رسالہ "ضیاء القلوب" و مثنوی تسلی شد خدا تعالیٰ اورا مقبول و ھادی کناد حال ایں جا زبانی پیر جی حاجی عظیم اللّٰہ ﴿غالباً یہ بزرگ دیو بندی تھے۔۱۲۔سعید الدین﴾ شاہ صاحب و مولوی ذوالفقار علی صاحب معلوم خواھد شد حاجت تحریر نیست از دریافت اجتماع طالب علماں و مشغولی علم حدیث و تفسیر و فقہ خوشی حاصل شد ھمیشہ اللّٰہ تعالیٰ علم دین را ترقی دھد و نیز مشغولی ﴿جو لوگ مطلقاً علوم دینیہ کو بھی حجاب کہتے ہیں وہ آنکھیں کھولیں۔۱۲﴾ ایں علوم مذکور مقوی شغل معنوی است بایدکہ بعد فراغ درس مشغولی

باطن را فرض دایمی دانند و نذرانه مولوی مظهر صاحب به تجویز آں صاحب بمصرف خود رسیدند خاطر جمع فرمایند فقط.

مکتوب اُنتیسواں

احقر امداداللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت عزیز دلم مولوی رشید احمد دام عرفانہ باللہ۔ بیت

اے غائب ازنظر کہ شدی ہمنشین دل　　میگویمت ثنا و دعا میفریسمت

بعد سلام مسنون مطالعہ کریں دو خط فرحت نمط ایک مرقومہ ۱۳ ربیع الاوّل دوسرا ۲۳ جمادی الثانیہ ۱۲۸۳ھ پہنچے خوشیاں پیدا ہوئیں۔ شعر

ہماں راحت کہ از دیدار باشد　　بمکتوبے ہماں مقدار باشد

ہمیشہ رسل ورسائل کا سلسلہ جاری رکھیں اگر کبھی جواب اس طرف سے نہ پہنچے شاکی نہ ہوں اس واسطے کہ چند عرصے سے دست وقلم میرے قبضہ میں نہیں رہا وقت تحریر لغزش کرتا ہے اگرچہ لکھتا ہوں تو بدقت لکھتا ہوں معذور رکھیں رسالہ ''ضیاء القلوب'' اور مثنوی کے پہنچنے سے تسلی ہوئی خداوند تعالیٰ اس کو مقبول و ہادی کرے یہاں کا حال پیر جی حاجی عظیم اللہ صاحب ومولوی ذوالفقار علی صاحب کی زبانی معلوم ہوگا تحریر کی حاجت نہیں ہے۔ طالب علموں کے اجتماع اور علم حدیث وعلم تفسیر اور فقہ کی مشغولی کے معلوم ہونے سے خوشی حاصل ہوئی اللہ تعالیٰ ہمیشہ علم دین کو ترقی دے اور ان علوم مذکور کی مشغولی بھی شغل معنوی کا مقوی ہے چاہئے کہ درس کے فراغ کے بعد مشغولی باطن کو فرض دائمی جانیں اور نذرانہ مولوی مظہر صاحب آپ صاحب کی تجویز کے موافق اپنے مصرف پر پہنچ گیا۔ خاطر جمع فرمائیں۔

مکتوب سی ام

از فقیر حقیر امداد اللہ عفی اللہ عنه بخدمت بابرکت عزیزم مولوی رشید احمد صاحب رزقه اللہ عرفانه بعد سلام مسنون و

اشتیاق ملاقات مشهود خاطر عاطر باد. للّٰه الحمد که احقر بهرحال مشکور و بهبودی دارین آن عزیزخواهانم صحیفه شریفه رسید و از حال آنجا آگاهی بخشید از دریافت پرخاش پیرزادگان و قحط باران و غلبه بدعات ولا ملهبان رنج گردید او تعالیٰ رحم فرماید و ازیں بلا ها مخلوق رانجات بخشد اگرچه تکالیف و شدائد دنیاوی بظاهر رنج است چوں بحقیقت بنگری چه رنج بلکه گنجے است بیکراں . شعر

در بلا ہای چشم لذات او مات اویم مات اویم مات او

ورضا بقضا مقصود و مطلوب است بهرحال هرچه ساقی ماریخت عین الطاف است و غذائے طالبان است اگر مخالفاں خواهند و ایذا دهند امر حق دانسته خانقاه و حجره را ترک باید کرد طالب حق را خانقاه و صومعه ﴿مطلب یہ کہ اس پر نظر نہ کریں کہ خانقاہ چھوڑنے سے اُس کی برکات سے مفارقت ہو جاوے گی وہ مقصود بالذات نہیں۔۱۲﴾ هر دو برابر است .شعر

دردمنداں را نباشد کارغیر خواہ در مسجد برو خواہی بدیر

از مشغولی درس تدریس و مراقبه آں صاحب فرحتها گرد ید شکر بجا آورده شدآنکه نوشته اندکه بروقت مشغولی درس حدیث و تفسیر موجب دلچسپی است و وقت صبح که بکار عزیز مشغول می شوم ازیں طرف هم آمدن ناگوار می شود و لذت خلوت نمی گذارد.شکر بجا آرند که مقام کاملان عطا شدکه بهرحال و بر هر مقام و صورت ﴿یہاں اصل میں بیاض ہے غالبًا ایسی عبارت ہوگی کہ حضور میسر است ۱۲ ترجمہ حضور میسر ہے۔﴾شعر

چو دیدم روئے خوبش را بہر جائے بہر رنگے ازیں در بحر و برو کوچہ و بازار میگردم

وآنکه بعض اوقات حال باعث کلفت میگردد ایں هم

ازاحوالات عمدہ مشائخ است و باعث ترقی مقام است و بے کلفت ثمرۂ اُلفت حاصل نمی شود از اُسلوبی حال عزیز وحید الدین خوشنودشدم اللّٰہ تعالیٰ ترقی کند و بمقصود خود رساند و از ابتری احوال حافظ احمد حسین رنج است حالا معلوم شد کہ از آں مرض لا علاج نجات یافت فقط.

مکتوب تیسواں

فقیر حقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت با برکت عزیزم مولوی رشید احمد صاحب رزقہ اللہ عرفانہ بعد سلام مسنون واشتیاق ملاقات مشہود خاطر عاطر ہو للہ الحمد کہ احقر بہرحال مشکور اور آں عزیز کے دارین کی بہبودی کا خواہاں ہے صحیفہ شریفہ پہنچا وہاں کے حال سے اطلاع ہوئی پیرزادوں کی پرخاش اور قحط بارش اور لا مذہب اور بدعات کے غلبہ کے معلوم ہونے سے رنج ہوا خداوند تعالیٰ رحم فرمائے اور ان بلاؤں سے مخلوق کو نجات بخشے اگرچہ تکالیف شدائد دنیاوی ظاہر میں رنج ہیں لیکن جب حقیقت پر غور کرے تو کیا رنج بلکہ بے انتہا گنج ہے۔ شعر۔

در بلاہای چشم لذات او مات اویم مات او

اور رضا بقضاء مقصود و مطلوب ہے بہرحال ہرچہ ساقی ماریخت عین الطاف است اور غذائے طالبان ہے اگر مخالفین چاہتے ہیں اور ایذاء دیتے ہیں اَمرِ حق جان کر خانقاہ وحجرہ ترک کرنا چاہیئے طالب حق کو خانقاہ وصومعہ دونوں برابر ہیں شعر۔

دردمنداں را نباشد کار غیر خواہ در مسجد برو خواہی بدیر

درس وتدریس کی مشغولی اور مراقبہ سے آپ کے فرحت ہوئی شکر بجالایا گیا وہ جو لکھا ہے کہ وقت پر درس حدیث وتفسیر کی مشغولی دلچسپی کا سبب ہے اور صبح کے وقت کہ اُس عزیز کام (یعنی ذکر اللہ) میں مشغول ہوتا ہوں تو اُس طرف سے بھی آنا ناگوار ہوتا ہے اور لذت خلوت کی نہیں چھوڑتی ہے۔

شکر بجالائیں کہ مقام کاملین عطا ہوا کہ ہر حال اور ہر مقام پر اور صورت ۔شعر۔

چو دیدم روئے خوبش را بہر جائے بہر رنگے ازیں در بحر و بر و کوچہ و بازار میگردم

اور جو کچھ کہ بعض اوقات کوئی حال باعث کلفت ہوتا ہے یہ بھی عمدہ مشائخ کے احوال سے ہے اور ترقی مقام کا باعث اور بے کلفت ثمرۂ الفت حاصل نہیں ہوتا خوش اُسلوبی عزیز وحید الدین کے حال سے خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ ترقی کرے اور مقصود پر پہنچائے احوال سے حافظ احمد حسین کے ابتری کے رنج ہے۔

اب معلوم ہوا کہ اس مرض لاعلاج سے نجات پائی۔فقط۔

مکتوب سی ویکم

از دُور افتادہ راہ مسمی بامداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت عزیزم حکیم ضیاء الدین صاحب زید عرفانہ باللہ پس از تبلیغ سلام مسنون و دعا خیر دارین مشہود ضمیر منیر باد مکتوب درد و محبت اسلوب منظومہ بہزاراں زور و شور نزول نمودہ آتش فراق راد و بالا گردانید. شعر ۔

بے قراری و عشق شور انگیز شور و شرے فگند در عالم

اللہ تعالیٰ آں عزیز را بایں درد و اشتیاق سلامت دارد و روز بروز ترقی دھاد کہ مقصود و مطلوب ھمیں است. شعر ۔

حاصل عشق سہ سخن بیش نیست سوختن و سوختن و سوختن

محبت مرشداں عین محبت اللہ و رسول است کہ نایب اوشان است مبارکباد اے عزیز دشمنان ایں جھاں دوست آنجھاں اندو دوستان ایں جھاں دشمنان آں جھاں اندو ایں جھان فانی و آں جھان باقی است عاقل را باید کہ برمآل کار عمل نماید و برائے دشمنان ظاھری دعاء ھدایت باید نہ بر دشمنی آنھا انتقام زیراکہ

اوشاں خود دشمن جان اند خود را هلاک میکنند پس مستحق رم اند نه غصه. رساله قول فیصل تصنیف آں عزیز رسید از اوّل تا آخر مطالعه کردم دلائل عقلی و نقلی خوب یافتم اللّٰه تعالیٰ عالم را ازوهدایت کند مگر بظاهر خالی از خرخشه ﴿اس میں تعلیم ہے اس کی کہ علوم اسرار گو حق بھی ہوں مگر قابل افشاء نہیں کہ مخالف وموافق دونوں کو مضر ہے۔۱۲﴾ نیست زیرا که انصاف از جهاں برخاست و جنگ و جدال قائم گشت آنکه مخالفان اند از دیدن او نار حسد شاں شعله زن خواهد شد و آنکه موافقان اند برائے اوشاں سپر بحث و مباحثه بدست آمد و ایں فضول است پس فقیر را باید که درگوشه خاموشی نشسته بکار خود مشغول باید بود و حال وقال را حواله باهل آں باید کرد که نصیحت و هدایت فقیر فعلی است و نصیحت و هدایت عالم قولی است مصرع " هر یکے را بهرِ کارے ساخته " و مرتبه اهل درد بالا اهر دو است . شعر ؎

دردمنداں را نباشد کار غیر خواہ در مسجد برو خواہی بدیر

اے عزیز ما یان بمصیبت خود مبتلا ئیم غیرے راچہ گفتہ آید۔شعر ؎

روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر روتا ہوں میں کہ ہائے مری چشم نم نہیں
غمگین ہمارے غم سے ہے عالم مگر ہمیں غم ہے تو بس یہ غم ہے کہ کچھ بھی تو غم نہیں
ہم پر جفاؤ جور جو کچھ ہے نصیب ہے ورنہ طریق یار کا جو ر دستم نہیں
پھولا نہ تخمِ عشق مرا ورنہ چشم ودل گرمیٔ مہر و ابر بہاری سے کم نہیں

از اسلوبیٔ حال حافظ وحید الدین خوشنود و شکر بجا آوردم اللّٰه تعالیٰ اورا بمراتب علیا رساند آمین عزیز از جان حافظ محمد یوسف اگر چندے دیگر صبر نمودے و بمقام خود ماندے دنیا زیاده ازیں که اختیار کردند بپاء او آمدے او افتادے خیر هرچه شد شد

رضا بقضاء اللّٰہ تعالیٰ اورا از خبائث دنیا محفوظ دارد و بکاء خود مشغول دارد عزیزم بعد انتقال اخی معظم حافظ صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ کدام کس از مریدان آں حضرت موصوف مرحوم بجز آں عزیز لائق خلافت نیافتم لہٰذا شمارا بمقام حضرت شان نشانیدم و بجاء اوشاں میدانم و اجازت اخذ بیعت ودادن خرقہ کہ از بزرگاں رسیدہ دادم پس ایں دارد نباید کرد. و ہر کہ طالب بیعت و سلوک حق آید ہرگز انکار نہ نمایند و بیعت گرفتہ ارشاد و تلقین ذکر و شغل حسب استعداد طالب کردہ باشند دریں امر دریغ نہ کنند و ترکیب اخذ بیعت در رسالہ "ضیاء القلوب" موجود است برآں عمل باید کرد غرض درایں وقت و راہ بیعت سرّ است و اگر ممکن باشد ختم خواجہ ہائے جمع بودہ مدام خواندہ باشند کہ دریں بسیار فائدہ دین و دنیا است و حافظ حسام الدین ﴿ہمارے خاندان کے ایک صاحب نسبت بزرگ تھے ۱۲۔ سعید الدین﴾ را باید درمیان سنت و فرض صبح چہل و یکبار سورۂ فاتحہ معہ تسمیہ مدام خواندہ باشند و نیز در نماز صلواۃ الاوابین سورہ واقعہ خوانند اِن شاء اللّٰہ تعالیٰ در دنیا تنگ نخواہد ماند فقط.

مکتوب اِکتیسواں

دُور افتادہ راہ مسمّی بامداد اللّٰہ عفی اللّٰہ عنہ سے بخدمت بابرکت عزیزم حکیم ضیاء الدین صاحب زید عرفانہ باللّٰہ پس از تبلیغ سلام مسنون ودعائے خیر دارین مشہود ضمیر منیر ہو مکتوب در دمحبت اُسلوب ہزاروں زور وشور سے وارد ہوا جس نے آتشِ فراق کو دوبالا کر دیا۔ شعر

بے قراری و عشق شور انگیز   شور و شرے فگند در عالم

اللّٰہ تعالیٰ آں عزیز کو اس درد واشتیاق کے ساتھ سلامت رکھے اور روز بروز ترقی

دے کہ مقصود و مطلوب یہی ہے۔ شعر۔

حاصل عشق سہ سخن بیش نیست   سوختن و سوختن و سوختن

مرشدوں کی محبت عین اللہ ورسول کی محبت ہے کہ اُن کے نائب ہیں مبارک ہو اے عزیز اس جہان کے دشمن اُس جہاں کے دوست ہیں اور اس جہان کے دوست اُس جہان کے دشمن ہیں اور یہ جہان فانی اور وہ جہان باقی ہے۔

عاقل کو چاہئے کہ مآل کار پر (انجام کار) عمل کرے اور دشمنان ظاہری کے لئے دُعائے ہدایت چاہے نہ کہ اُن کی دشمنی پر انتقام اس لئے کہ وہ خود اپنی جان کے دشمن ہیں اور اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں پس قابل رحم ہیں نہ غصہ۔ رسالہ قول فیصل آنعزیز کی تصنیف پہنچی اوّل سے آخر تک مطالعہ کیا دلائل عقلی ونقلی کو خوب پایا اللہ تعالیٰ عالم کو اس سے ہدایت کرے مگر بظاہر خرخشہ سے خالی نہیں اس لئے کہ جہاں سے انصاف اُٹھ گیا اور جنگ وجدال قائم ہوگیا جو مخالفین ہیں اس کے دیکھنے سے اُن کے حسد کی آگ اور شعلہ زن ہوگی اور جو موافق ہیں اُن کے لئے بحث ومباحثہ کی سپر ہاتھ میں آئے گی اور یہ فضول ہے پس فقیر کو چاہئے کہ گوشہ خاموشی میں بیٹھ کر اپنے کام میں مشغول ہو اور حال وقال کو اُس کے اہل کے حوالہ کرنا چاہئے کہ فقیر کی نصیحت وہدایت فعلی ہے اور عالم کی نصیحت وہدایت قولی ہے۔ مصرع: ’’ہر کسے را بہر کارے ساختند‘‘ اور مرتبہ اہل دردان دونوں سے بالاتر ہے۔ شعر۔

دردمنداں را نباشد کار غیر   خواہ در مسجد برو خواہی بدیر

اے عزیز ہم خود اپنی مصیبت میں مبتلا ہیں غیر کو کیا کہا جائے۔ شعر۔

روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر   روتا ہوں میں کہ ہائے مری چشم نم نہیں
غمگین ہمارے غم سے ہے عالم مگر ہمیں   غم ہے تو بس یہ غم ہے کہ کچھ بھی تو غم نہیں
ہم پر جفاؤ جور جو کچھ ہے نصیب ہے   ورنہ طریق یار کا جو رو ستم نہیں
پھولا نہ تخمِ عشق مرا ورنہ چشم و دل   گرمی مہر و ابر بہاری سے کم نہیں

حافظ وحید الدین کے عمدہ حال سے خوشنود ہوا اور شکر بجالایا اللہ تعالیٰ اُن کو بلند مرتبوں پر پہنچائے آمین عزیز جان حافظ محمد یوسف اگر تھوڑا اور صبر کرتا اور اپنے مقام پر رہتا دنیا زیادہ اس سے کہ اختیار کی ہے اُس کے قدم پر آتی اور گرتی خیر جو کچھ ہوا ہوا رضا بقضاء اللہ تعالیٰ اُس کو دنیا کی خباثت سے محفوظ رکھے اور اپنے کام میں مشغول رکھے۔

اے عزیز! بعد انتقال میرے برادر معظم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی آدمی حضرت موصوف مرحوم کے مریدوں میں سے بجز آں عزیز کے لائق خلافت نہ پایا لہٰذا تم کو اُن حضرت کی جگہ پر بٹھایا اور اُن کی جگہ پر جانتا ہوں اور بیعت لینے کی اجازت اور خرقہ دینے کی کہ بزرگوں سے مجھ کو پہنچی ہے دیتا ہوں پس اس کو رد نہ کرنا چاہئے اور جو بھی طالب بیعت و سالک حق آئے ہرگز انکار نہ کریں اور بیعت لے کر ارشاد و تلقین ذکر شغل موافق استعداد طالب کرتے رہیں اس اَمر میں مضائقہ نہ کریں اور بیعت لینے کی ترکیب رسالہ ''ضیاء القلوب'' میں موجود ہے اُس پر عمل کرنا چاہئے غرض اس وقت میں طریقہ بیعت ایک راز ہے۔ اور اگر ممکن ہو تو ختم خواجگان جمع ہو کر ہمیشہ پڑھتے رہیں کہ اس میں بہت دین و دنیا کا فائدہ ہے اور حافظ حسام الدین کو چاہئے کہ درمیان سنت و فرض صبح کے اِکتالیس بار سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ ہمیشہ پڑھتے رہیں اور نیز صلوٰۃ الاوابین کی نماز میں سورۂ واقعہ پڑھیں اِن شاء اللہ تعالیٰ دنیا میں تنگ نہ رہے گا۔

مکتوب سی و دوم

از فقیر امداد اللہ عفی عنہ بخدمت عزیز پر تمیز سعید کونین حافظ وحید الدین زاد اللّٰہ شوقہ و ذوقہ وعرفانہ بعد سلام مسنون واضحرائے باد مکتوب عقیدت اُسلوب عزیز رسید خوشنود ساخت عزیز من عتاب ﴿طریق کی اصل عظیم کی تعلیم ہے۔۱۲﴾ مرشد شفقت آمیز می باشد زیرا کہ تادیباً است از تحریر مولوی رشید احمد صاحب خوبی احوال آنعزیز معلوم شد شکر کردم کہ خدا تعالیٰ آں عزیز را ذوق و

شوق و عرفان خود نصیب و مشرف کند و بمقصود اصلی رساند مناسب که بکار خود مشغول مانند و خدمت مولوی صاحب را شعار خود سازند مدام از خیریت خود و دیگر احوال می نویسان باشند و فقیر را از طرف خود غافل نه شمارند فقط.

مکتوب بتیسواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت عزیز پرتمیز سعید کونین حافظ وحید الدین زاد اللہ شوقہ وذوقہ وعرفانہ بعد سلام مسنون کے واضح ہو کہ مکتوب عقیدت اُسلوب عزیز کا پہنچا خوشنود کیا عزیز من مرشد کا عتاب شفقت آمیز ہوتا ہے۔

اس لئے کہ بغرض تادیب ہے تحریر سے مولوی رشید احمد صاحب کی آنعزیز کے احوال کی خوبی معلوم ہوئی شکر کیا گیا کہ خدا تعالیٰ آنعزیز کو ذوق وشوق اور اپنا عرفان نصیب ومشرف کرے اور مقصود اصلی پر پہنچائے مناسب ہے کہ اپنے کام میں مشغول رہیں اور مولوی صاحب کی خدمت کو اپنا شعار کریں ہمیشہ اپنی خیریت اور دوسرے احوال لکھتے رہیں۔ فقیر کو اپنی طرف سے غافل نہ شمار کریں۔

مکتوب سی وسوم (مکتوب تینتیسواں)

فقیر امداد اللہ کی طرف سے عزیزہ سعید النساء ﴿یہ بی حفیظا النساء مذکورہ مکتوب الیہ کی حقیقی بہن تھیں جب بی حفیظا النساء نے حکیم ضیاء الدین صاحب سے نکاح کرلیا تھا تو یہ بہت ناراض ہوئی تھیں اسی پر ان کو تنبیہ فرمائی ہے۔۱۲۔ سعید الدین﴾ کو بعد سلام و دعا خیر کے واضح ہو کہ بعضے خطوں سے معلوم ہوا کہ تم نے ہمشیرہ بی حفیظا کو بسبب نکاح ثانی کے کہ جو سنت اور ثواب ہے چھوڑ دیا اور اپنے بھائی کی رضا مندی کے واسطے اللہ اور رسول کو ناراض کیا اس اُمر سے ہم کو بہت رنج ہوا اور جو تم نے جوڑا کپڑوں کا زنانہ بھیجا تھا اور اپنی محبت اور اعتقاد ہم سے ظاہر کیا تھا تو اے عزیزہ جب تم نے اللہ رسول

کو خفا کیا ہماری محبت ﴿ مسئلہ عظیم کی تعلیم ہے اور اس خیال کا ابطال ہے کہ تعلق مرشد نعوذ باللہ مغنی ہے تعلق حق سے ۔۱۲﴾ کس کام آوے گی سو وہ جوڑا تمہارا قبول نہیں ہوا بجنسہ رکھا ہے جب تک تم اپنی بہن کو راضی نہ کرو گی اور اللہ سے نہ ڈرو گی تب تک تم سے میں بھی خوش نہ ہوں گا اور تمہارا جوڑا ہٹاؤں گا ﴿ کسی عذر صحیح سے ہدیہ کے ہٹا دینے کا سنت مشائخ ہونا بھی ظاہر ہو گیا اور بڑا کمال حضرت کا اس میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ قبول کیا جیسا غیر مربی مشائخ کا طریق ہے اور نہ واپس کیا جیسا آزاد مشائخ کا طریقہ ہے بلکہ دونوں کے درمیان ایک راہ نکالی جس میں حق کی بھی رعایت اور خادم کی دلجوئی بھی کہ رکھ کر یہ لکھ دیا کہ اگر تدارک نہ کرو گی تو میں واپس کر دوں گا ان دونوں کو جمع کرنا سرسری بات نہیں نیز دائی واپسی جوڑہ کا خبر واحد سے معلوم ہوا ہے چنانچہ اس سے قبل مذکور ہے اور خبر واحد کبھی غیر محقق بھی ہو جاتی ہے تو اس تجویز میں اس کی بھی رعایت ہے ۔۱۲۔﴾ اے عزیزہ دنیا چند روز کی ہے یہاں جو ہو سکے تو نیک عمل کر لے اور بھائی بہن جس کے واسطے اللہ رسول کو اور اپنے مرشد کو ناراض کرتی ہو کچھ کام نہ آویں گے انجام کو دشمن جانی ہوں گے پس ذرا ہوش کرو اور خباثت جس کو عزت سمجھی ہو دل سے دُور کرو اور اپنے مالک حقیقی کی تابعداری میں کمر باندھو اور وہ عمل کرو جس سے اللہ رسول راضی ہوں اور جس طرح ہو سکے اپنی بہن سے عذر کرو اور کہا سنا بھی معاف کراؤ اور اگر اس مقدمہ میں بھائی خفا ہو ہونے دو اللہ رسول کو ناراض کرنا اچھا نہیں اور میری طرف سے اپنے بھائی کو بعد سلام کے کہنا کہ اے عزیز از جان اللہ سے ڈرو اور توبہ کرو آگے دانا کو ایک نکتہ بس ہے فقط۔

مکتوب سی و چہارم

از فقیر امداد اللّٰہ عفی عنہ بخدمت عزیز با تمیز راحت جانم حافظ احمد حسین بعافیت باشند پس از تبلیغ مراسم سلام مسنون و دعائے ترقی عمر و درجات مطالعہ نمایند خط فرحت نمط بعین انتظاری رسید فرحتہا و نمود اللّٰہ تعالیٰ آں عزیز را از جمیع حوادثات

زمانه محفوظ دارد و رضا مندی خود و اتباع شریعت روزی کند از بعض خطوط حال پریشانیِ آں عزیز معلوم شد بجز دُعا هیچ چاره نه دیدم او تعالی رحم کند و ازهر طرف بطرف خود کشد باید که بعد از نماز صبح و شام "یا ارحم الراحمین ارحمنا و یاغیاث المستغیثین اغثنا" صد صد بار مع درود شریف مدام بخوانند و ور دسورهٔ فاتحه درمیان سنت و فرض صبح ضرور دارند اِن شاء اللّٰہ تعالٰی برائے هر اُمور کافی خواهد شد و تلاوت قرآن شریف باندازه منزل نمی بشوق کرده باشند قضا نه کنند و اگر مناسب دانند برخوردار مقصود ﴿تعلیم دین کا کس قدر اہتمام معلوم ہوتا ہے۔۱۲۔ یہ حاجی صاحب رحمہ اللہ برادرزادہ حافظ محمد حسین صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادہ گویا حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے پوتے ہیں۔ ۱۲۔ سعید الدین﴾ احمد را در مدرسهٔ دیو بند نزد مولوی محمد یعقوب صاحب و حاجی عابد حسین بگذارند یقین است که اوشاں بطور فرزندان خود تعلیم خواهند نمود و دعا میکنم که حق سبحانه تعالٰی آں عزیز راکشائش رزق دهد والسلام فقط.

مکتوب چونتیسواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت عزیز باتمیز راحت جانم حافظ احمد حسین ہمیشہ عافیت سے رہیں پس از تبلیغ مراسم سلام مسنون دعائے ترقی عمر درجات مطالعہ کریں خط فرحت نمط عین انتظار میں پہنچا خوشی ہوئی اللہ تعالٰی آنعزیز کو تمام حوادثات زمانہ سے محفوظ رکھے۔ اور اپنی رضا مندی اور اتباع شریعت نصیب کرے بعض خطوط سے آنعزیز کی پریشانی کا حال معلوم ہوا بجز دُعا کے کوئی چارہ نہ دیکھا اللہ تعالٰی رحم کرے اور ہر طرف سے اپنی طرف کھینچے چاہئے کہ بعد نماز صبح اور شام "یا ارحم الراحمین ارحمنا و یاغیاث المستغیثین اغثنا" سوسو بار درود شریف کے

ساتھ ہمیشہ پڑھیں اور سورۂ فاتحہ کا وردِ صبح کی سنت اور فرض کے درمیان ضرور قائم رکھیں اِن شاء اللہ تعالیٰ تمام اُمور کے لئے کافی ہوگا اور قرآن شریف کی تلاوت فی بشوق کی منزل مقدار پڑھتے رہیں قضاء نہ کریں اور اگر مناسب جانیں برخوردار مقصود احمد کو مدرسہ دیو بند میں مولوی محمد یعقوب صاحب وحاجی عابد حسین کے پاس چھوڑیں امید ہے کہ وہ اپنے فرزندوں کے طور پر تعلیم کریں گے اور دُعا کرتا ہوں کہ حق سبحانہ تعالیٰ آں عزیز کو فراخی رزق دے۔ والسلام فقط۔

مکتوب سی و پنجم

از فقیر حقیر امداد اللّٰہ عفی اللّٰہ عنہ بخدمت بابرکت عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب سلمہ پس از تبلیغ سلام مسنون معلوم فرمایندد و خط آں عزیز پے در پے رسیدند و از جملہ احوالات آنجا مطلع ساختند الحمد للہ خیریت طرفین حاصل است مگر از دریافت بعضے احوال پر ملال مثل انتقال پر ملال بزرگان دین و علمائے شرع متین و کثرت بدعات ولا مذھبی و پرخاش حکام باکابر اھل اسلام و گرانئ غلہ و دیگر بلاء گونا گوں کہ براھل آں دیارکہ صورت قھریہ ﴿اس میں تحقیق ہے اس مسئلہ کی کہ جس بلا کا اثر بلا واسطہ یا بواسطہ قریب دین تک پہنچے وہ بلا قہر الٰہی ہے۔ ۱۲۔﴾ الٰھیہ است خیلے رنج گردید حق تعالیٰ بفضل خود رحم فرماید "اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون". رضا بقضا ھرچہ ساقی ماریخت عین الطاف است سبحانہ تعالیٰ مایانرا وھمہ اھل اسلام را توفیق دھد کہ از اعمال ناشایستہ باز آئیم وبہ توبہ و استغفار و اعمال صالح گرائیم کہ ایں ھمہ بلاھاازشامت کرتوت مایا نست. شعر

ہرچہ آید بر تو از ظلمات و غم　　ایں ز بے باکی و گستاخی ہم

از ترقی مدرسہ دیو بند فرحتھا گردید و سجدات شکر

بجاآورده شد اللّٰه جل شانهٔ روز بروز ترقی علم و علما کند و ازمدد شان مخالفان دین حق رانادم و پشیمان کند آمین. مناسب که آں عزیز در درس تدریس و انچه بآں متعلق است مشتغل باشند و خود را بے کار و خالی ندارند اِن شاء اللّٰه تعالیٰ ایں شغل هم آخر کار بمقصود مطلوب خود خواهد رسید فقط.

مکتوب پینتیسواں

فقیر حقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب سلمہ پس از تبلیغ سلام مسنون معلوم کریں کہ دو خط آں عزیز کے پے در پے پہنچے اور وہاں کے تمام احوال سے مطلع کیا۔ الحمد للہ طرفین کی خیریت حاصل ہے مگر بعض احوال پر ملال کے معلوم ہونے سے مثل انتقال بزرگان دین وعلمائے شرع متین اور بدعات ولا مذہبی کی کثرت اور بزرگان اہل اسلام سے حکام کی پرخاش اور گرانی غلہ اور دوسرے اقسام کی بلائیں کہ اس دیار کے باشندوں پر خداوند تعالیٰ کی صورت قہر ہے بہت رنج ہوا حق تعالیٰ اپنے فضل سے رحم فرمائے ”اِنا للہ و اِنّا الیہ راجعون“ رضا بقضاء ہر چہ ساقی ماریخت عین الطاف است سبحانہ تعالیٰ ہم کو اور تمام اہل اسلام کو توفیق دے کہ ناشائستہ اعمال سے باز آئیں اور توبہ واستغفار اور اعمال صالحہ قبول کریں کہ یہ تمام بلائیں ہمارے کرتوت کی شامت سے ہیں۔ شعر۔

ہر چہ آید بر تو از ظلمات وغم　　ایں زبے باکی و گستاخی ہم

مدرسہ دیو بند کی ترقی سے خوشی ہوئی اور شکر کے سجدے بجا لائے گئے اللہ جل شانہٗ روز بروز ترقی علم وعلماء کرے اور ان کی مدد سے دین حق کے مخالفین کو نادم و پشیمان کرے آمین مناسب ہے کہ آں عزیز درس وتدریس میں اور جو کچھ کہ اُس کے متعلق ہے مشتغل رہیں اور خود کو بیکار وخالی نہ رکھیں اِن شاء اللہ تعالیٰ یہ شغل بھی آخر کار حصول مقصود ومطلوب پر پہنچادے گا۔

مکتوب سی و ششم

از فقیر حقیر امداد اللّٰہ عفی اللّٰہ عنہ بخدمت بابرکت عزیزم مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ پس از تبلیغ مراسم سلام مسنون و اشتیاق ملاقات ظاھری مشھود رائے عزیز باد در آخر ایں سال چار خط شماپے درپے رسیدند از خیریت آں عزیز و بعضے عزیزان دیگر خوشنود شدم و از دریافت حال پر اختلال ظھور قھریہ آنجا خصوص صدمۂ انتقال اکابر دین و علمائے شرع متین مثل مولانا نور الحسن صاحب و مفتی صدر الدین ﴿مشہور معروف مفتی صاحب دہلی میں گذرے ہیں ۱۲۔ سعید الدین﴾ صاحب و مولانا محمدسالار ﴿مولانا محمد سالار بخش صاحب امہٹوی مراد ہیں ۱۲۔ سعید الدین﴾ صاحب مرحومین وغیرہ بسیار رنج گردید "اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون" رضا بقضا مصرعہ " کہ ھرچہ ساقی ماریخت عین الطاف است " او تعالٰی صلحاء و علماء باقیماندگاں را سلامت دارد و فیض و برکت شاں جاری دارد آمین و در آخر خبر انتقال عزیزہ عائشہ مرحومہ نوشتہ بودند ایں رنج تازہ است کہ دریں وقت صدمہ دیگر برجان ناتوان غابرہ ھمشیرہ عزیزہ افتاد اللّٰہ تعالٰی اور اصبر دھدو بطرف خود کشد کہ ھم غم و رنج ایں و آں یکسو شوند و بحصول مدارج اخروی مبدل بشادی گردندامید کہ گاہ گاہ اورا کلمات نصایح و ثواب صبر گفتہ باشند و چند بار نوشتہ ام کہ ھر کس کہ طالب حق آید برلیاقت و غیر لیاقت خود واو نظر نہ کردہ بیعت کردہ توبہ کنانیدہ دھند و انچہ از بزرگان رسیدہ بتوکل علی اللّٰہ تعلیم کردہ باشند اِن شاء اللّٰہ تعالٰی اگر طالب صادق است محروم نخواھد ماندوالانہ ﴿حضرت والا کا مطلب

یہ ہے کہ اگر باطنی برکات سے محروم بھی رہا تب بھی خاتمہ بالخیر ہوگا کہ توبہ اور عمل بتعلیم کی ان شاء اللہ تعالیٰ یہ خاصیت ہے اور یہی رُوح ہے بیعت کی۔ گو مصافحہ نہ ہوا ہو۔۱۲﴾ ببرکت سلسلۂ بزرگان خاندان آخر انجام بهتر خواهد شد و حاجی سید عابد حسین صاحب باوجود کمالات خود باشاره هادی عالم صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم بردست فقیر بیعت فقیر کرده داخل ایں سلسله گردیدندامید که آں عزیزاں و اوشاں باهم متفق باشند و در هراُمور اتفاق دارند و در فیض رسانیِ خلق اللّٰه دریغ ندارند و سرگرم باشند فقط ۔

مکتوب چھتیسواں

فقیر حقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت عزیزم مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ پس از تبلیغ مراسم سلام مسنون واشتیاق ملاقات ظاہری مشہود رائے عزیز ہو اس سال کے آخر میں تمہارے چار خط پے در پے پہنچے آں عزیز کی اور بعض دوسرے عزیزوں کی خیریت سے مسرور ہوا۔ اور حال پُر اختلال کہ اس جگہ قہری ظہور کے معلوم ہونے سے خاص کر اکابر دین وعلمائے شرع متین کے انتقال کے صدمہ مثل مولانا نور الحسن صاحب ومفتی صدر الدین صاحب ومولانا محمد سالار صاحب مرحومین وغیرہ کے بہت رنج ہوا۔ ''اِنا للّٰه و انا الیه راجعون'' رضا بالقضاء مصرعہ ''ہرچہ ساقی ماریخت عین الطاف است''۔ اللہ تعالیٰ باقی ماندہ علماء وصلحاء کو باقی رکھے اور اُن کے فیض و برکت کو جاری رکھے آمین اور آخر میں عزیزہ عائشہ مرحومہ کے انتقال کی خبر لکھی تھی یہ رنج تازہ ہے کہ اس وقت دوسرا صدمہ جان ناتوان پر ہمشیرہ عزیزہ کی پڑا اللہ تعالیٰ اُس کو صبر دے اور اپنی طرف کھینچے۔ کہ تمام غم ورنج اس کا اور اُس کا یکسو ہو جائیں اور مدارج اخروی کے حصول میں خوشی سے بدل جائیں۔ اُمید کہ کبھی کبھی نصائح وثواب صبر کے کلمات کہے جائیں اور میں نے چند بار لکھا ہے کہ جو کوئی طالب حق آئے اپنی اور اُس کی لیاقت وغیر لیاقت پر نظر نہ کر کے بیعت کر کے توبہ کرائیں اور جو کچھ کہ

بزرگوں سے پہنچا ہے تو کلاً علی اللہ تعلیم کرتے رہیں ان شاء اللہ تعالیٰ اگر طالب صادق ہے محروم نہ رہے گا۔ ورنہ بزرگان خاندان کے سلسلہ کی برکت سے انجام بہتر ہوگا اور حاجی سید عابد حسین صاحب باوجود اپنے کمالات کے باشارہ ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ پر اس فقیر کے بیعت کر کے اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں امید کہ آں عزیزان اور وہ باہم متفق ہوں گے اور تمام اُمور میں اتفاق رکھیں گے اور فیض رسانی میں خلق اللہ کی مضائقہ نہ رکھیں اور سرگرم رہیں۔

مکتوب سی و ہفتم

از فقیر حقیر امداد اللّٰہ عفی اللّٰہ عنہ بخدمت با برکت عزیزم مولوی رشید احمد صاحب و حکیم ضیاء الدین صاحب سلمہ اللّٰہ تعالیٰ . بعد سلام مسنون و اشتیاق مشحون واضحرائے عزیز باد مکاتبات فرحت آیات شاں بھزاراں ہزار شوق و اشتیاق کہ ہر حرفش بوئے محبت میداد ورود آوردہ فرحتھار ونمود خدا تعالیٰ آں عزیزان را از جمیع مکروہات زمانہ محفوظ داشتہ باماں خود برضا مندی خویش و اتباع شریعت دارد باستماع مشغولی درس علوم دینی بسیار خوشی حاصل شد خدا تعالیٰ فیض ظاہری و باطنی آں عزیز تا قیامت جاری دارد آمین. و آنکہ در مقدمہ نزاع بابت حجرہ وسہ دری نوتیارکردہ کہ در خانقاہ شریف تیار کردہ آید.نوشتہ بودند اگر نزاع پیر زادگان دفع شود فبھا والابمناسب

﴿ مراد یہ ہے کہ اس کو چھوڑ دیں جس کی تصریح مکتوب سی ام میں ہے چنانچہ حضرت مولانا رحمہ اللہ نے چھوڑ دیا تھا پھر مخالفین ہی معذرت کر کے واپس لے آئے مگر یہاں عنوان بدلنے میں شاید یہ مطلب ہو کہ اس ترک پر بھی اصرار نہ ہو چنانچہ بعد معذرت مخالفین کے مناسب وقت یہی تھا کہ حضرت نے پھر عود فرما لیا احقر نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں بکثرت ایسی رعایتوں کا

مشاہدہ کیا ہے اور یہ شان ہے جامعیت کی جو ثمرہ ہے غایت عرفان و کمال اتباع سنت کا۔﴾وقت بعمل آرند غرض ہر چہ صلاح وقت باشد بکار برند رساله که در حالات حضرت حافظ صاحب رحمة الله علیه نوشته اید ﴿ایں خطاب بحکیم صاحب است ۱۲﴾رسید از مطالعه اش بسیار خوش شدم ازهر حرفش بوئے محبت پیراں می آید خدا تعالیٰ مقبول فرماید عزیز من محبت مرشد عین محبت خدا تعالیٰ و رسول صلی اللّٰه علیه وسلم است که نایب اوشان است فقط.

مکتوب سینتیسواں

فقیر حقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت عزیزم مولوی رشید احمد صاحب وحکیم ضیاء الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون و اشتیاق مشحون واضح اے عزیز ہو کہ خطوط خوشی کے ہزاروں ہزاروں شوق واشتیاق کے ساتھ کہ جن کے ہر ہر حرف سے بوئے محبت آتی تھی وارد ہوئے خوشی ظاہر ہوئی خدا تعالیٰ آں عزیز کو تمام مکروہات زمانہ سے محفوظ رکھ کر اپنی امان میں اپنی رضا مندی واتباع شریعت کے ساتھ رکھے علوم دینی کے درس کی مشغولی سُن کر بہت خوشی حاصل ہوئی،۔ خدا تعالیٰ فیض ظاہری وباطنی آں عزیز کا قیامت تک جاری رکھے آمین اور جو کچھ کہ حجرہ و سہ دری نو تیار کر کے جھگڑا کے مقدمہ میں کہ جو خانقاہ شریف میں تیار کی گئی ہے۔

لکھا تھا اگر پیرزادوں کا نزاع دفع ہو جائے فبہا ورنہ جو مناسب وقت ہو عمل میں لائیں غرض جو بھی صلاح وقت ہو عمل کریں رسالہ کہ حالات میں حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آپ نے لکھا ہے پہنچا اُس کے مطالعہ سے بہت خوش ہوا اس کے ہر حرف سے پیروں کی بوئے محبت آتی ہے اللہ تعالیٰ مقبول فرمائے عزیز من مرشد کی محبت عین خدا اور رسول کی محبت ہے کہ نائب اُن کے ہیں۔

مکتوب سی و ہشتم (مکتوب اڑتیسواں)

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت مخلصی مکرمی میاں حاجی و حافظ سید محمد عابد حسین صاحب دام عرفانہ۔ شعر ؎

سلام علیکم چو در خاطری　　گر از چشم دوری بدل حاضری

مکتوب محبت وعقیدت اُسلوب آپ کا پہنچا اور حال مفصل اُس کا معلوم ہوا۔

اللہ تعالیٰ تم کو معہ اہل وعیال کے خوش اور خرم رکھے اتباع شریعت اور اپنی رضا مندی کامل عنایت کرے آمین۔ میں نے تو آپ کی خدمت میں پہلے ہی عرض کیا تھا کہ تمہارے حق میں ہند رہنا اور مدرسہ علم دینی کی سعی اور کوشش کرنا مکہ مدینہ کے رہنے سے افضل ہے مگر الحمد للہ وہاں جا کر بھی آپ کو یہی حکم ہوا سو اب تمہارے واسطے یہی مناسب ہے اور بہتر ہے کہ جس میں اللہ اور رسول کی مرضی پائی جاوے وہ کام کرو اور اپنے ارادہ کو اُس کی رضا مندی میں فنا کرو، دُور نزدیکی ظاہری کا کچھ اعتبار نہیں جو اُس کی رضا پر ﴿کس قدر علم عظیم ہے کہ مدار تجویز طالب پر نہیں تجویز مطلوب پر ہے۔۱۲﴾ ہے وہی نزدیک ہے اور دوسرے مقدمہ میں جو لکھا تھا سو یہ فقیر روسیاہ اگرچہ کسی لائق نہیں مگر اعتقاد طالب کا رہبر ہو جاتا ہے سو میں حاضر ہوں جس طرح تمہاری صلاح ہو اگر تم آؤ گے جو مجھ کو مرشدوں سے پہنچا ہے درگذر نہ کروں گا۔ آئندہ فائدہ اور غیر فائدہ بدست مختار حقیقی ہے اللہ تعالیٰ ہم کو تم کو اپنی محبت اور معرفت عنایت کرے۔ آمین فقط

مکتوب سی و نہم

بعد حمد و صلوٰۃ از فقیر حقیر رو سیاہ مسمی بامداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت عزیز باتمیز برادر طریقت و طالب معرفت مقبول حضرت سبحان میاں عبدالواحد ﴿اس نام کے ایک بزرگ دیو بند میں تھے اور دوسرے موضع پٹھان پورہ ضلع سہارن پور میں تھے۔ دونوں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ سے

تعلق رکھتے تھے ان ہی میں سے کوئی صاحب مراد ہیں۔۱۲۔ سعید الدین ﴾خاں دام ذوقه و شوقه و عرفانه السلام علیکم و رحمة اللّٰه و بر کاته و اشتیاق ملاقات واضحرائے عزیز باد فقیر هر حال شکر الٰهی بجا می آرد و بحق جمیع یاران طریقت دعاء خیر می کند مکتوب عقیدت اُسلوب آں برادر حاجی احمد الدین صاحب رسانید و از حال پر اختلال آں عزیز مطلع نموده خاطر احقر را ﴿پورا واقعہ تو معلوم نہیں مگر مضمون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کشفیات کی غلطی سے کسی غیر متشرع درویش کی طرف اُن کو توجہ ہوگئی ہوگی اُس پر یہ تحریر فرمایا۔۱۲﴾مکدر گردانید اے عزیز باوجود بودن برصراط مستقیم بمعیت راه بروۡچشیدن لذات و کیفیات نعیم سفر و رسیدن جذبات وصال آں دلبر باز مائل شدن بآوازابلیس پر تلبیس شیطان که بصورت آں بود طالبان حق را وسالکان طریقت را گمراه هلاک می سازوبجز حرمان و خسران طالب چه تصوریده اید"نعوذ باللّٰه من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنة والناس" آں عزیز بهرحال برطریق شریعت مستقیم باید در پیروی رسول مقبول صلی اللّٰه علیه وسلم ظاهراً و باطناً شاید و هرگز خلاف شرع شریف برخود و برهیچ کس روانه دارد شعر ؎

خلاف پیمبر کسے ره گزید — که هرگز بمنزل نخواهد رسید

اگرچه اسماء الٰهی و اسماء اولیاء بمعنی مغایرت ﴿معنی سے مراد حکم واثر یعنی بعض احکام وآثار کے اعتبار سے مغائرت نہیں چنانچہ بعض احکام وآثار مغائرت کے یہ ہیں کہ اس مغائرت کی طرف توجہ والتفات بھی ہو۔ اور یہ التفات موقوف ہے متغائرین کی طرف التفات ہونے پر اور یہاں اولیاء کو اپنی ذات وصفات کی طرف التفات نہیں ہوتا تو تغائر کی طرف بھی التفات نہیں ہوتا یہ معنی ہیں مغائرت ندارند کے عبارت متصلہ اس کی صریح دلیل ہے خصوص یہ

قول فرق اعتباری باقی ست نص ہے مغائرت میں اور اعتباری اس کو اس لئے کہا گیا کہ خود وجود حادث کا بوجہ عدم استقلال مشابہ اعتباری کے ہے نہ کہ اعتباری بالمعنی المعروف خوب سمجھ لو۔﴾ ندارند زیراکه ذات اولیاء معه اسماء و صفات خود در اسماء و صفات الٰهی مستغرق و هالک گشته فانی فی اللّٰه و باقی باللّٰه گشته اند از خود و از صفات خود خبر نه دارند مگر خدا نه شده اند. شعر

مردان خدا خدا نباشند   لیکن زخدا جدا نباشند

فرق اعتباری باقیست پس عملاً و اعتقاداً خلاف شریعت را در خود راه نه دهند و برکرده خویش ثابت بوده مرجوع الی اللّٰه شوند و باخضوع و خشوع بجناب پاک او سبحانه تعالیٰ استغفار نمایند و بر صراط مستقیم مستقیم باشند و مرشد خود را از خود غافل ندانند و بطرف دیگر مائل نه شوندتا وقتیکه اجازت شیخ نباشد که هر "جائی" مدام خراب می ماند و از نظر پیران می افتد و هرگز بمنزل مقصود نمی رسد یک در گیر و محکم گیر اِن شاء اللّٰه تعالیٰ طالب صادق محروم نخواهد ماند خاطر جمع دارند نا اُمید نه شوند باید که از آب سرد غسل نموده و چادر نوگرفته بطور احرام بسته سر برهنه درخلوت دو رکعت نماز که در یک رکعت بعد فاتحه آیت الکرسی و در دویم آمن الرسول تا آخر سوره بخواند بازدو رکعت دیگر بخواند درآں در یک رکعت قل اعوذ برب الفلق و در دویم قل اعوذ برب الناس بخواند و بعد سلام بعجز تمام رجوع بجناب حق تعالیٰ بادرد و سوز توبه و استغفار نمایند و گریه و زاری کنند و تسبیح و تمجید کنند و درودخوانده و چند ضرب یافتاح بردل زده در نفی و اثبات معه واسطه و رابطه مشغول شوند هر قدر

که توانند بکنند بعده درود شریف خوانده مراقب شوند تا وقتیکه دل برداشته نه شوند مشغول مانند. غرض ایں عمل را تایا زده روز بایدکرد امید است که در یک دو روز فائده خواهد شد اگر درایں مدت کشود کار نه شود تابست یک روز بکنند والا تا چهل روز کنند اِن شاء اللّٰہ تعالیٰ دریں عرصه ضرور فائده خواهد شد خاطر جمع دارند و هرچه که دریں عرصه واردات بوقوع آید از مولوی رشید احمد صاحب و یااز مولوی محمد قاسم صاحب بیان باید نمود هرچه اوشاں فرمایند برآں عمل باید و اوشاں را بجائیے مرشد خود دانند زیاده والسلام و بس بخدمت جمیع دوستان و یاران طریقت ملاقی شوند از من دعا سلام فرموده دهند و اگر ممکن باشد از حال خود مطلع کرده باشند فقط.

مکتوب اُنتالیسواں

بعد حمد وصلوٰۃ فقیر حقیر مسمی بامداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت عزیز باتمیز برادر طریقت و طالب معرفت مقبول حضرت سبحان میاں عبدالواحد خاں دام ذوقہ وشوقہ سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ و اشتیاق ملاقات واضح اے عزیز ہو کہ فقیر ہر حالت میں شکر الٰہی بجالاتا ہے اور حق میں تمام یاران طریقت کے دعائے خیر کرتا ہے مکتوب عقیدت اُسلوب برادر حاجی احمد الدین صاحب کا پہنچا اور آں عزیز کے حال پر اختلال سے مطلع کر کے احقر کے دل کو مکدر کیا اے عزیز باوجود صراط مستقیم پر راہبر کے ہونے کے اور لذات کے چکھنے اور کیفیات نعیم سفر کی اور دلبر کے جذبات وصال پر پہنچنے کے پھر آوازِ ابلیس پر تلبیس پر مائل ہونا کہ شیطان اُس صورت میں جلوہ گر تھا طالبان حق و سالکان طریقت کو گمراہ و ہلاک کرتا ہے بجز حرمان و نقصان طالب کے کیا خیال کیا جاوے ''نعوذ باللہ من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور

الناس من الجنة والناس "آں عزیز کو بہر حال شریعت پر مستقیم رہنا چاہئے اور پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر و باطن میں چاہئے ہرگز خلاف شرع شریف اپنے اور کسی دوسرے پر روا نہ رکھے۔ شعر

خلاف پیمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اگرچہ اسماءِ الٰہی و اسماءِ اولیاء باعتبار معنی اور حقیقت کے مغائرت نہیں رکھتے ہیں اس لئے کہ اولیاء کی ذات مع اپنے اسماء و صفات کے اسماء و صفات الٰہی میں مستغرق اور ہالک ہو کر فانی باللہ اور باقی باللہ ہو گئے ہیں۔ اپنی اور اپنے صفات سے کچھ خبر نہیں رکھتے ہیں مگر خدا نہیں ہو گئے ہیں۔ شعر

مردان خدا خدا نباشند   لیکن زخدا جدا نباشند

فرق اعتباری باقی ہے پس عملاً و اعتقاداً خلاف شریعت کو اپنے میں راہ نہ دیں اور اپنے کئے ہوئے پر قائم رہ کر اللہ کی طرف رجوع ہوں اور خضوع و خشوع کے ساتھ جناب پاک سبحانہ و تعالیٰ میں استغفار کریں اور راہ مستقیم پر ثابت قدم رہیں اور اپنے مرشد کو اپنے سے غافل نہ جانیں اور دوسری طرف مائل نہ ہوں جب تک کہ اجازت شیخ کی نہ ہو کیونکہ "ہرجائی" ہمیشہ خراب ہو جاتا ہے اور پیروں کی نظر سے گر جاتا ہے اور ہرگز منزل مقصود پر نہیں پہنچتا "یک در گیر و محکم گیر" اِن شاء اللہ تعالیٰ طالب صادق محروم نہ رہے گا خاطر جمع رکھیں نا اُمید نہ ہوں مناسب ہے کہ ٹھنڈے پانی سے غسل کر کے اور نئی چادر لے کر بطور اِحرام باندھ کر سر برہنہ تنہائی میں دو رکعت نماز کہ ایک رکعت میں بعد فاتحہ آیت الکرسی اور دوسری میں آمن الرسول تا آخر سورہ پڑھیں پھر دو رکعت دوسری پڑھیں اس کی ایک رکعت میں قل اعوذ برب الفلق اور دوسری میں قل اعوذ برب الناس پڑھیں۔ اور بعد سلام کے بعجز تمام حق تعالیٰ کی جانب درد و سوز سے توبہ استغفار کے ساتھ رجوع کریں اور گریہ وزاری کریں تسبیح و تحمید کریں اور درود پڑھ کر اور چند ضربیں یا فتاح کی دل پر لگا کر نفی و اثبات میں مع واسطہ و رابطہ مشغول ہوں جس قدر کہ ممکن ہو

کریں اس کے بعد درود شریف پڑھ کر مراقب ہوں جب تک کہ دل برداشتہ نہ ہو مشغول رہیں غرض اس عمل کو گیارہ روز تک کرنا چاہئے اُمید ہے کہ ایک دو روز میں فائدہ ہوگا اگر اس مدت میں کشود کار نہ ہو تو اکیس روز تک کریں ورنہ چالیس روز تک کریں ان شاء اللہ تعالیٰ اس عرصہ میں ضرور فائدہ ہوگا خاطر جمع رکھیں۔ اور جو کچھ کہ اس عرصہ میں واردات واقع ہوں مولوی رشید احمد صاحب یا مولوی محمد قاسم صاحب سے بیان کرنا چاہئے جو کچھ وہ فرما دیں اُس پر عمل چاہئے ان کو اپنے مرشد کی جگہ سمجھیں زیادہ والسلام بخدمت جمیع دوستان و یاران طریقت سے ملاقات کر کے میری طرف سے دُعا و سلام پہنچائیں اور اگر ہو سکے اپنے حال سے مطلع کرتے رہیں۔ فقط

مکتوب چہلم

از فقیر امداد اللہ عفی اللّٰہ عنه بخدمت برادر طریقت و طالب معرفت صادق الیقین عزیزم عبدالواحد خاں صاحب دام شوقه و ذوقه و عرفانه. السلام علیکم و رحمة اللّٰه واشتیاق ملاقات واضحرائے عزیز باد ایں فقیر بهرحال مشکور بوده بحق آں مخلص و دیگر دوستان طریقت وغیره دعاء خیرمی کند مکتوب عقیدت و محبت اُسلوب بهزار شوق و اشتیاق ورود نموده فرحتهار و نمود محبوب حقیقی آں عقیدت شعار را از جمیع امراض جسمانی و رُوحانی محفوظ داشته بذوق ودرد خود و اتباع شریعت مسرور دارد و از شفا یابی امراض معنوی و رفع قبض شکر بجا آورده شد او تعالیٰ مدام بادرد و سوز خود خرم دارد آمین یا رب العالمین عزیز من اوقات خود را هر دم و هرآں مصروف بذکر و شغل دارند و دوام خلوت را محبوب پندارند و از صحبت اغیار گریزاں باشنده اگر از کثرت اذکار و اشغال گاهے طبع ملال گیرد مطالعه کتب

اخلاق و سلوک مثل احیاء علوم و کیمیاء سعادت و مثنوی مولانا روم و مکتوبات حضرت عبدالقدوس گنگوھی قدس سرہ وغیرہ پیش نظر بدارند و اگر از ذکر قلب رنگین شود ودرھربن موذکر پیوستہ شود و دوام حضوری حاصل شود مراقبہ فنا فی اللّٰہ و بقاباللہ پیش گیرند و حال خود را بخدمت مولوی رشید احمد صاحب عرض کردہ باشند و ھرچہ اوشاں فرمایند برآں عمل نمایند و بجاء احقر دور افتادہ پندارند و فقیر را نیز از خود د ورنہ شمارند ﴿یہ مراد نہیں کہ حاضر و ناظر سمجھیں بلکہ مراد وہ ہے جو اُس کے بعد مذکور ہے کہ از ہمت و دعا غافل نیست۔ ۱۲﴾ کہ از ھمت و دعا غافل نیست فقط .

مکتوب چالیسواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت برادر طریقت و طالب معرفت صادق الیقین عزیزم عبدالواحد خاں صاحب دام ذوقہ وشوقہ وعرفانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و اشتیاق ملاقات واضح اے عزیز ہو یہ فقیر ہر حال میں مشکور ہو کر حق میں آپ مخلص اور دوسرے دوستان طریقت وغیرہ کے دعائے خیر کرتا ہے مکتوب عقیدت و محبت اُسلوب ہزار شوق و اشتیاق کے ساتھ وارد ہوا، مسرت ہوئی محبوب حقیقی اس عقیدت شعار کو تمام امراض جسمانی و رُوحانی سے محفوظ رکھ کر اپنے ذوق و درد اور اتباع شریعت میں مسرور رکھے اور امراض معنوی کی شفاء یابی اور قبض کے رفع سے شکر بجالایا گیا۔ خداتعالیٰ اپنے درد و سوز میں خوش رکھے آمین یارب العالمین عزیز من اپنے اوقات کو ہر دم و ہر گھڑی ذکر و شغل میں مشغول رکھیں اور ہمیشہ خلوت کو محبوب جانیں اور اغیار کی صحبت سے بھاگتے رہیں اگر کثرت اذکار و اشغال سے کبھی طبیعت پر ملال ہو تو کتب اخلاق و سلوک جیسے ''احیاء العلوم'' و ''کیمیائے سعادت'' و مثنوی مولانا روم و مکتوبات حضرت عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ کا مطالعہ پیش نظر رکھیں اور اگر ذکر سے قلب

رنگین ہوجائے اور ہر بن مو میں ذکر ساری ہوجائے اور دوام حضوری حاصل ہو مراقبہ فنا فی اللہ و بقا باللہ اختیار کریں اور اپنا حال خدمت میں مولوی رشید احمد صاحب کی عرض کرتے رہیں اور جو کچھ کہ وہ فرمائیں اُس پر عمل کریں اور بجائے احقر دور افتادہ کے گمان کریں اور فقیر کو بھی اپنے سے دُور نہ سمجھیں کہ ہمت و دُعا سے غافل نہیں ہے۔

مکتوب چہل و یکم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت با برکت اخی فی اللہ صادق الیقین میاں جی عبدالواحد خاں صاحب دام شوقہ و ذوقہ و عرفانہ بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ واضحرائے روشن باد مکتوب عقیدت و محبت اُسلوب شما باشتیاق تمام ورود نمود از حال آنہا مسرور گشتم آنکہ نوشتہ بودند کہ انچہ فتورے در کیفیت باطن ایں جانب واقع شدہ بود بامداد و علاج مرشد از فضل الٰہی دفع شد و ہمانکہ سابق بود بلکہ زیادہ ازاں مذاق و لذت و کیفیت میشود. ازیں معنی شکر بجا آوردہ شد اللہ تعالیٰ آں مخلص را جمیع مدارج سلوک طے کنانیدہ بمنزل مقصود رساناد آمین. بایدکہ باوجود مشغولی دو از دہ تسبیح و پاس انفاس وغیرہ ذکر اسم ذات لسانی نیز بست و چہار ہزار بار اللہ اللہ بجہت یہ کہ ایں اسم را ﴿اسم بمعنی لفظ دال علی المسمی ظاہر ہے کہ غیر ہے ذات مسمی کا ان کے تغایر کی نفی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اسم پر من حیث اللفظ نظر نہ کرے بلکہ من حیث الدلالۃ علے المسمی نظر کرے پس مسمی کی طرف توجہ رکھے اور اسی اعتبار سے بعض فضلاء نے اسم کو نفس مسمی کہا ہے'' کما نقلہ البیضاوی و فصلہ شیخ زادہ'' ۔۱۲﴾ غیر ذات ندا ند متصور آنکہ زبان دھن و لسان قلب باہم تلفظ می کنند ہر روز کردہ باشند و اگر نتوانند دو از دہ ہزار بار ضرور معمول دارند و نیز حسب استعداد خود شغل حبس دم

هم مناسب است و کیفیت آں بوقت مشغولی آں واضح خواهد شد و ترکیبش از مولویان یعنی مولوی رشید احمد صاحب و یااز مولوی محمد قاسم دریافت نمایند حاجت تحریر نیست و نیز دریں ولا حسب خواهش آں عزیزاں رساله "ضیاء القلوب فی لقاء المحبوب در علم سلوک" که جامع است باذکارواشغال و مراقبات نوشته و مرتب ساخته بدست حاجی محمد اسمٰعیل صاحب سهارنپوری بخدمت مولوئیین موصوفین ارسال کرده ام از آنجا گرفته نقلش برد ارند و نزد خودنگاهدارند و پیشواء خود سازند و از نظر نااهل و منکر طریقت دوردارند و طریق سلوک که درآں نوشته ام در نظر موصوفین تحصیل نمایند اِن شاء اللّٰه تعالیٰ مفیدخواهد شد و آنکه بقلم ﴿قولہ وآنکہ بقلم آوردہ اندالی آخر المکتوب نہایت نازک مقام کونہایت احتیاط کے ساتھ حل فرمایا ہے مفصلاً تو اس کو کسی محقق صاحب مقام سے حل کرنا ضروری ہے۔ باقی اجمالاً اتنا سمجھ لیا جائے کہ منشاء اس حالت کا کبھی محمود بھی ہوتا ہے جو غیر اختیاری ہے۔ لیکن اگر احتیاط نہ کی جاوے تو ہلاکت کا اندیشہ ہے اور اس احتیاط کا حاصل یہ ہے کہ مخلوق سے دُور رہے۔ خصوص حسینوں سے نظر کو بچاوے اور حدودِ شرعیہ کا ظاہراً و باطناً سخت پابند رہے۔ ۱۲﴾ آورده بودند که درینولا حال دیگر طاری گردیده است که دل بجانب حسیناں مائل میگردد و ازدیدارکس حسین و خوب صورت دلم درد میکند و تابد یرخیال صورت آں کس بنظر می ماند علاج ایں امرهم شود. عزیز من بدانکه چوں طالب حق بانوارذکر منور گردد و ازکدورت ماسوا مصفا شود و نسبتے بروحانیت پیدا آید درآں ایں چنیں واقعات پیش می آیند زیراکه طالب محبوب او بترقی آرد چونکه برتو جمال محبوب حقیقی درهرشے ظاهر است دل طالب بهر جانب خصوصاً

سوئے حسیناں جہاں چنانکہ مولانا جامی میفرمایند. شعر

حسن خویش از روئے خوباں آشکارا کردہٗ پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردہٗ

مائل میگردد. و لذت می گیرد پس چوں طالب صادق را ایں معامله پیش آید باید که از نظر آں لذت نگیرد بلکه آں صورت را مظهر و صنعت حق دانسته وپرتو جمال حقیقی تصوریده بنظر خیال آنرا از پیشِ نظر بردارد و نظر دل برجمال صانع که در و ظاهر است و بے مانند و بے مثال و بے کیفیت را است گمارد و درآں تصور مستغرق گردو کیفیت و حال آں در قال نمی آید برهر که گذرد داند مگر ضرور است که دریں زمان طهارت و خلوت برخود واجب داند یعنی هر وقت باوضو باشد هر گاهیکه بشکند زود وضو کند و از مخلوق دور ماند و از طعام ناوجه پرهیز نماید والا خوف هلاکت طالب است و اگر حال غلبه کند بمقدور خود حدود شرعی را در نگاهداردو بهرحال مرشد خود را اطلاع کرده باشند فقط والسلام علی من اتبع الهدی.

مکتوب اِکتالیسواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت اخی فی اللہ صادق الیقین میاں جی عبدالواحد خاں صاحب دام ذوقہ وشوقہ وعرفانہ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واضح رائے روشن ہو مکتوب عقیدت ومحبت اُسلوب بہ اشتیاق تمام پہنچا اُن کے حال سے مسرور ہوا جو لکھا تھا کہ جو کچھ فتور کیفیت باطن میں اس طرف واقع ہوا تھا مرشد کی امداد وعلاج سے بفضل الٰہی دفع ہوا اور جیسا کہ سابق تھا بلکہ اس سے زیادہ مذاق و لذت کیفیت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے شکر بجالایا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس مخلص کو تمام مدارج سلوک طے کرا کر منزل مقصود پر پہنچاوے آمین۔ چاہئے کہ باوجود مشغولی بارہ تسبیح و

پاس انفاس وغیرہ کے ذکر لسانی اسم ذات کا بھی چوبیس ہزار بار اللہ اللہ اس طریقہ سے کہ اس اسم کو غیر ذات نہ جانیں اس تصور کے ساتھ کہ زبان دہن اور لسان قلب باہم تلفظ کریں ہر روز کرتے رہیں اگر نہ ہو سکے بارہ ہزار بار ضرور معمول رکھیں نیز اپنی استعداد کے موافق حبس دم کا شغل بھی مناسب ہے اور اس کی کیفیت اس کی مشغولی کے وقت واضح ہوگی اور اُس کی ترکیب مولویوں یعنی مولوی رشید احمد صاحب یا مولوی محمد قاسم صاحب سے دریافت کریں تحریر کی حاجت نہیں ہے نیز اس عرصہ میں آں عزیزوں کی حسب خواہش رسالہ ''ضیاء القلوب فی لقاء المحبوب'' علم سلوک میں جو کہ اذکار اشغال ومراقبات کو جامع ہے لکھ کر مرتب کر کے حاجی محمد اسمٰعیل سہارنپوری کے ہاتھ بخدمت مولوبین۔ موصوفین میں نے بھیجا ہے وہاں سے لے کر اُس کی نقل لیں اور اپنے پاس محفوظ رکھیں اور اپنا پیشوا بنائیں اور نظر سے نااہل اور منکر طریقت کی دُور رکھیں اور طریقہ سلوک کا کہ اُس میں میں نے لکھا ہے نظر میں مولوبین موصوفین کی تحصیل کریں اِن شاء اللہ تعالیٰ مفید ہوگا اور وہ کہ لکھا تھا کہ ان ایام میں دوسری حالت طاری ہوئی ہے کہ دل حسینوں کی جانب مائل ہوتا ہے اور دیدار سے کسی حسین وخوب صورت کے میرا دل درد کرتا ہے اور دیر تک اُس صورت کا خیال نظر میں رہتا ہے اس اُمر کا بھی علاج ہونا چاہئے۔ عزیز من جان تو جب طالب حق انوار ذکر سے منور ہو جاتا ہے اور ماسوا کی کدورتوں سے صاف ہو جاتا ہے اور رُوحانیت سے ایک نسبت ظاہر ہوتی ہے تو اس وقت ایسے واقعات پیش آتے ہیں اس واسطے کہ طالب محبوب ترقی کرتا ہے چونکہ پرتو جمال محبوب حقیقی ہر شے میں ظاہر ہے دل طالب کا ہر جانب خصوصاً حسینان جہاں کی طرف جیسا کہ مولانا جامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ شعر

حسن خویش از روئے خوباں آشکارا کردۂ پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردۂ

مائل ہوتا ہے اور لذت لیتا ہے پس جب طالب صادق کو یہ معاملہ پیش آوے چاہئے کہ اُس کی نظر سے لذت نہ لے بلکہ اُس کی صورت کو مظہر اور صنعت حق جان

کراور پرتو جمال حقیقی تصور کر کے اپنی نظر وخیال سے اُسے دفع کرے اور دل کی نظر جمال صانع پر کہ اس میں ظاہر ہے اور بے مانند اور بے مثال اور بے کیف ہے ٹھیک جمالے اور اُس کے تصور میں مستغرق ہو جائے اُس کی کیفیت وحالت قال میں نہیں آتی جس پر گذرتی ہے وہ جانتا ہے مگر ضرور ہے کہ اس زمانہ میں طہارت وخلوت اپنے پر واجب جانیں یعنی ہر وقت باوضو رہے جس وقت ٹوٹے جلد وضو کرلے اور مخلوق سے دُور رہے اور ناجائز کھانے سے پرہیز کرے ورنہ طالب کی ہلاکت کا خوف ہے اگر حال غلبہ کرے تو اپنے مقدور کے موافق حدود شرعی کی حفاظت کرے۔ اور ہر حالت میں اپنے مرشد کو اطلاع کرتا رہے۔

مکتوب چہل و دوم

از فقیر امداد اللّٰہ عفی اللّٰہ عنه بخدمت بابرکت برادر طریقت و طالب معرفت میانجیو عبدالواحد خاں صاحب دام شوقه و عرفانه باللّٰہ بعد سلام مسنون و اشتیاق مشحون واضحرائے سامی باد مکتوب محبت و عقیدت اُسلوب معه پارچه کھیس مرسله آں مخلص رسید گوناگوں فرحتھار و نمود اللّٰہ تعالٰی آں برادر را بایں یاد آوری و اخلاص و محبت و اراد یقین است که نسخه ضیاء القلوب نزد آں برادر از صحب مولوی محمد قاسم صاحب یا مولوی رشید احمد صاحب رسیده باشد زیراکه مطبوع گردیده دراں ترکیب زیارت رسول مقبول صلی الله علیه وسلم مع دیگر اوراد و اشغال اوقات پنجگانه نوشته اند کدام امر ضروری نگذاشته ام که درآں نباشد کتاب "ضیاء القلوب" مرشد کامل است آں را مرشد کامل دانسته حرز جان خود سازند و اگر کدام جابفهم ﴿یہی ادب ہے ہر کتاب کے مطالعہ کا خصوص کتب تصوف کا اور یہ بھی اُس کے لئے ہے جس کو کافی

مناسبت ہو ورنہ خود مطالعہ ہی ممنوع ہے بدون واسطہ اُستاد کے۔۱۲) نیاید بذریعه خط از من یا از مولوئین دریافت نمایند و مدام از خبر خیریت خود مینویسان باشند باقی حال زبانی حجاج واضح خواهد شد بخدمت حاجی قادر بخش صاحب سلام شوق از من گفته دهند که جفت پاپوش مرسله آں صاحب رسید خاطر جمع دارند فقط.

مکتوب بیالیسواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت برادر طریقت طالب معرفت میانجیو عبدالواحد خاں صاحب دام شوقہ وعرفانہ باللہ واشتیاق مشحون واضح رائے سامی ہونامۂ محبت وعقیدت معہ پارچہ کھیس آپ مخلص کا بھیجا ہوا پہنچا خوشی ظاہر ہوئی اللہ تعالیٰ اس برادر کو اس یادآوری اور اخلاص ومحبت کے ساتھ رکھے یقین ہے کہ نسخۂ ''ضیاء القلوب'' نزدیک اس برادر کے مولوی محمد قاسم صاحب یا مولوی رشید احمد صاحب کے پاس سے پہنچا ہوگا اس واسطے کہ مطبوع ہوگیا ہے اُس میں ترکیب زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی معہ دوسرے اوراد واشغال پنجگانہ اوقات کے لکھے ہیں کوئی اَمر ضروری نہیں چھوڑا ہے کہ اس میں نہ ہو کتاب ''ضیاء القلوب'' کامل مرشد ہے اس کو مرشد کامل جان کر اپنی جان کا تعویذ بنائیں اور اگر کسی جگہ سمجھ میں نہ آئے تو بذریعہ خط مجھ سے یا مولوئین سے دریافت کریں اور ہمیشہ اپنی خیریت کی خبر لکھتے رہیں باقی حال حجاج کی زبانی واضح ہوگا بخدمت حاجی قادر بخش صاحب سلام شوق میری جانب سے پہنچا کر پیام دیں کہ جفت پاپوش آپ کا مرسلہ پہنچا۔ خاطر جمع رکھیں۔

مکتوب چہل وسوم

از فقیر امداد الله عفی الله عنه بخدمت بابرکت مخلص بیر یا و محب با صفا میانجیو عبدالواحد خان صاحب دام معرفتکم بعد

سلام مسنون و دعائے خیر مشحون مشهود رائے عزیز باد مکتوب و عقیدت معه مبلغ چهار روپیه نذرانه ورود آورد خوشنود ساخت و از حال مندرجه اش آگاهی یافت اللّٰه تعالیٰ آن محب را بایں محبت و اخلاص سلامت داراد و روز بروز ذوق و معرفت روزی کناد معلوم شد که ضیاء القلوب رسید بایدکه اور امرشد و هادی راه دانسته پیش نظردارند و از نااهل دوردارند و آنکه برائے عمل تسخیر نوشته بودند معلوم نمایند که احقر ازیں فن همیشه کناره کش است که ایں خلاف مقصود می فهمد مگر برادرم حضرت شاه فضل حق صاحب دریں علم جزئ دخل می دارند بنا برآں مخلص ﴿کس قدر رعایت ہے طالبین کی کہ سباق میں اپنی کنارہ کشی کا بھی اظہار ہے اور سیاق میں اس فن کا غیر مفید ہونا بھی ارشاد ہے پھر بھی اجابت درخواست کا انتظام ہے دوسری وسعت اخلاق یہ ہے کہ یہ نہیں تحریر فرمایا کہ تم میرا یہ خط اُن کو دکھلا دینا وہ بتلاویں گے خود شاہ فضل حق صاحب کو ابتداء تحریر فرمایا اور وہ بھی بلا درخواست مکتوب الیہ کے اور یہ اور خلق مزید بر خلق ہے اس پر بھی مزید یہ ہے کہ مخاطب کی تسکین کے لئے خود بھی حزب البحر پڑھنے کا مشورہ دیا ورنہ پورا سکون نہ ہوتا کہ خود تو کچھ تعلیم نہ فرمایا اور حزب البحر میں دوسرے برکات بھی ہیں محض پیرزادوں کے عملیات ہی میں سے نہیں نیز بعض اوقات بعض طبائع کے اعتبار سے اس میں حکمت بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ اجابت درخواست سے ذہن خالی ہوتا ہے اور روکنے سے اشتیاق بڑھتا ہے۔ طبیب ہی مریض کی مصلحت پہچانتا ہے۔﴾ جناب موصوف را خواهم نوشت اِن شاء اللّٰه تعالیٰ اوشاں عملیات مطلوبه شما جمیع خواهند فرستاد خاطر جمع دارند و خلاصه ایں ست که فقیر اگر بمعرفت حق میرسد همه اُمور درحکم او می باشند حاجت کدام عمل و کدام تعویذ نیست اگر ممکن باشد سه بار حزب البحر بایں ترتیب که یک بار بعد نماز

مغرب و یک بار بعد نماز عشاء و یک بار بعد نماز چاشت مدام بخوانند اِن شاء اللّٰہ تعالیٰ برائے ہر مہم کافی خواھد شد بخدمت ہمہ دوستان و مخلصان خصوصاً حاجی قادربخش ﴿شاید دیو بند کے رہنے والے ہیں۔۱۲۔سعید الدین﴾ بعد سلام شوق آنکہ دوپٹہ مرسلہ آں عزیز رسید جزاکم اللّٰہ خیر الجزا فقط.

مکتوب تینتالیسواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت مخلص بیریا ومحب باصفا میانجیو عبدالواحد خاں صاحب دام معرفتکم بعد سلام مسنون و دعائے خیر مشحون مشہود رائے عزیز ہو نامۂ محبت وعقیدت مع چار روپیہ نذرانہ کے وصول ہوا مسرور کیا اور مندرجہ حال سے اطلاع ہوئی اللہ تعالیٰ اس محب کو اس محبت واخلاص کے ساتھ سلامت رکھے اور روز بروز ذوق ومعرفت نصیب کرے۔ معلوم ہوا کہ ''ضیاء القلوب'' پہنچا چاہئے کہ اس کو مرشد و ہادی راہ جان کر پیش نظر رکھیں اور نااہل سے دور رکھیں اور جو کچھ عمل تسخیر کے لئے لکھا تھا معلوم کریں کہ احقر ہمیشہ اس فن سے کنارہ کش ہے کیونکہ اس کو خلاف مقصود سمجھتا ہے مگر برادرم حضرت شاہ فضل حق صاحب اس علم میں کچھ دخل رکھتے ہیں اس بناء پر جناب موصوف کو لکھوں گا اِن شاء اللہ تعالیٰ وہ تمہارے تمام مطلوبہ عملیات روانہ کریں گے خاطر جمع رکھیں خلاصہ یہ ہے کہ فقیر اگر معرفت حق پر پہنچ جائے تمام اُمور اُس کے حکم میں ہو جاتے ہیں کسی عمل اور کسی تعویذ کی حاجت نہیں ہے اگر ممکن ہو تین بار حزب البحر اس ترتیب سے کہ ایک بار بعد نماز مغرب اور ایک بار بعد نماز عشاء اور ایک بار بعد نماز چاشت ہمیشہ پڑھیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہر مہم کے لئے کافی ہوگا بخدمت تمام دوستوں ومخلصوں خصوصاً حاجی قادر بخش صاحب کو سلام مسنون کے بعد معلوم ہو کہ دو پٹہ مرسلہ آں عزیز پہنچا جزاکم اللہ خیرا۔

مکتوب چہل و چہارم

بخدمت بابرکت عزیزم میانجیو عبدالواحد خان صاحب سلمه بعد سلام مسنون معلوم فرمایند سابق ازیں جواب خط آں صاحب همراه حافظ عابد حسین صاحب دیو بندی روانه کرده ام رسیده باشد حالا از خط اسمی میاں رحیم بخش دریافت شد که آں صاحب را مرضے دیگر لا حق شد علاجش میخواهند باید دانست که عشق مجازی میر ساند بحقیقت خود تا وقتیکه ﴿یہ شرط اعظم ہے تبدیل مجاز بہ حقیقت کی کہ محبوب مجازی سے کسی قسم کا انتفاع نہ ہو حتیٰ کہ اس کی طرف نہ نظر چشم ہو نہ نظر قلب یعنی تصور ورنہ ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔۱۲﴾ وصال نه شودراز معشوق مجازی والا نقصان عاشق است . شعر؂

عاشقی گرزیں سروگرزاں سراست　　عاقبت مار ابراں شه رهبرست

یعنی طالب حق را باید که در مجاز حقیقت را به بیند اگر مجاز غالب شود صورت دفع آنست که وقت ذکر نفی اثبات صورت معشوق مجازی را در قلب خود تصور ﴿یہ تصور بہ ضرورت ہے۔ جیسے شاہد مدعا علیہ کو دیکھ کر اُس پر شہادت دیتا ہے اور یہ شیخ کی رائے پر ہے۔ اگر طالب کی خصوصیت کے اعتبار سے مضر نہ دیکھے تو تجویز کرے ورنہ بجائے اس کے یوں تصور کرے کہ غیر اللہ کو قلب سے نکال دیا اس عموم میں وہ محبوب مجازی بھی آ گیا۔ خصوصیت سے اس کا تصور نہ کرے۔۱۲﴾ کندو کلمه (لا) را از اندرون دل بشدت و قوت تمام برکشیده و (اِلٰه) را بکتف راست رسانیده و سرر ابطرف پشت کرده تصور کند که صورت محبوب مجازی را و محبت او را ازدل بیروں آورده پس پشت. انداختم و دم را گذاشته لفظ الا اللّٰه بقوت و زور بر دل ضرب کند و ملاحظه کند که نور الٰهی را و محبت را در دل آوردم همیں طور

کشاکش و دمادم ذکر کند چند روز بعمل آرد اِن شاء اللّٰہ تعالیٰ بچند عرصہ عشق مجازی عشق حقیقی شود و نیز در صورت ﴿مجمل عبارت ہے تفسیر اس کی یہ ہے کہ تصور کرے کہ حسن و جمال اصل میں صفت محبوب حقیقی کی ہے اور محبوبان مجازی محض مظہر ہیں بلا حلول و اتحاد کے سو جب ان مظاہر میں یہ کشش ہے تو موصوف حقیقی کے حسن و جمال کی کیا شان ہے اس مراقبہ سے محبوب حقیقی کی طرف اَوّلاً کشش عقلی ہوگی پھر کشش طبعی اس سے محبت مجازی مضمحل یا زائل ہو جاوے گی۔۱۲۔﴾ محبوب مجازی محبوب حقیقی را تصور نماید ازیں گاھے غافل نہ شود رفتہ رفتہ مجاز حقیقت خواھد شد خاطر جمع دارند و پانصد بار ہر روز اللّٰہ اللّٰہ الصمد بخواند و بعد نماز عشاء یک صد و یک بار یا عزیز و ھمیں قد ر یا ارحم الراحمین مدام وبخواند مدام از حال خود می نویسان باشند فقط.

مکتوب چوالیسواں

بخدمت بابرکت عزیزم میانجیو عبدالواحد خاں صاحب سلمہ بعد سلام مسنون کے معلوم ہو کہ اس سے پہلے آپ کے خط کا جواب ہمراہ حافظ عابد حسین صاحب دیو بندی میں نے روانہ کیا ہے پہنچا ہوگا اب میاں رحیم بخش کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ کو کوئی مرض لاحق ہو گیا ہے جس کا علاج چاہتے ہیں عشق مجازی حقیقت کا رہبر اُسی وقت تک ہے کہ معشوق مجازی سے وصال نہ ہو ورنہ نقصان عاشق ہے۔ شعر

عاشقی گرزیں سرو گرزاں سراست　　　عاقبت مار ابراں شہ رہبرست

یعنی طالب حق کو چاہئے کہ مجاز میں حقیقت کو دیکھے اگر مجاز کا غلبہ ہو تو اس کے دفع کی صورت یہ ہے کہ نفی و اثبات کے ذکر کے وقت معشوق مجازی کی صورت اپنے قلب میں تصور کرے اور کلمہ (لا) کو اندرون دل سے تمام شدت و قوت سے کھینچ کر اور (اللہ) کو داہنے مونڈھے پر پہنچا کر اور سر کو پشت کی طرف کر کے تصور کرے کہ محبوب مجازی

کی صورت اور اُسکی محبت کو دل سے باہر نکال کر پس پشت ڈال رہا ہوں۔

اور سانس کو چھوڑ کر لفظ (الا اللہ) قوت و زور کے ساتھ دل پر ضرب کرے اور ملاحظہ کرے کہ نور الٰہی اور محبت کو دل میں لایا ہوں اسی کشاکش و دمادم کے ساتھ ذکر کرے اور چند روز عمل کرے اِن شاء اللہ چند عرصہ میں عشق مجازی عشق حقیقی ہو جائے گا اور نیز محبوب مجازی کی صورت میں محبوب حقیقی کا تصور کرے اس سے کبھی غافل نہ ہو رفتہ رفتہ مجاز حقیقت ہو جائے گا۔ خاطر جمع کریں اور پانچ سو بار ہر روز اللہ اللہ الصمد پڑھے اور بعد نماز عشاء ایک سو ایک بار یا عزیز اور اسی قدر یا ارحم الراحمین ہمیشہ پڑھے اور ہمیشہ اپنا حال لکھتے رہیں۔ فقط۔

مکتوب چہل و پنجم

از فقیر امداد اللّٰہ عزیزم عبدالواحد خاں صاحب زاد شوقہ باللّٰہ پس از سلام شوق معلوم فرمایند کہ ہر چند نامۂ آں عزیز علیحدہ نہ رسید اما در خط میاں رحیم بخش بساطی سہارن پوری سطرے چند مسطورہ آں عزیز بنظرم آمدند خیریت آں عزیز معلوم شد "الحمد للّٰہ علی ذلک" در ایں جا نیز بہمہ وجوہ خیریت است و امید کہ مرض ﴿یہ ہے شفقت کہ ایک اطلاع کے بعد خود اس کا کس قدر خیال رکھا گیا کہ بدون طالب کی مکرر اطلاع کے اپنا انتظار ظاہر فرماتے ہیں اور تدبیر کی تاکید فرماتے ہیں یہی توجہ ہے جس سے ایسے مرشد کا خادم محروم نہیں رہتا" و فی مثل ھذا قیل " بندۂ پیر خراباتم کہ لطفش دائم است + زانکہ لطف شیخ و زاہد گاہ ہست و گاہ نیست" والحمد للّٰہ الذی جعلنا فی زمرۃ خدام ھذا الشیخ الشفیق الرفیق"۔۱۲۔﴾ معلوم زائل شدہ باشد و اگر بالفرض قدرے باقی باشد ہماں شغل را کہ ازیں جا رقم یافتہ بکار برند ان شاء اللّٰہ تعالیٰ بالکلیہ ﴿یا تو زوال عام ہے اضمحلال کو اور یا خصوصیت طالب کی بناء پر فراست صادقہ سے بالکلیہ زوال متوقع ہوگا۔ واللہ اعلم۔۱۲﴾ زائل خواھد شد و السلام فقط بہمہ یاد

آوران سلام رسانند حاجی قادر بخش و حاجی احمد الدین وغیرهما از احباب خورد و بزرگ سلامم یاد کرده رسانند فقط.

مکتوب پینتالیسواں

فقیر امداد اللہ سے عزیزم عبدالواحد خاں صاحب زادشوقہ باللہ بعد سلام شوق کے معلوم کریں کہ ہر چند کہ آں عزیز کا خط علیحدہ نہیں پہنچا۔ لیکن میاں رحیم بخش بساطی سہارنپوری کے خط میں چند سطریں آں عزیز کی لکھی ہوئی نظر آئیں آنعزیز کی خیریت معلوم ہوئی ''الحمد للہ ذلک'' یہاں بھی بہمہ وجوہ خیریت ہے اور اُمید ہے کہ مرض زائل ہوا ہوگا اور اگر بالفرض قدرے باقی ہو اُسی شغل کو کہ اس جگہ سے لکھا ہوا ہے اُس سے کام لیں اِن شاء اللہ بالکلیہ زائل ہوگا فقط تمام یاد کرنے والوں کو سلام پہنچے قادر بخش و حاجی احمد الدین وغیرہما اور اپنے احباب خورد و بزرگ سے میرا سلام یاد کر کے پہنچائیں۔ فقط

مکتوب چہل و ششم

برادر طریقت طالب معرفت عبدالواحد خاں دام ذوقه از فقیر امداد اللّٰه بعد سلام مسنون و اضحوائے عزیز آنکه نامۂ اخلاص و محبت آمود ورود نمود سبب خوشی خاطر گردید حق تعالیٰ بایں یاد آوری خوش دارد و محبت و اُلفت خویش بخشد و از جمع ماسوا اللّٰه دل پاک و ارد و آنکه شکایت عدم رسی جوابات خطوط مرسله خویش قلمی کرده اند عزیز من عادت ﴿یہ ہے مرتبہ اعتدال بین التعلق والاتصال وبین الاعتزال والانفصال کہ ابتداء خطاب کا اہتمام نہ ہوالا بعارض اور جواب کا التزام ہو۔۱۲﴾ فقیر از دایم اینکه هر گاهیکه خط یگانه و بیگانه یار آشنا میرسددرارسال و تحریر جواب هرگز دیر و تاخیر نمی کند و چه جائیکه جوابات همچو عزیزان که مثل فرزند می شمارم گاهے

تساهل نمی کنم ازد و سال کدام خط بجز خط هذا نزدم نرسیده که جوابش نوشته می شد این خط که رسید جوابش تحریر می شود خواهد رسید و برائے ازالهٔ مرض ﴿قرینہ تعیین مکتوب الیہ سے معلوم ہوتا ہے وہی مرض عشق مجازی مراد ہے اس کے لئے متعدد تدابیر ارشاد فرمانا حکیم جامع ہونے کی دلیل ہے یہ نہیں کہ عطائیوں کی طرح ایک ہی نسخہ یاد ہو۔۱۲﴾ معلوم شغل سلطان نصیر که دو کتاب ضیاء القلوب ترکیبش مرقوم است میکرده باشند و ذکر حبس دم و ذکر ارّه هم بایدکرد که ازیں اذکار ترقی معنوی می باشد ذوق و شوق زیاده می باشد و کیفیت حاصل می گردد فقط.

مکتوب چھیالیسواں

برادر طریقت طالب معرفت عبدالواحد خاں دام ذوقہ فقیر امداد اللہ سے بعد سلام مسنون اسلام واضح اے عزیز ہو کہ نامہ اخلاص ومحبت کا بھرا ہوا پہنچا خوش دلی کا باعث ہوا حق تعالیٰ اس یادآوری سے خوش رکھے اور اپنی محبت واُلفت بخشے اور تمام ماسوائے اللہ سے دل کو پاک رکھے اور جو شکایت آپ نے خطوط کے جواب نہ پہنچنے کی لکھی ہے عزیز من فقیر کی عادت ہمیشہ یہ ہے کہ جس وقت خط یگانہ بیگانہ ویار آشنا کا پہنچتا ہے اُس کے ارسال وتحریر جواب میں ہرگز تاخیر نہیں کرتا چہ جائیکہ تم جیسے عزیزوں کے جوابات کہ مثل فرزندوں کے شمار کرتا ہوں کبھی تساہل نہیں کرتا دو سال سے کوئی خط بجز اس خط کے میرے پاس نہیں پہنچا کہ جواب اُس کا لکھا جائے یہ خط اور اس کے جواب کی رسید تحریر ہوتی ہے پہنچے گی مرض معلوم کے ازالہ کے لئے سلطان النصیر کا شغل جو کتاب ضیاء القلوب میں معہ اُس کی ترکیب مرقوم ہے کرتے رہیں اور ذکر حبس دم اور ذکر ارّہ بھی کرنا چاہئے کہ ان اذکار سے ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اور ذوق وشوق زیادہ ہوتا ہے اور کیفیت حاصل ہوتی ہے فقط۔

مکتوب چہل و ہفتم

از فقیر امداد اللہ عفی عنہ بخدمت بابرکت عزیز حاجی سید عابد حسین صاحب زاد اللہ عرفانہ بعد سلام مسنون و اشتیاق ملاقات واضح رائے عزیز باد مکتوب عقیدت و محبت اُسلوب بھزاران ہزار شوق درود آوردہ محبت ایں جانب را دو بالا گردانید و از مندرجہ اش آگاھی بخشید اللہ تعالیٰ آں عزیز را بایں عقیدت و محبت سلامت دارد و روز بروز زیادہ کند و برآں دارد و خاتمہ ما وشما برآں کند آمین و ازدریافت ترقی احوالات آں عزیز شکر بجا آوردہ شد و زیارت صلی اللہ علیہ وسلم دررویا مبارکباد و از لعاب دھن صلی اللہ علیہ وسلم مراد علم و معرفت است ہر قدر کہ آں عزیزآں برغبت خوزدند ہماں قدر نعمت عرفاں حاصل خواھد شدو آنکہ کراھیت کردہ بانداختند ہماں نقصان خیال است دیگر آنکہ از لعاب ﴿علماء اہل حق کی جلالت وعظمت حضرت رحمہ اللہ کے قلب میں کس قدر معلوم ہوتی ہے کہ اگران سے بعض نامناسب اُمور کا بھی صدور ہو جاوے اس میں حکمت کا احتمال رکھیں اوراُمور دینیہ میں اُن کا اتباع ترک نہ کریں۔۱۲﴾ دھن صلی اللہ علیہ وسلم علوم دین و علماء حقانی کہ ورثہ انبیاء اند مراد اند باید کہ از وشاں محبت قلبی دارند بسبب علم دین اگرچہ ازوشاں بتقاضائے بشریت بعضے امور نا ملایم صادر شوند آنرا حوالہ بحکمت کنند وخود را مقصر داشتہ بتواضع قلبی پیش آیند و تابعداری آنھا دراموردین برخود لازم گیرند وکراھیت نمودہ انکارنکنند و ازمنادی نمودن مراد ھدایت مریدان و عقیدتمندان تواست کہ اوشاں را تعلیم کردہ باشند و از اشغال باطنی خود را معطل نگذارند و از ملاقات پیر جی

محمد انور صاحب ﴿دیو بند کے مشہور بزرگ تھے ۔۱۲۔ سعید الدین﴾ بسیار خوشنود شدم اللہ تعالیٰ اوشاں را محبت و معرفت کامل روزی کند و آں عزیز را نیز مناسب است کہ برحال شاں توجہ کامل مرعی دارند بخدمت حاجی محمد ظہور الدین ﴿یہ بھی دیو بند کے مشاہیر بزرگوں میں سے ہوئے ہیں ۔۱۲۔ سعید الدین﴾ صاحب بعد سلام شوق آنکہ بست و پنج عدد حمائل شریف مطلوبہ احقر مرسلہ آں عزیز رسیدند قیمت آنہا اِن شاء اللہ تعالیٰ بسہولت روانہ کردہ خواہد شد و حمائل ہائے آں عزیز نیز رسیدند ہنوز قیمت ﴿ظاہراً یہ حمائلیں تجارتی ہیں حضرت رحمہ اللہ کے اخلاق کی کیا انتہا ہے کہ اہل حاجت کی اعانت تجارتی کا بھی تحمل فرماتے ہیں کیا کوئی عارف کامل وعاشق صادق دوسرا ایسا پیش کیا جاسکتا ہے؟ ۱۲﴾ آنہا قرار نیافت و خریدارہم کم اند کہ چنیں وضع را در ایں جا پسند نمی کنند و آنکہ مطبوعہ بمبئی اند آنہا بوضع استنبول اند مرد مان ایں جا آں را پسند زیادہ می کنند خیر اِن شاء اللہ تعالیٰ بسہولت تدبیر کرانده خواہد شد فقط.

مکتوب سینتالیسواں

فقیر امداد اللہ عفی عنہ سے بخدمت بابرکت عزیز حاجی سید عابد حسین صاحب زاد اللہ عرفانہ بعد سلام مسنون واشتیاق ملاقات کے واضح ہو اے عزیز ہو کہ نامۂ عقیدت و محبت اُسلوب ہزاراں ہزار شوق کے ساتھ وصول ہوا اس جانب کی محبت کو جس نے دوبالا کردیا اُس کی مندرجہ کیفیت سے آگاہی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آں عزیز کو اس عقیدت ومحبت کے ساتھ سلامت رکھے اور روز بروز زیادہ کرے اور اُسی پر قائم رکھے اور ہمارا تمہارا خاتمہ اُسی پر کرے آمین اور آں عزیز کے احوال کی ترقی کے معلوم ہونے سے شکر بجالایا گیا اور زیارت آنحضرت کی خواب میں مبارک ہو اور آنحضرت کے لعاب دہن سے مراد علم ومعرفت ہے جس قدر کہ آں عزیز نے اُس کو رغبت سے کھایا ہے اُسی

قدر نعمت عرفانی حاصل ہوگی اور جو کچھ کراہیت کر کے ڈال دیا ہے وہی نقصان خیال ہے دوسرے وہ کہ لعاب دہن آنحضرت کے علوم دین وعلمائے حقانی کہ ورثائے انبیاء ہیں مراد ہیں چاہئے کہ اُن سے محبت قلبی رکھیں بہ سبب علوم دین کے۔

اگر چہ اُن سے بتقاضائے بشریت بعض نامناسب اُمور صادر ہو جائیں اُس کو حکمت کے حوالہ کریں اور اپنے کو قصوروار جان کر تواضع قلبی سے پیش آئیں اور اُمورِ دین میں اُن کی تابعداری کو اپنے اُوپر لازم سمجھیں اور کراہیت کر کے انکار نہ کریں اور منادی کرنے سے مراد مریدوں اور آپ کے عقیدت مندوں کی ہدایت ہے کہ اُن کو تعلیم کرتے رہیں اور اشغال باطنی سے اپنے کو معطل نہ چھوڑیں اور ملاقات سے پیر جی محمد انور صاحب کی بہت خوش ہوا اللہ تعالیٰ اُن کو محبت و معرفت کامل عطا کرے آں عزیز کو بھی مناسب ہے کہ اُن کے حال پر کامل توجہ رکھیں بخدمت حاجی محمد ظہور الدین صاحب بعد سلام شوق یہ کہ پچیس عدد حمائل شریف مطلوبۂ احقر آں عزیز کی مرسلہ پہنچیں۔اُن کی قیمت اِن شاء اللہ تعالیٰ بسہولت روانہ کی جائے گی۔اور آں عزیز کی حمائلیں بھی پہنچیں ابھی اُن کی قیمت قرار نہیں پائی اور خریدار بھی کم ہیں کہ ایسی وضع کو اس جگہ پسند نہیں کرتے اور وہ حمائلیں کہ مطبوعہ بمبئی ہیں وہ استنبول کی وضع پر ہیں یہاں کے لوگ اُن کو بہت پسند کرتے ہیں خیر اِن شاء اللہ تعالیٰ بسہولت تدبیر کی جائے گی۔فقط

مکتوب چہل و ہشتم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت عزیزم حکیم محمد ضیاء الدین صاحب دام محبتہ بعد سلام مسنون و دعائے خیر واضح ولایح آنکہ احقر بخیریت بودہ صحت مزاج آں عزیز از حضرت الٰہی میخواہم سابق ازیں جوابات ہمراہ منشی محمد اسمٰعیل صاحب و حکیم مشتاق ﴿یہ صاحب دیوبند کے ہیں۔۱۲۔سعید الدین﴾ **صاحب وغیرہ حجاج روانہ کردہ ام رسیدہ باشند و معلوم شدکہ**

جوابات خطوط سابق سال که بدست حاجی مرزا شفیع بیگ صاحب فرستاده بودم در راه گم شد و نزد آن عزیزان نه رسیدند بسیار رنج گردید رضا بقضا از دریافت انتقال برادر عزیزم حافظ نظام الدین مرحوم رنجیکه بخاطر احقر لاحق شدبه بیان نمی رسد "انا للّٰه و انا الیه راجعون" حق تعالیٰ آن مرحوم مغفور را به بخشد و باقی ماندگان اور ابحفظ امان خود دارد و فراغت دارین روزی کند بعد روانگی منشی صاحب و حکیم صاحب موصوف در حالت بیماری مناجات بحضرت الٰهی ﴿قولہ مناجات بحضرت الٰہی الی قولہ نقلش بہ ہمشیرہ ثم الی قولہ بہر یک اجازت است کس قدر اعتناء ہے طالبین کو نفع پہنچانے کا اور یہ اجازت شرط نفع نہیں ہے جیسا کہ عوام کا خیال ہے۔ بلکہ یا دل جوئی ہے خدام کی کہ علامت توجہ کی ہے۔ اور یا مثل تجویز طبیب کے ہے کہ مریض منتظر رہتا ہے اذن طبیب کا اسی طرح ہر شاغل کا جدا حال ہے کوئی شغل ایک کے لئے مناسب ہے دوسرے کے لئے نہیں۔۱۲﴾ نوشته بودم چنانچه بدست حاجی احمد الدین صاحب روانه خدمت آن عزیز کرده ام رسیده باشد یا خواهد رسید باید که نقلش به همشیره بی صاحبه و عزیزه امت الحبیب و مسماة بی خیرن وغیره کنانیده بدهندو هر که خواهد نقل کند و بوظیفه خود دارد و بهر یک اجازت است بر خورداری فاطمه دعوات خوانند بخدمت جمیع عزیزان و دوستان و مخلصان زن و مرد و خوردبزرگ سلام و دعا خوانند مکرر آنکه از حال مخالفان و معاندان خود و مقدمه شان اطلاع دهند و دیگر احوال آنجاهم روانه نمایند وجواب خط بایں نشان ارسال نمایند که ایں خط در بمبئی نزد مولانا عنایت اللّٰه ﴿مولانا عنایت اللہ صاحب و حاجی فضل اللہ صاحب و میاں رحمۃ اللہ صاحب یہ تینوں حضرات بمبئی میں رہتے تھے اور حضرت رحمہ اللہ

کے خلفاء میں سے تھے۔۱۲۔سعید الدین﷫صاحب رسیده بخدمت میاں حاجی فضل اللّٰہ صاحب شان و اله رسیده معرفت شان در مکه معظمه نزد امداد اللّٰہ برسد و یابایں پته بنویسند که لفافه هذا در بندر بمبئی نزد میاں رحمت اللّٰہ بانگی رسیده معرفت اوشاں درمکه معظمه نزد امداد اللّٰہ برسد اِن شاء اللّٰہ تعالیٰ نزدم خواهد رسید باقی حال ایں جا بزبانی حاجی حسنو شاه حامل رقعه هذا معلوم خواهد شد و پارچه سرما و گرما مرسله آں عزیز در سال گذشته رسیدند جبه پنبه دار بسیار راحت داد جزاکم اللّٰہ خیر الجزا فقط۔

مکتوب اڑتالیسواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت عزیزم حکیم محمد ضیاء الدین صاحب بعد سلام مسنون ودعائے خیر واضح ولائح ہو کہ احقر بخیریت وصحت مزاج آں عزیز کی حضرت الٰہی سے چاہتا ہے۔ اس سے پہلے خطوط کے جوابات ہمراہ منشی محمد اسمٰعیل صاحب وحکیم مشتاق صاحب وغیرہ حجاج کے روانہ کئے ہیں پہنچے ہوں گے معلوم ہوا کہ خطوط سابق کے جوابات کہ حاجی مرزا محمد شفیع بیگ کے ہاتھ میں نے بھیجے تھے راہ میں گم ہو گئے۔ آں عزیزوں کے پاس نہ پہنچے۔ بہت رنج ہوا۔ رضا بقضاء۔ برادرم عزیزم حافظ نظام الدین مرحوم کے انتقال کا حال معلوم ہونے سے ایسا رنج خاطر احقر کو لاحق ہوا کہ بیان نہیں ہوسکتا'' انا للّٰہ و انا الیه راجعون'' حق تعالیٰ اُس مرحوم ومغفور کو بخشے اور باقی ماندوں کو اپنے حفظ واماں میں رکھے اور فراغت دارین نصیب کرے بعد روانگی منشی صاحب وحکیم صاحب موصوف حالت بیماری میں ایک مناجات حضرت الٰہی میں میں نے لکھی تھی چنانچہ حاجی احمد الدین کے ہاتھ آں عزیز کی خدمت میں میں نے روانہ کی ہے پہنچی ہو یا اب پہنچے گی چاہئے کہ اُس کی نقل ہمشیرہ بی صاحبہ و عزیزہ امت الحبیب ومسماۃ بی خیرن وغیرہ کو کرادیں اور جو چاہے نقل کرے اور اپنا

وظیفہ بنائے اور ہر ایک کو اجازت ہے برخورداری فاطمہ دُعائیں پڑھیں جمیع عزیزان و دوستان و مخلصان عورت مرد خورد و بزرگ کو سلام دُعا کہیں مکرر آنکہ اپنے مخالفین و معاندین کے حال سے اور اُن کے مقدمہ سے اطلاع دیں اور احوال وہاں کے بھی روانہ کریں اور خط کا جواب اس پتہ سے ارسال کریں کہ یہ خط بمبئی میں مولانا عنایت اللہ صاحب کے پاس پہنچ کر بخدمت میاں حاجی فضل اللہ صاحب شان والہ پہنچ کر اُن کی معرفت مکہ معظمہ میں امداد اللہ کے پاس پہنچے یا اس پتہ سے لکھیں کہ لفافہ ہٰذا ببندر بمبئی میں نزد میاں رحمت اللہ بانگی کے پاس پہنچ کر اُن کی معرفت مکہ معظمہ میں اِمداد اللہ کے پاس پہنچے اِن شاء اللہ تعالیٰ میرے پاس پہنچے گا باقی یہاں کا حال حاجی حسو شاہ حامل رقعہ ہذا کی زبانی معلوم ہوگا پارچہ سرما و گرما آں عزیز کے مرسلہ گذشتہ سال میں پہنچے روئی دار جبہ نے بہت آرام دیا جزاکم اللہ خیر الجزاء فقط۔

مکتوب چہل و نہم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت عزیز القدر حکیم محمد ضیاء الدین صاحب نور اللہ قلبہ بانوار المعرفت بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ مشہود ضمیر منیر باد دو خط پے در پے پہنچے اُن سے حال انتقال عزیز لخت جگرم مولوی محمد قاسم مرحوم مغفور کا معلوم ہوا عزیز من پہلے صدمے بزرگوں کی مفارقت کے مثل حضرت حافظ صاحب و مولوی شیخ محمد صاحب وغیرہ قدس اللہ اسرارہم تھے سو تھے مگر اس صدمہ جانکاہ ﴿یہ اظہار عبدیت میں اتباع سنت ہے ''کما قال صلی اللہ علیہ وسلم انا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون'' اور اس میں اخفاء ہے دعویٰ آزادی کا جس کا منشاء کبھی کبر و تصنع اور کبھی غلبہ حال ہوتا ہے۔۱۲﴾ نے اس جان حزیں سراسر غمگیں کی کمر توڑ دی ''انا للّٰہ و انا الیہ راجعون'' بجز رضا بقضاء الٰہی کے کیا چارہ اللہ تعالیٰ اُس کان علم اور معارف کو مراتب علیا فردوس سے مشرف فرمادے اور باقی ماندگان کو اپنے ذوق و شوق اور معرفت کے ساتھ سلامت رکھے اب فقیر بھی پا بہ رکاب ہے کچھ زندگی کا مزا نہیں رہا اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے۔ شعر ؎

لطف جینے کا ہے گر پاس ہو جان بخش اپنا ورنہ جوں خضر ہے بس عمر کی تکثیر عبث

فقیر کا دل بھی چاہتا ہے کہ یک بار تم سے پھر ملاقات ہو جائے اور بڑی ملاقات تو آخرت کی ہے کہ کبھی جدائی متصور نہیں اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے اور ایمان سے اُٹھاوے پھر اَبد الآباد سایۂ عنایت الٰہی میں ہم سب عیش کریں آمین بخدمت جمیع عزیزان بعد سلام و دُعا کے عرض ہے فقیر تمہارے سب کے حق میں دُعاء بہبودی دارین کی کرتا ہے بھولا نہیں اللہ تعالیٰ تم کو جمیع تردّدات اور مکروہات دنیاوی سے محفوظ رکھے اور راحت دو جہان کی نصیب کرے از طرف چچی خود سلام دعا قبول باد فقط۔

مکتوب پنجاہم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت با برکت عزیزم حکیم محمد ضیاء الدین صاحب نور اللہ قلبہ بانوار العارفین پس از تبلیغ مراسم سلام سنت الاسلام و دعا ء ترقی عرفانی واضحرائے عزیز باد فقیر بھرحال مشکور استؐ در ایں عرصہ چند خط آں عزیز رسید و از کیفیت آنہا مطلع گردانید چنانچہ جواب آنہاھم نوشتہ شد بملاحظہ آں عزیز آمدہ باشد فقیر از عرصہ چند روز در عوارض مبتلاست تا حرم رفتن کم میشود علاوہ امراض جسمانی در بیان نمی آیند دعاء کنند کہ حق تعالیٰ مار اوشمارا ازھمہ امراض روحانی صحت کامل عطا فرماید و خاتمہ ماوشما بخیر کند آمین عزیز من بظاھر قیام آں عزیز در بھوپال قباحتے ندارد زیراکہ ریاست اھل اسلام است و نیز بہ نسبت ریاسات دیگر دریں ریاست چیزے دینداری ھم است خدا تعالیٰ زیادہ کند عزیز من اگرچہ در ضرورت درباری ﴿اس ضرورت کا ذکر اس کے متصل ہی ہے۔ فراغ خاطر بودن از نان و نفقہ اور اس میں حضرت کی شان حکیمی کا ظہور ظاہر ہے اور ساتھ ہی ساتھ اُس کے مفاسد پر بھی تنبیہ

اوراس سے تحذیر ہے چنداں حاجت خوشامد الخ امراء اهم ست مضائقه نیست دل بیاردست بکاربايد چنداں نقصان نخواهد کرد بهرحال فراغ خاطر بودن ازنان و نفقه سالک راه حق را نیز از ضروریات است علاوه ازیں علاقه شما نفیس است چنداں حاجت خوشامد امراء وغیره نیست حق تعالیٰ ازیں نگاهدارد باقی حال از خطوط سابقان معلوم بوده باشد باقی حال ایں جا زبانی حجاج معلوم خواهد شدت بخلمت جمیع عزیزان مع مستورات سلام و دعا خیر برسد از اهلیه حقیر نیز سلام و دعا برسد مکرر آنکه خادمه آں عزیز رسید و از حج فراغت یافته بمدینه منوره رفته است بعد واپسی قصد وطن خواهد کرد بشرطیکه بدست یابی چٹھی جهاز و خرچ راه اطلاعاً بقلم آمده و نیز عزیز جان احمد حسین را از فقیر اجازت است در هرجا که اورا آرام و راحت باشد بماند فقیر بهرحال راضی و خوش است گاه گاه اِراده بهوپال میکند بعد گذشتن ایام رخصت شاید قصد کند یا سابق روانه شود واللّٰه اعلم بالصواب فقط۔

مکتوب پچاسواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت عزیزم حکیم محمد ضیاء الدین صاحب نور اللہ قلبہ بانوار العارفین بعد تبلیغ مراسم سلام سنت الاسلام و دعائے ترقی عرفانی واضح ہو اے عزیز ہو فقیر ہر حال میں مشکور ہے اس چند عرصہ میں آں عزیز کا خط پہنچا اُس کی کیفیت سے مطلع ہوا چنانچہ اُس کا جواب بھی لکھا گیا آں عزیز کے ملاحظہ میں آیا ہوگا فقیر عرصہ چند روز سے عوارض میں مبتلا ہے یہاں تک کہ حرم کی آمدورفت میں بھی کمی ہوگئی ہے جو علاوہ امراض جسمانی کے بیان میں نہیں آتے دُعا کریں کہ حق تعالیٰ ہم کو اور تم کو تمام امراض روحانی سے صحت کامل عطا فرمائے ہمارا تمہارا خاتمہ اچھا کرے

آمین عزیز من آں عزیز کا قیام بھوپال میں کوئی قباحت نہیں رکھتا ہے اس واسطے کہ ریاست اہل اسلام کی ہے اور نیز بہ نسبت دوسری ریاستوں کے اس ریاست میں کچھ دینداری بھی ہے خدا تعالیٰ زیادہ کرے عزیز من اگرچہ ضرورت میں درباری اُمراء کی جو کہ اہم ہے مضائقہ نہیں ہے دل بیار و دست بکار چاہئے چنداں نقصان نہ ہوگا بہر حال نان نفقہ سے سالک حق کے دل کا فارغ ہونا بھی ضروریات میں سے ہے علاوہ ازیں تمہارا علاقہ بہت عمدہ ہے چنداں حاجت امراء وغیرہ کی خوشامد کی نہیں ہے حق تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے باقی حال سابق خطوط سے معلوم ہوا ہوگا۔

باقی حال یہاں کا زبانی حجاج کے معلوم ہوگا بخدمت جمیع عزیزان مع مستورات سلام و دعائے خیر پہنچے حقیر کی اہلیہ سے بھی سلام و دُعا پہنچے مکرر آنکہ آں عزیز کا خادم پہنچا اور حج سے فراغت پا کر مدینہ منورہ میں ہے بعد واپسی قصد وطن کرے گا بشرطیکہ جہاز کی چٹھی اور خرچ راہ ہم دست ہو جائے اطلاعاً لکھا گیا نیز عزیز از جان احمد حسین کو فقیر سے اجازت ہے جہاں اُس کو آرام و راحت ہو رہے فقیر ہر حال میں راضی و خوش ہے گاہ گاہ اِرادہ بھوپال کا کرتا ہے بعد ایام رخصت کے گذرنے کے شاید قصد کرے یا پہلے روانہ ہو واللہ اعلم بالصواب فقط۔

مکتوب پنجاہ و یکم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت عزیزم حکیم محمد ضیاء الدین صاحب نور اللہ قلبکم بانوارہ پس از تبلیغ مراسم سلام مسنون و دُعاء خیر واضحرائے عزیزباد جواب خطوط آں عزیز معہ جواب خطوط عزیزان دیگر روانہ کردہ شد رسیدہ باشد و انچہ کہ آن عزیزان جمع نمودہ ﴿حضرت رحمہ اللہ کا مذاق اس کی تفسیر کو متعین کرتا ہے کہ اس جمع میں ترغیب کیے بعد دیگرے نہیں بطیب خاطر آزادی سے سہولت کے لئے باہم جمع کر لیا یہ نہیں کہ کسی سے لے کر جمع کیا۔۱۲۔﴾ نقد روانہ کردہ بودند رسیدش هم

روانه شد باقی خبر تازه نیست که بقلم آید حال عزیز جان علاؤ الدین ﴿برادر حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری رحمہ اللہ۔۱۲۔سعید الدین﴾ معلوم نیست که صورت روزگار اوشده یانه ونیز معلوم شدکه صورت قیام آن عزیز در بهوپال بذریعه طبابت تنخواه چهل روپیه میشد مگر آن عزیز قبول نه کردند خیر انچه مناسب دانستند بهتراست مگر نزد فقیر در همچنیں سرکار اسلامیه و زمره اهل اسلام قیام آن عزیز مناسب معلوم می شود زیراکه از خرخشه هائے وطن محفوظ ماندن بدل جمع بحق مشغول بودن بهتر است خصوصاً بحق آن عزیز عزیز جان بهرحال بدلجمعی اشتغال بباطن خصوصاً در عمر آخر بسیار پر ضرور است و اگریک بار ملاقات آن عزیز باز میسر آید موجب خواهش دلی فقیر است و نیز شنیده ام که اِراده مولوی رشید احمد صاحب هم است خدا کند دریں حج شریک شوند آمین و اکنوں فقیر اِراده ﴿یہ ارادہ پورا نہیں ہوا اور باوجود اس احتمال کے اس کا اظہار غایت سادگی و بے تکلفی ہے ورنہ اہل تصنع تو ایسے محتمل خیالات کا اخفاء کرتے ہیں کہ اگر وقوع نہ ہوا تو کشف وکرامت میں خلل پڑے گا۔﴾ میدارد که باقی عمر در مدینه بسر شود و خاتمه در آنجائے متبرکه میسر آید و خاک بقیع شود انتظار ملاقات مولوی رشید احمد صاحب وغیره است اِن شاء اللّٰه تعالٰی بشرط خیر و میسری سامان بسال آینده قصد مدینه میدارم اگر در مقدر است حصول خواهد شد بخدمت جمیع عزیزان نام بنام سلام برسد از طرف چچی خود عزیز حافظ احمد حسین سلام برسد فقط.

مکتوب اکیانواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت عزیزم حکیم محمد ضیاء الدین صاحب نور اللہ قلبکم بانوارہ بعد تبلیغ مراسم سلام مسنون و دعائے خیر واضح رائے عزیز ہو۔ جواب آں عزیز کے خطوط کا مع جواب دوسرے عزیزوں کے خطوط کے روانہ کیا گیا پہنچا ہوگا جو کچھ کہ آں عزیزوں نے جمع کر کے نقد روانہ کیا تھا اُس کی رسید بھی روانہ ہوئی باقی کوئی خبر تازہ نہیں ہے کہ سپرد قلم ہو عزیز از جان علاؤ الدین کا حال معلوم نہیں ہے کہ صورت اُس کے روزگار کی ہوئی یا نہیں نیز معلوم ہوا کہ صورت قیام آں عزیز کی بھوپال میں بذریعہ طبابت چالیس روپیہ تنخواہ پر ہوئی تھی مگر آں عزیز نے قبول نہ کیا خیر جو کچھ مناسب جانیں بہتر ہے مگر فقیر کے نزدیک ایسی سرکار اسلامیہ اور زمرۂ اہل اسلام میں آں عزیز کا قیام مناسب معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ وطن کے خرخشوں سے محفوظ رہنا دل جمعی سے مشغول ہونا بہتر ہے خصوصاً حق میں آں عزیز از جان کے بہرحال دلجمعی سے اشتغال باطنی خصوصاً آخر عمر میں بہت پر ضرور ہے اگر ایک بار ملاقات آں عزیز کی پھر میسر آئے فقیر کی دِلی خواہش کا سبب ہے۔

اور نیز میں نے سنا ہے کہ مولوی رشید احمد کا بھی اِرادہ ہے خدا کرے۔ اس حج میں شریک ہوں آمین اور اب فقیر اِرادہ کرتا ہے۔ کہ باقی عمر مدینہ میں بسر ہو اور خاتمہ اُس متبرک جگہ میں میسر ہو اور خاک بقیع ہو اور مولوی رشید احمد صاحب وغیرہ کی ملاقات کا انتظار ہے اِن شاء اللہ تعالیٰ بشرط خیر اور سامان کی فراہمی کے آئندہ سال میں مدینہ کا قصد رکھتا ہوں اگر مقدر ہوگا حاصل ہوگا بخدمت جمیع عزیزان نام بنام سلام پہنچے اپنی چچی کی طرف سے عزیز حافظ احمد حسین کو سلام پہنچے۔ فقط۔

مکتوب پنجاہ و دوم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت عزیز القدر والا مرتبت عزیزم حکیم محمد ضیاء الدین صاحب زید عرفانہ باللہ

بعد سلام مسنون و دعا ترقی درجات عالیات دو جهانی مشهود ضمیر منیر باد فقیر بهرحال مشکور و بحق آن عزیز معه عزیزان دیگر دُعاء خیر می کند مسرت نامه آن عزیز رسید مسرور ساخت و از حال مندرجه اش مطلع نمود اللّٰہ تعالٰی آن عزیز را از جمیع خرخشات و جمیع مکروهات دنیاوی محفوظ داشته بخود مشغول دارد آمین عزیز من نوشته بودندکه حسب خواهش نفس و بباعث وجوه دیگر ملازمی این جا کرده بودم مگر یک شرم و غیرت ملازمی می بود وچوں صحبت و ملازمت امراء می شدتکدرے می داد و نیز اکثر اوقات را هم برباد دادهر چند حال پریشانی خود بخدمت مولانا رشید احمد صاحب سلمه گذرانیدم و عرض کردم که هرچه بادا باد از ملازمیت این جا چنان مضطر شدم و سخت پریشانم اگر ارشاد شود بگذارم مولانا﴿کس قدر پُر مغز اِرشاد ہے کہ مقصود رفع تشویش ہے اگر نوکری سے حاصل ہو نوکری مطلوب ہے اگر ترک نوکری سے ہو ترک مطلوب ہے۔ آگے حضرت رحمہ اللہ کے ارشاد میں ترک کی ترجیح مذکور ہے یعنی فی نفسہٖ گو کسی خاص شخص کے اعتبار سے یہ ترجیح نہ ہو۔۱۲﴾فرمودند که برائے رفع پریشانی نوکری بودچو تشویش رونمود بگذارید فقط عزیز من نوکری ملازمی طالبان حق نوکری و ملازمی فقر فاقه و صبر و توکل و قناعت و رضا و تسلیم است و ملازمی سلاطین و امراء و دربار داری شان را هلاکت و تباهی خود دانند نعوذ باللّٰہ منها۔

بردر سلطان مردر ویش مبیں گنج قاروں گردہد سویش مبیں

عزیز من گوشه توکل گرفته یکجا به نشینید و نظر بخدا دارید و بکار خود که مقصود اصلی ست مشغول باشید و جمله اُمور را

بحق سپرد نمائید و راضی برضائے حق باشیدو از ما سواء مستغنی و بے پروا بوده بحق محتاج باشید تا غناء دارین و راحت دو جهان حاصل آید و مطالعه کتب اخلاق صوفیه مثل ترجمه "احیاء العلوم" و عوارف و کیمیاء سعادت وغیره و مثنوی شریف گاه گاه کرده باشید و اگر طالب خدا آید انچه ازبزرگان خود یافته اید تعلیم نمائید فقط نوشته بودند که آن قبله نام چند کس باجازت مشرف فرموده و بود از صفحه "ضیاء القلوب" حک نمود ازان جمله حافظ محمد یوسف اند. عزیز من این خبر غلط است نام عزیز جان محمد یوسف بدستور بر صفحهٔ کتاب مذکور ثبت است بجز دونام ﴿یہ حک یا تو اُن بزرگوں کی وفات کے سبب ہے کہ ابقاءِ نام سے طالبین کو پریشانی نہ ہو جیسا کہ لفظ مرحوم وفات پر دال ہے اگر قبل کتابت خط ہذا وقت حک کے وفات ہو چکی ہو اور یا کسی حال کے تغیر کے سبب اس صورت میں اس سے ایک مسئلہ ثابت ہوگا۔ وہ یہ کہ اجازت کی بناء جن اُمور پر ہے وہ حصولاً و بقاءً ظنی ہیں جس کا تبدل محتمل ہے۔ اور اس تبدل کے وقت خلع خلافت کا اظہار ضروری ہے تاکہ طالبین غلط فہمی سے محفوظ رہیں اور وہ اُمور بناء خلافت یہ ہیں۔ صلاحیت ظاہرہ قدر معتد بہ ۔مناسبت طریق علماً و عملاً۔ توقع اہتمام صلاحیت ورسوخ حال۔۱۲﴾ یکے مولوی کرامت علی مرحوم و دیگر نام مولوی محمد ابراهیم صاحب اجرا ڑوی که حک کرده شد دیگر نامها بدستور موجود اند خاطر جمع دارند بلکه دریں سال چند کسان دیگر را اجازت داده شدمثل مولوی خلیل احمد خلیفه مولوی رشید احمد صاحب و مولوی احمد حسن امروهی خلیفه مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی محمد محی الدین دیو بندی ﴿یہ بزرگ مراد آبادی سابق قاضی ریاست بھوپال ہیں۔۱۲۔ سعید الدین﴾ خاطر و مولوی جلیل احمد صاحب و نیز حاجی سید محمد

صاحب ﴿یہ بزرگ دیو بندی ہیں۔۱۲۔ سعید الدین﴾ و مولوی منظور احمد صاحب و مولوی نور محمد صاحب و مولوی عبدالواحد صاحب بنگالی وغیرہ دیگر کسان مجازاند عزیزمن از فضل و رحمت الٰہی امید آں دارم کہ عزیز جان محمد یوسف برجادۂ بزرگان بہ نشیند و مستقیم باشد و فیض اوجاری شود آمین یا اللہ فقط۔

مکتوب باونواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت عزیز القدر والا مرتبت عزیزم حکیم محمد ضیاء الدین صاحب زید عرفانہ باللہ بعد سلام مسنون و دعائے ترقی درجات عالیات دوجہان مشہود ضمیر منیر ہو فقیر ہر حال میں مشکور اور آں عزیز کے حق میں معہ دیگر عزیزوں کے دُعائے خیر کرتا ہے آں عزیز کا مسرت نامہ پہنچا مسرور کیا اور مندرجہ حال سے اُس کے مطلع کیا اللہ تعالیٰ آں عزیز کو تمام خرخشوں اور تمام دنیاوی مکروہات سے محفوظ رکھ کر اپنے میں مشغول رکھے آمین۔ عزیز من لکھا تھا کہ حسب خواہش نفس اور دوسرے وجوہ کے باعث یہاں ملازمت کی تھی مگر ایک شرم غیرت ملازمت کی ہوتی تھی اور چونکہ صحبت و ملازمت امراء کی ہوتی تھی اس لئے تکدر ہوتا تھا اور اکثر اوقات بھی ضائع ہوتے تھے ہر چند کہ اپنی پریشانی کا حال بخدمت مولانا رشید احمد صاحب سلمہ عرض کیا کہ جو کچھ بھی ہو یہاں کی ملازمت سے ایسا مضطر و سخت پریشان ہوں اگر ارشاد ہو تو چھوڑ دوں۔ مولانا نے فرمایا کہ نوکری پریشانی کے دور کرنے کے لئے تھی جب اُسی میں تشویش ہے تو چھوڑ دو، فقط عزیز من طالبان حق کی ملازمت و نوکری فقر و فاقہ صبر و توکل قناعت و رضا و تسلیم کی نوکری و ملازمت ہے اور سلاطین اور اُمراء کی ملازمت اور اُن کی درباداری کو اپنی ہلاکت و تباہی جانتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا۔

بردر سلطان مردر ویش میں ۔۔۔ گنج قاروں گردہد سویش میں

عزیز من گوشۂ توکل اختیار کر کے ایک جگہ بیٹھو اور خدا پر نظر رکھو اور اپنے کام میں

مشغول رہواور جملہ اُمور کوحق تعالیٰ کے سپرد کرو۔اورراضی برضاءحق رہو۔

اور ماسوی سے مستغنی و بے پرواہ ہوکر حق کےمحتاج رہوتا کہ غناءِدارین وراحت دوجہان حاصل ہوصوفیاء کی کتب اخلاق کا مطالعہ مثل ترجمہ ''احیاء العلوم'' وعوارف و کیمیائے سعادت وغیرہ ومثنوی شریف کبھی کبھی کرتے رہواگر طالب خدا آئے جوکچھ اپنے بزرگوں سے پایا ہے تعلیم کرو فقط لکھا تھا کہ آن قبلہ نے جن چند آدمیوں کو اجازت سے مشرف فرمایا تھا صفحۂ ''ضیاء القلوب'' سے محوکیا منجملہ اُن کے حافظ محمد یوسف ہیں عزیز من یہ خبر غلط ہے نام عزیز از جان محمد یوسف بدستور صفحۂ کتاب مذکور پر ثبت ہے بجز دو نام کے ایک مولوی کرامت علی مرحوم دوسرا نام مولوی محمد ابراہیم صاحب اجراڑوی کہ مٹادیا گیا۔دوسرے نام بدستور موجود ہیں خاطر جمع رکھیں مگراس سال میں چنددوسرے آدمیوں کواجازت دی گئی مثل مولوی خلیل احمد خلیفہ مولوی رشید احمد صاحب ومولوی احمد حسن امروہی خلیفہ مولوی محمد قاسم صاحب ومولوی محی الدین خاطر ومولوی جلیل احمد صاحب ونیز حاجی سید محمد صاحب دیوبندی ومولوی منظوراحمد صاحب ومولوی نورمحمد صاحب ومولوی عبدالواحد صاحب بنگالی وغیرہ دوسرے لوگ مجاز ہیں ۔عزیز من فضل ورحمت الٰہی سے اُمید رکھتا ہوں کہ عزیز از جان محمد یوسف جادۂ بزرگوں پر بیٹھے اور مستقیم رہےاوراُس کا فیض جاری ہوآمین یااللہ فقط۔

مکتوب پنجاہ وسوم

از فقیر امداد اللّٰہ عفی اللّٰہ عنہ بخدمت بابرکت عزیزم حکیم محمد ضیاء الدین صاحب دام عرفانہ باللّٰہ بعد سلام مسنون و دعاء ترقی ذوق و شوق و معرفت حق مشہود رائے عزیز باد فرحت نامہ محبت افزا معہ ھدایا بھوپال رسید فرحتہا و نمود ازحال مندرجہ اش مطلع گردانید حق تعالٰی آں عزیز را از جمیع کدورات ھوائی و نفسانی محفوظ داشتہ برضا مندی خود و اتباع سنت مستقیم دارد

و فیضان ظاهری و باطنی آں عزیز مدام جاری دارد و خاتمه ماؤ شما بخیر کند عزیز من برائے ادائے قرض و ترقی عزیز جان علاؤالدین وغیره دعا کرده ام و میکنم مجیب الدعوات قبول فرمایداز تحریر آں عزیز معلوم شدکه اراده شما قیام وطن است بهتر است حق بفضل خویش از خرخشات وطن محفوظ دارد مناسب که حتی المقدور از اختلافات و تکرارات که فی زمانها اند مجتنب باشند و خلوت و تنهائی را ﴿سبحان اللہ کیا اچھا فیصلہ ہے جلوت وخلوت کے بارے میں اور بناء اس کی یہ ہے کہ مقصود نفع باطنی ہے اور وہ ناجنس سے بعد میں اور ہم جنس سے قرب میں ہے۔۱۲﴾ دوست دارد مگرا زیاران طریقت اختلاط و محبت دارند و در ذکر و شغل شاغل باشند و درهراُمور نظر بخدا دارند و در توکل مستقیم باشند و فقر و فاقه را فخر و اعزاز خوددانند و بر کلام مخالفان صبر کنند و بجواب نه پردازند حق تعالیٰ حامی و مددگار شماست و مطالعه کتاب کیمیاء سعادت و احیاء العلوم که ترجمه شده است و مثنوی شریف بوقت فراغ خاطر کرده باشند و معلوم شد عزیزان که در بهوپال اند بخیال کفایت خرچ مرد مان خانه را طلبیدن تجویز نموده اند مضائقه نیست حق تعالیٰ آسان گرداند و معلوم شدکه اِراده عزیز جان حافظ محمد یوسف نکاح دُختر است خدا مبارک کند مناسب که کدام امر فضول زائد از طاقت و مقدور نکنند و از قرض هم بمقدور خود به پرهیزند هرچه موجود شودبکار برند امسال باز اراده قیام ایں جا عزیز حافظ احمد حسین میدارد خیردیده باید که چه پیش آید اگر ممکن باشد برخوردار مقصود احمد فرزند اورا همراه کدام آینده ایں صوب روانه کنند که در

مدرسه مولانا رحمت الله صاحب خواهد خواند و خرچ راه از مبلغان احمد حسین که نزد مولوی رشید احمد امانت است پنجاه روپیه گرفته حواله آورنده کرده دهند توقف نگردد فقط.

مکتوب ترپنواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت عزیزم حکیم محمد ضیاء الدین صاحب دام عرفانہ باللہ بعد سلام مسنون ودعائے ترقی ذوق وشوق ومعرفت حق مشہود رائے عزیز ہو فرحت نامۂ محبت افزا معہ ہدایائے بھوپال پہنچا فرحت حاصل ہوئی اور اُس کے مندرجہ حال سے آگاہی ہوئی حق تعالیٰ آں عزیز کو تمام کدورات ہوائی ونفسانی سے محفوظ رکھ کر اپنی رضامندی واتباع سنت پر مستقیم رکھے اور فیضان ظاہری وباطنی مدام جاری رکھے اور ہمارا تمہارا خاتمہ بخیر کرے عزیز من ادائے قرض وترقی عزیز از جان علاؤالدین کے لئے دُعا کی ہے اور کرتا ہوں مجیب الدعوات قبول فرمائے تحریر سے آں عزیز کی معلوم ہوا کہ تمہارا اِرادہ قیام وطن کا ہے بہتر ہے حق تعالیٰ اپنے فضل سے وطن کے خرخشوں سے محفوظ رکھے مناسب ہے کہ حتی المقدور اختلافات وتکرارات سے کہ فی زمانہ موجود ہیں مجتنب رہیں۔ (پرہیز کریں) اور خلوت وتنہائی کو دوست رکھیں مگر یارانِ طریقت سے اختلاط ومحبت رکھیں اور ذکر وشغل میں مشغول رہیں اور ہر اُمور میں خدا پر نظر رکھیں فقر وفاقہ کو اپنا فخر وعزت سمجھیں اور مخالفین کے کلام پر صبر کریں اور جواب میں مشغول نہ ہوں حق تعالیٰ تمہارا مددگار وحامی ہے اور کتاب کیمیائے سعادت اور احیاء العلوم کا کہ ترجمہ ہوگیا ہے اور مثنوی شریف کا مطالعہ بوقت فراغ خاطر کرتے رہیں معلوم ہوا ہے کہ جو عزیز بھوپال میں ہیں مردمان خانہ کو کفایت خرچ کے خیال سے بلانے کی تجویز کی ہے مضائقہ نہیں ہے حق تعالیٰ آسان کرے اور معلوم ہوا کہ اِرادہ عزیز از جان محمد یوسف کا بیٹی کے نکاح کا ہے خدا مبارک کرے مناسب ہے کہ کوئی اَمر طاقت وقدرت سے زائد فضول نہ کریں اور قرض سے بھی بمقدور خود

پرہیز کریں جو کچھ موجود ہو کام میں لائیں امسال پھر ارادہ یہاں کے قیام کا حافظ احمد حسین رکھتا ہے خیر دیکھنا چاہئے کہ کیا پیش آئے اگر ممکن ہو برخوردار مقصود احمد اُس کے فرزند کو ہمراہ کسی آنے والے کے اس طرف روانہ کریں کہ مولانا رحمت اللہ صاحب کے مدرسہ میں پڑھے گا اور خرچ راہ احمد حسین کے مبلغ میں سے کہ نزد مولوی رشید احمد امانت ہے پچاس روپیہ لے کر لانے والے کے حوالہ کریں توقف نہ ہو۔

مکتوب پنجاہ و چہارم (مکتوب چوّن)

بخدمت بابرکت عزیز القدر حکیم محمد ضیاء الدین صاحب زید عرفانہ بعد سلام مسنون و دعائے ترقی درجات عالیہ مطالعہ نمایند فرحت نامہ تمہارا آیا بدریافت خیر و عافیت آں عزیز مع متعلقان و عزیزان فقیر مسرور ہوا اللہ تعالیٰ سب کو خوش و خرم رکھے اور اپنی رضامندی دے عزیز من بھوپال کا رہنا اگر چہ بہتر تھا مگر طالب حق کے واسطے تعلق وہاں کا اچھا نہیں موجب نقصان باطن ہے سو الحمد للہ تم نے قیام وہاں کا ترک کیا اور گوشۂ قناعت اختیار کیا کہ منصب اہل اللہ کا فقر و فاقہ صبر و قناعت ہے اور مشغول رہنا بحق اللہ تعالیٰ ہم تم کو نصیب کرے عزیز من اب اپنے اوقات کو ضبط کر کے تصفیہ باطن میں کوشش کرنا اور جو طالب حق آوے حسب استعداد اُس کی تعلیم کر دینا اِن شاء اللہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا اور اس سال بموجب کہنے مولوی عبدالکریم صاحب مرید تمہارے کے کہ مولوی رشید احمد صاحب اور حکیم صاحب کا اِرادہ تشریف لانے کا ضرور ہے فقیر بہت منتظر رہا چونکہ ہر کام موقوف وقت پر ہے موانع پیش آ گئے اللہ تعالیٰ بہتری کرے اور آیندہ سال میں ملاقات نصیب کرے اللہ تعالیٰ سامان سفر نیک عطا فرماوے اس سال میں چند کس طالب حق ہندوستانی فقیر کے پاس آئے ہیں اللہ تعالیٰ بموجب عقیدت اُن کی مقصود اُن کے برلاوے آمین مولوی محمد محی الدین صاحب مراد آبادی مولوی اللہ داد صاحب پنجابی مولوی رحیم بخش صاحب و ملا مراد (غالباً بانیٔ مدرسہ مرادیہ مظفر نگر مراد ہیں۔۱۲۔شبیر علی) صاحب صرف واسطے طلب حق کے ایک سال فقیر

کے پاس قیام کریں گے دعا کرنا کہ ان کی اللہ تعالیٰ مراد برلاوے آمین مولوی عبدالکریم صاحب مرید آں عزیز بوسیلہ بیت اللہ و ذریعہ فقیر عذر تقصیرات اپنے کا تم سے چاہتے ہیں اور صدق سے رجوع کرتے ہیں اگر بحکم ﴿یہ سفارش ہے اور کیا لطیف پیرایہ اختیار فرمایا گیا کہ اپنی مرضی بھی ظاہر فرمادی اور زور بھی نہیں دیا سفارش کی حقیقت یہی ہے۔١٢۔﴾ العذر عند کرام الناس مقبولٌ قصور معاف فرماکے ان کا عذر قبول ہوتو اُمید ہے کہ اِن شاءاللہ تعالیٰ پھر آئندہ کو حرکات بے جا سے بچیں گے۔

باقی حال یہاں کا ان کی زبانی اور حجاج کی معلوم ہوگا مکرر یہ ہے کہ اس سال میں عزیزم حکیم عبدالعزیز پنجلاسہ والے کا خط نہیں آیا اور اُس کا کچھ حال معلوم نہیں تم کو مناسب ہے بذریعہ خط اُن کا حال دریافت کر کے لکھو کہ فقیر کی تسلی ہو دو روپیہ مرسلہ اُن کے عزیز جان منشی تجمل حسین ﴿رام پور منھیاران میں ایک صاحب اس نام کے تھے شاید وہ مراد ہوں۔١٢۔ سعید الدین﴾ صاحب کے ہمراہ فقیر کے پاس آئے مگر خط نہیں آیا اس سے تشویش ہے اُن کے حال سے ضرور اطلاع کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ اُن کو خوش خرم رکھے اور اپنی محبت عنایت کرے آمین فقط۔

مکتوب پنجاہ و پنجم

از فقیر امداد اللّٰہ عفی اللّٰہ عنہ بخدمت عزیز القدر حکیم ضیاء الدین صاحب زید عرفانہ باللّٰہ بعد سلام مسنون و دعاء خیریت دوجہانی واضح رائے باد الحمد للّٰہ فقیر معہ متعلقان خود بھر حال مشکور ست و بحق آں عزیز و دیگر عزیزان دعاء خیر میکند خط مسرت نمط رسید از حال مندرجہ اش آگاھی یافت عزیز من معترف بقصوربودن و نادم گردیدن و رجوع الی اللّٰہ شدن کمال انسانی است ”اللھم زدفزد“شعر۔

لئے جاتا ہے کوثر ساتھ صحرائے قیامت میں

کہ جو اشک ندامت سے لئے آنکھوں میں پانی ہے
ہمارے جرم سے چیں بر جبیں کیوں لطف ہو اُس کا
کہ آئینہ کو بد صورت سے کب ہوتی گرانی ہے

شعر

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست   باکریماں کارہا دشوار نیست

عزیز من بر کر توت خود نظر نہ دارند و نگاہ رابرنظر رحمت حق گذارند و برکار خود مشغول مانند . شعر

کارکن کاربگذر از گفتار   کاندریں راہ کاردارد کار

از طرف بیماری اہلیہ آں عزیز رنج است اللہ تعالیٰ صحت بخشد و نیز بد ریافت انتقال برادر او و انتقال عزیزہ فضل النساء ﴿والدہ صاحبہ برادرم مولوی محمد احمد صاحب رامپوری مرحوم۔۱۲۔سعید الدین﴾ مرحومہ و برخوردار احمد حسن ﴿شیخ محمد حسن صاحب عرف بخشی جی تھانوی کے صاحبزادہ مراد ہیں۔۱۲۔سعید الدین﴾ مرحوم و محمد میاں مرحوم ﴿حضرت پیرانی صاحبہ رحمہا اللہ کے بھانجے ہیں۔۱۲﴾ رنجیکہ بخاطر احقر گردید بقلم نمی آید "انا للہ و انا الیہ راجعون" رضا بقضا اللہ تعالیٰ آں مرحومین را بہ بخشد و بجنت الفردوس رساند و باقی ماند گانرا صبر عطا فرماید البتہ بر عزیزہ امت ﴿نانی صاحبہ مولوی محمد احمد صاحب رامپوری مرحوم۱۲۔سعید الدین﴾ الحبیب بسیار صدمہ بودہ باشدکہ ایں اموات جوانان و نو برخیزان بودند اللہ تعالیٰ دل اور اصبر دھد و بذوق و شوق و محبت خود تسکین دھد آمین و نیز از انتقال بی مبارک ﴿صاحبزادی صاحبہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید تھانوی رحمہ اللہ۔۱۲۔سعید الدین﴾ النساء مرحومہ رنج گردید اللہ تعالیٰ اوشاں را مغفرت کند و بہ بہشت رساند ایں جملہ مرحومان را ثواب طواف و نوافل رسانیدہ شد او تعالیٰ قبول فرماید . فقط

مکتوب پچپنواں

فقیر امداداللہ عفااللہ عنہ سے بخدمت عزیز القدر حکیم ضیاء الدین زید عرفانہ باللہ بعد سلام مسنون ودعائے خیریت دو جہانی واضح رائے عالی ہو الحمدللہ فقیر معہ اپنے متعلقین کے ہر حال میں مشکور ہے اور حق میں آں عزیز اور دوسرے عزیزوں کے دُعائے خیر کرتا ہے خط مسرت نمط پہنچا اُس کے مندرجہ حال سے آگاہی ہوئی عزیز من قصور کا معترف ہونا اور نادم ہونا اور خدا کی طرف رجوع ہونا کمال انسانی ہے ''اللھم زد فزد''۔ شعر۔

لئے جاتا ہے کوثر ساتھ صحرائے قیامت میں
کہ جو اشک ندامت سے لئے آنکھوں میں پانی ہے
ہمارے جرم سے چیں بر جبیں کیوں لطف ہو اُس کا
کہ آئینہ کو بد صورت سے کب ہوتی گرانی ہے

شعر۔

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست   باکریماں کارہا دشوار نیست

عزیز من اپنے کرتوت پر نظر نہ کریں حق تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھیں اور اپنے کام میں مشغول رہیں۔ شعر۔

کارکن کاربگذر از گفتار   کاندریں راہ کاردارد کار

عزیز کی اہلیہ کی بیماری سے رنج ہے اللہ تعالیٰ صحت بخشے اور اُس کے بھائی کے انتقال سے اور عزیزہ فضل النساء مرحومہ اور برخوردار احمد حسن مرحوم و محمد میاں مرحوم کے انتقال سے جو رنج احقر کے دل کو ہوا وہ تحریر میں نہیں آسکتا ''انا للّٰہ و انا الیہ راجعون'' رضا بقضا اللہ تعالیٰ ان مرحومین کو بخشے اور جنت الفردوس میں پہنچائے اور باقی ماندوں کو صبر عطا فرمائے البتہ عزیزہ امت الحبیب پر بہت صدمہ ہوا ہوگا کہ یہ اموات جوانوں اور نوخیزوں کی تھی اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو صبر دے اور اپنے ذوق و شوق ومحبت میں تسکین دے آمین اور نیز بی مبارک النساء مرحومہ کے انتقال سے رنج

ہوا اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت کرے اور بہشت میں پہنچائے ان تمام مرحوموں کو طواف و نوافل کا ثواب پہنچایا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے فقط۔

فقیر کا دل بھی تمہاری ملاقات کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ تم کو سامان سفر اچھی طرح عطا فرماوے کہ فراغ خاطر سے زیارت حرمین شریفین حاصل ہو اور فقیر بھی اس ذریعہ سے ملاقات سے مسرور ہو یہاں کا حال کچھ لکھا نہیں جاتا زبانی حجاج کی معلوم ہوگا تھوڑے دنوں سے ایک ترکی نے مکان فقیر کے مکان کے سامنے بنایا ہے اُس سے فقیر کو بہت تکلیف ہے وہ ترکی اور مہندس شہر کا بہت دشمن بلا وجہ ہو گئے ہیں اکثر ایذاء کے درپے ہیں ترکی بہت مالدار لاکھوں روپیہ کا آدمی ہے حکام یہاں کے بہ سبب ہم قومی اور مالداری کے اُس کی طرف مائل ہیں اور یہاں بجز صبر کے کچھ چارہ نہیں دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اُس کی ایذاء سے بچاوے ﴿یہ ہے تواضع اور اتباع سنت کا چھوٹوں سے دُعا کی درخواست کی جاتی ہے" کما قال صلی اللہ علیہ وسلم لعمر رضی اللہ عنہ یا اخی اشرکنا فی الدعاء. ۱۲ "﴾ بعض دفعہ خیال آتا ہے کہ مدینہ منورہ چل پڑوں مگر بظاہر سامان ہونا مشکل ہے اللہ تعالیٰ آسان کرے فقط مناسب ہے کہ برخوردار احمد کا نکاح جلدی کر دو تا کہ عزیزہ امت الحبیب کی کچھ تسلی ہو فاطمہ ﴿اہلیہ مولوی محمد احمد صاحب رام پوری مرحوم۔ حضرت حاجی صاحب کی بھانجی یا نواسی تھیں۔۱۲۔ سعید الدین﴾ کے تفسیر پڑھنے سے بہت خوشی ہوئی اور برخوردار احمد وسعید ﴿احمد سے مراد برادرم مولوی محمد احمد صاحب رامپوری رحمہ اللہ اور سعید سے احقر سعید الدین رامپوری مراد ہیں۔۱۲۔ سعید الدین﴾ وغیرہ کے عربی پڑھنے سے بھی فقیر کو فرحت ہوئی اللہ تعالیٰ اُن کو علم نافع اور عمل صالح نصیب کرے اور عمر دراز اور صاحب قدر کرے فقط۔

مکتوب پنجاہ و ششم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت عزیز القدر حکیم محمد ضیاء الدین صاحب زید عرفانہ باللہ بعد سلام مسنون و دعاء ترقی درجات مطالعہ نمایند مکاتبہ آن

عزیز پہنچا مضمون مندرجہ اُس کے سے فقیر کو فرحت ہوئی عزیز من بندہ کا معترف بقصور رہونا اور اپنے اعمال نیک پر نظر نہ رکھنا اور ہر وقت نادم اور پشیمان رہنا گویا رحمت حق اور افضال الٰہی کو اپنی طرف جذب کرنا ہے۔ شعر۔

لئے جاتا ہے کوثر ساتھ صحرائے قیامت میں
کہ جو اشک ندامت سے لئے آنکھوں میں پانی ہے

عزیز من جس گناہ کے بعد ندامت کامل ہو وہ گناہ نیکی پر فوق ہے۔ بیت۔

نا اُمیدی را خدا گردن زد است　　چوں گنہ مانند طاعت آمد است

شعر۔

ہمارے جرم سے چیں بر جبیں کیوں عفو ہو اُس کا
کہ آئینہ کو بدصورت سے کب ہوتی گرانی ہے

طالب کو چاہئے کہ جس حال میں ہو رجوع الی اللہ رہے۔ شعر۔

لنگ لوک وخفتہ شکل بے ادب　　سوئے او میغو واو رامی طلب

شعر۔

تو مگو مار ابداں شہ بار نیست　　با کریماں کارہا دشوار نیست

من طلب شیئًا وجد وجد۔ جوئیندہ یابندہ اگر طالب صادق است محروم نخواہد ماند فقط عزیز من زمانہ فتنہ وفساد کا ہے قریب قیامت ہے جو کچھ ہونے والا ہے وہ ہوگا کسی کے روکنے سے کب رُکتا ہے اپنی خیر مانگو جو کچھ ہو سکے عمل نیک کرلو مسئلہ مولود شریف اختلافی ہے نفس ذکر مولود شریف کے جواز میں کسی کو شک نہیں بلکہ مستحب ہے اور قیود ﴿خروج عن الحدود وغلو کی مذمت اور اجتہادی مختلف فیہ اُمور میں حسن ظن کیسا جامع فیصلہ ہے۔۱۲﴾ زوائد جو روز بروز ہوتی جاتی ہیں البتہ موجب فساد فی الدین ہیں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو کہ ان سے سب بھائی مسلمانوں کو بچاوے مولوی عبد السمیع ﴿مصنف انور ساطعہ وغیرہ۔۱۲۔ سعید الدین۔﴾ صاحب کو بھی فہمائش کی جائے گی تم کو بھی مناسب ہے

کہ اس میں چنداں تشدد نہ کرو کہ اس میں آپس میں نفسانیت بڑھ جاتی ہے بہتر ہے کہ آپس میں اتفاق رکھو خصوصاً مسئلہ اختلافی میں آپس میں اختلاف کو راہ نہ دو ﴿خروج عن الحدود وغلو کی مذمت اور اجتہادی مختلف فیہ امور میں حسن ظن کیسا جامع فیصلہ ہے۔۱۲﴾ مولوی رشید احمد صاحب سے اس مقدمہ میں کہا گیا جو وہ فرماویں اُس پر عمل کرنا چاہئے گویا کہنا فقیر کا ہے فقد اس سال میں مولوی رشید احمد صاحب کے ساتھ تمہارے آنے کا بھی فقیر منتظر تھا مگر تمہارا آنا نہ ہوا خیر رضا بقضا اللہ تعالیٰ عزیز جان احمد کو شفا کامل عطا فرماوے اور سب عزیزوں کو خوش وخرم رکھے اور اپنی رضا مندی کے کام لے فقیر کی طرف سے سب عزیزوں چھوٹے بڑوں کو نام بنام سلام کہنا اور اپنی چچی کی طرف سے بھی خصوصاً جمیع مستورات کو سلام دُعا عرض کرنا۔ فقط

مکتوب پنجاہ وہفتم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت عزیزم حاجی محمد عابد صاحب دام ذوقہ و شوقہ و عرفانہ باللہ پس از اتحاف سلام مسنون واضح رائے عزیز باد للہ الحمد احقر بہر حال مشکور مکتوب محبت و عقیدت اُسلوب مملو بہزار ہزار درد و اشتیاق ورود آوردہ ذوق تازہ و فرحت بے اندازہ بخشید مبارک باد کہ ہمہ احوال آں عزیز محمود اند شکر باید کرد حق تعالیٰ آں محب مخلص را عرفان کامل عطا کند و از فیض انفاس متبرکہ آں عزیز عالم را مشرف ساز دائے عزیز ہر قدر کہ از پیر و مرشد محبت و عقیدت زیادہ قرب حق بیشتر است زیراکہ مرشد نائب حق است محبت او محبت معرفت حق می باشد و احوالات تجلیات و کیفیات دیگر کہ نوشتہ بودند ہمہ ہاموجب موصل حق اندانیہا تجلیات اسماء و صفات جہتی و کیفی اند بعد ازاں تجلی جامع کہ

دراں فناء الفنا عارف است باید طلبید و آں تجلی بے جہت ﴿قولہ بے جہت و بے کیف ست الی قولہ مطلوب ست اُوپر جو تجلیات اسماء وصفات جہتی کا ذکر ہے اس کے مقابلہ سے اس کو تجلی ذات کی نہ سمجھی جاوے یہ بھی تجلی اسماء وصفات ہی ہے مگر بے جہت مگر اوّل صورت میں مظاہر اُس کے مادّی ہیں دوسری صورت میں غیر مادّی مثل روح و دیگر لطائف کے اور اس کو جو مطلوب کہا گیا یہ مطلوبیۃ بالذات نہیں بلکہ وہ مطلوبیۃ ہے جو منتہی میں ہوتی ہے بمقابلہ مبتداء و متوسط کے کیونکہ یہ تجلی تجلیات ممکنہ میں منتہی ہے اور مذکور فیما سبق تجلیات متوسط ہیں۔۱۲﴾ و بے کیف است وقتیکہ آں ظہور خواہد کرد فناء کلی حاصل خواہد شد و آں مطلوب است و کیفیت حالات مرقومہ بالا از "ضیاء القلوب" دریافتہ عمل باید کردو نیز ترکیب تلقین و طریق توجہ در کتاب مذکور موجود است ازاں گرفتہ بعمل آرند و طالبان حق را راہنما باشند و اگر ممکن باشد اہتمام مدرسہ بر غیر گمارند (ف) ﴿ باوجود یکہ حضرت رحمہ اللہ کو علمی خدمات بے حد محبوب ہیں مگران کی مصلحت سے خاص مصالح کی رعایت کو نظر انداز نہیں فرماتے ہر شئے کو اس کی حد پر رکھتے ہیں ایسا ہی شخص حکیم اور مربی ہوتا ہے۔۱۲﴾ ولیکن از توجہ معنوی و خبر گیری ظاہری غافل نباشند کہ ایں مہم ترست و احوالات خود مینویسان باشند و اگر بہ سبب بعد دُشوار باشد از مولوی محمد قاسم صاحب دریافتہ بعمل آرند و اگر ازوشاں جواب حاصل نشود بذریعہ خط از فقیر معلوم نمایند و خاطر داری و دِلجوئی مولوی محمد یعقوب صاحب برخود لازم گیرند کہ بظاہر وجود مدرسہ بر موجودگی ہم چنیں بزرگانست و باہم یک دیگر محبت و اُلفت دارند و رنجش و ملال راراہ ند ہند و ترجمہ "آداب المریدین" کہ برائے طبع دادہ بودم اگرتا حال مطبوع نہ شدہ باشد حوالہ مولوی محمد ہاشم صاحب

مطبع کردہ دهند که اوشاں طبع خواهند کرد و بخدمت جمیع
دوستان و یاران طریقت و عزیزان نام بنام سلام و دُعا برسد فقط.

مکتوب ستاونواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت عزیزم حاجی محمد عابد صاحب دام ذوقہ وشوقہ وعرفانہ باللہ بعد تحفۂ سلام مسنون واضح رائے آں عزیز ہو للہ الحمد احقر ہر حال میں مشکور ہے۔ مکتوب محبت وعقیدت اُسلوب ہزار ہزار درد واشتیاق سے بھرا ہوا پہنچا ذوق تازہ وفرحت بے اندازہ بخشی مبارک ہو کہ آں عزیز کے تمام احوال محمودہ ہیں شکر کرنا چاہئے حق تعالیٰ اس محب مخلص کو عرفان کامل عطا کرے اور آنعزیز کے متبرک انفاس کے فیض سے عالم کو مشرف کرے اے عزیز جس قدر کہ پیر مرشد سے محبت و عقیدت زیادہ ہوگی قرب حق زیادہ ہوگا اس واسطے کہ مرشد نائب حق ہے اُس کی محبت و معرفت حق کی ہے اور احوال وتجلیات وکیفیات دوسرے جو لکھے تھے تمام حق کی طرف پہنچانے کا سبب ہیں تمام تجلیات اسماء وصفات جہتی اور کیفی ہیں اس کے بعد تجلی جامع کہ اُس میں عارف کا فناء الفناء ہے طلب کرنا چاہئے اور وہ تجلی بے جہت اور بے کیف ہے جس وقت کہ وہ ظہور کرے گی فناء کلی حاصل ہوگی اور وہ مطلوب ہے اور حالات مرقومہ بالا کی کیفیت ”ضیاء القلوب“ سے دریافت کر کے عمل کرنا چاہئے۔ اور نیز ترکیب تلقین وطریق توجہ کتاب مذکور میں موجود ہے اس سے لے کر عمل کریں اور طالبان حق کے لئے راہنما ہوں اور اگر ممکن ہو تو مدرسہ کا اہتمام غیر کے سپرد کر دیں لیکن توجہ معنوی اور ظاہری خبر گیری سے غافل نہ ہوں یہ اہم تر ہے اور اپنے احوال لکھتے رہیں اگر بہ سبب بعد دُشوار ہو تو مولوی محمد قاسم صاحب سے دریافت کر کے عمل میں لائیں اور اگر اُن سے جواب حاصل نہ ہو تو بذریعہ خط فقیر سے معلوم کریں اور خاطر داری و دِل جوئی مولوی محمد یعقوب صاحبؒ کی اپنے اُوپر لازم کریں کہ بظاہر مدرسہ کا وجود ایسے ہی بزرگوں کی موجودگی سے ہے اور باہم ایک دوسرے سے محبت واُلفت رکھیں اور رنجش و

ملال کو راہ نہ دیں اور ترجمہ ''آداب المریدین'' واسطے طبع کے دی تھی اگر اب تک مطبوع نہ ہوئی ہو تو مولوی محمد ہاشم صاحب کے مطبع کے حوالہ کریں کہ وہ طبع کریں گے اور بخدمت تمام دوستوں و یاران طریقت اور عزیزوں کے نام بنام سلام و دُعا پہنچے فقط۔

مکتوب پنجاہ و ہشتم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت عزیز جانم حکیم ضیاء الدین صاحب دام ذوقه و شوقه و عرفانه پس از تبلیغ مراسم سلام مسنون و دعاء ترقی عمر و درجات دارین مشهود رائے عزیز باد الحمد للہ بهرحال مشکور ام وجویائے صحت و عافیت آں عزیز هستم مسرت نامه غم ناک بعین انتظاری رسیده مسرور و مغموم ساخت از دریافت خیریت آں عزیز و دیگر متعلقان خود فرحت اندوختم و از خبر وحشت اثر انتقال عزیز جانم حافظ حسام الدین مرحوم رنجیکه پیرامون خاطر احقر گردید بقلم نمی آید از تنهائی آں عزیزم که عزیز مرحوم مثل خادم ہم پیاله و هم نواله شما بود " انا للہ و انا الیه راجعون " رضا بقضا اللہ تعالیٰ عزیز مرحوم را از حساب و کتاب قبر پاک و صاف کرده بجنت الفردوس رساناد ویتیمان اور ابحفظ و امان خود دارد و راحت دارین روزی کند آمین برائے ادائے قرضه آں عزیز و دیگر مقاصد دُعا کرده ام و میکنم انه مجیب قریب خاطر جمع دارند و همه حال مشغول بحق باشند و جمله اُمور را بخدا گذاشته در ذکر و فکر و مراقبه شاغل باشند و خدمت گذاری و مهماں نوازی را شعار خود دارند اِن شاء اللہ تعالیٰ همه اُمور آسان خواهند شد چونکه دل را بدل را هیئت اکثر اوقات ﴿سبحان اللہ کس قدر رعایت ہے اپنے خدام کی سہولت کی کہ اشتیاق ملاقات کے

ساتھ ہی اُن پر زور نہیں ڈالتے بلکہ اپنی مجبوری کے اظہار سے یہ ظاہر فرما رہے ہیں کہ اگر یہ موانع نہ ہوتے تو میں خود آ کر ملتا۔ آج کل تو مشائخ اپنے معتقدین کو اپنا مملوک سمجھتے ہیں ۔۱۲﴾ بے اختیار طبع احقر میخواهد که او سبحانه تعالیٰ سببے سازد که یکبار از ملاقات آں عزیز و مولوی رشید احمد صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب مسرت اندوزم آمین مگر مجبورم که در امراض ظاهری و باطنی مبتلا ام و ضعف و نقاهت روز بروز افزون است از خانه تا رباط بمشکل می آیم حق تعالیٰ خاتمه بخیر کند در سال گنشته پارچه سرما و گرما مرسله آں عزیزان و عزیزه امت الحبیب و همشیره صاحبه بی صاحب﴿جدۂ احقر سعید الدین بخشی۔ ۱۲۔سعید الدین﴾جمله رسیدند جزا کم الله خیر الجزاء فقط.

مکتوب اٹھاونواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت عزیز جانم حکیم ضیاء الدین صاحب دام ذوقہ وشوقہ وعرفانہ بعد تبلیغ مراسم سلام مسنون ودُعاء ترقی عمر و درجات دارین مشہود رائے عزیز ہو الحمد للہ ہر حال میں مشکور ہوں اور آں عزیز کی عافیت وصحت کا جویاں ہوں مسرت نامۂ غم ناک عین انتظار میں پہنچا مسرور و مغموم کیا آں عزیز اور دیگر اپنے متعلقین کی خیریت سے خوش ہوا اور خبر وحشت اثر عزیز از جان حافظ حسام الدین مرحوم کے انتقال سے ایسا رنج احقر کے دل کو ہوا کہ قلم میں گنجائش نہیں خصوصاً تنہائی سے آں عزیز کی کہ عزیز مرحوم مثل خادم کے ہم پیالہ اور تمہارے ہم نوالہ تھے ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ رضا بقضا اللہ تعالیٰ عزیز مرحوم کو حساب و کتاب قبر سے پاک وصاف کر کے جنت الفردوس میں پہنچائے اور اُس کے یتیموں کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اور دارین کی راحت نصیب کرے آمین ۔ آں عزیز کے ادائے قرض اور دیگر مقاصد کے لئے دعا کی ہے اور کرتا ہوں مجیب قریب سے امید قبولیت ہے خاطر

جمع رکھیں تمام حال میں حق کے ساتھ مشغول رہیں اور تمام اُمور کو اللہ پر چھوڑ کر ذکر وفکر ومراقبہ میں مشغول ہوں اور خدمت گذاری ومہمان نوازی کو اپنا شعار رکھیں۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ تمام اُمور آسان ہوں گے کیونکہ دل کو دل سے راہ ہے اکثر اوقات بے اختیار طبع احقر چاہتی ہے کہ وہ سبحانہ تعالیٰ ایسا سبب کرے کہ ایک بار آں عزیز ومولوی رشید احمد صاحب ومولوی محمد قاسم صاحب ومولوی محمد یعقوب صاحب کی ملاقات سے مسرت اندوز ہوں آمین مگر مجبور ہوں کہ امراض ظاہری وباطنی میں مبتلا ہوں اور ضعف ونقاہت روز افزوں ہے گھر سے رباط تک بمشکل آتا ہوں حق تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے۔ گزشتہ سال پارچہ سرما وگرما آں عزیز اور عزیزہ امت الحبیب وہمشیرہ صاحبہ بی صاحب کے مرسلہ سب پہنچے۔ جزا کم اللہ خیر الجزاء فقط

مکتوب پنجاہ ونہم

از فقیر امداد اللّٰہ عفی اللّٰہ عنہ بخدمت بابرکت عزیزم حکیم محمد ضیاء الدین صاحب سلمہ بعد سلام مسنون و اشتیاق ملاقات واضح رائے عزیز باد دو خط یک بسبیل ڈاک و دیگر همراہ حافظ عبدالقیوم صاحب مع مبلغ بست و هشت روپیہ مرسلہ آن عزیز رسید و از حالات هر دو خط آگاهی یافت بدریافت بعضے اُمور آنعزیز چیزے ملال شد حق تعالیٰ آں عزیز را معہ عزیزان از همہ ترددات و تفکرات دنیا و یہ مثل قرضہ و تنگی معاش وغیرہ نجات بخشد و بدلجمعی و بے فکری در ذوق شوق خود دارد فقیر بدل داعی خیر است او تعالیٰ مستجاب کند امید است کہ علاقہ عزیز جان علاؤ الدین معقول خواهد شد خاطر جمع دارند و نقدیکہ آں عزیز

﴿قولہ نقدیکہ آں عزیز الی قولہ پر وائے نہ دارم. اس سے حضرت کا استغناء وحفظ حدود کما حقہ ظاہر ہے اور علاوہ خلاف طریقت ہونے کے محتمل خلاف

شریعت کو بھی اس وجہ سے ہے کہ بعض اوقات معطی کا طیب خاطر نہیں ہوتا محرک کی وجاہت سے مغلوب ہو کر مجال عذر نہیں رکھتا۔۱۲﴾ از عزیزان دیگر جمع نموده فرستاده خلاف مرضی فقیر است سابق ازیں نیز آں عزیز وقت آمدن بمکه از عزیزان مبلغان برائے فقیر جمع نموده آورده بودند اگرچه آں وقت هم مکروه می دانسته بودم مگر بپاس خاطر آں عزیز قبول کرده بودم و هیچ نه گفتم اکنوں بازایں چنیں کردند خوب نه کردند فقیر بهبودی دو جهانی آں عزیزان میخواهدنه نظر بر مال اوشاں است حق تعالیٰ اوشاں را خوش خرم دارد و رضا مندی خود روزی کند اگر آں عزیزان بر راه راست اند فقیر خوش است و بحق آں عزیزاں دعاء خیر می کند والا پروائے نه دارم الحمد للّٰه گذران فقیر بر توکل است او تعالیٰ بفضل خویش زائد از حاجت میدهد از جائیکه خیال نه دارم غرض که بعد ازیں عزیزان را ایں چنیں تکلیف نه باید داد و انچه درمقدمه هوس و خواهش نکاح از باکره و حسین و نو عمر نوشته بودند معلوم باد عزیز من ایں مرض ﴿وجہ ظاہر ہے کہ بے وجہ اپنے کو باختیار فضول حدیث النفس میں مشغول کرنا ہے اور اگر بلا اختیار کسی خاص محل میں تعلق ہو جاوے تو وہ باوجہ ہے اور اس کے لئے حدیث لم یر للمتحابین مثل النکاح میں علاج مذکور ہے اور جو محل نکاح نہ ہو اُس کا علاج مکتوب چہل یکم میں مذکور ہے۔۱۲﴾ سخت است و مانع سلوک است نعوذ باللّٰه منها ازیں پناه باید جست که در کبیر سنی ایں هوس پیدا شد او تعالیٰ رحم کند علاجش ترک طعام لذیذ و روزه داشتن و کثرت ذکر اسم ذات است و بعد نماز صبح و بعد نماز شام یک صد و یک بار خواندن "لاحول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم" مع بسم اللّٰه است مدام خوانند و پانصد بار اللّٰه

الصمد نیز روز فقط و برائے ترقی رزق و جاہ ﴿طلب جاہ مخلوق سے ممنوع ہے نہ کہ خالق سے۔۱۲﴾ و عزت ایں دعا را یعنی "اللّٰہ لطیفٌ بعبادہ یرزق من یشاء و ھو القوی العزیز" ہفتاد بار ہر روز مع اوّل آخر درود شریف یازدہ یازدہ بار بخواند عزیز جان احمد حسینؒ ترکہ نانوتہ را فروختہ و زادراہ سفر مکہ شریفہ نمودہ نزد فقیر رسیدہ است بزبانی او خیریت وطن معلوم شد عزیز مذکور میخواھد کہ یک سال نزد فقیر قیام نماید دیدہ باید کہ چہ پیش آید بعد روانگی ازیں جا شاید بموجب طلب عزیز جان محمد حسن طرف بھوپال قصد کند یا بطرف دیگر برائے طلب روزگار برود واللہ اعلم فقط۔

مکتوب اُنسٹھواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت حکیم محمد ضیاء الدین صاحب سلمہ بعد سلام مسنون واشتیاق ملاقات واضح رائے عزیز ہو دو خط جن میں سے ایک بسبیل ڈاک دوسرا حافظ عبدالقیوم کے ہمراہ مع مبلغ اُٹھائیس روپیہ آں عزیز کے مرسلہ پہنچے اور دونوں خطوں کے حالات سے آگاہی ہوئی آں عزیز کے بعض اُمور کے معلوم ہونے سے کچھ ملال ہوا حق تعالیٰ آں عزیز کو مع عزیزوں کے تمام ترددات وتفکرات دنیاویہ سے مثل قرضہ وتنگی معاش وغیرہ کے نجات بخشے اور دل جمعی سے اپنے ذوق و شوق میں رکھے فقیر دل سے داعی خیر ہے وہ اللہ تعالیٰ قبول کرے اُمید ہے کہ علاقہ عزیز از جان علاؤ الدین کا معقول ہوگا خاطر جمع رکھیں اور جو نقد کہ آنعزیز نے دوسرے عزیزوں سے جمع کر کے بھیجا ہے فقیر کی خلاف مرضی ہے اس سے پہلے بھی آں عزیز مکہ کے آنے کے وقت اور عزیزوں سے کچھ مبلغ فقیر کے لئے جمع کر کے لائے تھے اگر چہ اُس وقت بھی مکروہ جانا تھا مگر آں عزیز کے پاس خاطر سے قبول کرلیا تھا اور کچھ نہ کہا اب پھر ایسا ہی کیا ہے اچھا نہ کیا فقیر آں عزیزوں کی دو جہان کی بہبودی

چاہتا ہے اُن کے مال پر نظر نہیں ہے حق تعالیٰ اُنہیں خوش خرم رکھے اور اپنی رضا مندی نصیب کرے اگر آں عزیز راہ راست پر ہیں تو فقیر خوش ہے اور آں عزیزوں کے حق میں دُعائے خیر کرتا ہے ورنہ پروا نہیں رکھتا ہوں الحمدللہ اب فقیر کا گذران توکل پر ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُس جگہ سے کہ خیال نہیں رکھتا ہوں حاجت سے زائد دیتا ہے غرض کہ اس کے بعد عزیزوں کو ایسی تکلیف نہ دینا چاہئے اور وہ جو کچھ کہ مقدمہ ہوس و خواہش باکرہ اور حسین نوعمر میں لکھا تھا معلوم ہوا کہ اے عزیز من یہ سخت مرض ہے اور مانع سلوک ہے نعوذ باللہ منہا اس سے پناہ ڈھونڈنا چاہئے کہ کبر سنی میں یہ ہوس پیدا ہو اللہ تعالیٰ رحم کرے اس کا علاج طعام لذیذ کا ترک اور روزہ رکھنا اور ذکر اِسم ذات کی کثرت ہے اور بعد نماز صبح اور بعد نماز شام ایک سوایک بار'' **لا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم** ''مع بسم اللہ کے مدام پڑھیں اور پانچ سو بار'' **الله الصمد** '' بھی روزہ مرہ ورد ہو اور واسطے ترقیٔ رزق وجاہ اور عزت اس دعا کو یعنی'' **الله لطيفٌ بعباده يرزق من يشاء و هو القوى العزيز** '' ستر (۷۰) بار ہر روز اوّل وآخر درود شریف کے ساتھ گیارہ گیارہ بار پڑھیں عزیز جان احمد حسین نانوتہ کا ترکہ فروخت کر کے اور زادِ راہ سفر مکہ شریف مہیا کر کے فقیر کے پاس پہنچا ہے اُس کی زبانی وطن کی خیریت معلوم ہوئی عزیز مذکور چاہتا ہے کہ ایک سال فقیر کے پاس قیام کرے دیکھا چاہئے کہ کیا پیش آئے یہاں سے روانگی کے بعد شاید بموجب طلب عزیز جان محمد حسن بھوپال کا قصد کرے یا دوسری طرف طلب روزگار کے لئے جائے۔

مکتوب شصتم (مکتوب ساٹھواں)

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت عزیزم حکیم محمد ضیاء الدین صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ واضح ہو اے عزیز کے ہو مکاتبہ عزیز ورود آوردہ خوشنود کیا اور سب حال اُس کے سے مطلع ہوا اللہ تعالیٰ اُس عزیز کو خوش خرم رکھے اور اپنی معرفت کامل اور ہادی خلق کا تم کو کرے اور رجوع ہونا طالبین کا اللہ سبحانہ کی جانب

سے ہے کہ جو تم کو بزرگوں سے پہنچا ہے طالبین کو تعلیم کرو اور ہدایت خلق اللہ میں سعی اور کوشش کرتے رہو حق تعالیٰ حامی و مددگار ہے اس اَمر میں ہرگز دریغ نہ کریں توجہ ارواح بزرگوں کو شامل حال اپنا سمجھیں اور جو فائدہ کسی کو ہو استمداد ﴿یہ جاننا اور سمجھنا ''علی سبیل الجزم والقطع'' نہیں کیونکہ خلاف ہے ''لا تقف ما لیس لک بہ علم'' کے بلکہ ''علی سبیل الاحتمال'' ہے جس کی تحقیق یہ ہے کہ یہ اَمر فی نفسہٖ ممکن ہے اور ممکن کے لئے جیسا وقوع محتمل ہے عدم وقوع بھی محتمل ہے اور جو مقصود ہے اس علم کا یعنی اپنی طرف جزماً منسوب نہ کرنا وہ اس ممکن کے احتمال وقوع سے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ پس احتمال کافی ہے۔۱۲۔﴾ اُن کی ہے جانے اور ترکہ نانوتہ کے مقدمہ کے اوّل ہی خلاف مرضی فقیر کے ہوا کہ نام اس عاجز کا شامل کرکے بجائے میری احمد کو قرار دیا خیر جو مولوی صاحبوں ﴿مجھ کو واقعہ کی تحقیق نہیں اس لئے ''تطبیق علی الشرع'' کی تقریر نہیں کرسکا لیکن عبارت مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ ہوا علماء کی شرکت سے ہوا تو ''عدم انطباق علی الشرع'' کا احتمال نہیں اور اس سے دوسری شق کا عدم انطباق لازم نہیں آتا ممکن ہے کہ دونوں شقیں مخیّر فیہ ہوں اور ایک حضرت کی مرضی کے موافق ہو دوسری غیر موافق ۱۲۔﴾ نے کیا خواہ مخواہ منظور رکھا میں کسی کو اپنی طرف سے دیا نہ لیا اس میں عبداللہ کا خط پہنچا کہ میں بھی بھتیجا ہوں نصف ۶۰ سہام کا مجھ کو بھی ملے میں نے جانا کہ اگر نصف عبداللہ کو دیا تو نصف کہ باقی رہا بہت تھوڑی شئے ہے اس میں احمد کا کچھ گذارہ بھی نہ ہوگا اور مفت ہمیشہ تقسیم غلہ وغیرہ میں خلجان رہے گا اور صورت رنج کی آپس میں ہوگی اس لئے نصف عبداللہ کو اور نصف فاطمہ کو بھیجا۔

اور احمد حسین کو توکل پر چھوڑا اور اب مولوی صاحبوں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ نصف اُس میں احمد کو تجویز کرتے ہیں اور نصف عبداللہ فاطمہ کو سو جس سے میں نے احمد کو علیحدہ کیا تھا وہی خلجان باقی رہا خیر تم سب کی مرضی لے کر میری مرضی تو یوں ہی ہے یا تو ان ۶۰ سہام کو ہی اور شریکوں کو دے دو کہ اس کو بھی تقسیم کرلیں یا اس فقیر کو مردہ تصور کرکے جو متروکہ اس کا یعنی میرا ہو جس کو عنداللہ وعندالرسول پہنچے اس کو دے دو کہ

میں بھی حق تلفی سے بچوں اور خلجان بھی باقی نہ رہے۔

آیندہ جو سب صاحبوں کی رائے میں ہو وہ کرو مجھے منظور ہے مگر بار بار اس اَمر میں لکھنا حاجت نہیں فقط اور پھوپی کے حصہ دینے سے خوشی ہوئی منیرا ﴿والدہ صاحبہ سعید الدین۔۱۲۔ سعید الدین﴾ کا بھی حصہ دے دو، اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے دے گا اور دولت دارین سے مشرف کرے گا اور تنگی وفقر سے مضطرب نہ ہونا کہ طالب حق کی اس میں فخر اور عزت ہے اور اِن شاء اللہ تعالیٰ بحکم ''ان مع العسر یسرا'' فراغت بھی ہو جائے گی اپنے سب یاران طریقت کی تسلی کرتے رہنا فقیر بھی دعا سے غافل نہیں تم سب کے حق میں دعاء خیر کرتا ہے پر جی مخدوم جہاں ﴿گنگوہ کے پیر زادہ ہیں ۔۱۲۔ سعید الدین﴾ سے پھر بھی غنیمت ہے کہ مزامیر سے بچے اور مولوی صاحب سے خوش ہیں اِن شاء اللہ تعالیٰ اُمید ہے کہ ہر طرح سے درست ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی محبت عطا کرے اور حاجی محمد اعلیٰ ﴿ساکن انبہٹہ معروف ہیں ۔۱۲۔ سعید الدین﴾ کو میں نے اجازت مزامیر کی نہیں دی وہ جھوٹ بولتا ہے ہاں اگر اجازت دی ہوگی تو فقط غنا مجرد کی دی ہوگی وہ بھی درد ﴿چنانچہ میں نے حافظ عبدالقادر تھانوی سے ان کا مشاہدہ سنا ہے کہ گاہ گاہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک جولاہہ کو جو حضرت کا خادم تھا فرمائش کرتے کہ قدسی کی غزل ''مرحبا سید مکی'' خوش آوازی سے پڑھے اور وہ خود اُس وقت تنہا حجرہ میں چلے جاتے۔۱۲﴾ سے ہو تو مضائقہ نہیں جیسا کہ ہمارا معمول ہے بخدمت جمع یاران وعزیزان طریقت نام بنام زن و مرد سلام ودعاء خیر قبول باد مکرر یہ کہ وہ رسالہ کہ جس میں مولوی محمد قاسم صاحب کی تقریر در تفسیر حدیث فضل العالم کفضلی علی ادناکم'' تھی وہ مجھ سے گم ہو گیا اُس رسالہ کی نقل کرا کر ضرور بھیج دینا۔ فقط۔

مکتوب شصت ویکم

از فقیر اِمداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت با برکت عزیزم حکیم محمد ضیاء الدین صاحب زید عرفانہ بعد سلام مسنون و دُعائے

خیر کے واضح ہو کہ جواب خط و رسید اشیاء مرسلہ آں عزیز نوشتہ حوالہ حاجی میاں سعید احمد صاحب ﴿مولوی شاہ ظہور احمد صاحب انبہٹوی کے حقیقی بڑے بھائی مالپر کوٹلہ میں بہت روز تک ان کا تعلق رہا ہے۔۱۲۔سعید الدین﴾ کردہ شد حالا تحریر می رود کہ محبی و مخلصی میاں حاجی قطب الدین ﴿سجادہ نشین قصبہ انبہٹہ کے تھے۔۱۲۔سعید الدین﴾صاحب در سلسلہ داخل کردہ شد و حوالہ آں عزیز کردہ ام اِن شاء اللہ بخدمت آں عزیز حاضر خواھند ماند مناسب کہ ھر حال شاں توجہ مرعی دارند و موافق استعداد شاں تلقین نام حق کردہ باشند کہ شخص ﴿اس مسئلہ کی تعلیم ہے کہ ضعفاء کے ساتھ دوسرا معاملہ ہونا چاہئے جس میں اُن کے ضعف کی بھی رعایت ہو اور شیخ محقق کا یہی طرۂ امتیاز ہے۔ولنعم ما قیل۔خستگاں را چو طلب باشد و قوت نبود۔گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود۔(یعنی در تعلیم سختی کنی) فقط احقر اشرف علی عفی عنہ تھانوی۔۔۔تمت الحواشی المسماۃ المعلومات الارشادیہ۔تاسع شوال ۱۳۴۶ھ﴾ نیک و ضعیف اند برحال شاں بہ نسبت دیگراں توجہ زیادہ دارند و نیز ھمیں طور برحال عزیزم حاجی سعید احمد صاحب توجہ مرعی دارند زیادہ ازیں آں عزیز خود حکیم دواھا موافق استعداد و تلقین نمایند فقط.

تمام شد خطوط حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمھم اللہ تعالیٰ بتاریخ بستم شوال ۱۳۰۴ھ ھجری یوم چھار شنبہ وقت صبح فقط.

مکتوب اِکسٹھواں

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ سے بخدمت بابرکت عزیزم حکیم محمد ضیاء الدین صاحب زید عرفانہ بعد سلام مسنون و دعائے خیر کے واضح ہو کہ جواب خط و رسید اشیاء مرسلہ آنعزیز لکھ کر حوالہ حاجی میاں سعید احمد صاحب کیا گیا اب تحریر ہوتا ہے کہ محبی و مخلصی حاجی قطب الدین صاحب سلسلہ میں داخل کئے گئے اور آں عزیز کے میں نے حوالہ کیا

اِن شاء اللہ آں عزیز کی خدمت میں حاضر رہیں گے مناسب ہے کہ ان کے حال پر توجہ مبذول رکھیں اور موافق ان کی استعداد کے نام حق کی تلقین کریں کہ شخص نیک اور ضعیف ہیں اُس کے حال پر بہ نسبت دوسروں کے زیادہ توجہ رکھیں اور نیز اسی طور سے حال پر عزیزم حاجی سعید احمد صاحب کے توجہ رکھیں اس سے زیادہ آں عزیز خود حکیم ادویہ ہیں موافق استعداد تلقین کریں۔ فقط۔

تمام شد خطوط حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ

بتاریخ بیسویں شوال ۱۳۰۴ھ ہجری یوم چہارشنبہ وقت صبح فقط۔

مترجم عبدالحیٔ پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن۔ ۴ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ۔

تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ میں کیا گیا۔ بہ تعمیل ارشاد جناب مولوی شبیر علی صاحب

فہرست مضامین

المرقومات الامدادیہ جزوے از امداد المشتاق

مکتوب اوّل بنام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کہ شکستگی وذلت ہی اُس دربار میں کامیاب کرتی ہے۔...... مکتوب دوسرا بنام ایضاً کہ اہل اللہ ظاہر بینوں کی نظر میں رنج وآلام میں مبتلا ہوتے ہیں مگر حقیقۃً وہ مسرور ہوتے ہیں۔

مکتوب تیسرا بنام ایضاً کہ جس میں مولوی صاحب کو خلافت عطاء فرمائی ہے۔

مکتوب چوتھا بنام مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اس بیان میں کہ شیخ کے ساتھ حُسنِ ظن کامیابی کا زینہ ہے اگرچہ شیخ ناقص ہو۔...... مکتوب پانچواں بنام مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ اس بیان میں کہ اس طریقہ میں دردوسوز اور حسرت وحرمان ہی کامیابی ہے اور علاج جسمانی کی رعایت اور ملازمت معلّمی کی ترجیح۔

مکتوب چھٹا بنام مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اس بیان میں کہ حالت قبض میں پست وناامید نہ ہونا چاہئے اس کا مقابلہ جہاد اکبر ہے اور قبض مفرط کا علاج۔

مکتوب ساتواں بنام حکیم محمد ضیاء الدین صاحب رام پوری اس بیان میں کہ رنج کی چند قسمیں ہیں اور اصلی مقصود رنج مولیٰ ہے اور اس کے تحصیل کا طریقہ اور ذکر روحی وسری کا بیان۔...... مکتوب آٹھواں بنام ایضاً اس بیان میں کہ باطنی واردات ولذات پر شکر کرنا چاہئے اور مراقبہ توحید کی تعلیم اور قصد ہجرت کے متعلق ایک عجیب تنبیہ اور معلوم کے حصول کے بعد علم میں مشغول ہونے کی مثال۔

مکتوب نواں بنام ایضاً اس بیان میں کہ اُس ذات اقدس کے متعلق انبیاء بھی حیرانی اور پریشانی سے زیادہ دریافت نہ کر سکے۔

مکتوب دسواں بنام ایضاً اس بیان میں کہ تم کو بیوہ سے نکاح کرنا بہتر ہے اور بی بی لمۃ الحبیب کو تعزیت کی نصیحت اور اتباع شریعت کی تاکید اور مولوی رحمۃ اللہ صاحب کی بغرض مناظرہ قسطنطنیہ کی روانگی۔

مکتوب گیارہواں بنام حکیم ضیاء الدین صاحب بی حفیظاً (بیوہ) سے نکاح پر اظہار مسرت اور اس بیان میں کہ کتب اخلاق اور ملفوظات مشائخ کا مطالعہ مرد کو شیر اور نامرد کو مرد بناتا ہے۔..... مکتوب بارہواں بنام مولانا محمد یعقوب صاحب اس بیان میں کہ یاران ہم مشرب کا اجتماع موجب برکت ہے اور شیخ کو اپنے سے دور نہ سمجھیں اور مولوی محمد مظہر صاحب نانوتوی کی تعلیم کو مولانا رشید احمد صاحب کے سپرد کرنا۔

مکتوب تیرہواں بنام مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا محمد یعقوب صاحب اس بیان میں کہ گاہ گاہ راجو پور جا کر وہاں فیض پہنچائیں۔

مکتوب چودھواں بنام حکیم ضیاء الدین صاحب و حافظ محمد یوسف صاحب وغیرہ حکیم صاحب کے والد صاحب کی تعزیت میں اور حکیم صاحب کو والد صاحب کی ریاست کے کاموں کو دوسرے بھائی کے سپرد کر کے خود گوشہ نشینی کی ترغیب۔

مکتوب پندرہواں بنام مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی و مولانا محمد قاسم صاحب حکیم ضیاء الدین صاحب و مولانا محمد یعقوب صاحب و مولوی ابوالنصر صاحب یہ دریافت فرمایا کہ اس سال ہندوستان سے کون کون حاجی آئیں گے اور حجاز کی گرانی کا حال اور حافظ محمد حسین صاحب اور حافظ محمد یوسف صاحب کے متعلق دریافت حال۔

مکتوب سولہواں بنام مولانا محمد قاسم صاحب۔ حافظ احمد حسین کا علاقہ مطبع کے قبول نہ کرنے پر افسوس اور اس علاقہ کے بعض مصالح اور طبع مثنوی پر اظہار مسرت اور مولوی موصوف کو اس کے تحشیہ وصحت پر آمادہ فرمانا۔

مکتوب سترھواں بنام مولانا محمد یعقوب صاحب تحشیہ مثنوی کی ترغیب اور اُس کے متعلق ہدایات۔........مکتوب اٹھارھواں بنام مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ در بیان اظہار مسرت نکاح ثانی ہمشیرہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ و مبارکبادی اجراء مدرسہ دیوبند و تاکید بلیغ بجناب مولانا قاسم صاحب اور اخذ بیعت و ہدایت در طبع ضیاء القلوب و اصلاح شجرہ۔

مکتوب اُنیسواں بنام مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ مراقبہ رابطہ کی تعلیم اور ذکر و شغل پر مداومت۔........مکتوب بیسواں بنام مولانا محمد یعقوب صاحب و مولانا محمد قاسم صاحب اظہار رنج ڈاکہ و حملۂ دہقان اور اُس کی مدافعت کے لئے وظیفہ۔

مکتوب اِکیسواں بنام مولانا رشید احمد صاحب و مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا محمد یعقوب صاحب و حکیم ضیاء الدین صاحب و حافظ محمد یوسف صاحب۔ طبع رسالہ ضیاء القلوب کی تحریک اور اُس کے متعلق چند ہدایات۔

مکتوب بائیسواں بنام مولانا محمد قاسم صاحب ہدایت بر مداومت عمل و رسید رسالہ ''جہاد اکبر''۔........مکتوب تئیسواں بنام مولانا رشید احمد صاحب۔ رسید پہنچنے شطرنجی و کتاب تفسیر ارادات و بھیجنا کتاب ''ضیاء القلوب'' کا و مثنوی منظوم کردہ ''تحفۃ العشاق'' کا حکیم ضیاء الدین صاحب کو۔........مکتوب چوبیسواں بنام ایضاً کہ میں اپنے علم میں آپ کو نہایت عالی مرتبہ و وسیلہ نجات دیکھتا ہوں اور یہ کہ مولانا محمد قاسم صاحب کو اپنی نسبت کا علم نہیں ہے۔ وہ ذکر بیماری و باء حجاز۔

مکتوب پچیسواں بنام ایضاً حال گرانی و وباء حجاز و اشتیاق و تمنائے ملاقات جماعت خود و دعا اتباع شریعت و رنج تنگ دستی حافظ احمد حسین صاحب و قیام حافظ موصوف کا تھانہ بھون میں مناسب نہ جاننا۔

مکتوب چھبیسواں بنام مولوی وحید الدین صاحب۔ ترغیب اعمال صالحہ و ہدایت بر مداومت عمل و نصیحت مطالعہ کتب اخلاق و صحبت صالحین۔

مکتوب ستائیسواں بنام حکیم محمد ضیاء الدین صاحب اطلاع نکاح خود و اظہار رنج بر انتقال عزیزاں۔............ مکتوب اٹھائیسواں بنام مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ و مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ و حکیم محمد ضیاء الدین صاحب رحمہ اللہ و مولوی ابوالنصر صاحب رحمہ اللہ و حافظ محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ تذکرہ بھیجنے کتاب ''ضیاء القلوب'' و مثنوی تحفۃ العشاق وغیرہ و حال ارزانی حجاز۔

مکتوب اُنتیسواں بنام مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ ذکر مجبوری عدم کتابت و ہدایت مداومت مشغولی باطن۔......... مکتوب تیسواں بنام مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ رنج بر لامذہبی و بدعات و قحط بارش و پرخاش پیرزادگان و ہدایت ترک خانقاہ۔

مکتوب اکتیسواں بنام حکیم محمد ضیاء الدین صاحب رحمہ اللہ۔ ذکر تصنیف حکیم صاحب و ممانعت ایں چنیں تصنیف و ترغیب آخرت و فکر عطائے خلافت حکیم صاحب موصوف و ہدایت اخذ بیعت۔............ مکتوب بتیسواں بنام حافظ وحید الدین صاحب نصیحت بر مشغولی باطن و مداومت براں

مکتوب تینتیسواں بنام سعید النساء صاحبہ۔ اس اَمر پر تہدید کہ تم نے بی حفیظاً کے نکاح ثانی پر اُس کو چھوڑ دیا اور ہدیہ کا قبول نہ فرمانا۔....... مکتوب چونتیسواں بنام حافظ احمد حسین صاحب۔ رنج بر پریشانی حافظ صاحب موصوف و تذکرہ دعا دافع پریشانی وغیرہ۔

مکتوب پینتیسواں بنام مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ رنج بر انتقال بزرگانِ دین و انتشار بدعات و لامذہبی و پرخاش حکام و قحط وغیرہ و ہدایت مداومت شغل باطن۔

مکتوب چھتیسواں بنام مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ۔ رنج بر انتقال علمائے دین و ہدایت بر اخذ بیعت۔......... مکتوب سینتیسواں بنام مولانا رشید احمد صاحب و حکیم ضیاء الدین صاحب۔ دعا حضرات موصوفین کے لئے و اظہار خوشی مشغولی درس و تدریس۔......... مکتوب اڑتیسواں بنام حاجی سید عابد حسین صاحب۔ ترغیب خدمت دین و تعلق مع اللہ۔......... مکتوب اُنتالیسواں بنام عبدالواحد خاں

صاحب۔ آواز ابلیس کا علاج اور انبیاء و اولیاء کے اسماء وصفات خدا کے اسماء وصفات سے جدا نہیں ہیں۔ ہرجائی کامیاب نہیں ہوتا ہے۔ قبض شدید کا علاج۔

مکتوب چالیسواں بنام ایضاً۔ تعلیم عمل...... مکتوب اِکتالیسواں بنام ایضاً شکریہ بردفع مرض باطن وطریق تعلیم اسم ذات وعلاج میلان طبع الی الحسن۔

مکتوب بیالیسواں بنام ایضاً ہدایت عمل بر کتاب ''ضیاء القلوب''۔

مکتوب تینتالیسواں بنام عبدالواحد خاں صاحب ہدایت عمل بر کتاب ''ضیاء القلوب'' وذکر کنارہ کشی خود از عملیات وغیرہ۔

مکتوب چوالیسواں بنام ایضاً۔ عشق مجازی کس وقت حقیقت کی طرف موصول ہوتا ہے اور اُس کا علاج۔.... مکتوب پینتالیسواں بنام ایضاً ذکر عمل صاحب موصوف۔

مکتوب چھیالیسواں بنام ایضاً ذکر شغل باطن مع اذکار خاص۔

مکتوب سینتالیسواں بنام حاجی سید عابد حسین صاحب۔ ذکر تعبیر خواب ونصیحت اقتداء علماء دین ورسید حمائل شریف۔......... مکتوب اڑتالیسواں بنام حکیم ضیاء الدین صاحب۔ بعض دوستوں کے انتقال پر افسوس اور اپنے پاس خط لکھنے کا پتہ۔

مکتوب اُنچاسواں بنام ایضاً۔ مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کے انتقال پر اظہار افسوس وتعزیت۔............ مکتوب پچاسواں بنام ایضاً۔ اپنی بیماری کا حال اور حکیم صاحب کے لئے ملازمت بھوپال کا مشورہ۔

مکتوب اکیاونواں بنام حکیم ضیاء الدین صاحب۔ ملازمت بھوپال کا مشورہ اور اُس کے فوائد اور حضرت حاجی صاحب کا مدینہ منورہ میں قیام کا خیال۔

مکتوب باونواں بنام ایضاً۔ طالبان کا حق ملازمت فقر وفاقہ وصبر وتوکل ہے ودر بارداری امراء وسلاطین باعث ہلاکت ہے اور اُن چند لوگوں کی فہرست کہ اُن کو خلافت عطاء فرمائی گئی۔........... مکتوب ترپینواں بنام ایضاً۔ مسائل اختلافیہ سے احتراز ومخالفت مخالفین پر صبر کرنا ''احیاء العلوم'' اور مثنوی کا مطالعہ کرنے کا بیان اور

عزیز محمد یوسف کو نکاح دختر میں قرض نہ کرنے کی ہدایت۔

مکتوب چونواں بنام ایضاً۔ ترک قیام بھوپال اور قناعت کی پسندیدگی اور عبدالکریم مرید حکیم صاحب موصوف کے عفو تقصیر کی سفارش۔

مکتوب پچپنواں بنام ایضاً۔ اعتراف قصور وندامت کمال انسانی ہے اور ایک ترکی مالدار کی ایذاء رسانی کی شکایت۔

مکتوب چھپنواں بنام حکیم ضیاء الدین صاحب۔ مسائل اختلافیہ جیسے مولود وغیرہ میں زیادہ اصرار نہ کرنے اور مولانا رشید احمد صاحب کے تابع رہنے کی ہدایت۔

مکتوب ستاونواں بنام حاجی عابد حسین صاحب۔ بعض تجلیات کا بیان اور اہتمام مدرسہ کے ترک کی ہدایت اور دلی توجہ کی ترغیب اور بزرگان مدرسہ کی دلجوئی کی ہدایت۔............مکتوب اٹھاونواں بنام حکیم ضیاء الدین صاحب۔ ذکر وفکر مراقبہ کی ترغیب اور مولانا محمد قاسم صاحب ومولانا رشید احمد صاحب ومولانا محمد یعقوب صاحب سے ملاقات کی آرزو اور اپنے ضعف ونقاہت کا بیان۔

مکتوب اُنسٹھواں بنام حکیم ضیاء الدین صاحب۔ اپنے لئے چندہ سے روپیہ بھیجنے سے نارضامندی اور حکیم صاحب کو کبرسنی میں نکاح صغیرہ وباکرہ کے خیال پر سرزنش اور اس ہوس کا علاج اور حافظ احمد حسین صاحب کا مکہ پہنچنا۔

مکتوب ساٹھواں بنام حکیم ضیاء الدین صاحب۔ طالبین کے رجوع ہونے پر مبارکبادی۔ تقسیم وراثت کے متعلق چند ہدایات اور بعض مریدین کو مزامیر سننے پر سرزنش اور یہ کہ کس قسم کا راگ سننا چاہئے۔............مکتوب اِکسٹھواں بنام حکیم ضیاء الدین صاحب، بعض لوگوں کو تعلیم دینے کے متعلق ہدایت۔

الحمدللہ! کہ رسالہ ''امداد المشتاق'' ماہ شعبان ۱۳۴۷ھ میں اوّل بار باہتمام خاکسار محمد شبیر علی مدیر رسالہ ''النور'' تھانہ بھون ضلع مظفر نگر طبع ہو کر ہدیۂ ناظرین ہوا۔

حق تعالیٰ اُس کے نفع کو عام وتام فرمائے۔ آمین یارب العالمین

الابتلاء
لاہل الاصطفاء

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

الابتلاء لاهل الاصطفاء

﴿فیه اشارة الی اسم السائل الذی کتبت بن النجار فی جوابه ۱۲ اشرف علی﴾

تمہید

بعد حمد وصلوٰۃ! ایک دوست کا خط اپنے مفصل حالات میں کہ حاصل ان کا خاص تقلبات ہے بغرض تحقیق آیا اس کا جواب اصل سوال سے منقسم ہو کر ایک رسالہ کی تعداد کو پہنچ گیا۔ پس اس لیے بھی اور نیز اشتمال علی التحقیقات النافعہ کی وجہ سے یہی مناسب معلوم ہوا کہ اس کو مستقل رسالہ قرار دے کر خاص نام بھی رکھ دیا جاوے جو پیشانی پر مذکور ہے کہ اگر کوئی جداگانہ ﴿وهی فی الحقیقیة جزو من رسالتی تربیة السالک ۱۲ منه﴾ شائع کرنا چاہے تو سہل ہو۔

فقط اوّل ان دوست کا سوال اور پھر احقر کا جواب نقل کیا جاتا ہے۔ فقط

سوال: ایک گمنام کمترین خدام بحضور ماواو ملجائے بیکسان رہنمائے گمرہان حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ عرض رسا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا ومُصلّیًا.....امابعد! آج احقر کچھ عرض حال کی اجازت چاہتا ہے۔ گو وہ حالات نہایت گندے اور قابل شرم ہیں۔ نیز حرج اوقات گرامی بھی ہے مگر کیا کیا جاوے۔ "اِنما شفاء العَیِّ السوال" ﴿یہ حدیث ہے۔ ترجمہ: ناواقف کا علاج صرف پوچھنا ہے ۱۲﴾ اور حق تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کے ہاتھ میں وہ کیمیا دی ہے کہ اُمید

ہے کہ بندگان والا احسن کما احسن اللّٰہ الیک" ﴿دوسروں کے ساتھ بھلائی کر جیسا کہ تیرے ساتھ خدائے تعالیٰ نے بھلائی کی۔۱۲﴾ پر نظر فرما کر حرج کو گوارا فرمادیں گے۔ احقر کو ذات والا صفات سے بڑی بڑی اُمیدیں ہیں۔

خواہی کہ خدا ئے بر تو بخشد باخلق خدائے کن نکوئی

جناب کو معلوم ہے کہ احقر نے بُری بھلی تعلیم پائی ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ بزرگان کی کفش برداری سے بھی کچھ حصہ ملا ہے۔ اِسی کی بدولت بندہ کی قلبی حالت معمولی طور پر اچھی تھی۔ ہر بات صحیح سمجھ میں آتی تھی اور وعظ ونصیحت اور تلاوت قرآن وغیرہ کا اثر ہوتا تھا۔ ہر بات کی تہہ تک نظر پہنچتی تھی۔

اب سے چھ سات سال پہلے کا ذکر ہے کہ ذرا دیر بھی اگر کسی بُری صحبت میں شرکت کا اتفاق ہوتا تھا تو معاً قلب کو انکار اور نفرت محسوس ہونے لگتی تھی اور نیک صحبت اور اچھی بات سے فوراً طبیعت میں بشاشت اور نشاط پیدا ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ جناب حافظ عبدالرحمٰن صاحب مراد آبادی کے یہاں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اُس سے پہلے میں حافظ صاحب سے اچھی طرح واقف بھی نہ تھا لیکن قلب میں ایسا ایک نیک اثر محسوس ہوا جس سے میں نے پہچان لیا کہ حافظ صاحب مرد صالح ہیں اور ان کی صحبت صحبت نیک ہے۔ چنانچہ اُس کے بعد ہر طرح تحقیق کیا اُس کو صحیح پایا۔

علی ہذا ایک مرتبہ دہلی میں شہر کے باہر ایک مسجد میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ مسجد سے ملا ہوا ایک مزار تھا اس کی طرف خواہ مخواہ قلب کو ایسا میلان ہوا کہ بے اختیار اس کے پاس گیا اور وہاں سے ہٹنے کو جی نہ چاہا اور اس کا کتبہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ غرض ہر چیز اچھی اور بُری کا احساس بہت ہی صحیح ہوتا تھا۔ ہر بات کا خیر وشر گویا رائے یعنی "دودھ کا دودھ پانی کا پانی" نظر آجاتا تھا۔ بہت سے مواقع ایسے ہوئے کہ جہلا اور عوام سے کسی بات میں تقریر کرنے کا اتفاق ہوا تو اُس کی کنہ بندہ نے ایسی بیان کی جس سے موافق ومخالف دونوں کو

اتفاق ہوا اور حقیقت حال عیاں ہو جانے سے ثابت ہو گیا کہ نزاع لفظی ہے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک مجلس میں اس پر بحث تھی کہ مزامیر بہت سے امراض کے لیے علاج ہیں۔ ایسی چیز منع کیوں ہو، میں نے کہا یہ غور کرنا چاہیے کہ مزامیر سے نفع کیوں ہوتا ہے؟ مزامیر سے آواز پیدا ہونے کی اصلیت یہ ہے کہ ان میں ایک قسم کی روح ہے اس کو آج کل لوگ بجلی کہتے ہیں اس کو خاص صحت سے حرکت ہوتی ہے اور اس کی حرکت سے ہوا میں یا ہوا کی بھی بجلی میں حرکت پیدا ہوتی ہے چونکہ روح انسانی کو کچھ نہ کچھ جمادی روح سے مجانست ہے یا یوں کہیے کہ بدن انسان میں بجلی ہے، اس واسطے اس کو بھی میلان خارج کی طرف ہو جاتا ہے۔ اسی کا نام سرور اور انعاش حرارت غریزی ہے اور چونکہ انسانی روح اشرف ہے اس واسطے روح اخس اس ہوائی علاقہ سے کھینچ کر روح انسانی میں شامل ہو جاتی ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ روح انسانی میں رفتہ رفتہ کثافت بڑھتی چلی جاتی ہے اور وہ نورانیت نہیں رہتی جو انسانی روح میں ہونی چاہیے۔ آثار اس کے یہ ہیں کہ علوم عالیہ سے مناسبت کم ہو جاتی ہے اور دناوت بڑھ جاتی ہے۔ افعال و عادات وغیرہ سب میں لطافت کی جگہ کثافت آ جاتی ہے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ روح سے تجاوز کر کے جسم پر اثر پڑتا ہے ایسے لوگوں کو امراض دموی اور صفراوی بہت کم ہوتے ہیں، بلغمی اور سب سے زیادہ سوداوی ہوتے ہیں (اس کا تجربہ شاہد ہے کہ فی زمانہ دموی مزاج ہی باقی نہیں رہے زیادہ تر سوداوی ہو گئے ہیں) تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ مزامیر کسی مرض کا علاج ہیں صرف تحریک روح پا کر جسے دوسرے لفظ میں سرور کہا گیا ایسا خیال کر لیا گیا ہے ورنہ انجام ان کا افساد روح و بدن ہے بلکہ قلب ماہیت جیسا کہ شراب میں ہے کہ نباتات کا سریع النفوذ مقطر جو ہر روح میں شامل ہو کر تخلخل پیدا کرتا ہے۔ روح بوجہ زیادتی حجم خارج کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اسی کا نام انعاش حرارت غریزی ہے اور اسی کو جاہل لوگ قوت سمجھتے ہیں لیکن جو روح دماغ میں کام کرتی تھی اس میں اجنبی اجزاء شامل

ہونے سے افعال میں ان کا اثر آ جاتا ہے اور افعال انسانی نہیں رہتے بمقدار ان اجزاء کے افعال میں اختلال پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی کا نام نشہ ہے۔ چند روز تک پینے سے روح انسانی میں کثافت مستقر ہو جاتی ہے اور اختلال افعال طبیعت ثانیہ بن جاتا ہے اور ان علوم سے جو مناسب طبیعت انسانی ہیں بالکل اجنبیت ہو جاتی ہے کہا تو جاتا ہے کہ شراب مقوی جملہ قویٰ ہے اس کا تو مقتضا یہ تھا کہ شرابیوں میں ترقی دماغی زیادہ ہوتی مگر مشاہدہ اور آخری نتیجہ اس کے خلاف ہے۔

انگلستان میں جہاں شراب بہت باقاعدہ اور احتیاط سے پی جاتی ہے وہاں تحقیق سے ثابت ہوا کہ دیوانی زیادہ ہوتے ہیں فی ۸۳ ایک دیوانہ کا اوسط ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ سرور اور قوت دھوکا ہے حقیقت اس کی صرف تخلخل روح ہے اور درحقیقت "لَا شِفَاءَ فِي الْحَرَامِ" (حرام چیز میں شفاء نہیں، یہ حدیث ہے۔۱۲) بالکل صحیح ہے۔ ان چیزوں کے استعمال سے انسانی طبیعت بدل کر غیر انسانی بن جاتی اور اخلاط میں بھی غلبہ سودا کو ہو جاتا ہے۔ اس تقریر کو لوگوں نے بہت پسند کیا اور کہا بالکل ٹھیک ہے جو لوگ اس کا خاص مشغلہ رکھنے والے ہیں وہ سوداویت کا منبع ہیں (کسبیان وغیرہ) اسی طرح بہت باریک باریک باتوں میں بارہا تجربہ ہوا لیکن بڑا شکر اس کا ہے کہ قول اساتذہ کان میں پڑا ہوا تھا کہ یہ باتیں قابل التفات نہیں اس واسطے کبھی ان کو کچھ کمال نہیں سمجھا۔ اگر یہ حاصل ہوئیں تو الحمد للہ کہا اور نہ ہو تو پروا نہ کی۔

مگر تقریباً تین برس کا عرصہ ہوا کہ قلب میں ان کی ضد پیدا ہوئی۔ اس حالت محمودہ کا ہونا یا نہ ہونا تو کچھ قابل التفات نہ تھا مگر ضد پیدا ہونے سے وہ بے چینی پیدا ہوئی کہ (نعوذ باللہ) اب یہ حالت تھی کہ بُری باتوں میں بھلائی اور بھلائی میں بُرائی اسی طرح نظر آنے لگی جیسا پہلے اس کا عکس تھا۔ الحمد للہ! کبھی مغلوب ہونے کی نوبت تو نہیں آئی لیکن یہ ضرور تھا کہ اچھی بات مکرر سننے سے بھی مطلق اثر نہیں ہوتا تھا اور بُری بات کی ہوا بھی لگ جانے سے اثر ہوتا اور اس طرح طبیعت کو انجذاب بے اختیار ہو

جاتا تھا۔ رسوم کفار کی خوبیاں اور ضرورت سائنس حال کی تحقیقات پر فریفتگی ہر بات میں نیچری خیالات کی طرف داری حق بات کا قلب پر اثر نہ ہونا اور باطل کا فوراً اثر ہونا۔ علی گڑھ کے طلباء کی نظر میں وقعت اور اسلامی مدارس کے طلباء کی کم وقعتی امراء کی طرف انجذاب قلب، غرباء سے کشیدگی، عزت کی خواہش اور ضرورت بعض شرعی مسائل پر (نعوذ باللہ) اعتراض اور ان کی ترمیم کی ضرورت ترقی کے وہی معنی جو ابناء زماں لیتے ہیں۔ یہ سب باتیں بار بار ذہن میں آتی تھیں اور اس درجہ مدلل اور واضح ہو کر کہ بعض وقت شرح صدر کا سا مرتبہ ہوتا تھا اور اُس کے مقابل کا کوئی ثبوت ذہن میں نہ رہتا تھا۔

الحمد للہ کہ رہا یہ سب کچھ وسوسہ ہی کے مرتبہ میں اور اس کو بندہ نے ہمیشہ خطرناک سمجھا اور بالاختیار اس کے دفعیہ کی اور افعال تک اس کا اثر نہ آنے کی کوشش کی۔ مثلاً سوائے علماء صلحاء کے عوام سے بھی ملنا ترک کیا (ایک بات یہ عجیب دیکھی کہ اس حالت کو اغیار سے ملنے سے نقصان کم پہنچتا تھا اور شناساؤں سے زیادہ اس واسطے شناساؤں سے زیادہ عزلت کر دی) حالانکہ یہ میرے پیشہ کے لیے مضر ہے۔ اخبار کا دیکھنا بھی بالکل چھوڑ دیا، آنے والوں سے کہہ دیتا کہ سوائے اپنی ضروری باتوں کے کوئی گفتگو نہ کریں اسی عزلت کی تکمیل کے لیے اچکن تک پہننا ترک کر کے طلباء کی وضع اختیار کی کہ لوگوں کو خصوصاً امراء کو خود ہی کشیدگی ہو جاوے۔ اس کا یہ اثر تھا کہ لوگ مولوی صاحب کہہ کر پکارنے لگے اور دیگر الفاظ میں تامل کرتے تھے۔ پیشہ کو جو کچھ اس سے ضرر پہنچنے کا احتمال تھا اس کی پروا نہ کی۔ اس سے پہلے چونکہ قلب میں سلامت تھی، اس وقت اگرچہ حالت معکوس تھی مگر باطل کی طرف میلان ہوتے وقت اتنی بات ضرور محسوس ہو جاتی تھی کہ یہ احساس اس احساس کے خلاف ہے جو پہلے ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس کی طرف سے خیال کو بالقصد پھیر لیتا تھا اور دوسرے کسی خیال میں لگ جاتا تھا اور جب کسی طرح وہ خیال نہ بھولتا تو کسی دُنیاوی کام میں مثلاً خطوط نویسی یا بات چیت میں لگ جاتا تھا اور اگر اس سے بھی کچھ نہ ہوتا تو آخری علاج یہ تھا

کہ دو رکعت نماز پڑھ کر دُعا مانگتا ”اَللّٰھُمَّ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ“ ﴿ترجمہ: اے اللہ! دلوں کے پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جمائے رکھ۔۱۲﴾ بفضلہٖ تعالیٰ اس سے ضرور نفع ہوتا تھا۔ کبھی آخری علاج یہ تھا کہ دل میں کہتا کہ حق تعالیٰ کے احکام کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ ”لانہ احکم الحاکمین بحمدللّٰہ“ یہ مضمون احقر کے قلب میں زمانہ طالب علمی سے ایسا بیٹھا ہوا ہے کہ گویا بداہتہ کا مرتبہ ہے اس میں کسی قسم کا خطرہ تک نہیں۔

رسوم کفار کی اگرچہ معقول تردید اس وقت ذہن میں نہ آتی لیکن اس کے فراموش کرنے کے لیے بالقصد اُس کے خلاف پر زبان سے تقریر کرتا ایجادات حال کو اپنے پاس نہ آنے دیتا حتیٰ کہ گھڑی کو بلاضرورت جیب میں نہ ڈالتا، نیا چرہ کی تصانیف سے بالکل اجتناب۔ باوجود عدم تاثر عن الحق وعظوں میں ضرور شریک ہوتا۔ علی گڑھ کے طلباء سے اگر ملاقات ہوتی تو بے التفاتی سے پیش آتا اور طلبہ مدارس اسلامی سے بتکلف ملتا اور ان کے دُکھ درد میں شرکت کرتا۔ غرباء کو بتکلیف امراء پر ترجیح دیتا۔ بعض دفعہ اتفاق ہوا کہ ایک امیر آدمی کے یہاں بلایا گیا اور اسی وقت ایک بیوہ عورت کے یہاں جانے کی ضرورت تھی۔ اوّل اس کے یہاں گیا، بعدازاں وہاں حب جاہ کا ایک علاج یہ رہا کہ بعض جگہ کسی مشورہ کے لیے مجھ کو اور میرے ہم پیشہ دوسرے کسی کو بھی بلایا گیا تو باوجود اس کی تجویز اپنے نزدیک خلاف اور غلط ہونے کے اسی کو ترجیح دی اور کام اسی کے سپرد رکھا۔ اگر بہت بے قاعدگی دیکھی تو اُس کو مشورہ دے دیا مگر کام میں اپنا نام نہ آنے دیا، اِس سے اپنا مالی نقصان بھی ہوا مگر پروانہ کی۔ بعض احباب کے ساتھ کبھی کبھی شکار کو جانے کا اتفاق ہوتا ہے، فائر کرنے کا پہلا نمبر میرا ہوتا تھا، اس کو ہٹا کر اپنا نمبر سب سے اخیر رکھا۔ اُمور شرعیہ میں جہاں کچھ اختراع کا وسوسہ پیدا ہوتا تھا ان کو بجز قلب سے بھلا دیا اور بے دلیل مان لیا، اگر زیادہ ہجوم ہوا تو قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا اور کسی کام میں لگ گیا، اس میں بفضلہٖ تعالیٰ پوری

کامیابی رہی، کبھی مغلوبیت کی نوبت نہیں آئی، وسوسہ کا بھی ادنیٰ ہی درجہ رہا ہوگا، اساتذہ کی صحبت سے یہ بات ذہن میں اچھی طرح بیٹھی ہوئی ہے کہ خدائے تعالیٰ حاکم مطلق ہیں، کسی قانون اور کسی مصلحت سے مجبور نہیں۔

ان واردات مذمومہ کے خطروں سے حفاظت کے لیے یہ سب علاج پابندی اور نہایت نگرانی کے ساتھ کیے، ان میں اگر کچھ کوتاہی ہو جاتی تو استغفار سے کام لیتا۔ مگر باوجود اس سب اہتمام کے قلب میں استعداد ان کی ایسی پیدا ہوگئی تھی کہ جب ذرا سی ان معالجات سے غفلت ہوئی تو معلوم ہوتا تھا کہ قلب ایمان سے خالی ہے اور جب ذرا سا بھی گناہ یا خلاف اولیٰ کوئی کام ہوگیا تو گویا یہ سب محنت رائیگاں گئی اور قلب کی وہ حالت ہوگئی جو ایک گرم توے کی ہوتی ہے جس پر گیلا کپڑا رکھا گیا ہے کہ جب تک کپڑا گیلا ہے ٹھنڈا معلوم ہوتا ہے اور ذرا نمی کم ہوئی اور کپڑا تک بھی جل گیا اور وہ حالت حقیقت شناسی کی تو کوسوں دور ہوگئی جو اس سے پہلے تھی گو اس حالت کی تمنا تو نہ تھی کیونکہ یہ شعر کان میں پڑا ہوا تھا:

گر بعلم آئیم ما ایوان اوست در بجہل آئیم ما زندان اوست

مگر یہ اندیشہ تھا کہ نامعلوم اس کا انجام کیا ہونا ہے۔ اس اثناء میں بارہا جناب والا کا وعظ سننے کا اتفاق ہوا مگر یہ معلوم ہوتا تھا کہ مضامین دل کے اوپر سے گزرتے چلے جاتے ہیں اور مطلق اثر نہیں بلکہ ہر ہر مضمون کی تردید بالبدیہہ دل پر گزرتی جاتی اور اس کا اثر ہوتا اور باقی رہتا۔ باطل کا اثر بد تو تھا ہی حق سے بھی یہ اثر بد ہی ہوتا تھا۔ (نعوذ باللہ منہ)

ایک مرتبہ احقر نے تھوڑی دیر ریل کا سفر جناب والا کے ساتھ کیا اور یہ حال مختصراً عرض کیا تو جناب نے ارشاد فرمایا کہ تشویش کی بات نہیں یہ یا تو مزین من الشیطان ہے یا کوئی حالت محمودہ بہت اعلیٰ درجہ کی پیدا ہونے والی ہے اور کوئی علم القاء ہونے والا ہے اس سے بہت اطمینان ہوا۔ لیکن اس کو بھی عرصہ گزر گیا اور وہ حالت کچھ بڑھتی ہی جاتی تھی حتیٰ کہ (نعوذ باللہ) دین اسلام ایک خیالی ڈھکوسلہ دکھائی دیتا تھا اور دیگر جملہ

مذاہب اس سے کچھ نہ کچھ اچھے معلوم ہوتے تھے۔ ہندو مذہب کی خوبیاں ذہن میں آتی تھیں (اب وہ ذرا بھی یاد نہیں) اور سب سے زیادہ دہریت حق معلوم ہوتی تھی اور علی قدر مراتب جملہ باطل فرقے حق کے مقابلہ میں اچھے معلوم ہوتے تھے حتیٰ کہ سنیوں سے شیعہ اور مقلدین سے غیر مقلدین اور مانعین بدعت سے بدعتی خاص کر اہل تصوف سے زیادہ اجنبیت تھی مگر الحمد للہ اتنا ہوش تھا کہ میرا مذاق منعکس ہوگیا ہے، اس واسطے یہ یقین کر لیا تھا کہ جو اس وقت جتنا بُرا نظر آتا ہے وہ اتنا ہی اچھا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل گزارش ہے کہ اِس حالت کو تین چیزوں سے بڑا فرق ہوتا تھا، تہجد سے اور تلاوت قرآن سے خواہ کیسی ہی سرسری اور بے توجہی کے ساتھ کیوں نہ ہو اور جناب والا کی صحبت سے۔ جس روز تہجد یا تلاوت قضا ہو جاتی تو میری موت تھی اور چوتھی نہایت مفید چیز شجرۂ مشائخ چشت پڑھنا تھا اس کے پڑھتے ہی ایک عجیب حالت ہوتی تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ دل پر سے کوئی چیز چھیل دی گئی اور وہ خیالات سب کے سب کچھ دیر کے لیے زائل ہو گئے ہیں، میں اس حالت کو بیان اس سے زیادہ نہیں کر سکتا کہ دُنیا سے ایک دم بے رغبتی ہو جاتی تھی۔

اس حالت میں تقریباً تین سال گزر گئے۔ بزرگوں سے یہ سنے ہوئے تھا کہ واردات کا کچھ اعتبار نہ کرنا چاہیے نہ اچھے کا نہ بُرے کا، اس واسطے گو نہ اطمینان تھا لیکن کتاب امداد السلوک میں ایک دفعہ نظر پڑی کہ وساوس کی مثال تبخیر کی سی ہے کہ بہت پریشان کرنے والی چیز ہے لیکن خود کوئی مرض نہیں نہ اس کے انسداد کی تدبیر سے کچھ نفع ہو سکتا ہے اس کے لیے مادہ ہوتا ہے جس سے یہ پیدا ہوتی ہے۔

تاوقتیکہ اس کا اخراج نہ ہو یہ موقوف نہیں ہو سکتی۔ اس مادہ کی تلاش اور اخراج میں سعی کرنا مردان خدا کا کام ہے۔ اس تحریر کے بموجب اِن خطرات کے مواد کی تلاش میں سعی کی مگر جن جن چیزوں سے نقصان پایا باوجود ان کے ترک کے نفع عاجل کے سوا کچھ نہ تھا، اس سے یہ وحشت ہوئی کہ آخر کیا ہونا ہے کیا میری ترقی کا راہ مسدود

ہی ہو گیا، اگر ایسی حالت میں موت آ گئی تو کیسی ہو گی۔

ایک مرتبہ ایک مہینہ کے قریب شیعوں کی صحبت رہی۔ اُس سے یہ حالت بہت ترقی کر گئی حتیٰ کہ آثار ضعف اعضاء میں ظاہر ہونے لگے۔ ریل کی آواز سے اختلاج محسوس ہوتا تھا، اُس کے بعد میں ایک دن کے لیے ڈپٹی عزیز الحسن صاحب کے یہاں مقیم ہوا معلوم نہیں کہ ان کی ایک دن کی صحبت سے کیا اثر ہوا کہ بہت سکون ہوا، یہ اختلاج وغیرہ مطلق نہ رہا۔ یہ سکون کچھ دنوں تک باقی بھی رہا، مگر پھر وہی، میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا کرتا تھا کہ یا اللہ! یہ وہی نظر ہے جو ہر چیز کو سیدھا دکھاتی اور تہہ تک پہنچ جاتی تھی یا اب بالکل برعکس کام کرتی ہے مخلوط باتوں میں سے دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دیتی تھی یا اب الگ کرنا تو درکنار پانی کو دودھ اور دودھ کو پانی دکھاتی ہے۔

اس اثناء میں پھر ایک مرتبہ میں نے بمقام تھانہ بھون حضور عالی میں اپنی یہ حالت عرض کی تو جناب والا نے پوچھا کیا کسی جدید کتاب کے دیکھنے کا اتفاق ہوا یا کوئی صحبت بُری رہی، میں نے عرض کیا کچھ بھی نہیں، میں تو حتی الامکان ان سے بالقصد اجتناب کرتا ہوں، اخبار تک نہیں دیکھتا، ذرا تامل کر کے جناب نے فرمایا، اِس کی وجہ لطافت طبع معلوم ہوتی ہے اور ان شاء اللہ عنقریب یہ حالت از خود رفع ہو جاوے گی۔ اس ارشاد والا سے بہت تسلی ہوئی، اس کو غالباً سات آٹھ ماہ ہوئے ہوں گے، تھوڑے عرصہ تک اطمینان رہا، بعد ازاں پھر وہی سودا شروع ہوا۔

اس وقت میں نے یہ احتیاط کی کہ اپنے فہم کو بالکل غیر معتمد قرار دیا حتیٰ کہ کوئی فقہی مسئلہ بھی پوچھتا تو کسی دوسرے سے پوچھنے کو کہہ دیتا۔ گائے کے متعلق جو کتاب بندہ نے لکھی ہے وہ اسی زمانہ کی لکھی ہوئی ہے، اس پر بندہ کو اِسی وجہ سے اطمینان نہیں کہ یہ زمانہ قلب فہم کی لکھی ہوئی ہے، خدا جانے کیا حق ناحق قلم سے نکل گیا ہو بہت سی جگہ اس میں نشان لگا دیئے ہیں جہاں کھٹکا ہوا کہ یہ مضمون غلط ہے۔

اسی ضرورت سے جناب والا کو مذہبی حصہ اس کا کل سنایا تھا، بندہ کا ارادہ اس کا

طبی حصہ سنانے کا بھی تھا مگر زیادہ حرج اوقات مناسب نہ سمجھا۔ بایں خیال کہ اگر طبی مضمون میں غلطی بھی ہوگی تو کون سا گناہ لازم آ جائے گا۔ اس حالت کی تفصیلی واقعات کہاں تک عرض کروں وعظ سننے اور کتاب دیکھنے سے بچتا تھا کہ جو اچھی بات کان میں پڑتی ہے اس سے اور زیادہ نقصان ہوتا ہے بجائے اس کے کہ کبھی بُری سے بُری بات بھی سن کر نفع ہی ہوتا تھا۔ کئی مرتبہ جناب والا کے وعظ سننے کا اتفاق ہوا جن کا اثر یہ ہوتا کہ یہ وہی پرانی باتیں ہیں جو مولوی لوگ کہا کرتے ہیں۔ میں اس حالت کو اگر مختصراً ظاہر کر سکتا ہوں تو بس اس طرح کہ جو بات محسن الملک اور دیگر اہل دُنیا کے قلب میں تھی، وہی میرے دل میں اتر آئی تھی، ہاں اتنا فرق تھا کہ بفضل خدا و دعائے بزرگان میں اس سے مغلوب نہ ہونے پایا جیسے وہ لوگ ہوگئے۔ "**فالحمدللّٰہ علٰی ذلک**" اتنا ہوش برابر رہا کہ یہ حالت حالت منکسرہ ہے جہل مرکب سے بچا رہا۔ بہت سوچا کہ کس معصیت کا یہ وبال ہے مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔

اب ایک نیا کرشمہ سنئے! جناب والا کا ایک وعظ مسجد خیر نگر میرٹھ میں اس آیت پر ہوا "**انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وان تومنوا وتتقوا یوتکم اجورکم ولا یسئلکم اموالکم**" جس میں بخل کی مذمت اور ترکی چندہ کی تحریک تھی۔ بندہ کی عادت ہمیشہ یہ ہے کہ بیان کو اپنے حالات پر منطبق کرتا جاتا ہے جو حال بیان کے خلاف پایا اس کو خصوصیت کے ساتھ ذہن میں محفوظ کر لیا باقی مضامین معمولی طور سے سن لیے۔ اگر ایسی باتیں زیادہ ہوگئیں تو ان میں سے جتنی محفوظ ہو سکیں کر لیں باقی کو چھوڑ دیا، اس نظر سے کہ ساری کے پیچھے آدھی بھی نہ جاتی رہے۔

بنابریں اس وعظ میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ مجھ میں صفت بخل ہے، اس کو اس وقت اچھی طرح محفوظ کر لیا اور کئی دن تک غائر نظر سے تحقیق کیا تو ثابت ہوا کہ یہ خیال صحیح ہے اور بخل معمولی نہیں حد افراط تک پہنچا ہوا ہے حتیٰ کہ پہننے کے کپڑے صدقہ کرنا تو در کنار خود پہنتے وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ پہنوں گا تو میلے ہو جاویں گے۔

گو اس خیال کا اثر عملاً ظاہر نہ ہوتا ہو لیکن یہ خیال آتا ضرور تھا اس کو ہمیشہ ایک معمولی بات سمجھا کیا۔ اب آنکھ کھلی کہ یہ وہ شعبہ بد ہے جو جہنم میں جڑ رکھتا ہے۔ کپڑا اگر کوئی محتاج مانگتا تو سخت گراں گزرتا بلکہ دوسرے کسی کو دیتے۔ دیکھتا تو تعجب ہوتا جب کوئی چندہ دینا پڑتا تو گویہ نہیں ہوا کہ دیا نہ ہو مگر ناگوار ضرور ہوتا، اس کو میں غلطی سے یہ سمجھتا رہا کہ باعث زیادتی ثواب ہے کہ باوجود ناگواری دیتا ہوں، اس کی طرف کبھی خیال نہ کیا کہ اس کا منشا بخل ہے۔ زیور کی زکوٰۃ واجب فی الذمہ تھی اور دو برس سے آل ٹال رہی جس کی وجہ صرف سہل انگاری ہے۔

غرض غور سے ثابت ہوا کہ صفت بخل میرے اندر موجود ہے۔ وعظ مذکور کے سننے کے بعد میری حالت میں ایک ایسا تغیر پیدا ہوا جو میرے بیان میں نہیں آتا، اضطراب قلب عجیب طرح کا عارض ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ قلب ایمان سے خالی ہے مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی محسوس ہوتا تھا کہ یہ حالت اِس سے پہلی حالت سے ضرور اچھی ہے۔ اگر اِس کی مثال میں دے سکتا ہوں تو وہ یہ ہے کہ جیسے ایک سرسام کے مریض کا تنقیہ کیا جاوے تو اس کا اختلال حواس وغیرہ جاتا رہتا ہے مگر ضعف بھی زیادہ ہو جاتا ہے اور اُٹھنے بیٹھنے سے بھی مجبور ہو جاتا ہے۔

اِس سے خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس کو آرام نہیں ہے مگر درحقیقت یہ ضعف اس قوت سے اچھا ہے جس سے وہ اٹھ اٹھ کر بھاگتا تھا۔ اس ضعف کی حالت میں اس کی طبیعت دم بدم بحال ہوتی جاتی ہے اور افعال صحیح ہوتے ہیں گو ناقص ہیں۔ ایسے ہی مجھ کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ (نعوذ باللہ) قلب ایمان سے خالی ہے مگر جانے کیا بات ہے کہ طبیعت اندر سے کھلتی جاتی ہے اور یہ حالت اس حالت سے ضرور اچھی ہے۔ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ اسی فساد ذوق کا کوئی شعبہ ہے یا اس کی کچھ اصلیت ہے۔

غرض اسی قول بزرگان کو یاد کر کے کہ واردات کا کچھ اعتبار نہ کرنا چاہیے اس کے حسن و قبح سے قطع نظر کر کے یہی قرار دیا کہ بلا سے قلبی حالت کچھ بھی ہو مرض بخل سے

نجات حاصل کرنا ضرور ہے، اس میں اختیار کو دخل ہے، اس کا میں مکلف ہوں اور اُس کے علاج کی طرف متوجہ ہوا اور بتکلف خرچ کرنا شروع کیا، خانگی اخراجات میں تنگی کر کے زکوٰۃ ادا کرنا شروع کی، تھوڑے ہی دنوں میں پچاس روپیہ نکال دیئے۔ اتفاق سے جنگ روم و بلقان کا زمانہ تھا، اس سب رقم کی تملیک کر کے اس چندہ میں دلوادی، کچھ روپیہ اس سے پہلے میں دے چکا تھا، یہ سب ملا کر سو روپیہ کے قریب ہو گئے۔

جس دن زکوٰۃ ادا ہو چکی یک لخت یہ معلوم ہوا کہ وہ کیفیت قلبی ایسی پلٹ گئی جیسا کسی کی آنکھ موتیا بند کے پانی سے اندھی ہوگئی ہو اور وہ برسوں تک نابینا رہ کر بصارت سے نا اُمید ہو چکا ہو، پھر ایک دم ڈاکٹر اس کی آنکھ میں سے پانی نکال دے کہ بلا مبالغہ نیا جنم اس کو نصیب ہو جاتا ہے اور بجائے اندھیرے کے نور کے عالم میں آ جاتا ہے۔ یہ معلوم ہوا کہ قلب میں مطلق تشویش نہیں اور ایک سکون محض ہے۔ سب باتیں سیدھی سمجھ میں آتی ہیں مگر ایک قسم کا تکان ضرور ہے جیسے کہ سرسام کے مریض کو بحران بعید ہو کر ایک دم صحت ہو جاوے کہ اس کے افعال میں سلامیت تو پیدا ہو جاتی ہے مگر ضعف رہتا ہے۔

بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت کی حالت گو اچھی حالت ہے لیکن اس سے گو نہ اجنبیت ہے جیسے کہ کسی کی کوئی چیز عرصہ سے کھوئی ہوئی ایک دم مل جاوے تو اس کو اس کے پہچاننے میں قدرے تامل ضرور ہوتا ہے یا جیسے کوئی سخت اندھیرے میں دیر تک رہنے کے بعد یکلخت روشنی میں نکل آوے تو اس کی آنکھ خیرگی کرنے لگتی ہے۔ اوّل تو یہ خوف ہوا کہ یہ کوئی اور اُس سے بھی بدتر حالت نہ ہو جس کو میں نے پہچانا نہ ہو مگر دو ایک دن کے بعد بداہۃً محسوس ہوا کہ ان شاء اللہ یہ حالت محمودہ ہی ہے تاہم میں نے کچھ نفلیں پڑھ کر اور سو مرتبہ دُرود شریف پڑھ کر دُعا مانگی:

"رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا ط" (اے اللہ داخل کر مجھ کو داخل کرنا سچائی کا اور نکال مجھ کو نکلنا سچائی کا اور کر میرے واسطے غلبہ امداد دینے والا۔۱۲)

اور اس خوف سے کہ مبادا کسی غلطی میں پڑ جاؤں میں نے چنداں اس کی طرف التفات نہیں کیا۔ ہاں یہ غور کرتا رہا کہ یہ نفع کس چیز سے پہنچا، بعد غور بسیار یہی سمجھ میں آیا کہ وہ وبال تاخیر زکوٰۃ اور بخل کا تھا اور زکوٰۃ ادا ہونے سے حق تعالیٰ نے یہ فضل کیا اور اس وقت اس آیت کے معنی سمجھ میں آئے۔ "وَوَيۡلٌ لِّلۡمُشۡرِكِيۡنَ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ كٰفِرُوۡنَ ط" (اور خرابی ہے مشرکوں کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔۱۲)

اس کے شکریہ میں میں نے پچاس روپیہ اور ترکی چندہ میں دینے کا قصد مصمم کرلیا اور اگرچہ صدقہ میں اخفاء افضل ہے مگر اس چندہ کے لیے اعلان کو زیادہ اچھا سمجھا تاکہ تحریک و تحریض ہو اور ایک تقریب میں بجائے دیگر اخراجات مروجہ کی یہ رقم اظہار کے ساتھ دی اور اہل جلسہ سے کہا کہ میں تقریب میں یہ رقم اس واسطے دیتا ہوں کہ آپ لوگ بھی تقریبات میں اس کو رواج دیں۔ اس وقت میرے عزیز و اقارب اور ہم پلہ لوگ وہ موجود تھے جن کو معلوم تھا کہ میں عسرت سے بسر کرتا ہوں مجھے یہ خیال ہوا کہ ان کے سامنے یہ رقم چندہ میں دینے سے ان کو یہ خیال ضرور ہوگا کہ یہ مالدار ہے اور ہم سے اخفاء کرتا رہا ہے۔

نیز یہ خیال ہوا کہ اس وقت یہ رقم میرے پاس موجود بھی نہیں ہے۔ واجب فی الذمہ کرلینا ٹھیک نہیں ادا ہو یا نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ لوگ شاید تعریف کریں اور اس سے عُجب پیدا ہو لیکن میں نے کہا کہ جب میں دل میں نیت کر چکا ہوں تو اُس کے خلاف کرنا کہیں اس کا مصداق نہ ہو جائے۔

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنۡ اٰتٰنَا مِنۡ فَضۡلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ فَلَمَّاۤ اٰتٰهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ بَخِلُوۡا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ط فَاَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقًا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ يَلۡقَوۡنَهٗ بِمَاۤ اَخۡلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوۡهُ وَبِمَا كَانُوۡا يَكۡذِبُوۡنَ ٥

یہ آیت بھی منافقین کی شان میں ہے۔ "ترجمہ یہ ہے کہ بعض ان میں وہ بھی ہیں

جنہوں نے خدا تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہم کو مال عطا کرے گا تو ہم خیرات کریں گے اور نیکو کار رہیں گے۔ پس جب اُن کو خدا تعالیٰ نے مال دیا تو اُنہوں نے بخل کیا اور منہ پھیر کر چل دیئے۔ لہٰذا خدا تعالیٰ نے اس کی پاداش میں ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا، اس وقت تک کہ جب وہ خدا تعالیٰ سے ملیں گے (یعنی موت کے وقت تک) اس وجہ سے کہ خدا کے ساتھ عہد شکنی کی اور جھوٹ بولنے کی وجہ سے۔۱۲''

اور آج خدا خدا کر کے جس قید سے میں نکلا ہوں کہیں اس میں پھر نہ پھنس جاؤں اور معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ صاف ہونا چاہیے، عزیز و اقارب مالدار ہی سمجھیں گے تو کیا اور عجب وغیرہ سب نفس کی شرارتیں اور تخویفات ہیں، اس وقت اگر چوک گیا تو سوائے ندامت کے کچھ نہ ہوگا، تحریک چندہ ترکی کا امر کیسے پورا ہوگا۔ غرض ان سب موانع کو خداع نفس سمجھ کر اور ''مَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ'' (ترجمہ: جو کوئی خدا سے ڈرے گا تو نکالے گا خدا تعالیٰ اُس کے واسطے کوئی سبیل اور رزق دے گا اُس جگہ سے کہ اُس کو گمان بھی نہ ہوگا۔۱۲) پر نظر کر کے بلا پس و پیش اعلان کے ساتھ پچاس روپیہ اپنے ذمہ کر لیا۔ اس میں قدرتی بات یہ پیش آئی کہ جب لوگوں نے دیکھا کہ یہ نئی بات ہوئی اور چندہ کے لیے مفید ہے تو اکثر نے واہ واہ کی جس سے عجب کے خیال کی تصدیق ہوئی اور مجھے خیال ہوا کہ کسی تقریب میں دس پانچ روپیہ سے زیادہ ترکی چندہ میں کوئی نہیں دیتا، میں نے پچاس کی رقم دی۔ اگرچہ میں نے اِس خیال کی مطلق پروا نہیں کی۔

اس وجہ سے کہ یہ خیال عارض بعد الاعطاء تھا نہ کہ بنیے اعطاء کا۔ مگر شکر خدا ہے کہ قدرتی علاج اِس خیال کا بھی پیدا ہوا، وہ یہ کہ اسی وقت مجمع میں سے ایک شخص بولے کہ یہ کوئی بات نہیں ابھی ایک قصبہ میں ایک رئیس کے یہاں کوئی تقریب تھی جس میں مٹھائی کا خرچ پانچ سو روپیہ تخمینہ کیا گیا، انہوں نے مٹھائی کو مطلقاً موقوف کر کے پورا پانچ سو ترکی چندہ میں دے دیا۔ نیز ایک قدرتی علاج یہ پیدا ہوا کہ اسی وقت ایک

بیوہ عورت نے پندرہ روپیہ بھیجے۔ اِن دونوں رقموں کے سامنے میری رقم کچھ بھی چیز نہ تھی۔ "کمًا او کیفًا" میں نے خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

الحمدللّٰہ ثم الحمدللّٰہ کہ اس کے بعد غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اب بخل بہت کم ہے اور جس طرح طبیعت خرچ کرنے سے رُکا کرتی تھی اب نہیں رُکتی۔ ایک روز میں مسجد سے آتا تھا، ایک شخص نے سوال کیا کہ میں ننگے پاؤں ہوں، میں نے فوراً اپنے پیر کا جوتا اس کو دے دیا اور غور کیا کہ طبیعت رُکتی ہے یا نہیں۔ سو اب الحمدللہ رُکاوٹ نہ تھی۔ ایسے ہی متعدد موقعوں پر طبیعت کا امتحان کیا۔ اب وہ بات نہیں ہے اور اگر کچھ بخل باقی رہا بھی ہوگا تو میں اس سے ان شاء اللہ غافل نہیں ہوں۔

ایک علامت فارق بین الصحۃ والسقم بندہ کے ذہن میں حرص طعام تھی بموجب حدیث شریف "اَلْمُؤْمِنُ یَاْکُلُ فِیْ مِعًا وَاحِدٍ وَالْکَافِرُ یَاْکُلُ فِیْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ" (مسلمان ایک پیٹ میں کھاتا ہے اور کافر سات پیٹ۔۱۲) بہت جگہ غور کرکے دیکھا جس قوم میں کھانے کے انواع متنوع اور اہتمام زیادہ پایا ان کی حالت کبھی اچھی نہیں پائی۔ علی گڑھ کالج اور مدارس اسلامیہ ہیں، اس میں بین امتیاز موجود ہے۔ ایک سقرائی بیرسٹر سات سو روپیہ ماہوار کھانے میں خرچ کرتا ہے۔

بندہ نے بہت دفعہ غور کیا، حالت سابقہ میں کھانے کی حرص اور اس کے اہتمام کی ضرورت گویا بداہۃً کے مرتبہ میں ذہن میں آتی تھی اور ان صلحاء پر ایک گونہ اعتراض رہتا تھا جن کے قصے قلت اکل کے مشہور ہیں جیسے خواجہ علاؤالدین صابر رحمۃ اللہ علیہ۔ اس سے بندہ جانتا تھا کہ قلب میں کفر کا تخم ہے، الحمدللہ اب وہ نہیں ہے۔ اب اگر دسترخوان پر پلاؤ، قورمہ اور دال دونوں چیزیں ہوں تو دونوں یکساں سے معلوم ہوتے ہیں اور طبیعت شکم سیر ہونے سے کم کھانے کو ترجیح دیتی ہے، اب وہ وجوہات بھی یاد نہیں جو اس وقت میں کثرت اکل کے لیے ذہن میں تھیں۔

الغرض جیسے بندہ کی زکوٰۃ ادا ہوگئی، حالت بھی پلٹ گئی، اب بحمداللہ بات سیدھی

سمجھ میں آتی ہے اور اچھی اچھی اور بُری بُری معلوم ہوتی ہے۔ اہل علم کی طرف رغبت اور امراء سے بے رغبتی ہے۔ اب بُری صحبت یا اخبار بینی سے بھی وہ اثر نہیں ہوتا جو پہلے ہوتا تھا بلکہ بُری صحبت سے بھی بعض دفعہ اچھی بات حاصل ہو جاتی ہے۔ (اس کے معنی یہ نہیں کہ اب میں بُری صحبت سے بچنے کو ضروری نہیں سمجھتا، ضروری پہلے سے بھی زیادہ سمجھتا ہوں۔ یہ امر واقعی کا بیان ہے) کہ پہلے کبھی اگر بے اختیار بھی صحبت بد کا اتفاق ہو جاتا تھا تو بجلی کی طرح اثر بد سرایت کر جاتا تھا اور اس پر اپنا اثر تو کہاں اس سے متاثر نہ ہونا بھی ناممکن تھا اور اب بحمد اللہ صحبت بد سے ایسا نہیں ہوتا تو تاثر تو بالکل نہیں ہوتا کبھی اپنا ہی اثر ہو جاتا ہے اور طبیعت حق بات کو لے لیتی اور باطل کو چھوڑ دیتی ہے۔ جیسا کہ اِس سے پہلے اس کا عکس ہو گیا تھا۔ اب بحمد اللہ وہ حالت عود کر آئی جو اس بُری حالت سے پہلے تھی مع اپنے اضافہ کے کہ پہلے شر کا علم نہ تھا اب شر کا علم بھی ہے۔ "وبضدها تعرفُ الْاَشْيَاءِ." (اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔۱۲) "وَمَنْ لَا يَعْرِفِ الشَّرِّ مِنَ النَّاسِ يَقَعَ فِيْهِ" (جو کوئی بُرائی کو نہ جانے گا تو اس میں مبتلا ہو جائے گا۔۱۲) اس تطویل سے اپنا یا جناب والا کا وقت ضائع کرنا مقصود نہیں تین ضرورتوں سے اس کی جرأت کی گئی۔ ایک یہ کہ اس خوشی میں جس کو میرا دل ہی جانتا ہے، آپ جیسے مربی کو کیسے شریک نہ کروں

کہ اگر خار دگر گل ہمہ پروردہ تست

اور "مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ" (جو کوئی آدمیوں کا شکر نہ کرے خدائے تعالیٰ کا بھی شکر نہ کرے گا۔۱۲) کو کس طرح بھول جاؤں۔ میں بے رو و ریا عرض کرتا ہوں کہ جناب والا کا شکریہ میں اس سے زیادہ ادا نہیں کر سکتا کہ شکر

از دست گدائے ناتواں یابد ہیچ جز آنکہ بصدق دل دُعائے بکند

وہ وقت بھی مجھ کو یاد ہے جبکہ زیادہ پریشانی ہوتی تھی اور کچھ بن نہیں آتی تھی تو بے اختیار یوں دُعا مانگتا تھا "اللھم ارحمنی بحق اشرف علی وبحق امداد

اللّٰہ و بحق رشید احمد و بحق اولیاء ک و بحق حبیبنا محمد صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہٖ وسلّم" دوسری ضرورت یہ ہے کہ مجھ کو بتلایا جاوے کہ یہ خیال میرا صحیح ہے یا نہیں؟ کہ ابطاءِ زکوٰۃ اس کا سبب تھا ایسا نہ ہو کہ سبب کچھ اور ہو جس کی مجھے خبر نہ ہو اور یہ نفع عارضی ہو اور بوجہ بقاء سبب مرض پھر عود کر آوے۔

تیسری ضرورت یہ ہے کہ بندہ کو خیال ہوا ہے کہ جب زکوٰۃ ادا نہ ہونا جو ایک عمل ظاہری ہے یہ اثر رکھتا ہے تو اعمال قلبی جو اس سے بہت زیادہ مؤکد ہیں کیا اثر رکھتے ہوں گے۔ میں جناب والا کا دامن پکڑتا ہوں کوئی طریقہ ایسا بتلایا جائے کہ میں معلوم کرلوں کیا کیا مرض میرے اندر موجود ہیں اور ان کے علاج کیا ہیں تا کہ ان کے دفعیہ کی کوشش کروں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنا عیب اپنے آپ کو نظر آنا مشکل ہے اور اقران اور رفقاء کی عادت ہے کہ کسی بات پر تعریف تو منہ پر کردیں لیکن عیب ظاہر نہیں کرتے وہ اپنے نزدیک اس کو عیب پوشی سمجھتے ہیں اور میرے نزدیک یہ دوستی نہیں ترک اِصلاح ہے، کوئی شاذ و نادر ایسا بھی رفیق ملا جس نے مجھ کو کسی بات پر ٹوکا اور میں نے غور کیا تو وہ عیب واقعی مجھ میں موجود تھا اور اس کی اِصلاح کرلی۔

میں نے رفاقت حقیقی اِسی کو سمجھا۔ جب اقران اور رفقاء کی یہ حالت ہے تو اپنا عیب کیونکر معلوم ہو اس کے لیے میں نے قرائن سے لوگوں کے خیالات اپنی طرف معلوم کیے کہ اگر منہ پر نہ کہیں لیکن درحقیقت ان کے خیالات کیا ہیں تو بعض لوگوں کا خیال تو میری نسبت یہ ثابت ہوا کہ مجھ کو متکبر سمجھتے ہیں۔

یہ خیال بعض میرے عزیز و اقارب کا ہے میں نے اس میں جہاں تک غور کیا تو یہ ثابت ہوا کہ اس کی اصلیت کم گوئی اور کسی کی شکوہ شکایت میں شامل نہ ہونا اور اپنے معمولات کی پابندی ہے، معمولات کی پابندی میں اتنا اختلاط لوگوں سے نہیں ہوسکتا جتنا وہ چاہتے ہیں اور کسی کے بُرے بھلے میں پڑنے کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ کسی کی بیجا شکایت کو صحیح کہو یا اس کی مخالفت کرو، صحیح کہنا جھوٹ ہے اور کسی کی غیبت یا بہتان کو

متضمن ہے اور مخالفت اگر اپنے برابر کے ساتھ ہے تو عادۃً بے سود ہے اور اگر اپنے سے بڑے کے ساتھ ہے تو بے سود ہونے کے ساتھ ترک ادب بھی ہے اور مخالفت کی صورت میں بھی بات کہیں سے کہیں پہنچ کر غیبت اور بہتان اور بہت سے مفاسد تک پہنچ ہی جاتی ہے اور اس عرصہ میں چونکہ تجربہ ہوا کہ شناساؤں سے اس حالت منکسرہ کو زیادتی ہوتی تھی اور اغیار سے نقصان کم پہنچتا تھا، اس وجہ سے بھی شناساؤں سے بالنسبت علیحدگی رہی۔ اس وجہ سے ان کو یہ خیال ہوا مگر میں نے اس کی زیادہ پروا نہیں کی، اس وجہ سے کہ اصلیت اس کی یہ سمجھ چکا ہے اور زبان کسی کی کہاں تک پکڑی جا سکتی ہے، ان سے علیحدگی میں اس سے زیادہ کیا نقصان ہے کہ متکبر کہہ لیں گے۔

اغیار سے چونکہ نقصان کم پہنچتا ہے، اس وجہ سے ان سے بولنے چالنے، ملنے میں فراخ دلی رہتی ہے، اس واسطے یہ لوگ مجھ کو متکبر نہیں کہتے بلکہ غرباء مجھ سے زیادہ مانوس ہیں، بعض لوگ ایسے بھی موجود ہیں جن سے مجھ کو بارہا تکلیف پہنچی مگر میں نے اُن کی کبھی بُرائی تک بھی نہیں کی، وہ میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور میں ان کے پیچھے برابر نماز پڑھتا ہوں۔ غرض اغیار مجھ کو متکبر نہیں کہتے، نامعلوم کون سا خیال صحیح ہے۔ یہ تو ایسا ایک مرض ہوا جس کی نسبت لوگوں کا خیال ہے کہ مجھ میں ہے اور میرا خیال ہے کہ نہیں ہے اور ایک مرض ایسا ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ مجھ میں نہیں ہے اور میرا خیال ہے کہ ہے۔ وہ مرض حسد ہے جب کسی کو اپنے اقران میں سے کوئی نعمت ملتے دیکھتا ہوں تو کسی قدر ناگوار ہوتا ہے، یہ خیریت ہے کہ فوراً یہ بھی محسوس ہو جاتا ہے کہ یہ حسد ہے اور اس کا علاج میں یہ کرتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ میں اس نعمت کے اس شخص کو حاصل ہونے میں مخل ہوں، اگر میرے اختیار کو کچھ دخل ہوتا ہے تو اُس کے واسطے اس کے حصول میں ساعی ہو جاتا ہوں اس حد تک کہ میرا کچھ نقصان اور حرج بھی ہو جاوے۔ اب تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اس میں میں نے نفس سے دھوکا کھایا ہو تاہم یہ خیال ہے کہ دل پر اتنا بھی اثر کیوں ہوتا ہے۔ اگر یہ حسد ہے تو اس کا کوئی معقول علاج ارشاد ہو۔

اِس قبیل سے ایک مرض احقر میں عجب ہے جو لوگوں کو معلوم نہیں اور مجھے معلوم ہے جب کوئی کام اپنے ہاتھ سے اچھا بن جاتا ہے تو خواہ مخواہ دل چاہتا ہے کہ کوئی دیکھے اور تعریف ہو۔ اس کا علاج تو حتی الامکان کرتا ہوں مگر بعض صورتیں ایسی پیدا ہو جاتی ہیں کہ علاج سمجھ میں نہیں آتا۔ مثلاً میرا ایک ہم پیشہ جب کام میں غلطی کرتا ہے اور میں صحیح کرتا ہوں تو ضرور اپنی طرف اچھا خیال ہوتا ہے اور جبکہ بداہۃً وہ غلطی کر رہا ہے تو اپنے کام کو غلط اور اس کو صحیح کیسے کہہ دوں اتنا جب بھی کرتا ہوں کہ اگر میرا ہم پیشہ مشورہ میں شریک کیا گیا اور اس سے غلطی ہوئی تو اگر زیادہ فاش غلطی نہ ہو جس سے صریح نقصان کا اندیشہ ہو تو اپنے کام کو غلط اور اُس کو صحیح کہتا ہوں اور خود دست کش ہو کر کام اس کے سپرد رکھتا ہوں۔ یہ میرے پاس انتہائی علاج ہے اس میں مالی نقصان بھی ہوتا ہے مگر اس پر بھی خیال یہ ہے کہ جب اپنے کام کو صحیح اور اس کے کام کو غلط قرار دے لیا تو عُجب تو ہو ہی گیا مالی نقصان بھی ہوا اور اصل علت باقی ہے۔

اِن چند امراض کا حس تو مجھ کو ہوا ہے "وعلم الامراض عند طبیبھا" میں جناب والا کی ذات پر بڑا بھروسہ رکھتا ہوں اس مرتبہ بھی کہتا ہوں کہ ان شاء اللہ عنقریب تھانہ بھون حاضر ہوں گا یہ میری حاضری صرف زیارت کے لیے نہ ہوگی بلکہ طالب علمانہ ہوگی۔ ارادہ عیدالفطر کے قریب سے حاضری کا زیادہ تر دیر عریضہ ہذا ہی کے لکھنے میں لگی۔ اس وقت جو کچھ اُلٹا سیدھا خیال میں آتا گیا قلمبند کر کے روانہ کرتا ہوں، عبارت اور ارتباط سے قطع نظر فرما کر ملاحظہ فرما دیں۔ ایسے بُرے حالات کے اظہار سے بھی شرم آتی ہے مگر کیا کروں ۔ نتوان نہفتن درد از طبیبان.....شعر

زانکہ تو ہر خار را گلشن کنی دیدۂ ہر کور را روشن کنی

وھا انا ختم الکلام واقتصر علی السلام و افوض امری الی اللّٰہ الملک العلام والصلوٰۃ والسلام علی خیرالانام وآلہ واصحابہ الکرام. ۱۵/ذوالحجہ ۱۳۳۱ھ از میرٹھ

الجواب: بعد حمد و صلوٰۃ جواباً عرض ہے کہ مقصود اصلی طریق میں صرف رضا اور قرب حق ہے اور جتنے اُمور کو ان میں دخل ہے وہ بقدر دخل کے مامور بہ ہیں اور درجہ دخل کا بتلانا صرف درجہ شارع کا ہے خواہ صراحۃً بتلائیں یا دلالۃً جس کا ظہور قیاس صحیح سے ہوتا ہے اور اِسی جگہ سے کہا گیا ہے "اَلْقِیَاسُ مُظْھِرٌ لَامُثبِتٌ" (ترجمہ: قیاس کسی حکم کو ثابت نہیں کرتا صرف پوشیدہ حکم کو ظاہر کر دیتا ہے۔۱۲) اسی طرح مجتنب عنہ اور مذموم اصلی سخط و بعد عن الحق ہے اور جتنے اُمور کو اس میں دخل ہے وہ بقدر دخل کے منہی عنہ ہیں خواہ صراحۃً یا دلالۃً جیسا اوپر مامور بہ میں مذکورہ ہوا۔ ایک مقدمہ قابل استحضار کے یہ ہے۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جتنے اُمور کو قرب یا بعد میں دخل ہے وہ سب اُمور اختیاریہ ہیں ان میں کوئی امر غیر اختیاری نہیں اور یہی معنی ہیں "لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا" (خدائے تعالیٰ کسی کو اس کی قدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا) کے۔ تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ اُمور اختیاریہ عام ہیں، اُمور ظاہرہ قلبیہ و باطنہ قلبیہ کو اور تتبع نصوص و رجوع الی الوجدان سے یقیناً ثابت ہے کہ اُمور ظاہرہ اعمال جوارح ہیں حسنہ یا قبیحہ اور اُمور باطنہ دو قسم ہیں عقائد صحیحہ یا باطلہ اور اخلاق محمودہ یا مذمومہ پس جن اُمور کو قرب حق میں دخل ہوگا وہ یہ ہیں اعمال حسنہ اور عقائد صحیحہ اور اخلاق محمودہ اور یہی مامور بہا بھی ہوں گے اور جن اُمور کو بُعد عن الحق میں دخل ہوگا وہ یہ ہیں اعمال قبیحہ اور عقائد باطلہ اور اخلاق مذمومہ اور یہی منہی عنہا ہوں گے۔

چوتھا مقدمہ جو دوسرے مقدمہ سے لازم آیا اور بدلیل مستقل بھی ثابت ہے کہ جو اُمور اختیار سے خارج ہیں ان کو نہ قرب میں دخل ہے نہ بعد میں، اس لیے نہ وہ مامور بہ ہوں گے اور بہ منہی عنہ ہوں گے۔

پانچواں مقدمہ یہ ہے کہ اُمور غیر اختیاریہ اقسام کثیرہ ہیں لیکن جن پر بعض کو اشتباہ موجب قرب یا موجب بُعد ہونے کا ہو جاتا ہے وہ صرف چند قسم کے ہیں، ایک احوال محمودہ اور کمالات وہبیہ باب قرب میں اسی طرح وساوس و خطرات یا اقسام قبض یا کسی

معصیت کی طرف میلان ضعیف یا قوی درجہ تقاضا میں باب بُعد میں اور ان اقسام اُمور غیر اختیاریہ پر قرب وبُعد کے مرتب ہونے کی نفی کرنے سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ یہ بھی قرب وبُعد پر مرتب نہیں ہوتے۔ یہ ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے کسی کو عمل یا محض فضل سے مقرب بنایا ہو پھر اس کو بعض کمالات وہبیہ کے ساتھ موصوف کر دیا ہو۔ اسی طرح ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے کسی کو عمل مذموم سے (نہ کہ بلا عمل) مطرود بنایا ہو پھر اس کو بعض بلیات غیر اختیاریہ میں مبتلا کر دیا ہو مگر یہ بلیات سبب بُعد نہ ہوں گے۔ گو مسبب عن البعد ہوں جن کا تدارک صرف اعمال بُعدہ کے تدارک سے ہو سکتا ہے۔

اب ان مقدمات کے بعد جاننا چاہیے کہ خلاصہ آپ کی سرگذشت کا چند مضامین ہیں۔ نمبر۱: ادراک کا صحیح ہونا۔ نمبر۲: اُمور نافعہ سے انفعال ہونا۔ نمبر۳: حقائق واسرار کا منکشف ہونا مگر اس کو کمال نہیں سمجھا۔ نمبر۴: اس کے بعد اچھی باتوں میں بُرائی اور بُری باتوں میں بھلائی نظر آنے لگنا، گو اس سے مغلوبیت نہیں ہوئی۔ نمبر۵: اچھی باتوں سے اثر نہ ہونا اور بُری باتوں سے اثر ہونا۔ اس طرح سے کہ ادھر انجذ اب ہونے لگا، آگے اس کی کچھ مثالیں ہیں۔ نمبر۶: مگر ساتھ ہی اس کو وسوسہ وخطرناک سمجھنا اور اس کے دفع کی کوشش کرنا اور اس کے بعد طرق دفع کی کچھ تفصیل ہے جس میں خیال کے پھیرنے میں مبالغہ سے کام لینا بھی ذکر کیا ہے اور اِس مبالغہ کی کچھ جزئیات لکھی ہیں۔ نمبر۷: لیکن ذرا معالجہ سے غفلت ہو جاتی تو یہ سب محنت رائیگاں ہوتی۔ نمبر۸: باطل حق نظر آتا تھا۔ نمبر۹: یہ فکر کہ ترقی کی راہ بند ہوگئی۔ نمبر۱۰: اس کے بعد کچھ آثار اختلاج وضعف قلب کے ذکر کیے ہیں۔ نمبر۱۱: اچھی بات کان میں پڑنے سے زیادہ نقصان ہوتا تھا۔ نمبر۱۲: بخل کا اپنے اندر معلوم ہونا۔ نمبر۱۳: اس کا علاج انفاق سے کرنا۔ نمبر۱۴: اس علاج کا بخل کے ساتھ دوسرے امراض عارضہ کے لیے شفا ونافع ہونا۔ نمبر۱۵: اس نفع کے شکریہ میں اور انفاق کی نیت کرنا اور باوجود منازعت نفس کے اس پر عمل کرنا۔ نمبر۱۶: بعض واقعات جن سے مرض بخل کا زوال معلوم ہوتا ہے۔

نمبر ۱۷: قلت حرص سے بھی صحت باطن پر استدلال۔ نمبر ۱۸: عود حالات سابقہ۔ نمبر ۱۹: ترقی در علم بہ علم بالشر۔ نمبر ۲۰: بعض غایات اظہار سرگذشت مفصل۔ نمبر ۲۱: استفسار حقیقت حال خود مع علاج خصوص تکبر و حسد و عُجب۔

میں نے ان سب مضامین کو نہایت دلچسپی اور بہت تعمق سے ایک ایک حرف کر کے بلکہ اکثر مقاموں کو مکرر پڑھا۔ میں جو کچھ اس باب میں سمجھا ہوں اور وہی لکھنا بھی چاہتا ہوں۔ اس کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کر سکتا اور نہ کرتا ہوں کہ بس صحیح وہی تشخیص اور وہی تجویز ہے لیکن انتہائی خیر خواہی اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی کہ جس قدر سمجھ میں آوے اس کے پیش کرنے میں دریغ نہ کرے اور جو اپنے لیے پسند کرے وہی اس کے لیے پسند کرے۔ پس جس طرح طب میں مسالک مختلف ہیں اور آپ مثلاً طبیب ہیں مرض کے لیے خصوص مریض محبوب کے لیے وہی طریقہ برتیں گے جو آپ کے نزدیک سب سے زیادہ راجح اور نافع ہو۔

بس اسی اصل کے موافق میں بھی لکھنا چاہتا ہوں "فَاسْتَمِعُوْا وَاِنْ رَضِیْتُمْ فَاتَّبِعُوْا" (پس غور سے سنو اور اگر پسند آوے تو اُس کے کاربند ہو۔ ۱۲) عارفین کا ارشاد ہے: "طُرُقَ الْوُصُوْلِ اِلَی اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ"

(وصول الی اللہ کے طریقے اتنے کثیر ہیں جتنی مخلوقات کی سانس۔ ۱۲)

اسی لیے ہر زمانہ میں گو کلیات اصلیہ تو اس طریق وصول کے نہیں بدلے مگر باوجود حفاظت کلیات ان کلیات کے بہت سے جزئیات طریق معالجات میں حسب اختلاف مذاق و استعداد و اسباب عارضہ ہر زمانہ میں اور ہر شخص کے لیے بے حد متبدل ہوتی رہیں۔ پس میں نے جو طریق اپنے مرشد علیہ الرحمۃ سے سمجھا اور اس کو صدہا مریضوں کے لیے بچشم خود نافع دیکھا جس سے اس کو مجرب المجرب کہنا میرے نزدیک بالکل صحیح اور یقین ہے اس کا حاصل صرف وہی ہے جو اجمالاً مقدمات خمسہ مذکورہ بالا سے آپ بفضلہٖ تعالیٰ سمجھ گئے ہوں گے مگر تتمیماً و تسہیلاً للفائدہ، کسی قدر

تفصیل سے بھی گومختصراً ہی ہوعرض کیے دیتا ہوں۔ جو جو مضائق و مصاعب وعقبات و بلیات آپ نے لکھے ہیں یہ تو سو حصوں میں سے ایک حصہ بھی نہیں جو جو بعض کو پیش آتے ہیں (اس وقت مجھ کو بعض کے احوال یاد آ گئے اور سر سے پاؤں تک اس نے مجھ کو ہلا دیا ہے کہ مشکل سے اپنے کو سنبھال کر لکھنے کو موقوف نہیں کیا مگر وہ اِن سب پریشانیوں کو محبوب کی نعمت سمجھ کر بزبان حال مترنم ہوتے ہیں۔ نظم:

خوشا وقت شوریدگان غمش   اگر ریش بینند و گر مرہمش

دمادم شراب الم درکشند   اگر تلخ بینند دم درکشند

اور صبر کر کے بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر کر کے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں اور اپنے انجام کار کو خدائے تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور کچھ تدبیر نہیں کرتے اور یہی بے تدبیری ہزاروں تدبیر سے بڑھ کر کام دیتی ہے اور انجام کار اِس تفویض کی برکت سے وہ نصیب ہوتا ہے کہ "مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ. اے ممن لایفعل کذلک" (وہ چیز کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی کے دل میں اس کا خیال گزرا۔ اقتباس ہے حدیث اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علٰی قلب بشر سے۔۱۲) مگر یہ جواب خاص اہل حال کے مذاق کا ہے۔

اہل استدلال کو اس کے بعد بھی انتظار تحقیق کا رہے گا اس لیے اس کی شرح اُصول علمیہ بھی کرتا ہوں گو اُس کا مرجع بھی اخیر میں ذوق و وجدان فطری ہی ہے اور ہر استدلال کا اخیر فطرت ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے۔ وہ شرح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فطرۃً ہر بشر میں کم وبیش دو چیزیں ایسی پیدا کی ہیں کہ عمر بھر بھی زائل نہیں ہوتیں۔ ایک خیال علوم کے متعلق دوسرے میلان نفس اعمال کے متعلق نہ اُن کا حدوث اختیاری ہے نہ ان کا بقا اور اس لیے ان کا انسداد یا ازالہ بھی اختیاری نہیں۔

"حتی ورد فی الحدیث قصه قوله علیه السلام اِنَّ الَّذِیْ مَعَهَا مِثْلَ

الَّذِیْ مَعَهَا وَحتی قال علیه السلام اِنِّیْ بَشَرٌ اَنْسٰی كَمَا تَنْسَوْنَ وَاَغْضِبُ كَمَا تَغْضِبُوْنَ او کما قال الحدیث. وحتی کان علیه السلام بَهُمَّ اَنْ يَتَرَدّٰى مِنَ الْجَبَلِ فِیْ زَمَانِ فَتْرَةِ الْوَحی الحدیث"

اُتنا فرق ہے کہ عوام کو بعض خیالات و وساوس کے ہجوم کی اور میلان و داعیہ معاصی کے غلبہ اور تقاضے کی نوبت آ جاتی ہے خواہ عمل کرے یا نہ کرے اور خواص کو جو کہ مجاہدہ کر چکے ہیں یا مجاہدہ کے قائم مقام کوئی حال استغراق وغیرہ ان پر غالب کر دیا جاتا ہے یا قویٰ طبعیہ ان کے ضعیف کر دیئے جاتے ہیں، ہجوم اور تقاضے کی نوبت نہیں آتی یا شاذ و نادر آتی ہے مگر گزرتا ہوا یا تھوڑی دیر ٹھہرتا ہوا خطرہ اور خفیف اور ضعیف سا میلان معصیت کا پیدا ہوتا ہے مگر عمل سے بچنے کے لیے اس کو بھی ہمت اور قصد ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِسی طرح اس کو صدور پر بھی قدرت رہتی ہے البتہ عامی غیر مجاہد کو اس کی مخالفت و دفع کے لیے زیادہ تعب و تکلف کی ضرورت ہوتی ہے اور مجاہد حقیقتاً یا حکماً کو آسانی سے اس دفع و مخالفت میں کامیابی ہو جاتی ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کو یہ بات بلا مجاہدہ محض موہبت سے عطا ہو جاتی ہے باوجودیکہ وہ کسی کسی حال سے مغلوب نہیں ہوتے نہ اُن کے قوئے طبعیہ میں کوئی ضعف ہوتا ہے اور مادہ منازعت نفس کا دست قدرت سے ان میں سے نکال دیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرح صدر کے قصہ میں جس جزو کا قلب مبارک سے خارج کیا جانا مذکور ہے وہ یہی معلوم (قولہ یہی یعنی مادہ منازعت نفس۔۱۲) ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام (قولہ، اور انبیاء علیہم السلام الی قولہ طریق ہے۔ جملہ معترضہ ہے، لہٰذا قولہ اور حدیث نعم ولکن اسلم الخ سے کوئی تعلق نہیں۔۱۲) میں ممکن ہے اس کا دوسرا طریق ہے اور حدیث "نَعَمْ وَلٰكِنْ اَسْلَمَ" کی بنا یہی معلوم (قولہ یہی یعنی مادہ منازعت نفس کا نکال دیا جانا۔۱۲) ہوتی ہے اور یہی (قولہ اور یہی حاصل ہے یعنی مادہ منازعت نفس کا نکال لیا جانا۔۱۲) حاصل ہے مسئلہ عصمت کا اور یہ نہیں کہ بچنے

کے لیے قصد کی ضرورت نہ ہو اور فعل پر قدرت نہ رہے۔

جیسا کہ (قولہ جیسا کہ اوپر الخ یعنی جیسا کہ خواص مجاہدین کا نفس مغلوب ہو جاتا ہے لیکن باوجود اس کے عمل سے بچنے کے لیے قصد ہی کی ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کو بھی باوجود اخراج مادہ منازعت نفس اختیار سلب نہیں ہو جاتا اور قصد سے عمل سے بچتے ہیں۔۱۲) اوپر خواص مجاہدین کے حال میں بیان کیا گیا۔ غرض عامی کے قلب میں وسوسہ زیادہ ٹھہرتا ہے اور میلان معصیت کا بدرجہ تقاضا ہوتا ہے اور خواص میں سے یہ دونوں درجے مجاہدہ حقیقتاً یا حکماً سے جاتے رہتے ہیں یعنی غالب احوال میں ان کا تحقق نہیں ہوتا اور شاذ و نادر سے وہ بھی خالی نہیں۔ "**ویبقی ھذا الاحتمال فی کل حین الی ان یموتوا**" (ترجمہ: اور یہ احتمال یعنی وسوسہ کا زیادہ ٹھہرنا اور میلان معصیت بدرجۂ تقاضا ہونا ہر وقت میں باقی رہتا ہے یہاں تک کہ موت آ جاوے۔۱۲) اور انبیاء علیہم السلام میں سے بلا اکتساب ان کی نفی کر دی جاتی ہے۔

اس کے بعد اب طرز سالکین و شیوخ تربیت کا مختلف ہے بعض تو ہر ہر وسوسہ کے دفع کے لیے اور ہر ہر خلق ذمیم کے (جس سے داعیہ معصیت ظاہری یا باطنی کا پیدا ہوتا ہے) قلع کے لیے تفصیلی معالجات کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں اور ہر وقت قلب و نفس کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں اور جب کبھی کوئی مرض دیکھتے ہیں تو پھر تجدید معالجہ کی کرتے ہیں اور احیاء العلوم وغیرہ کتب کے سلوک کا حاصل یہی ہے اور آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بھی یہی طریق اختیار فرمایا ہے۔

اِس سے آپ کی پریشانی شدید اور ماجرا طویل ہو گیا۔ مگر الحمد للہ کامیابی بھی ہوئی اور اِس کامیابی کا مقتضاء یہ تھا کہ اس خط کے جواب میں تطویل نہ کرتا کیونکہ جو شکایت جاتی رہی اس کی تحقیق امر زائد ہے، صرف دو اخیر کے مضمون یعنی نمبر ۲۰ و نمبر ۲۱ کے متعلق مختصر سا لکھ کر ختم کرتا لیکن چونکہ مجھ کو آئندہ کے متعلق دستور العمل بتلانا ہے اس لیے اس تمام تر تطویل کی حاجت ہوئی۔ غرض ایک طریق سلوک و تربیت کا یہ ہے اور

ظاہر ہے اور آپ نے تو مشاہدہ بھی فرمالیا کہ اس میں کس قدر تعب ہے اور اس تمام تر تعب کے بعد بھی راحت نہیں ملتی کیونکہ پھر اندیشہ عود امراض لگا ہوا بلکہ عود سے متجاوز ہوکر خود بعض امراض کے وجود کا بھی خلجان اور اس کے ساتھ ماضی پر حسرت الگ۔

غرض ہر وقت تین سوہان روح تیار ماضی کی حسرت حال کے شبہات مستقبل کا خوف، جب محققین، مجددین، مجتہدین فی الطریق نے "**ومنھم اکملھم مرشدی رحمہ اللہ والفضل بیداللہ یو تیہ من یّشاء**" دیکھا بلکہ حق تعالیٰ نے الہاماً ان کو دکھلایا کہ اس طریق میں تعب شدید اور حصول ثمرہ تربیت میں ضرورت زمانِ مدید کہ بعض اوقات مصرع مشہورہ ہی کا مصداق ہوجاتا ہے۔

تا تو بمن میرسی من بخدا میرسم

پھر قویٰ اہل زمانہ کے ضعیف اور ہمم قاصر۔ ان سب اُمور پر نظر کر کے بالہام حق ایک دوسرا طریق تربیت کا اختیار فرمایا۔ وہ یہ کہ یہ سب ماضی و مستقبل حجاب عن الحق ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے مشاہدہ کے لیے پیدا کیا ہے نہ کہ ماضی و مستقبل کے مطالعہ کے لیے "**ولنعم ما قال الرومی**" ماضی و مستقلبت پردۂ خدا است۔

البتہ توبہ کی ضرورت سے ماضی پر اور عزم علی التقویٰ کی ضرورت سے مستقبل پر نظر ضروری تھی لیکن **الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ** (ضروری چیز کا اندازہ ضرورت کی مقدار سے ہوتا ہے۔۱۲) کے قاعدہ سے اس نظر میں ضرورت پر اکتفا کرے یعنی گزشتہ گناہوں سے خوب توبہ بشرائطہا کر کے پھر بار بار اس کا سبق دل میں تکرار نہ کرے اور اجمالاً مستقبل کے لیے **توکلاً علی اللہ** قصد کرلے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ پھر یہ گناہ نہ کروں گا۔

بس اس کے بعد ہر وقت اسی قصہ میں نہ لگا رہے اِس سے زیادہ دوسرا کام ہے جس کو حدیث میں ان لفظوں سے تعبیر فرمایا ہے "**رَاقِبِ اللّٰہَ تَجِدْہُ تُجَاھِکَ**" (خدائے تعالیٰ سے دھیان لگا کہ اس کو تو اپنے سامنے پائے گا۔۱۲) اس میں مشغول

ہونا چاہیے یعنی ذکراور فکراور اوقات عمل میں عمل کہ وہ بھی ذکر میں داخل ہیں۔

خلاصہ یہ کہ قرب کو مقصود سمجھے اور جو اس کے لیے طریق موضوع ہے یعنی بعد تصحیح عقائد کے اعمال اختیاریہ جس وقت میں جو عمل ہو خواہ یہ ظاہری ہو مثل صلوٰۃ وزکوٰۃ خواہ باطنی ہو جیسے خوف ورجاء وشکر وصبر وغیرہ اور ذکر وفکر کہ وہ بھی فرد عمل کی ہے۔ اکثر اوقات میں بس اس میں مشغول رہے اور جو اسباب بعد کے ہیں یعنی معصیت ظاہری یا باطنی اس سے مجتنب رہے، نہ اس کی ضرورت کہ اسباب قرب میں ملکہ پیدا کرنے کی فکر کرے اور نہ اس کی حاجت کہ اسباب بعد کے مادہ کو منقطع کرے۔ اُمور اختیاریہ میں سے جس میں کوتاہی ہو جاوے اس کو مضر اور مہتم بالشان سمجھے اور اس کی اِصلاح کرے اور اُمور غیر اختیاریہ کے وجود وعدم پر التفات ہی نہ کرے اور اس اِصلاح میں بھی زیادہ کاوش نہ کرے۔ مثلاً اگر کسی ضروری عمل میں خلل ہو گیا اس کی قضا کرلے۔

اگر کوئی امر منکر صادر ہو گیا اس سے استغفار کرلے اور پھر اپنے کام میں مشغول ہو جاوے، اسی ایک بات کے پیچھے نہ پڑ جاوے کہ ہائے یہ کام مجھ سے کیوں فوت ہوا یا یہ کام مجھ سے کیوں صادر ہوا؟ اس کو یہ لوگ غلو (دین میں غلو نہ کرو۔۱۲) اور مبالغہ سمجھتے ہیں جس سے کتاب وسنت نے منع فرمایا ہے۔

"لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ مَنْ شَاقَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ. سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاسْتَقِیْمُوْا وَلَنْ تُحْصُوْا. مَنْ غَلَبَہُ النَّوْمُ فَلْیَرْقُدْ. لَا تَفْرِیْطَ فِی النَّوْمِ اِنَّمَا التَّفْرِیْطُ فِی الْیَقْظَۃ"

(جو کوئی اپنے کو مشقت میں ڈالے حق تعالیٰ اس پر مشقت ڈال دیں گے اس لیے کہ نباہ نہ ہو سکے گا...... ٹھیک ٹھیک چلو اور میانہ روی اختیار کرو اور جمے رہو اور دین کو انتہا تک کبھی نہ احاطہ کرسکو گے۔ یعنی اگر یہ ہوس ہے کہ دین پر تم غالب آجاؤ اور کوئی دقیقہ اس کا تم سے نہ رہ جاوے تو یہ ہرگز نہ کرسکو گے۔۱۲...... جس پر نیند غالب آنے لگے وہ لیٹ رہے۔۱۲...... نیند کی حالت میں کچھ قصور نہیں تقصیر بیداری کی حالت میں ہے۔۱۲)

حضرت عارف شیرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں سخت میگیرد جہان بر دمان سخت کوش۔ اور اِس غلو اور مبالغہ کا اثر خصوص اس وقت کے قویٰ اور ہم پر یہ ہوتا ہے کہ بہت جلد مایوسی اپنا رنگ لاتی ہے اور سالک کو معطل کر دیتی ہے اور کبھی جان پر اور کبھی ایمان پر اس کا اثر پہنچتا ہے، جان پر تو یہ کہ صحت خراب ہو جاتی ہے کثرت تخیلات وافکار سے سودا بڑھ جاتا ہے اور ایمان پر یہ کہ باوجود مبالغہ فی العمل والمعالجہ کے کامیابی مزعوم یعنی شفاء مطلق کے نہ ہونے یا دیر میں ہونے سے یا ہو کر پھر زائل ہو جانے سے اور امراض کے بار بار عود کر آنے سے حق تعالیٰ سے تنگی اور شکایت پیدا ہو کر کیفیت کراہۃ اور ناراضی کی پیدا ہو جاتی ہے کہ ہم کو اتنے دن سر مارتے ہو گئے مگر "وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا" (جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنی راہیں ضرور دکھلائیں گے۔۱۲) کے وعدے خدا جانے کہاں گئے۔

ہزاروں آدمی جان یا ایمان سے اس طریق میں ہلاک ہو گئے ہیں اور ایک مرض ہر وقت اس کو یہ گلو گیر رہتا ہے کہ اپنے عمل کو بالغ اور اپنی سعی کو سابغ سمجھ کر ہر وقت ثمرات کا منتظر رہتا ہے۔ پس اپنے عمل کا پلہ عطاء حق سے بڑھا ہوا سمجھتا ہے۔

جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ کبھی اپنے کو کامیاب نہیں سمجھتا۔ اس لیے ناشکری ہی میں مبتلا رہتا ہے اور اگر بزعم خود کامیاب بھی ہو گیا، اگر وہ کامیابی پھر زائل ہو گئی کیونکہ ایسے انقلاب عمر بھر رہتے ہیں، پھر وہی تنگی اور پریشانی شروع ہوئی تو اس کا سلسلہ عمر بھر بھی منقطع نہیں ہوتا، اس کا یا اس کو دیکھ کر دوسرے کا نفس کہتا ہے کہ اِس راہِ خدا سے خدا کی پناہ جس میں بجز مصیبت کے راحت کا نام ہی نہیں تو دیکھیے کتنا بڑا خطرناک طرز ہے اور خطر لازمی بھی اور متعدی بھی۔ پس اِس غلو کے یہ مضار و مفاسد دیکھ کر انہوں نے یہ تجویز کیا کہ اِن تدقیقات وتعمقات کو اصلاً نظر انداز کر دے۔ اگر کوئی وارد محمود آوے نہ اس کو کمال سمجھے نہ اس کے بقاء کی تمنا کرے نہ اسکے فوت پر حسرت کرے اگر کوئی وسوسہ پیدا ہو اس کی دفع میں تن دہی نہ کرے ذکر کی طرف بہت مبالغہ سے نہیں بلکہ سرسری طور پر متوجہ

ہوجاوے خواہ وہ دفع ہو یا نہ ہو اور اُس سے دفع ہو ہی جاتا ہے مگر اِس شخص کو دلیر ہو کر اس پر بھی آمادہ رہنا چاہیے کہ گو دفع نہ ہو یعنی ذکر بقصد قرب کرے نہ بقصد دفع وسوسہ اگر قبض پیش آوے اس کو مذموم نہ سمجھے اس کے رفع کی نہ فکر کرے نہ تمنا کرے۔

خلاصہ یہ کہ طالب رضاء حق وہارب عن سخط الحق رہے جس امر کو رضاء میں دخل ہوا ہو منحصر فی المامور بہ وجوباً اوندباً اس پر عمل رکھے۔ اگر فوت ہو جاوے قضا کرے "وھو یسیر کل الیسر لاعسرفیہ" (اور یہ نہایت ہی آسان ہے اس میں کچھ بھی دشواری نہیں۔۱۲)"قال اللہ تعالیٰ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ" (اور نہیں کی تمہارے اوپر دین میں کچھ تنگی۔۱۲) اور جس امر کو سخط حق میں دخل ہوا ہو منحصر فی المنہی عنہ اس سے اجتناب رکھے "وھو ایضًا یسیر بالدلیل المذکور" اگر اس کا صدور ہو جاوے استغفار کرلے، نہ اپنے کو خواص میں سمجھے کہ احوال عامیہ سے گھبراوے نہ ثمرات کا عاجلہ میں اور نہ مراتب علیا کا آجلہ میں طالب رہے۔ بس اس کی دُعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ دُنیا میں اعمال کی توفیق اور آخرت میں جنت عطا فرماوے اور دوزخ سے نجات بخشے۔ بس ہو گیا مسنون سلوک۔

اور اگر اس پر یہ شبہ ہے کہ اگر وساوس یا میول معاصی مضر نہیں محض عمل مضر ہے تو یہ بات تو بلا مجاہدہ بھی میسر ہو سکتی ہے پھر مجاہدہ کیوں کرتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ واقعی اس کے لیے مجاہدہ فرض و واجب نہیں صرف اس میں یہ نفع ہے کہ میل الی المعصیت کے مقابلہ میں زیادہ تعب نہیں ہوتا آسانی سے نفس پر غالب آجاتا ہے اور غیر مجاہد دشواری سے آسکتا ہے۔ بس یہ فائدہ ہے مجاہدہ میں۔ باقی یہ نہیں کہ میل ہی جاتا رہتا ہو، میں اس کی ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ گھوڑا شائستہ ہو کر بھی کبھی شرارت اور شوخی کرتا ہے مگر بوجہ شائستگی کے جلدی رام ہو جاتا ہے بخلاف غیر شائستہ کے کہ اس کے رام کرنے میں بہت مشکل لاحق ہوتی ہے۔

اب بعض منافع و مصالح وساوس و بعض اقسام قبض اور میل الی المعصیت کے

سالک کے حق میں بیان کر کے اس عجالہ کو ختم کرتا ہوں۔ اس میں چند خفی الطاف رحمانیہ ہیں جن کو دیکھ کر مبتلائے بلیہ بے ساختہ یہ کہہ کر پوری تسلی حاصل کر لے گا۔ شعر

اَلَا لَا یَجْارَنَّ اَخُوا الْبَلِیَّه　فَلِلرَّحْمٰنِ اَلْطَاف خَفِیَّه

(ترجمہ: خبردار نالہ وفریاد نہ کرے مبتلائے مصیبت کیونکہ خدائے مہربان کے یہاں بہت سی پوشیدہ رحمتیں ہیں ۱۲)

نمبر۱: اس شخص کو کبھی عجب نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میں بدحال ہوں۔

نمبر۲: ہمیشہ ترساں رہتا ہے اپنے علم وعمل پر ناز نہیں ہوتا، سمجھتا ہے کہ میرا علم و عمل وحال کیا چیز ہے اس کی حقیقت دیکھ چکا ہوں۔

نمبر۳: اگر یہ عقبہ پیش آ چکتا ہے شیطان کے مقابلہ میں اِس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے، اس سے ڈرتا نہیں کہ بس اس سے زیادہ کیا کرلے گا اور بدون اس کے گزرے ہوئے لطیف الطبع کو ہر مضر صحبت تک سے اندیشہ رہتا ہے جس کو میں نے ایک بار بیان کیا تھا کہ اس کی وجہ لطافت طبع معلوم ہوتی ہے۔

نمبر۴: مرتے وقت اگر دفعۃً یہ حالت پیش آتی تو پریشان ہو کر خدا جانے کس کس خیال میں مرتا۔ اگر یہ عقبہ گزر جاوے تو اس کے تحمل کی قوت ہو جاتی ہے، اگر اس وقت بھی ایسا ہوا پریشان اور حق تعالیٰ پر بدگمان نہ ہوگا، اطمینان ومحبت حق میں جان دے گا۔

نمبر۵: یہ شخص محقق ہو جاتا ہے دوسرے مبتلاء کی دستگیری آسانی سے کرسکتا ہے۔

نمبر۶: ہر وقت اپنے اوپر حق تعالیٰ کی رحمت دیکھتا ہے کہ ایسے نالائق کو ایسی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔...... نمبر۷: اس حدیث کے معنی برای العین دیکھ لیتا ہے کہ مغفرت عبد کے عمل سے نہ ہوگی رحمت حق سے ہوگی۔ "وغیر ذلک مما لایحصی" اور میں نے اِسی مجموعہ کو کہا تھا کہ کوئی حالت محمودہ پیدا ہونے والی ہے۔

اُمید ہے کہ باوجود بے ارتباطی عبارت کے آپ اِس مضمون کو اپنے مضمون کے اجزاء پر منطبق کر کے ان شاء اللہ تعالیٰ سب مشکلیں حل کرلیں گے۔ ہر ہر تحریر منطبق

کرنے کی مجھ کو ضرورت نہیں۔ البتہ صرف اخیر کے دو مضمون یعنی نمبر ۲۰ و نمبر ۲۱ کہ یہی مقصود بالسوال بھی ہیں۔ دو چار جملے بالتخصیص والتعیین لکھ دینا مصلحت معلوم ہوتا ہے۔

قولہ دوسری ضرورت الخ اقول نہ سبب کی فکر کیجئے اور نہ عود سے اندیشہ کیجئے نفس کو ''اِنْ عُدْتُمْ عُدْنَا'' (اگر تم پھر شرارت کرو گے تو ہم بھی پھر وہی علاج کریں گے۔۱۲) کہہ دیجئے۔

قولہ تیسری ضرورت الخ۔ اقول نہ امراض کی فکر میں پڑیئے نہ مفصل معالجات کی۔ قولہ اس میں تکبر ہے الخ وقولہ حسد ہے وقولہ عجب ہے۔ اقول اس کی فکر ہی چھوڑیئے۔ اگر بالفرض ہو بھی تو ان اخلاف کے مادہ کا ہونا مضر نہیں ان پر عمل مضر ہے اور عمل بھی وہ جو قصد سے ہو ورنہ وہ وسوسۂ عمل ہے عمل نہیں ہے۔

وها انا اختم الكلام و افوضكم و افوض نفسی الی اللّٰه ذی الجلال والاكرام و نرجوه ان شآء اللّٰه تعالٰی لنا ولكم حسن الختام وهو المفضال المنعام فی كل مقال و مقام. کتبہ اشرف علی فی جلسه واحدة كانت قدر ثلث ساعات من ۱۸ محرم ۱۳۳۲ھ

تمت بالخیر

مُبادی التصوّف

ازامالی قبلہ وکعبہ حکیم الامت
حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ

وضبط کردہ
مولوی اسحاق علی صاحب سلمہ کانپوری

مع مایلحقھا مشتمل بود برمبادی
اواعانۃً لطالبی التصوف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا و مصلیًا

حضرت اقدس جناب مولانا ومقتدانا واُستاذنا ومرشدنا مولوی محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی نے بتاریخ ۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ چند منتخب اشخاص کو حافظ عبداللہ صاحب مرحوم امام جامع مسجد کانپور کے حجرہ میں جو جامع مسجد کے ایک گوشہ میں واقع ہے جمع کیا جہاں تک مجھے یاد ہے اس منتخب جماعت میں جناب مولوی محمد اسحاق صاحب بردوانی مدظلہ، حافظ عبداللہ صاحب امام جامع مسجد کانپور، حافظ ابوسعید خان صاحب مالک مطبع نظامی کانپور، قاضی عبدالصمد صاحب، ایک شاہ صاحب اور تھے جو کسی اور بزرگ کے مرید تھے لیکن حضرت اقدس سے اعتقاد رکھتے تھے وہ بھی شریک تھے ان کا نام محمد رضا شاہ تھا اور یہ خاکسار اسحاق علی عفی عنہ بھی اس جماعت میں برابر موجود رہا، ممکن ہے کہ ایک دو صاحب اور ہوں لیکن (یعنی ۱۳۵۵ھ میں جس وقت اس رسالہ کا مقدمہ لکھا گیا۔۱۲منہ) اب کچھ یاد نہیں پڑتا۔

حضرت اقدس مدظلہم العالی نے اسی حجرہ میں کئی روز تک خلاصہ و زبدہ طریق سلوک بیان فرمایا۔ خاکسار اثنائے تقریر میں برابر پنسل سے یادداشت لکھتا جاتا تھا اور بعد اس کے روزانہ صاف کر لیتا تھا۔ چنانچہ اسی زمانہ میں اس طرح یہ رسالہ مرتب ہوگیا تھا جو خاکسار کے پاس برابر محفوظ رہا۔ حضرت والا نے اس کے اخفاء کی سخت تاکید فرمائی تھی اور اس پر عمل کرنے کی بابت بہت مبالغہ سے امر فرمایا تھا یہاں تک کہ قبل بیان شروع کرنے کے فرمانے لگے کہ جس کو عمل نہ کرنا ہو یہاں سے اُٹھ جائے

کیونکہ اس کو سننے کے بعد اس پر عمل نہ کرنا مضر ہے لیکن کوئی اُٹھ کر گیا نہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر اس وقت پروانہ کی اور آئندہ اس پر عمل کیا تو نفع نہ ہوگا۔

اب رمضان ۱۳۵۵ھ میں خاکسار کو یہ خیال آیا کہ اگر حضرت اقدس مدظلہم العالی اس پر نظرِ اصلاحی فرمالیتے تو یہ رسالہ نہایت مستند ہوجاتا۔

چنانچہ اس غرض سے خاکسار نے حضرت اقدس کی خدمت میں یہ رسالہ بذریعہ ڈاک اس استدعا کے ساتھ روانہ کردیا کہ حضور والا اس کو ملاحظہ فرمالیں۔ شاید خاکسار سے سمجھنے میں یا ضبط کرنے میں کوئی غلطی واقع ہوگئی ہو اور جہاں کہیں مناسب خیال فرمائیں، ترمیم اور تصحیح فرمادیں تو اطمینان ہو۔ حضرت اقدس نے جو والا نامہ اس کے جواب میں تحریر فرمایا اس میں سے اتنے حصہ کی نقل جو اس کی نظرِ اصلاحی کے متعلق ہے بغرض اسناد و توثیق ذیل میں ثبت ہے۔

از اشرف علی..........السلام علیکم!

میں نے بہت دلچسپی کے ساتھ نظر غائر سے دو تین دن کے اندر یہ رسالہ دیکھ لیا، جگہ جگہ مناسب ترمیم بھی کردی، عدداً و زیادۃً وتبدیلاً جیسی ضرورت معلوم ہوئی۔ چنانچہ ملاحظہ سے معلوم ہوگا، میں نے مناسب سمجھ کر ایک ضمیمہ بھی مع تمہید بڑھادیا۔ اسی والا نامہ میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ اس کا شائع ہونا شائقین کے لیے نافع ہوگا۔ اس بناء پر اس کی اشاعت کی ضرورت ہوئی اور حسب ایمائے حضرت اقدس محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ عبدالمنان کے والد صاحب ہیں) کے پاس بغرض اشاعت بھیج دیا گیا۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم زانکہ من بندۂ گنہگارم

خاکسار سید اسحاق علی

(محلّہ نیا کڑہ، الہ آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغاز رسالہ

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا:

(۱) کہ کسی شیخ کی تعلیم سے اوّل دوازدہ تسبیح شروع کرنا چاہیے۔ اس طرح سے کہ "لا الہ الا اللہ" (ذکر کرنے کا طریقہ ذکر کر کے سمجھا دیا تھا ۱۲ منہ) ۲۰۰ بار آج سے شروع (اس کا بہترین وقت بعد تہجد ہے۔ ۱۲ منہ) کر دیں۔ ایک چلہ گزرنے کے بعد الا اللہ کو ۴۰۰ بار اس پر اضافہ کریں پھر جب اس پر بھی ایک چلہ گزر جائے تو اللہ، اللہ دو ضربی (ضرب برلطیفہ روح ضرب برلطیفہ قلب ۱۲) ۶۰۰ بار اس پر اور زیادہ کریں اور جب اس پر بھی ایک چلہ گزر جائے تو اللہ ایک ضربی (ضرب قلب پر ۱۲) ۱۰۰ بار اور ھُو ۱۰۰ بار اور بڑھائیں پھر اس پر بھی ایک چلہ گزر جائے۔

(۲) اس وقت سلطان الاذکار اس ترکیب سے شروع کریں کہ اکڑوں بیٹھ کر آہستہ آہستہ سانس لے کر حبس دم کریں اور دونوں ہاتھوں کے ابہام (انگوٹھے ۱۲) دونوں کانوں میں اور ہر دو مسبحہ (کلمہ کی انگلی ۱۲) آنکھوں پر اس طرح کہ اوپر کا پپوٹا کھینچ کر بلا کسی تکلف کے ذرا نیچے کی جانب ہو جائے اور ہر دو وسطےٰ ناک کے نتھنوں پر اور ہر دو بنصر اوپر ہونٹ پر اور ہر دو خنصر نیچے کے ہونٹ پر رہیں اور زبان کو تالو سے لگا کر لفظ اللہ خیال سے کہتے رہو جب تک سانس بلا تکلف رُک سکے اور جب سانس لینے کا تقاضا ہو تو صرف نتھنے پر سے اُنگلیاں ہٹا کر ناک سے آہستہ سانس چھوڑ دو اور تین ...

لے کر جب کہ دم قرار پا جائے پھر حبس دم کرو۔ اسی طرح اوّل روز دس سانسیں حبس کرنا چاہیے اور پھر رفتہ رفتہ ایک ایک سانس بڑھا کر قدر تحمل تک پہنچانا چاہیے۔

(۳) جاننا چاہیے کہ اس کام میں غایت استقلال کی ضرورت ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ اگر سو برس میں بھی راستہ کھلے گا تب بھی مستعد رہوں گا اور کشف کا ہرگز ہرگز قصد نہ کرنا چاہیے ورنہ پھر کشف بھی نہ ہوگا اور عدم اخلاص کا ضرر جُدا۔

(۴) اور جب بباعث ایام گرما یا اور کسی باعث سے گرمی بہت زیادہ محسوس ہونے لگے تو شغل ذیل بعد حبس کے کرو یعنی یہ تصور کرو کہ عرش سے باریک باریک پانی کی پھوار میرے قلب پر پڑ رہی ہے اور کچھ عرصہ تک اِسی طرح مراقب بیٹھے رہو اور اس سے تسکین نہ ہو تو قلب پر لفظ اللہ چاندی کے پانی سے لکھا ہوا تصور کرو۔ اس سلطان الاذکار (یہ کلمہ نہیں شیخ کی رائے پر ہے۔۱۲) کو مرتے دم تک نہ چھوڑنا یہ بعض آثار کے اعتبار سے اُم السلوک ہے۔ ذوق وشوق کے قبیل سے جو کچھ ملے گا اِسی سے ملے گا۔

(۵) نیز پاس انفاس شروع کر دو اور تاعمر نہ چھوڑو اور حتی الوسع کوئی سانس خالی نہ جائے اور ابتداء میں قبل جاری ہونے کے ایک وقت معین کر کے پاؤ گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ اس کو کر لیا کرو۔ یہ اختیار ہے خواہ "لا الٰہ الا اللّٰہ" کے ساتھ یا اس کے سوا جو چاہو سو کیا کرو۔

(ف:۱) اس سے قبل خاصۂ مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ چونکہ آج کل گرمی ہے اس لیے تم کو وہ پاس انفاس بتلاتا ہوں جس کی غالب تاثیر سرد ہے تا کہ گرمی میں تکلیف نہ ہو وہ یہ ہے کہ جب سانس اندر جائے تو "صلی اللّٰہ علیک یا محمّد" اور جب باہر آئے تو "صلی اللّٰہ علیک وسلّم" زبان تالو سے لگا کر خیال سے کہا کرو۔۱۲)

پاس انفاس میں سانس طبعی طور سے چلنے دینی چاہیے۔ قصداً سانس لینے سے بعض امراض پیدا ہوتے ہیں۔

(ف:۲) حضرت مولانا صاحب فرماتے تھے کہ پاس انفاس کی مجھے خاص طور سے تاکید ہوئی ہے یعنی بطریق وارد)

(۶) ۱۰۰ بار استغفار ۱۰۰ بار کلمہ شریف، ۱۰۰ بار درُود شریف بعد نماز صبح و بعد نماز مغرب پڑھنا چاہیے اور سوتے وقت ۱۰۰ بار درُود شریف پڑھ کر سورہنا چاہیے اور بعد پڑھنے کے حتی الوسع کلام کرنا مناسب نہیں لیکن اگر ضرورت ہو تو حرج نہیں۔

قرآن شریف بلاناغہ دیکھ کر تدبر کے ساتھ پڑھنا چاہیے خواہ تھوڑا ہی سا ہو۔ اگر ممکن ہو تو دلائل الخیرات بھی پڑھ لیا کرو۔ (مگر اس میں بعض روایات متکلم فیہ ہیں جس کو ایک ایک کی تحقیق نہ ہو احتیاط یہ ہے کہ وہ کسی جگہ ایسی عبارت نہ پڑھے۔

"قال النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم" ۱۲ منہ) علاوہ بریں ہمیشہ تا عمر پند نامہ عطار بھی کسی قدر بلاناغہ ضرور پڑھنا چاہیے۔ اس قدر تو نہایت ضروری ہے اس کے سوا جس شغل وغیرہ سے دلچسپی ہو کیا کرو۔

(۷) فائدہ صبح کا کھانا شکم سیر ہو کر کھالیا کرو لیکن شام کا کھانا ربع معدہ خالی چھوڑ کر کھایا کرو اور بعد عشاء بدون سخت پیاس کے پانی نہ پیا کرو اور آٹھویں دن شام کو بالکل نہ کھایا کرو بلکہ فاقہ کیا کرو پھر لطف دیکھنا۔

(۸) تنبیہ: شاغل کو گھی دودھ کی قدرے کثرت کرنا چاہیے تاکہ یبوست کی وجہ سے امراض جسمانی پیدا نہ ہوں اور اگر کوئی عارضہ یا کسی قسم کی تکلیف بوجہ شغل کے محسوس ہو تو فوراً شغل کو چھوڑ کر شیخ کو مطلع کرو اور اگر شیخ قریب نہ ہو تو شیخ کے کسی کامل مرید سے رجوع کرو، جس وغیرہ میں اکثر ایسی حالت ہو جاتی ہے۔ ایک شاغل کسی اور کے مرید ہیں جن کو بیعت کی اجازت بھی ہے، اپنا حال بیان کرتے تھے کہ میرے منہ سے عرصہ تک خون آتا رہا جب شیخ کو اطلاع دی تو انہوں نے کچھ تدبیر کی۔

(۹) اس طریق میں عورت سے زیادہ صحبت کرنا نشاط طبع کے لیے (جس کو ذوق وشوق میں خاص دخل ہے) غایت مضر ہے۔

بہر حال حتی المقدور پرہیز کرے کیونکہ نشاط کا دارومدار حرارت پر ہے اور زیادہ صحبت اس کی مقلل ہے اور جب نہایت غلبہ خواہش ہو یعنی بغیر اسباب شہوت رغبت

شدید ہو۔ اس وقت اپنی بی بی کے پاس جانے میں مضائقہ نہیں۔

تنبیہ: یاد رہے کہ منتہی کو صحبت سے ضرر نہیں ہوتا کیونکہ اس کو کیفیات کی حاجت نہیں رہتی۔

(۱۰) جب جی نہایت گھبرائے کہ مدت تک محنت کی اور کچھ نفع نہیں ہوتا اور طبیعت پریشان ہو اس وقت سنبھلنا چاہیے اور اشعار ذیل حکیم سنائی کے پڑھنا چاہیے۔ ان شاء اللہ ان سے نفع ہوگا۔ حکیم سنائی وہ بزرگ ہیں جن کی سند مولوی معنوی مثنوی میں لاتے ہیں۔

قرنہا باید کہ تا یک کود کے از لطف طبع
عاقل کامل شودیا فاضل صاحب سخن
سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن
ماہہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش
صوفئے را خرقہ گردد یا حمارے رارسن
ہفتہا باید کہ تا یک پنبۂ آب و گل
شاہدے راحلہ گردد یا شہیدے را کفن
روزہا باید کشیدن انتظار بے شمار
تا کہ در جوف صدف باراں شود در عدن

(۱۱) بعد ہر نماز کے اس مناجات کو پڑھنا چاہیے۔ اگر یہ شخص خلاف چال چلتا ہوگا تو ادنیٰ کوشش سے ان شاء اللہ درست ہو جائے گا۔ جامی ؎

یارب! زد و کون بے نیازم گرداں
وز افسر فقر سرفرازم گرداں
درراہ طلب محرم رازم گرداں
زاں رہ کہ نہ سوئے تست بازم گرداں

نیز اس کو بھی پڑھنا چاہئے خصوصاً جب بے چینی ہو تو اس کی کثرت کرنا چاہیے۔

عراقی ؎

یارب بتودر گریختم بپذیرم در سایہ لطف لایزالی گیرم

کس را گذر جادہ تقدیر تو نیست تقدیر تو کردہ بکن تدبیرم

(۱۲) حکیم سنائی رحمہ اللہ کی مناجات ذیل کو تہجد کے وقت پڑھنا چاہیے۔ اگر کل نہ ہو سکے تو بعض اشعار بھی کافی ہیں۔ اس سے نبوت کی نسبت غالب رہے گی اور نیز یہ کہ غلبہ رہے گا۔

ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی نروم من بجز آں رہ کہ تو آں رہ نمائی

ہمہ درگاہ تو جویم ہم درکار تو پویم ہمہ توحید تو گویم کہ بتوحید سزائی

تو خداوند یمینی تو خداوند یساری تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی

تو زن و جفت بجوئی تو خود و خفت نخواہی احدا بے زن و جفتی ملکا کام روائی

نہ نیازت بولادت نہ بفرزند تو حاجت تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی

تو کریمی تو رحیمی تو سمیعی تو بصیری تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی

ہمہ راعیب تو پوشی ہمہ راغیب تو دائی ہمہ را رزق رسانی تو باوجود و عطائی

نہ بدے خلق تو بودی نہ بود خلق باشی نہ تو خیزی نہ نشینی نہ تو کاہی نہ فزائی

نہ سپہری نہ کواکب نہ بروجی نہ دقائق نہ مقامی نہ منازل نہ نشینی نہ بپائی

بری از چون و چرائی بری از عجز و نیازی بری از صورت و زنگی بری از عیب و خطائی

بری از خوردن و خفتن بری از تہمت مردن بری از بیم و اُمیدی از رنج و بلائی

تو علیمی تو حکیمی تو خبیری تو بصیری تو نمایندہ فضلی تو سزاوار خدائی

نتواں وصف تو گفتن کہ تو درروف نگنجی نتواں شرح تو دادن کہ تو درسرح نیائی

احدًا لیس کمثلی صمدًا لیس کفضلی لمن الملک تو گوئی کہ سزاوار خدائی

لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی

(۱۳) فائدہ: نماز میں "اھدنا الصّراط المستقیم" کونہایت حضور قلب وخشوع سے ادا کیا کرو اور بعد نماز "ربّنا لا تُزغ قلوبنا الآیة" پڑھ لیا کرو اور حضرت حاجی صاحب قبلہ مدظلہ العالی (اس وقت زندہ تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔۱۲ منہ) کا ارشاد ہے:

(۱۴) جب قبض وحجاب سے کلفت ہو تو یہ شعر پڑھو۔

باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش
بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش

اور جب جی بہت گھبرائے اور مایوسی ہونے لگے تو یہ پڑھے:

اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال
مرغ زیرک چوبدام افتد تحمّل بایدش

اگر ممکنات میں سے کسی کی طرف التفات ہونے لگے تو یہ پڑھے:

باچنیں زلف و رُخے بادش نظر بازی حرام
ہرکہ روئے یاسمیں و جعد سنبل بایدش

اور جب خوف ملامت ہو تو یہ پڑھے:

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار
کار ملک ست آنکہ تدبیر و تحمّل بایدش

اور جب مجاہدہ وریاضت پر نظر ہونے لگے یہ پڑھے:

تکیہ برتقویٰ و دانش در طریقت کافری ست
راہ رو گر صد ہنردارد توکل بایدش

اگر کوئی مصیبت مثل بیماری یا فاقہ وغیرہ کے ہو یہ پڑھے:

نازہا زیں نرگس مستانہ می باید کشید
ایں دل شوریدہ گرآں زلف و کاکل بایدش

اگر ذوق وشوق میں کمی ہونے لگے یہ پڑھے:

ساقیا در گردش ساغر تعلل تا بچند
دور چوں ما عاشقاں افتد تسلسل بایدش

اگر نفس کسی شغل وغیرہ کو ٹالنے لگے یہ پڑھے:

کیست حافظ تانوشد بادہ بے آواز چنگ
عاشق مسکیں چرا چندیں تامل بایدش

تحقیقات مفیدہ

(۱۵) اس میں گفتگو ہے کہ نبوت افضل ہے یا ولایت مگر اس پر اتفاق ہے کہ ولی سے نبی افضل ہے کیونکہ وہ جامع ہوتے ہیں نبوت ولایت کے۔ جو لوگ نبوت کی افضلیت کے قائل ہیں نبی کی ولی پر افضلیت سے استدلال کرتے ہیں اور جو ولایت کی افضلیت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ ولایت میں توجہ الی الحق ہے اور نبوت میں توجہ الی الحق والحق پس ولایت افضل ہوئی۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ ولایت تو بیشک توجہ الی الحق ہے مگر نبوت توجہ الی الحق والحق معاً معنی مرتبہ جامعہ ہے۔

پس ظاہر ہے کہ نبوت افضل ٹھہری علاوہ بریں اگر ولایت کو افضل کہا جائے تو لازم آتا ہے کہ نبی کو نبوت ملنے سے اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف نزول ہوتا ہے کیونکہ نبی قبل نبوت ولی ہوتا ہے پھر نبوت ملتی ہے مگر دونوں فریق میں نزاع لفظی ہے کیونکہ جو لوگ نبوت کو افضل کہتے ہیں نبوت معنی مطابقی پر محمول کرتے ہیں اور جو لوگ ولایت کو افضل کہتے ہیں وہ نبوت کے معنی تضمنی یعنی توجہ الی الحق کے اعتبار سے کہتے ہیں۔

(۱۶) سلوک دو قسم پر منقسم ہے: سلوک نبوت اور سلوک ولایت۔ اور ہر ایک کے آثار اور خواص جدا جدا ہیں جو حسب ذیل لکھے جاتے ہیں۔ اولیاء میں سے کسی پر کسی وقت فیض نبوت کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی فیض ولایت کا۔

آ ثار سلوک ولایت

(۱) طریق ولایت والے کھانے پینے میں تکلفاً کمی کرتے ہیں۔

(۲) خلق سے نفرت کرتے ہیں۔

(۳) امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں کرتے جب تک واجب نہ ہو۔

(۴) ان کو اپنے مکاشفات وتحقیقات پر اطمینان ہوتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں اگر خلاف شرع نہ ہو۔......... (۵) ان کا انتہائی مقام رضا ہے۔

(۶) ان پر ذوق وشوق غالب ہوتا ہے اور عبادت میں لذت طبعیہ آتی ہے۔

(۷) اہتمام سے دُعا نہیں مانگتے۔

(۸) اسباب ظاہری کو ترک کردیتے ہیں۔

(۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ طبعاً زیادہ محبت کرتے ہیں مگر اعتقاد فضیلت ترتیب سے ہوتا ہے۔

(۱۰) شیخ کو سارے جہان سے افضل سمجھتے ہیں اور اس پر شیفتہ ہوتے ہیں۔

(۱۱) ان سے شرائع میں کبھی تسامح بھی ہوجاتا ہے اور وہ معذور ہیں۔

(۱۲) ان پر سکر غالب ہوتا ہے..... (۱۳) جماعت کی پابندی کرتے ہیں ان کی نظر سے مقصودیت غیر کی بالکل نفی ہوچکتی ہے..... (۱۴) یہ اگر خلاف ظاہر شرع کوئی حکم شیخ کی طرف سے ہوتو مخالفت کرتے ہیں مگر ادب کے ساتھ۔

(۱۵) ان پر حب ایمانی غالب ہوتی ہے..... (ف) جناب مولانا اسماعیل صاحب عشقی کی ترجیح کی نفی کرتے ہیں اور حب ایمانی کی ترجیح کے قائل ہیں اور جناب قبلہ حاجی صاحب روحی فداہ اس کے عکس کے قائل ہیں۔

(۱۶) اصحاب سلوک نبوت پر ہمیشہ تنزیہ غالب رہتی ہے۔

(۱۷) سلوک نبوت کی انتہا مقام عبودیت ہے۔

آثار سلوک نبوت

(۱) طریق نبوت والے قصداً کمی نہیں کرتے جو ملتا ہے اسی پر قناعت کرتے ہیں۔

(۲) خلق کی طرف اضافہ کیلئے رغبت کرتے ہیں لیکن خلق سے جی نہیں لگاتے۔

(۳) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں۔

(۴) ان پر ادب غالب ہوتا ہے۔ جیسا کہ صاحب شرع سے منقول ہوتا ہے اس پر اپنی طرف سے بذریعہ کشف وغیرہ نہیں بڑھاتے۔ اگرچہ وہ زیادہ خلاف شرع نہ ہو۔

(۵) ان کا انتہائی مقام عبودیت ہے۔

(۶) ان پر ذوق وشوق غالب نہیں ہوتا بلکہ ان کو عبادت میں بھی طبعی مزہ نہیں آتا یعنی اگر نہ آوے دلگیر نہیں ہوتے محض حکم ایزدی سمجھ کر عبادت کرتے ہیں۔

(۷) بمقتضائے "ادعونی استجب لکم" دُعا مانگنا فرض سمجھتے ہیں۔

(۸) اوروں سے زائد اسباب سے متمسک ہوتے ہیں مگر بدون انہماک کے مقتضاء کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ میں دو دو زرہیں پہنی ہیں۔

(۹) ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

(۱۰) افضلیت کا یقین نہیں کرتے محبت کرتے ہیں۔

(۱۱) یہ شریعت پر بڑی سختی سے عمل کرتے ہیں۔

(۱۲) ان پر صحو (ہوشیاری) غالب ہوتا ہے۔

(ف) تفصیل بالا سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اولیاء خلاف شریعت چلتے ہیں کیونکہ ایک تو نصوص کا ظاہر ہے اس پر اصحاب حدیث چلتے ہیں۔

دوسرے نصوص کے معانی محض یا احکام ہیں اس پر فقہاء عامل ہیں۔

تیسرے نصوص کے معنی المعنی اس پر بعض احکام میں صوفیہ عامل ہیں لیکن فقہاء کا طریق اسلم ہے کیونکہ شرعیات ہی سے علت مستنبط کر کے حکم کو متعدی کرتے ہیں اور

صوفیہ کبھی اپنے ذوق سے بھی علت نکال کر حکم کو متعدی کر لیتے ہیں۔

شرعیات سے علت نکال کر حکم کو متعدی کرنے کی نظیر تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بھی پائی جاتی تھی اور اس کا حجت ہونا صراحۃً ثابت ہے بخلاف ذوق محض کے کہ اس سے علت نکال کر حکم کو متعدی کرنے کی نظیر معروف نہیں اور محض ظاہراً "یتدبرون. یتفکرون" کے خلاف ہے۔

(۱۳) بعض اوقات بعض مغلوبین جماعت سے بھاگتے ہیں کیونکہ ان کو اخفاء مقصود ہوتا ہے مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں ابھی غیر باقی ہے۔

(۱۴) اگر شریعت ظاہر کے خلاف شیخ حکم کرے تو اسے خلاف شریعت نہیں سمجھتے کسی تاویل سے کر لیتے ہیں مگر غیر قطعیات میں۔

(۱۵) ان پر حب عشقی غالب ہوتی ہے۔

(۱۶) اصحاب سلوک ولایت پر کبھی تشبیہ غالب ہوتی ہے۔

(۱۷) سلوک ولایت کی انتہا مقام رضا یا فناء الفناء ہے۔

(ف) اس امر میں گفتگو ہے کہ انتہا مقام رضا ہے یا فناء الفنا۔ مولانا صاحب مدظلہم العالی کی تحقیق یہ ہے کہ باعتبار مقام تخلق کے رضا ہے اور باعتبار حال کے فناء الفناء ہے۔

تحقیق لطائف ستہ

لطائف ستہ حسب ذیل ہیں۔ (بجز نفس کے کہ وہ عالم خلق سے ہے۔ باقی سب عالم امر سے ہیں)۔ لطیفہ: نفس.... قلب.... روح.... سر.... خفی.... اخفی

(ف) مسبوق بالمدۃ والمادۃ عالم خلق سے کہلاتا ہے۔

(ف) غیر مسبوق بالمادۃ و مسبوق بالمدۃ عالم امر سے کہلاتا ہے۔ لطائف ستہ کشف سے دریافت ہوئے ہیں اور ان کے تو حد و تعدد میں اختلاف ہوا ہے لیکن ان کے افعال خاصہ سے ظاہراً ان کے تعدد پر استدلال ممکن ہے۔ چنانچہ

فعل

اخفی	خفی	سر	روح	قلب	نفس
معائنہ	مشاہدفناء	مکاشفہ			
فناءالفناء	فناء	مکاشفہ ملکوت	حضور	ذکر	غفلت

(ف) نفس بقیہ لطائف کے مضاد ہے اور باقی لطائف آپس میں متناسب ہیں اور ہر تحتانی رتبۂ فوقانی کے لیے مد ہے اور فوقانی تحتانی پر مشتمل اسی لیے فوقانی ذاکرو جاری ہونے سے تحتانی بھی ذاکر و جاری ہو جاتا ہے۔

مقامات لطائف

اخفی	خفی	سر	روح	قلب	نفس
امام الدماغ	مابین دوابرو	مابین قلب وروح	زیرپستان راست	زیرپستان چپ	زیرناف

حضرت حاجی صاحب قبلہ کی یہی تحقیق ہے۔ اگرچہ بعض نے کچھ اختلاف بھی کیا ہے اور وجہ اس اختلاف کی اختلاف کشف ہے کیونکہ جملہ لطائف مثل مرایائے متعاکسہ ہیں جس شخص کو جہاں کسی لطیفہ کا نور نظر آیا اس نے وہیں اس کا مقام سمجھ لیا اور کسی کو مقام اصلی مکشوف ہوا۔

ہر لطیفہ کا رنگ حسب ذیل ہے

اخفی	خفی	سر	روح	قلب	نفس
سیاہ	نیلا	سبز	سفید	سرخ	زرد

(ف) لطائف کی تحقیق مبسوط کا اگر شوق ہو تو رسالہ النور نمبر ۶ و نمبر ۷ بابت شوال و ذیقعد ۱۳۴۹ھ کا مطالعہ کیا جاوے۔ تحقیق مذکور بصورت ایک رسالہ کے ہے

جس کا نام ہے القطائف من اللطائف ۱۲ منہ۔

(۱۸) سیر الی اللہ کی انتہا فناء الفناء ہے اور سیر فی اللہ کی انتہا نہیں۔

(۱۹) نفس ایک ہے تین مختلف اوصاف کے اعتبار سے امارہ، لوامہ، مطمئنہ کہلاتا ہے۔

(۲۰) مراتب الیقین، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔

علم الیقین کا مرتبہ یہ ہے کہ کوئی کسی شے کو اعتقاد جازم کے ساتھ جان لے جیسے کسی کو یہ علم ہو جاوے کہ آگ جلاتی ہے۔

عین الیقین یہ کہ اس کے ساتھ مشاہدہ بھی ہو جائے۔ مثلاً آنکھ سے دیکھ لے کہ آگ کسی شے کو جلا رہی ہے۔ حق الیقین یہ کہ اس کے ساتھ انصاف بھی حاصل ہو جائے۔ مثلاً کوئی شخص اپنا ہاتھ آگ میں ڈال کر دیکھ لے اور ہاتھ جل جائے۔

(۲۱) نصیحت: کبھی اپنی ریاضت پر مغرور نہ ہونا چاہیے کیونکہ اگر کوئی کافر بھی ریاضت کرے تو اس کو بھی انوار نظر آ سکتے ہیں اور وہ بھی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔ اگرچہ بذریعہ اسم مضلی ہی کے پہنچے۔ پس معلوم ہوا کہ محض وصول مقصود نہیں بلکہ مقصود قبول ہے۔ اسم مضل کا مظہر جہنم ہے کافر کی رسائی وہاں ہوگی اور مظہر اسم ہادی کا جنت ہے اور مؤمن کی رسائی یہاں ہوگی۔

(۲۲) جہلاء کا اشغال نہ بتلانا چاہیے کیونکہ اس سے کبھی کشف ہونے لگتا ہے اور وہ اس کی تاویل کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے کیونکہ کشف اکثر کسی نہ کسی صورت مثالی میں ہوتا ہے جو محتاج تاویل ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ ان کو صرف ذکر تعلیم کیا جائے۔

(۲۳) تجلی مثالی باری تعالیٰ کی یہ ہے کہ کوئی ذات ممکنہ (جو باری تعالیٰ کے کسی وصف میں مناسبت تامہ کے مشارکت ہو) ظاہر ہو جاتی ہے۔

(۲۴) قطب الارشاد صاحب تصرف شرعی ہوتا ہے اور وہ لوگوں کو ہدایت کرتا ہے اور قطب الاکوان صاحب تصرف تکوینی ہوتا ہے اور اکثر اس سے خرق عادات وغیرہ زیادہ صادر ہوتے ہیں۔

(۲۵) شغل وفکر میں فرق یہ ہے کہ شغل تصور ذکر کو کہتے ہیں اور فکر تصور مذکور کو اور شغل ومراقبہ میں فرق یہ ہے کہ شغل میں فقط محکوم علیہ کا تصور ہوتا ہے اور مراقبہ میں اس کی طرف محکوم بہ کی نسبت کی تصدیق کا۔

التماس

یہ محض ایک آئینی نمونہ ہے مگر صرف اس کا مطالعہ یا مطالعہ پر عمل حصول مقصود کے لیے کافی نہیں۔ ہر محل پر ضرورت ہے شیخ کامل کی تعلیم کی اور اس کے اتباع کی جیسے معالجہ جسمانی میں صرف کتاب کا مطالعہ کافی نہیں ہر حالت میں ضرورت ہے طبیب ماہر کی رائے اور اس پر عمل کرنے کی۔

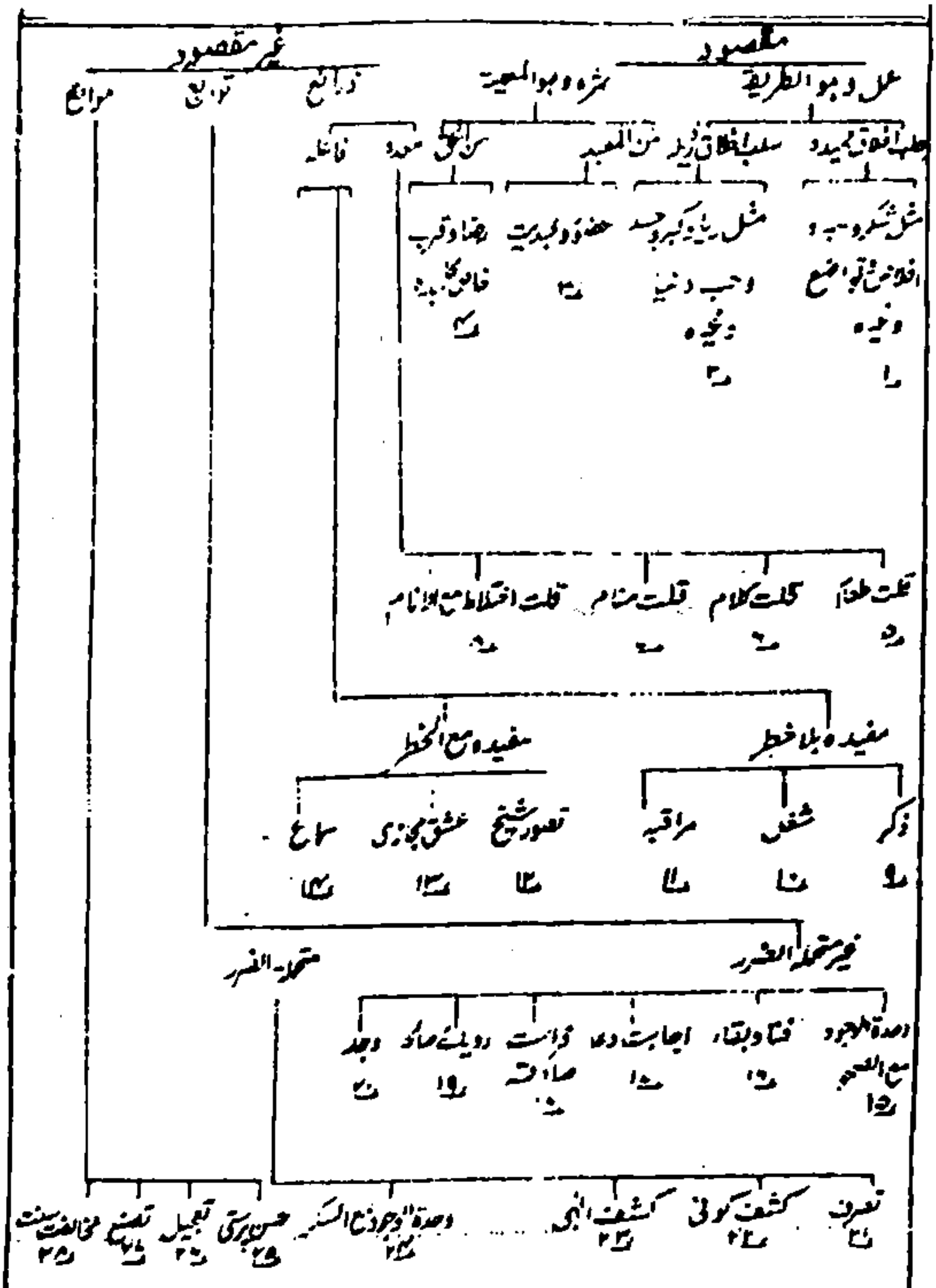
واللہ الموفق اختتمت رسالہ مبادی التصوف

بیدالاحقر اشرف علی عفی عنہ

ضمیمہ نافعہ

جس زمانہ میں ملفوظات بالا کی تدوین کی گئی ہے۔ اسی کے قریب زمانہ میں اسی جامعیت ونافعیت واختصار وسہولت استحضار کے رنگ میں ایک اور ملفوظ بھی ایک نقشہ کی صورت میں احقر نے منضبط کیا تھا جس کا لقب صاحب ملفوظ نے اب بعد ملاحظہ و اصلاح شجرۃ المراد تجویز کیا اور جو النور نمبر ۵ جلد ۱۲ بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ میں شائع بھی ہوگیا ہے ہمرنگ ہونے کی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس کو بھی اس رسالہ کا ضمیمہ بنادیا جائے۔ چنانچہ ذیل میں منقول ہے۔

رسالہ شجرۃ المراد یعنی اُمور مبعوث عنہا فی التصوف



انتہت شجرۃ المراد
وانا الاحقر اسحٰق علی عفی عنہ الکانفوری

۲۹ رمضان المبارک
یوم دو شنبہ ۱۳۵۹ھ

حل الاشکال علی ضرورۃ الشیخ مع وجود الاختیار فی الاعمال

(چونکہ حل اشکال یعنی ازالۃ الشبہہ متعلق طریق من وجہ مبادی میں سے ہے اس لیے اس کو اشاعت میں رسالہ مبادی التصوف کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔۱۲)

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ رسالہ ایک علمی اِصلاحی اشکال کا جواب ہے جو دو خط پر مشتمل ہے۔ اوّل خط میں اس اشکال کا اِجمالی جواب ہے دوسرے خط میں تفصیلی۔ چونکہ اشکال بھی جدید ہے و اصل بھی بیحد شافی و مفید اس لیے ایک دوست میرے مشورہ سے اس کو شائع کر رہے ہیں۔ فقط: کتبہ اشرف علی عفی عنہ (صفر ۱۳۵۶ھ)

خط اوّل

حضرت مخدوم والمکرّم ذوالمجد والمعظم مجدد الملت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب عمت فیوضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بعدہ عرض ہے کہ بندہ نے حضرت والا کے ساتھ اِصلاح کا تعلق کیا ہے۔ حضرت نے یہ طریق تجویز فرمایا تھا کہ نفس کی ایک ایک حالت لکھو اور میرے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرو۔ چنانچہ میں نے اپنے اندر چند اُمور "دالّہ علی الکبر" یا کران کی اِصلاح کے متعلق درخواست کی تھی۔ حضرت نے تحریراً سوال فرمایا تھا کہ "یہ اُمور اختیاری ہیں یا غیر اختیاری" میں نے جواب میں شق اوّل عرض کی تھی۔

حضرت والا نے جواباً تحریر فرمایا کہ اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہے۔ اب کیا سوال باقی رہا۔ بحمد للہ تعالیٰ میں نے وہ اُمور ترک کیے مگر گاہے گاہے خیال نہ رکھنے کی وجہ سے مرتکب ہو جاتا ہوں جس کا تدارک بعد میں ندامت اور توبہ سے کر لیتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ آئندہ ان شاء اللہ العزیز خیال رکھوں گا۔

اب میں حضرت والا سے ایک بات دریافت کرتا ہوں (اور واللہ العظیم و باللہ

الکریم حاشاثم کلا) اس سے اعتراض مقصود نہیں ہے بلکہ محض ایک شبہ جو کہ پیش آیا ہے اس کے حل کے لیے اور وہ یہ کہ شریعت مقدسہ کے جمیع احکام اختیاری ہی ہیں اور میرے اندر اور بھی امراض ظاہرہ و باطنہ (متعلقہ اخلاق نہ کہ عقائد، بفضلہٖ تعالیٰ عقائد تو درست) ہیں۔ پس وہ اُمور بھی اختیاری ہیں۔ اب ان کے حضرت والا کے سامنے اظہار کر کے طریقہ ان کی اِصلاح کا معلوم کرنے کے متعلق یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ اس کا جواب وہی جو کہ اوپر مذکور ہوا کہ اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہے۔

لہٰذا باوجود جواب معلوم ہونے کے پھر خواہ مخواہ حضرت والا کو تکلیف دینا یہ غیر مناسب معلوم ہوتا ہے اور اگر بایں وجہ مذکور امراض نہ کروں اور خود بخود اپنے طور پر یہ خیال کر کے کہ یہ امر اختیاری ہے لہٰذا اس کو اظہار کرنے کی ضرورت نہیں (بوجہ جواب مذکورہ معلوم ہونے کے) بلکہ اپنے اختیار سے توکلا علی اللہ ہمت کر کے اس کو ترک کروں گا اور اگر غیر اختیاری ہے (مثلاً وساوس وغیرہ) تو اس کا مواخذہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے بھی اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔ تو یہ خیال گلوگیر ہوتا ہے کہ پھر حضرت والا سے جو اِصلاح کے لیے تعلق کیا ہے تو اس کا سلسلہ ہی اب قائم کیسے رہ سکتا ہے حالانکہ اِصلاح کا سلسلہ تو بہت طویل ہے اور بہت مدت تک خط و کتابت و عرض حالت کے بعد اِصلاح کا حصول ہوتا ہے۔ پس اس وقت یہی شبہ مستقر ہو کر اظہارِ امراض سے (توقفاً علی الجواب) مانع ہوا۔ جناب والا سے متوقع ہوں کہ اس کا حل فرما کر احقر کو تشفی بخش کر سرفراز فرمائیں۔ فقط والسلام مع الکرام

الجواب

السلام علیکم! نفیس سوال ہے جس کا بعونہٖ تعالیٰ سلیس جواب ہے مگر ایک خاص سوال کے جواب کی طرف متوجہ کرنے کو اس کی توضیح میں اعانت کا دخل ہے اس لیے فی الحال اسی کو کافی سمجھتا ہوں اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ طبی کتابوں میں تمام

اغذیہ وادویہ کے منافع ومضار مصرحاً مذکور ہیں جس کا قبل لحوق مرض مطالعہ کر کے ہر شخص کامل احتیاط کرسکتا ہے اور جو کسی اتفاق سے مرض لاحق ہو جاوے تو طبی ہی کتابوں میں ہر مرض کی علامات دیکھ کر مرض کی تشخیص اور تدبیرات دیکھ کر مرض کا علاج کرسکتا ہے، پھر طبیب کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ سو اس سوال کا کیا جواب ہوگا۔ اسی سے یہ سوال حاضر بھی حل ہو جاوے گا۔ فقط

خط ثانی

حال: احقر اس سال دورۂ حدیث میں شریک ہے۔ ایک عرصہ سے خط لکھنے کا خیال کر رہا تھا لیکن ایک عارض مانع بنا رہا۔ وہ یہ کہ احقر کو آپ کے مصنفات و ملفوظات دیکھنے کا بے حد شوق ہے۔ چنانچہ بچپن سے اب تک برابر دیکھتا رہا۔ بحمد اللہ بہت مستفید ہوا۔ ان سے ایک خاص بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ مامورات شرعیہ سب کے سب اختیاریہ ہیں چونکہ مامورات اختیاریہ ہیں اس لیے جہاں رُکنے کا امر ہے وہ بھی اختیاری ہوئے اس لیے سارے امراض کا علاج یہی ہے کہ اپنے اختیار سے رُکے اب اپنے متعلق بھی ہمیشہ یہی تقریر جاری کرتا رہا۔

اب سوال یہ ہے کہ مشائخ طریقت سے اس قاعدہ کے معلوم ہونے کے بعد کیا سوال اور علاج کرانا چاہیے، میرے یہی سمجھ میں نہیں آتا بہت عرصہ سے اس امر پر غور کر رہا ہوں، اُمید کہ جناب والا مطلع فرمائیں گے تاکہ احقر اسی پر عمل کرے۔ آخر اس قاعدہ کلیہ کے علم کے بعد معالج ومشائخ کی ازالہ مرض میں کیا حاجت باقی رہتی ہے۔ اُمید کہ اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو مطلع فرمادیں گے۔

تحقیق: مامورات ومنہیات سب اختیاری ہیں۔ پس مامورات کا ارتکاب اور منہیات سے اجتناب بھی سب اختیاری ہیں لیکن اس میں کچھ غلطیاں ہو جاتی ہیں، کبھی تو یہ کہ حاصل کو غیر حاصل سمجھ لیا جاتا ہے، کبھی اس کا عکس مثلاً ایک شخص نے نماز

میں خشوع کا قصد کیا اور وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے حاصل ہو گیا مگر ساتھ ہی ساتھ وساوس وخطرات کا ہجوم بھی ہوتا رہا۔ یہ شخص اس کو خشوع کا مضاد سمجھ کر خشوع کو غیر حاصل سمجھا یا ابتدائے عبادت میں وساوس غیر اختیاری تھے مگر اسی سلسلہ میں وہ وساوس اختیاریہ کی طرف منجر ہو گئے اور یہ ابتداء کے دھوکے میں رہ کر خشوع کو باقی سمجھا حالانکہ وہ زائل ہو چکا اور کبھی غیر راسخ کو راسخ سمجھ لیا جاتا ہے۔ مثلاً دو چار خفیف حادثوں میں رضا بالقضاء کا احساس ہوا۔

یہ سمجھ گیا کہ ملکہ راسخ ہو گیا۔ پھر کوئی بڑا حادثہ واقع ہوا اور اس میں رضا نہیں ہوئی یا درجہ مقصود تک نہیں ہوئی مگر یہ اسی دھوکہ میں رہا کہ اس میں رسوخ ہو چکا ہے۔ اب بھی رضا معدوم یا ضعیف نہیں ہے اور حاصل کو غیر حاصل سمجھنے میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ شکستہ دل ہو کر اس کا اہتمام چھوڑ دیتا ہے۔ پھر وہ سچ مچ زائل ہو جاتا ہے اور اس کے عکس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اس کا اہتمام ہی نہیں کرتا اور محروم رہتا ہے اور غیر راسخ کو راسخ سمجھنے میں بھی وہی خرابی عدم اہتمام تکمیل کی ہوتی ہے، کبھی یہ غلطی ہوتی ہے کہ حاصل راسخ کو زائل ہو جاتا ہے اور اس کے عکس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اس کا اہتمام ہی نہیں کرتا اور محروم رہتا ہے اور غیر راسخ کو راسخ سمجھنے میں بھی وہی خرابی عدم اہتمام تکمیل کی ہوتی ہے، کبھی یہ غلطی ہوتی ہے کہ حاصل راسخ کو زائل سمجھ لیتا ہے۔

مثلاً شہوت حرام کی مقاومت کی اور وہ زمانہ غلبہ آثار ذکر کا تھا اس لیے داعیہ شہوت حرام کا ایسا مضمحل ہو گیا کہ اس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا۔ پھر ان آثار کا جوش وخروش کم ہونے سے طبعی التفات گو درجہ ضعیفہ میں سہی ہونے لگا۔ یہ شخص سمجھ گیا کہ مجاہدہ بیکار گیا اور شہوت حرام کا رذیلہ پھر عود کر آیا، پھر اصلاح سے مایوس ہو کر سچ مچ بطالت وخلاعت میں مبتلا ہو گیا۔ یہ چند مثالیں ہیں غلطیوں کی اور ان کے مضار کی اگر کسی شیخ سے تعلق ہو اور اس پر اعتماد ہو تو اس کو اطلاع کرنے سے وہ اپنی بصیرت و تجارب کے سبب حقیقت سمجھ لیتا ہے اور ان اغلاط پر مطلع کرتا ہے اور یہ ان مضرتوں

سے محفوظ رہتا ہے اور فرضاً سالک اگر ذکاوت وسلامت فہم کے سبب خود بھی مطلع ہو سکے مگر ناتجربہ کاری کے سبب مطمئن نہیں ہوتا اور مشوش ہونا مقصود میں مخل ہوتا ہے۔

یہ تو شیخ کا اصلی منصبی فرض ہے اور اس سے زیادہ اس کے ذمہ نہیں لیکن تبرعاً وہ ایک اور بھی خدمت کرتا ہے وہ یہ کہ مقصود یا مقدمہ مقصود کے تحصیل میں اور اسی طرح کسی ذمیمہ یا مقدمہ ذمیمہ کے ازالہ میں طالب کو مشقت شدید پیش آتی ہے۔ گو تکرار مباشرۃ اور تکرار مجانیت سے وہ مشقت اخیر میں مبدل بہ یسر ہو جاتی ہے لیکن شیخ تبرعاً کبھی ایسی تدابیر بتلا دیتا ہے کہ اوّل امر ہی سے مشقت نہیں رہتی۔

یہ ایک اِجمالی تحقیق تقریب فہم کے لیے ہے۔ باقی ضرورت شیخ کا مشاہدہ اس وقت ہوتا ہے جب کام شروع کر کے اپنے احوال جزئیہ کی اس کو بالالتزام اطلاع کرتا ہے اور اس کے مشورہ کا اتباع کرتا رہے اور یہ اتباع کامل اس وقت ہو سکتا ہے جب اس پر اعتماد ہو اور اس کے ساتھ تعلق انقیاد ہو اس وقت حساً معلوم ہو گا کہ بدون شیخ کے مقصود حاصل ہونا عادۃً متعذر ہے "الا نادرًا والنادر کالمعدوم" پھر اس ضرورت میں تفاوت فہم واستعداد کے اعتبار سے تفاوت بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متقدمین کو کم ضرورت تھی۔

تمت رسالہ

بعضے از ملفوظات حضرت محی السنۃ حکیم الامت

مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی

ملقب بہ

القول الجلیل

ضبط کردہ

احقر جلیل احمد علی گڑھی

التماس از ضابطہ

بعد حمد وصلوٰۃ یہ ملفوظات گویا روایت بالمعنی کے طور پر ہیں۔ حضرت دام ظلہم العالی کے وہ الفاظ مبارک جو فصاحت و بلاغت کی جان ہوتے ہیں ان ملفوظات میں محفوظ نہ رہ سکے لیکن تاہم کسی درجہ میں محفوظ ہو جانا فائدہ کیلئے کافی تھا۔ اس لیے شائع کرنا مناسب سمجھا۔ فقط معروضہ اوائل شوال ۱۳۴۹ھ

القول الجلیل

(۱) اس میں دو جزو ہیں۔ جزو اول (مشعر محبت حق جل شانہ) ۴۹ھ فرمایا کہ میرے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اس قدر اور اس طرح رحمت وعنایت کا معاملہ ہوتا ہے کہ کچھ بیان نہیں کرسکتا۔ بس ایک بات تو نہیں ہوتی یعنی یہ کہ آواز تو غیب سے نہیں آتی کہ ہم نے یوں کیا یا ہم یوں کریں گے۔ باقی اور کوئی بات باقی نہیں رہتی۔

جزو دوم: (مشعر محبت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) ۴۸ھ میں احقر مکہ مکرمہ حاضر ہوا تو حرم شریف میں ایک صاحب سے جو حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی کے مجازین میں سے ہیں احقر نے یہ ملفوظ حاصل کیا۔ وہ صاحب بھی بغرض حج اُسی زمانہ میں ہندوستان سے تشریف لائے تھے۔ فرماتے تھے کہ حضرت دام ظلہم العالی نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب تم مدینہ منورہ روضۂ اقدس پر حاضر ہو تو میرا سلام اس طرح عرض کرنا (وہ عبارت حضرت والا کی بالفاظہ درج ذیل ہے) "**یاسیدی یارسول اللّٰہ اشرف علی خُوَیْدِمُکَ یُسَلِّم علیک ویسئلک ان تدعو اللّٰہ تعالیٰ ان یدخلہ فِیْ عُشَّاقِکَ وَ خُدَّامِ دینک وَیَحْشُرہ مَعَکَ**"

(۲) فرمایا جامعہ ملیہ سے ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ پہلے بھی ان کا خط آیا تھا جس میں اپنے لیے تدبیر اِصلاح دریافت کی تھی کہ جس سے اِصلاح ہو جائے تو حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر اس تدبیر کے اندر آپ کامیابی کا وعدہ نہ سمجھیں۔ تو میں تدبیر بتلا سکتا ہوں، اُس کی وجہ یہ فرمائی کہ کہیں بد پرہیزی تو کریں خود اور الزام آئے میرے اوپر اور مجھ کو کیا معلوم جو بتلایا جاوے اس پر عمل کریں بھی یا

نہیں۔ وہاں سے جواب آیا کہ آپ کامیابی کے ذمہ دار نہیں۔ اس پر فرمایا کہ اب میں اُن کو وہ تدبیر بتلا دوں گا پھر فرمایا کہ مدعیوں کے ساتھ آن بان اور استغناء سے رہنا چاہیے۔ باقی انبیاء علیہم السلام پر اپنے کو قیاس نہیں کرنا چاہیے۔

انبیاء علیہم السلام پر تو تبلیغ واجب تھی ہم پر اکثر مواقع میں تبلیغ واجب نہیں مستحب ہے اور واجب کو کسی حالت میں ترک نہیں کیا جاتا۔ البتہ جہاں تبلیغ نہ ہوئی ہو وہاں وہی طرز اختیار کرنا چاہیے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کا تھا کہ ہمت ہو تو اگر قتل بھی ہو جائے تب بھی پروا نہ کرے کیونکہ وہاں تبلیغ واجب ہے اور جہاں تبلیغ ہو گئی ہو اس جگہ تبلیغ مستحب ہے وہاں ان مفاسد کو گوارا نہیں کیا جا سکتا اور اُن مفاسد کا حاصل یہی ہے کہ دین و اہل دین کی ذلت پس ایسے موقع پر اگر کوئی ذرا بے اعتنائی کرے فوراً چلا آنا چاہیے۔ اب لوگ ان مراتب میں فرق ہی نہیں کرتے۔

(۳) ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا مجھ کو اپنی کسی تصنیف کے متعلق یہ خیال نہیں کہ یہ میری سرمایۂ نجات ہے۔ البتہ حیاۃ المسلمین کے متعلق میرا غالب خیال قلب پر ہے کہ اس سے میری نجات ہو جائے گی، اس کو میں اپنی ساری عمر کی کمائی اور ساری عمر کا سرمایہ سمجھتا ہوں مگر لوگ اس کو اُردو میں دیکھ کر بے وقعت سمجھتے ہیں اس کی قدر اُن علماء کو ہو سکتی ہے جو حدیث شریف پڑھاتے ہیں وہ دیکھیں گے کہ کون سا اشکال کہاں پر کس ذرا سے لفظ سے حل ہو گیا اور پھر یہ کتاب گویا ایک فہرست ہے ان اعمال کی کہ جن سے یقینی طور پر دُنیا کی بھی فلاح حاصل ہو گی اور دین کی بھی، میں نے اس کو بہت سوچ کر لکھا ہے۔ اس کے لکھنے میں مجھ کو بہت تعب ہوا، میں اوّل اس کے مضامین کو لکھتا تھا، پھر اُن کو سہل کرتا تھا۔ اس کے بعد دیکھتا تھا کہ اگر کم سہل ہوئے تو پھر دوبارہ سہل کرتا تھا اور ہر ماہ میں اُس کے دو دو ورق لکھا کرتا تھا اور وہ دو ورق بھی بعض مرتبہ کئی کئی بار کے مسودہ میں لکھے جاتے تھے۔ حاضرین میں سے ایک صاحب نے بہشتی زیور کے سہل ہونے کی تعریف فرمائی۔ اُس پر فرمایا کہ اس کے اندر تو فرعی

مسائل ہیں اُس کی تسہیل چنداں دُشوار نہیں اور اُس کے اندر احادیث کی شرح کی گئی ہے مگر ایسی شرح کی گئی ہے کہ جس سے سارے اشکالات کا حل ہو گیا، اگر کسی کے ذہن میں کوئی اشکال ہو وہ اسی کے پڑھنے سے حل ہو جائے گا اور اُسی شخص کو قدر بھی ہو سکتی ہے ورنہ اور کوئی کیا قدر کر سکتا ہے میرا تو ارادہ تھا کہ میں ایک بار حیاۃ المسلمین کو خود پڑھا دوں مگر ہجوم کے احتمال پر موقوف کر دیا، مسلمانوں کو جتنی ذلت اور پریشانی آج کل ہو رہی ہے اس کتاب میں ان سب کا علاج ہے۔ پھر ایک صاحب نے ملفوظ مسمی سلسبیل کی تعریف فرمائی اور اس کے بعد اس سے مختصر اسی باب کا جو ایک ملفوظ ہے مسمی ایلم فی السم اس کی بھی تعریف فرمائی تو حضرت نے جواباً ہنس کر فرمایا کہ میں اس اخصر کو ایک رسالہ کہا کرتا ہوں، ایک رسالہ تو میرا بارہ جلدوں میں ہے یعنی تفسیر اور ایک رسالہ یہ ہے کہ بارہ سطروں کا بھی نہیں مگر میزان کل ہے تمام سلوک کی لیکن اس میزان کل کی قدر اُسی کو ہوگی کہ جس نے پوری چھان بین کی ہو اور پوری تفصیل دیکھی ہو ورنہ کیا کوئی قدر کر سکتا ہے اس میں کوئی بات سلوک کی رہی نہیں۔

(۴) ایک صاحب نے فرمایا کہ حضرت یہ اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ بھی اس قدر مفید ہے کہ کیا ٹھکانا۔ فرمایا کہ خیر پاس بیٹھنے والوں کو تو معلوم ہو گا ہی مگر مجھ کو تعجب ہوا۔ ایک صاحب کہتے تھے کہ مجھ سے کلکتہ میں ایک شخص نے جو احمد رضا خان کے معتقد تھے یا مرید تھے آپ کے متعلق دو عجیب باتیں کہیں، ایک تو یہ کہ تم جو اس کو دیوبندیوں کی جماعت میں سے کہتے ہو یہ غلط ہے بلکہ وہ تو ہماری جماعت میں سے ہے۔ دوسری بات انہوں نے یہ کہی کہ انہوں نے جو یہ مسئلہ اختیاری اور غیر اختیاری کا بیان فرمایا ہے۔ یہ مسئلہ صدیوں سے مخفی تھا اور کسی کو اس کا علم نہ تھا، پھر حضرت نے فرمایا کہ مجھ کو ان کی سمجھ پر تعجب ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ساری چیزیں اس شخص کی دیکھی ہوئی ہیں مگر ایک بات انہوں نے ناسمجھی کی کہی کہ یہ دیوبند کی جماعت سے نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اختلافی مسائل میں میرے عنوان کو تعصب سے خالی دیکھ کر یہ بات کہی،

اپنے نزدیک وہ حضرات دیوبند کو سخت سمجھے ہوئے ہے۔ پھر فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ اختیاری غیر اختیاری کا مسئلہ نصف سلوک ہے۔ ایک صاحب نے فرمایا کہ حضرت بلکہ کُلِ سلوک ہے۔ فرمایا جی ہاں اگر کُلِ سلوک کہا جاوے تو بھی شاید بجا ہو۔

(۵) مولوی عبدالمجید صاحب نے فرمایا کہ فلاں مولوی صاحب کو میں نے اب جو جا کر دیکھا تو انہوں نے اب اپنے طالبین کی تربیت کا طرز بدل دیا ہے، پہلے بہت نرمی فرماتے تھے۔ فرمایا کہ ابھی جب وہ تشریف لائے تھے اور مجھ کو ان کی رائے نرمی کی معلوم تھی کہ طالبین کی بے پروائی سے جو غلطیاں ہوتی ہیں وہ اُن میں بھی اُن کی اس خاص مصلحت کی بناء پر (کہ زیادہ تنبیہ سے کہیں متوحش ہو کر اور کہیں نہ چلے جاویں جس میں اُن طالبین کا نقصان ہو) کچھ تاویلیں کر کے ان سے چشم پوشی کرتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب منجملہ اخلاق حسنہ کے ایک خلق غیرت بھی ہے کیا اگر کسی کے کوئی بیٹی ہو اور نہایت حسینہ جمیلہ بھی ہو اور وہ ایسی دیندار اور نیک بھی ہو کہ اُس سے اُس کے خاوند کی اِصلاح کی اُمید ہو اور صاحب جائیداد بھی ہو تو کیا محض اس وجہ سے کہ اچھا ہے کسی مسلمان کا بھلا ہو وہ شخص لوگوں کو ترغیب دیتا پھرے گا کہ تم میری بیٹی سے نکاح کر لو، اس کے اندر ایسی ایسی خوبیاں ہیں، کیا کوئی شریف آدمی اس کو گوارا کر سکتا ہے۔ باوجودیکہ اس میں دوسرے کا نفع ہے مگر اس کو ایسا کرنے میں غیرت آئے گی یا از خود کسی کو ترغیب نہ دی بلکہ دوسرے ہی نے اُس کے لیے پیام دیا مگر ایسے عنوان سے کہ اُس سے بیقدری اور بے رغبتی اور بے پروائی مترشح ہوتی ہے تو کیا وہاں بھی کوئی ایسے ہی مصالح کی بناء پر جو کہ طلب حق میں پیش کی جاتی ہیں اُس کی اُن عنوانات کی تاویلیں کر کے بیٹی دے دے گا؟ تو کیا طریق (تصوف) کی قدر ایک بیٹی کے برابر بھی نہیں؟ تو وہ فرمانے لگے کہ اب میری سمجھ میں آ گیا تو اسی طرح اہل طریق کو غیرت ہوتی ہے مگر میں اُس رنگ کو بھی (یعنی جو رنگ تربیت طالبین کا اُن مولوی صاحب ممدوح الصدور کا پہلے تھا اُس کو) بُرا نہیں کہتا۔ خدا تعالیٰ کے باغ

میں ہر طرح کے درخت ہیں ایسے بھی ویسے بھی۔

غیرت پر ایک واقعہ یاد آیا یہاں ایک ہندو معمار ہے اس سے تعمیر کے متعلق ایک بار کہا گیا کہ تو یہ کام اِس طرح کر دے، اس نے کہا کہ صاحب یوں تو بے قاعدہ ہے کہا گیا کہ تجھ کو کیا جیسا کہا جائے تو اُسی طرح کر دے اگر کوئی خرابی ہوئی تو تو اس کا ذمہ دار نہیں مگر وہ یہ سن کر کام چھوڑ کر الگ ہو گیا کہ صاحب مجھ سے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ بے قاعدہ کام کروں ہاں آپ اور کسی کو بلا لیجئے وہ کر دے گا۔ تو جب پیشہ وروں کو جن کو اصل مقصود پیسہ ہی ہوتا ہے غیرت ہوتی ہے تو جن لوگوں کی کوئی بھی غرض نہیں کیا ان کو غیرت نہیں ہوگی تو پھر اہل طریق یا اہل علم پر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے۔

(۶) خواجہ عزیز الحسن صاحب نے فرمایا کہ ایک بار حاجی بشیر احمد صاحب لکھنوی نے فلاں مولوی صاحب کے سامنے جو وہاں کے مشائخ میں سے ہیں کچھ میرے اشعار پڑھے تو انہوں نے حضور کے متعلق فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ ہیں اور خواجہ صاحب اپنے وقت کے امیر خسرو ہیں۔ فرمایا کہ خیر یہ خوشی کی بات ہے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس سے زیادہ شہادتیں موجود ہیں مگر واللہ (تعالیٰ) ان چیزوں سے کوئی خاص حظ نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ نامعلوم حق تعالیٰ کی نظر میں ہم کیسے ہیں۔ اس احتمال کے ہوتے ہوئے خلق کی مدح سے کیا حظ ہو سکتا ہے۔ اگر طبعی خوشی ہوتی بھی ہے تو بھی اس کی عمر زیادہ سے زیادہ دو تین سیکنڈ ہوتی ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ فرض کیجئے ایک دلہن ہے جو نہایت حسین جمیل ہے، ہر قسم کی پوشاک اور ہر قسم کے زیور سے آراستہ ہے مگر اس کا شوہر اس سے راضی نہیں، وہ شوہر کو اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ تو اب آپ غور کیجئے کہ اس کو دوسرے لوگوں کے اچھا سمجھنے سے کیا خاک خوشی ہو سکتی ہے اور ایک دلہن ایسی ہے کہ نہایت بدشکل کالی ہے اور بہتیرے عیب بھی اُس میں ہیں مگر اس کا شوہر اس سے خوش ہے اور وہ اپنے شوہر کی نظر میں بھلی معلوم ہوتی ہے تو اس کو ذرہ برابر بھی اس کی پروانہ ہوگی کہ کوئی اس کو کیا سمجھتا ہے تو پیا جس کو چاہے وہی سہاگن ہو

کیونکہ وہ جانتی ہے کہ مجھ کو جس سے سابقہ پڑتا ہے وہ تو مجھ سے خوش ہے اس لیے وہ مسرور ہوگی۔اسی طرح جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ اللہ میاں بھی ہم سے خوش ہیں یا نہیں اس وقت تک کیا کسی کو اطمینان ہوسکتا ہے اور اس کی کسی کو خبر نہیں کہ اللہ میاں ہم سے خوش ہیں یا ناخوش پھر حظ کیسا۔ پھر فرمایا کہ ایسا شخص جو اس فکر میں ہو تو اپنے آپ کو کسی ادنیٰ شخص سے بھی اچھا نہیں سمجھ سکتا خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ یہ شخص مسلمان کو تو اپنے سے جزماً فی الحال اچھا سمجھتا ہے اور کافر کو احتمالاً فی المآل۔

(۷) فرمایا ایک شہر سے ایک خط آیا کہ یہاں فلاں (لیڈر) بہت آفت اُٹھا رہے ہیں، ایک فوج بنائی ہے، ایک جھنڈا نکالا جاتا ہے، پرتلے لوگوں کے ڈالے جاتے ہیں، کہیں ہارمونیم بجایا جاتا ہے۔لہٰذا اس کے متعلق فتویٰ دیا جاوے ہم شائع کریں گے۔

جواب حسب ذیل دیا گیا

احکام سب ظاہر ہیں۔لہٰذا اس صورت میں تبلیغ واجب نہیں فتویٰ سے سوائے افتراق کچھ حاصل نہ ہوگا۔ پھر فرمایا اسی وجہ سے ہم سے سب ناراض ہیں، ان لیڈر کا خط آتا اس کا بھی خشک جواب جاتا، ان کے مخالف کا آیا اس کا بھی خشک جواب جا رہا ہے۔فتوے سے مقصود محض آڑ ہوتی ہے اب تو پارٹیاں بن گئی ہیں اور ہم کسی پارٹی میں نہیں ہم تو یوں کہتے ہیں خدا کی پارٹی بننا چاہیے۔

"اولٰئک حزب اللّٰہ الآ ان حزب اللّٰہ ھم المفلحون"

(۸) فرمایا قلب و دماغ کی حفاظت رکھنی چاہیے، ان کے ماؤف ہو جانے سے انسان انسان نہیں رہتا جانوروں سے بدتر ہو جاتا ہے کیونکہ جانور سے اتنی اذیت نہیں ہوتی جتنی اُس سے ہوتی ہے۔

(۹) فرمایا دُنیا وہ حالت عاجلہ ہے جو آخرت سے روکے یا غافل کرے۔

(۱۰) فرمایا مولوی عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری نے بڑے کام کی باتیں اور بڑے حقائق دریافت کیے ہیں اس لیے (ایسے خطوط کا) ان کے ہاں بڑا عمدہ ذخیرہ

ہے۔حالانکہ عالم ہیں مگر ذرا ذرا سی بات دریافت کرتے ہیں۔اس پر حضرت استاذی نے فرمایا کہ اساتذہ درسیات نے تو کلیات سمجھا دیئے اور جزئیات کی تطبیق تو یہ اہل طریق حضرات ہی کرتے ہیں۔فرمایا بیشک ٹھیک ہے۔

(۱۱) ابداء الزینۃ پردہ کے متعلق ایک مضمون ہے۔حضرت کا جو رسالہ النور میں شائع ہوا ہے اس کے متعلق فرمایا کہ مولوی محمد حسن صاحب امرتسری اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہتے تھے کہ اس سے تمام آیات واحادیث کھل گئیں۔

(۱۲) استاذی مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت جو لوگ اپنے پیروں کو حاجات ومصائب میں معین ومددگار سمجھتے ہیں، ان کو کیا کہا جاوے گا آیا اس کو شرک قرار دیں گے یا نہیں۔فرمایا جی ہاں! شرک ہے مگر شرک کی دو قسمیں ہیں ایک شرک اصغر دوسری شرک اکبر۔ان دونوں میں فرق ہے بس یہ سمجھ لیجئے کہ شرک اصغر مزیل ایمان نہیں البتہ مزیل واجبات ایمان ہے۔ہمارے اور نجدیوں کے درمیان یہی تو فرق ہے، وہ یہ دو درجہ نہیں نکالتے ان کے یہاں شرک بس ایک ہی حقیقت ہے یعنی شرک اصغر کوئی نہیں۔جب ہندوستان سے ابھی پچھلے زمانہ میں کچھ لوگ گئے تو فلاں مولوی صاحب بھی تھے وہ کہتے تھے کہ وہاں مکہ معظمہ میں شاہی دربار میں یہی بحث چھڑی نجدیوں کی طرف سے، یہی سوال پیش ہوا کہ شرک (اکبر) کی کیا تعریف ہے (جس سے شرک اصغر کے احکام ممتاز کر دیئے جاویں) مگر کوئی بھی اس کا حل نہ کرسکا، سو شرک کے ان دونوں درجوں میں ایک باریک فرق ہے۔وہ یہ ہے کہ یہ دیکھنا چاہیے کہ جو لوگ بزرگوں کو معین ومددگار سمجھتے ہیں وہ کس درجہ کا سمجھتے ہیں کیونکہ اُس کے درجات مختلف ہیں یعنی وہ لوگ اس اعانت میں ان کو مستقل سمجھتے ہیں یا غیر مستقل مگر اس سے پہلے استقلال کے معنی بھی سمجھ لینا چاہیے کیونکہ یوں تو ظاہراً مشرکین عرب بھی اپنے معبودوں کو بالمعنی المتبادر متصرف اور مستقل نہیں سمجھتے تھے بلکہ اقرار کرتے تھے کہ ہم ان کو غیر مستقل سمجھتے ہیں یعنی وہ اپنے ان معبودوں کو یعنی بتوں کو اس درجہ کا

نہیں سمجھتے تھے کہ جس درجہ کا حق تعالیٰ کو سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان کفار کا قول ارشاد ہے:

"ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفٰى، ولئن سالتهم من خلق السمٰوات والارض ليقولن الله" یعنی یہ سمجھتے تھے کہ سب ماتحت ہیں اللہ تعالیٰ کے تو اب شبہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بھی تو مستقل نہیں سمجھتے تھے پھر مشرک کیوں ہوئے تو اس لیے اوّل استقلال کے معنی سمجھ لینا چاہیے استقلال کے اعتقاد کو جو شرک کہا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو ایسا متصرف مانا جاوے کہ گو قوت تصرف کی حق تعالیٰ ہی سے عطا ہوئی ہو مگر بعد عطا پھر صرف اُس کا ارادہ اُس تصرف کے لیے کافی ہو جاوے۔ حق تعالیٰ کی ارادۂ جزئیہ کی حاجت نہ ہو۔ گو اس قوت کا سلب کر لینا بھی حق تعالیٰ کے اختیار میں ہو مگر جب تک سلب نہ فرماویں۔ اس وقت تک صرف اُس کا ارادہ کافی سمجھا جاوے۔ حق تعالیٰ کے ارادہ پر موقوف نہ مانا جاوے۔

جیسے ایک کلکٹر ہے ہر شخص اس کو سمجھتا ہے کہ یہ حکومت کا ماتحت ہے اور کوئی بات وہ حکومت کے قانون کے خلاف نہیں کر سکتا تو گویا وہ اُس معنی کو غیر مستقل ہے مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کو ہر واقعہ میں بادشاہ کی اذن جزئی اور خاص منظوری کی ضرورت نہیں یعنی ہر کام کرنے سے پہلے اس کام کے کرنے کے لیے حکومت سے اُس کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں مثلاً وہ اگر کسی کو گرفتار کرے تو کر سکتا ہے اور اس کے لیے اس کو لندن تار بھیجنے کی ضرورت نہ پڑے گی بلکہ جو اختیار اس کو اوّل بار پارلیمنٹ کی طرف سے دے دیا گیا ہے اسی سے وہ جب چاہے کام لے سکتا ہے دوبارہ اُس کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ گو یہ بھی ہر شخص جانتا ہے کہ پارلیمنٹ اس کے اختیارات جب چاہے سلب کر لے لیکن جب تک سلب نہ کرے اس وقت تک اس کو اس کام کے کرتے وقت پھر اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کو پہلے سے اختیار حاصل ہے تو اگر بزرگوں کے متعلق بھی کسی کا یہی عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو ایسا اختیار دے دیا ہے کہ جب یہ چاہیں اُس اختیار سے تصرف کر سکتے ہیں حق تعالیٰ

کی مشیت جزئیہ کی حاجت نہیں رہتی بلکہ بلا مشیت جزئیہ کے بھی ان کا چاہنا پورا ہو سکتا ہے تو بلاشک ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے اور یہ شرک اکبر ہے۔ گو اس شخص کا بھی اعتقاد ہو کہ حق تعالیٰ ان بزرگ کے اس اختیار کے سلب کر لینے پر بھی ہر وقت قادر ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی سمجھتا ہو کہ ان بزرگ کے ارادہ کے بعد حق تعالیٰ کی مشیت جزئیہ کی ضرورت نہیں یعنی یہ اعتقاد ہو کہ وہ بزرگ اگر کسی کام کو کرنا چاہیں اور حق تعالیٰ نہ اس کام کو روکیں نہ اُس کام کا ارادہ کریں تو ایسی حالت میں اگر وہ بزرگ چاہیں تو اس کام کو کر سکتے ہیں اور ایسی صورت میں ان کو حق تعالیٰ کی مشیت جزئیہ کی ضرورت نہیں ہوگی تو ایسا شخص جو یہ عقیدہ رکھے بلاشک کافر و مشرک ہے اور شریعت میں کافر و مشرک ایسے ہی مشرک کو کہتے ہیں اور اگر ان بزرگ کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ وہ مشیت ایزدی کے محتاج تو ہیں اور اذن جزئی کی بھی ان کو ضرورت تو ہوتی ہے مگر ان کے چاہنے کے وقت مشیت ایزدی ہو ہی جاتی ہے تو گو یہ شرک و کفر نہیں مگر کذب فی الاعتقاد و معصیت و شرک اصغر ہے اور پہلا درجہ شرک اکبر ہے۔ میرے دل میں شرک کے دونوں درجوں میں جب یہ فرق آیا تھا بے انتہا خوشی حاصل ہوئی۔ پھر فرمایا کہ اب ایسے شخص سے دریافت کرنا چاہیے یعنی اگر وہ عوام میں سے ہے تو وہ خود تو ان درجوں کو بیان نہ کر سکے گا اس لیے اُس سے اس طرح پوچھنا چاہیے کہ تو ان بزرگ کے اختیارات کے متعلق کیا سمجھتا ہے؟ یعنی اگر وہ بزرگ کوئی کام کرنا چاہیں تو حق تعالیٰ کے بدون چاہے کرنے پر قادر ہیں یا نہیں یعنی اگر حق تعالیٰ اس کام کو نہ روکیں اور نہ ارادہ کریں اُس کام کا تو ایسی حالت میں تو کیا کہتا ہے آیا وہ بزرگ اس کام کے کرنے پر ایسی حالت میں قادر ہیں یا نہیں؟ اگر وہ یہ جواب دے کہ ہم ان کی قدرت کے اس صورت میں قائل نہیں تب تو وہ مؤمن ہے گو بدعتی ہے جبکہ اُس کا اعتقاد ہو کہ اُن بزرگ کے چاہنے کے وقت مشیت بھی حق تعالیٰ کی ہو ہی جاتی ہے اور اگر یہ جواب دے کہ حق تعالیٰ اگر اس کام کو نہ روکیں اور نہ ارادہ کریں اور وہ بزرگ اس کام کو کرنا

چاہیں تو ہو جائے گا تو یہ شخص کافر ومشرک ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔

اب واعظ لوگ سب کو ایک لکڑی ہانکتے ہیں، جس روز میرے دل میں یہ تفصیل آئی تھی مجھ کو اتنا سرور ہوا تھا کہ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر مجھ کو کسی اقلیم کی سلطنت مل جاتی تب بھی مجھ کو اتنی خوشی حاصل نہ ہوتی۔ صدیوں سے اس کی حقیقت الفاظ میں نہ آئی تھی اور مخفی تھی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ پہلے لوگوں کو علم نہ تھا مگر اس کی تفصیل کی ضرورت ذہنوں میں نہ تھی۔ میرا ایک رسالہ ہے "الادراک والتوصل" اس کے اندر اس مضمون کی کافی تفصیل ہے۔ نیز ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جو توسل بالمیت کو حرام کہا ہے اس رسالہ میں اس کی بھی تحقیق ہے اس میں میں نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا جواب دیا ہے وہ رسالہ التشرف کا جزو ہے "النخب من الخطب" میں بھی یہی مضمون مختصر طور پر ہے مشکل یہ ہے کہ اُردو میں سمجھ کر لوگ ان رسالوں کو دیکھتے نہیں ورنہ ان رسالوں میں عجیب وغریب علوم ہیں۔ اب یہاں سے ذرا انصاف کیجئے، لوگ ہم کو سخت کہتے ہیں، ہم تو جو لوگ ظاہراً کفر وشرک کی باتیں کرتے ہیں ان کو بھی علی الاطلاق کافر ومشرک نہیں کہتے اور ہمارے اور نجدیوں کے درمیان یہی فرق ہے کہ ہم شرک اصغر کے مرتکب کو مشرک اور کافر نہیں سمجھتے بلکہ فاسق وبدعتی سمجھتے ہیں اور نجدی ایسے شخص کو بھی کافر ومشرک سمجھتے ہیں۔ عجب نہیں اُن کے لشکر نے اسی وجہ سے طائف میں قتل عام کیا ہو کیونکہ ان میں اکثر لوگ اہل حجاز کو ایسی بدعات کے سبب کافر ومشرک سمجھتے ہیں۔

(۱۳) فرمایا زمانہ تحریکات (خلافت) میں ایک مولوی صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک دوسرے مولوی صاحب نے میرے متعلق یہ کہا کہ یہ گورنمنٹ سے تنخواہ پاتا ہے۔ راوی نے ان سے پوچھا کہ سچ سچ کہو کہ کیا واقعی تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے ہیں کہنے لگے کہ حاشا وکلا میرا یہ ہرگز خیال نہیں، کہا پھر کیوں کہتے ہو؟ کہنے لگے کہ اپنی آواز کو زوردار بنانے کی غرض سے۔

(۱۴) فرمایا ایک سوداگر کا خط آیا کہ مجھ کو تجارت میں نقصان ہوا ہے جس سے

مجھ کو بہت قلق ہے اور گو زبان سے میں اس رنج کا اظہار نہیں کرتا مگر دل سے نقصان پر آمادگی نہیں ہے، اس وجہ سے مجھ کو ایک شبہ اپنے متعلق ہوتا ہے کہ جب نقصان اُس کے حکم سے ہوا اور اُس (نقصان) پر راضی رہنے کا حکم ہے تو پھر صدمہ کیوں ہے؟ یہ تو رضا بالقضاء کے خلاف ہے اور گو اس نقصان سے میری طبیعت متاثر ہے مگر عقل متاثر نہیں، اُن کو یہ جواب دیا گیا کہ یہ قلق طبعی ہے جو مالکی حب طبعی سے پیدا ہوا ہے جو مذموم نہیں اور حقیقت رضا کی ترک اعتراض علی اللہ تعالیٰ ہے اور یہ وہی ہے کہ جس کو اپنے عقل کا متاثر نہ ہونا لکھا ہے۔ اب لوگ رضا کی یہ حقیقت سمجھتے ہیں کہ جب نقصان ہو تو خوش ہو کہ خوب ہوا نقصان ہو گیا، سو بندہ اس کا مکلف نہیں نقصان پر رنج ہونا خاصۂ بشری ہے، ہاں اس کا مکلف ہے کہ خدا تعالیٰ پر اعتراض نہ ہو، اُس سے ناراض نہ ہو جاوے یہ غلط فہمی کم علم واعظوں کی پھیلائی ہوئی ہے۔

(۱۵) فرمایا توکل کے ذکر کے سلسلہ میں کہ اگر کوئی توکل مستحب (بمعنی ترک اسباب ظنیہ) کو ایک ذریعہ رزق کا سمجھ کر اختیار کرے گا تو نہ وہ توکل ہے نہ اُس میں کامیابی ہوگی یہ تو بہت آسان بات ہے ہر شخص ہی کر لیا کرے۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ غیر محقق واعظین غضب کرتے ہیں، مسلمانوں پر الزام رکھتے ہیں کہ تم کو خدا تعالیٰ کے وعدہ پر اعتماد نہیں اور دلیل میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تمہاری دعوت کر جائے کہ آج شام کا کھانا تمہارا میرے یہاں ہے تو کیا تم کو اطمینان نہ ہو جائے گا اور کیا پھر تم کچھ تدبیر کرو گے اپنے شام کے کھانے کی تو افسوس ہے کہ ایک مخلوق کے وعدہ پر تو تم کو اتنا اعتماد ہو گیا کہ تم نے تدبیر کو ترک کر دیا مگر حق تعالیٰ نے جو رزق کا وعدہ فرمایا ہے اُس پر اتنا بھی اعتماد نہیں، یہ تقریر ہے واعظین کی حالانکہ یہ الزام بالکل صحیح نہیں کیونکہ یہ دونوں وعدے یکساں نہیں ہیں۔ حق تعالیٰ کا وعدہ تو مبہم ہے نہ اس میں سبب کی تعیین ہے نہ وقت کی تعیین، نامعلوم کس طریق سے ملے گا اور کس وقت ملے گا۔ اگر عمر بھر میں بھی کبھی مل جائے تب بھی وعدہ صادق ہے۔ بخلاف دعوت کے کہ اس میں

دونوں امر کی تعیین ہے اور ابہام کے لیے تشویش اور تعیین کے لیے سکون طبعاً لازم ہے۔ سو اس سے مسلمانوں کا عدم اعتماد علی الحق لازم نہیں آتا مگر باوجود اس کے واعظین ان باتوں پر خواہ مخواہ مسلمانوں کو بے ایمان بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کو حق تعالیٰ پر اتنا بھی بھروسہ نہیں، ایسی حکایتوں سے مسلمانوں کا دل مُردہ ہوگیا۔ حق تعالیٰ سے تعلق ضعیف ہوگیا جو تعلق محبت کا حق تعالیٰ سے پہلے تھا مسلمانوں کو وہ ایسی حکایتیں سن سن کر قائم نہیں رہا۔ یہ لوگ حق تعالیٰ کی رحمت کا مطلق ذکر نہیں کرتے، لوگوں کے ذہن میں یہ بات جمادی ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر بندہ مردود ہو جاتا ہے اور ایسا خیال جم جانا نہایت مضر ہے۔ چنانچہ یہ بات طبعی ہے کہ اگر کسی کو یہ یقین ہو جائے کہ میں حق تعالیٰ کے یہاں سے مردود ہوگیا تو پھر حق تعالیٰ سے اس شخص کو محبت نہیں رہے گی۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ اگر کسی شخص کو کسی حاکم کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں حاکم مجھ سے ناراض ہے اور اس کا یقین بھی ہو جائے تو پھر اس حاکم سے محبت بھی نہیں رہتی۔ اس لیے سخت احتیاط کی ضرورت ہے کہ تعلیم میں افراط وتفریط نہ ہونے پائے۔

(۱۶) فرمایا یہ تعمیر کا کام ایسا ہے کہ کوئی تعمیر خواہ کتنے ہی دنوں تک جاری رکھی جاوے مگر جب اُس کو ختم کیا جاوے گا تو گویا یہ معلوم ہوگا کہ اُس کو بیچ میں چھوڑا گیا۔ ایک عذاب ہے جو نک ہے۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں اس کی بڑی مذمت آئی ہے۔ حضرت ادھم رحمہ اللہ جو سلطان ابراہیم رحمہ اللہ کے والد تھے ان کو جو مکان میراث میں ملا تھا اُس میں متعدد کوٹھڑیاں تھیں، ان میں سے ایک کوٹھڑی میں رہنے لگے، جب وہ کوٹھڑی گر گئی تو دوسری میں چلے گئے، گری ہوئی کو بنایا نہیں جب وہ بھی گر گئی تو پھر تیسری میں چلے گئے۔ بس اُسی میں انتقال ہوا اور وہ بھی ایسی ہی بنی ہوئی تھی کہ ان کے انتقال کے بعد وہ بھی گر گئی تو انہوں نے ساری عمر اسی طرح گزار دی مگر اینٹ پر اینٹ رکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ خصوصاً اہل مدارس تو اس میں بہت زیادہ مبتلا ہیں۔ قلعہ کا قلعہ بنا کر کھڑا کر دیتے ہیں، سلف نے تو چھپروں میں عمر ختم کر دی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز جو خلیفۂ وقت تھے ان کے زینے میں ایک اینٹ ہلتی تھی، خادم نے گارا لگادیا، آپ جو اُس پر سے گزرے تو فرمایا یہاں ایک اینٹ ہلتی تھی، وہ کیا ہوئی۔ عرض کیا گیا اُس میں گارا لگادیا گیا۔ فرمایا نہیں اُس کو ویسا ہی کردو مجھ کو اُس پر قدم رکھنے سے پل صراط یاد آتا تھا تو یہ بادشاہ ہو کر ایسے تھے اور ہم لوگوں کو غریب ہو کر بھی آخرت سے کتنی غفلت ہے۔ اس کے بعد حضرت سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ جو بادشاہ تھے ان کا قصہ بیان فرمایا کہ ساری عمر ان کی نظر نامحرم پر نہ پڑی تھی اور فرمایا کہ یہ مرید تھے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ حضرت شیخ نے یہ وصیت کی تھی کہ میرے جنازے کی نماز وہ شخص پڑھائے جس کی ساری عمر نامحرم پر نظر نہ پڑی ہو، بڑے بڑے لوگ موجود تھے اور سب حیران تھے کہ ایسا شخص کہاں تلاش کریں۔ آخرکار جب لوگ مایوس ہوگئے تو مجبوراً ان کو ظاہر کرنا پڑا اور انہوں نے کہا کہ صاحبو اگر حضرت ایسا ارشاد نہ فرما چکے ہوتے تو کبھی میں ظاہر نہ کرتا مگر جب شیخ ہی نے پردہ فاش کردیا تو اب کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت مجھ کو نصیب کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے شیخ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

دیکھئے! پہلے سلاطین کی یہ حالت تھی جواب مشائخ کی بھی نہیں۔ اسی وجہ سے جو شخص مسلمان بادشاہوں کو برا کہتا ہے مجھ کو بہت بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اوّل تو ان میں بکثرت بزرگ ہوئے ہیں، دوسرے اگر بعضے بزرگ بھی نہ ہوں مگر آخر تو وہ پشت پناہ تھے اسلام کے۔ کفار پر ان کی ہیبت تھی، سلاطین کی اہانت نہیں کرنا چاہیے۔ جب تک کہ وہ کفر میں مبتلا نہ ہوں اُس وقت تک کوئی بات ان کی شان کے خلاف نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں اگر ہمت ہو تو ضروری نصیحت ادب سے اُن کی خدمت میں عرض کردینا چاہیے۔

اس کے بعد نواب وزیرالدولہ کا قصہ بیان فرمایا کہ یہ مرید تھے حضرت سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے۔ ایک دن یہ دربار کررہے تھے۔ اسی دربار میں اُن کے ایک پیر بھائی بھی وہاں موجود تھے جو ذرا تیز مزاج تھے۔ اُنہوں نے کسی شخص کی ان سے

سفارش کی نواب صاحب نے کچھ عذر کیا۔ اس پر اُن صاحب نے ان کے ایک دھول مارا مگر نواب صاحب بالکل خاموش رہے۔ جب دربار ختم ہو چکا تو ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اگر سرِ بازار بھی میرے جوتے مار لیں تو میں حاضر ہوں آپ کو ہر طرح حق حاصل ہے لیکن سر دربار ایسا نہ کیا کیجئے گا کہ یہ مصلحت کے خلاف ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے چند بندوں کی خدمت میرے سپرد کر رکھی ہے اور اس خدمت کا انتظام موقوف ہے رعب پر، ایسے برتاؤ سے رعب میں خلل پڑ جاتا ہے۔ اسی میں ضمناً فرمایا کہ سلاطین اسلام کی علی الاعلان اہانت میں ضرر ہے جمہور کا کہ ہیبت نکلنے سے فتن پھیلتے ہیں اس لیے سلاطین اسلام کا احترام کرنا چاہیے۔

حدیث شریف میں "ظل اللّٰہ" کا لفظ آیا ہے سلطان کی نسبت اور اس میں چونکہ ایہام ہوتا تھا کہ حق تعالیٰ کا کوئی ظل متعارف نہ سمجھ بیٹھے، اس ایہام کے رفع کے لیے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "یاوی الیه النّاس" یعنی مشابہ ہے ظل کے اس میں کہ سب بادشاہ کی پناہ لیتے ہیں جیسے سایہ ظل کی پناہ لیتے ہیں باقی رہی ظل کی اضافت سو وہ ایسی ہے جیسے روح اللہ بیت اللہ میں اضافت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ایک چیز ہے جو سایہ کے مشابہ ہے پناہ دینے میں۔ پھر فرمایا کہ بعض اہل غلو نے اس حدیث سے دعویٰ کیا ہے کہ ظلیت کا مسئلہ تصوفیہ حدیث میں بھی آ گیا حالانکہ تفسیر مذکور کے بعد حدیث سے اُس کا مس بھی نہیں وہ مسئلہ علوم مکاشفہ سے ہے اور علوم مکاشفہ کو بعضے لوگ قرآن و حدیث سے ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ علوم مکاشفہ سے اگر قرآن و حدیث ساکت ہی ہوں تو غنیمت ہے اس کی ضرورت نہیں کہ اُس کو قرآن و حدیث کا منطوق بنایا جاوے اور نہ اُس کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے جیسا بعضے منکرین تصوف اس کا مطالبہ کیا کرتے ہیں کیونکہ ہر سچی بات قرآن و حدیث سے ثابت ہونا ضرور نہیں کوئی منکرین تصوف سے کہے کہ مثلاً "جَاءَ نِیْ زَیْدٌ" یہ تمہارے نزدیک صحیح ہو سکتا ہے یا نہیں، اگر کہو کہ صحیح ہو سکتا ہے تو اب تم نے اس کو صحیح کیوں مان لیا، یہ قرآن شریف میں کہاں آیا ہے۔

قرآن وحدیث سے صرف اُن ہی اُمور کے ثابت ہونے کی ضرورت ہے جن کو قرب الی اللہ تعالیٰ میں دخل ہے پھر خواہ وہ عبارۃ النص سے ثابت ہوں یا دوسرے طرق دلالت سے وہ سب منطوق ہے باقی جو مقصود نہ ہوں ان کا ثابت بالقرآن والسنۃ ہونا ضروری نہیں اور علوم مکاشفہ سب ایسے ہی ہیں جو قرب میں دخیل نہیں۔

مثلاً وحدۃ الوجود ہے یا تجدد امثال ہے کہ ان کو قرب کے اندر کچھ دخل نہیں۔ گو ان کے اثر سے کسی ایسے عمل کی نوبت آجائے کہ جس کو قرب میں دخل ہو جیسے وحدۃ الوجود کے غلبہ سے انقطاع عن الخلق میں قوت ہو جاوے مگر فی نفسہ خود ان کو قرب میں دخل نہیں ان کے لیے یہی بہت ہے کہ قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہوں مگر آج کل لوگ ان کے اندر مشغول ہونا ہی بڑا کمال سمجھتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ جیسا علوم مکاشفہ کمال نہیں اسی طرح کرامت بھی۔ چنانچہ حضرت عبیداللہ احرار رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ کرامت کا مرتبہ ذکر لسانی سے بھی گھٹا ہوا ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ ذکر سے کچھ تو قرب ہوتا ہے۔ اگرچہ توجہ سے بھی نہ ہو اور کرامت سے تو کچھ بھی قرب نہیں ہوتا بلکہ خود وہ قرب سے ناشی ہے، قرب اُس سے ناشی نہیں تو غایت ما فی الباب وہ قرب کی علامت ہوئی بشرطیکہ وہ کرامت بھی ہو اور مطلق خارق کرامت نہیں ہوتا بلکہ اس میں عمل صالح شرط ہے تو لوٹ پھیر کے اخیر مدار عمل صالح پر ہوا۔

یہ ہے حقیقت امر لیکن باوجود اس کے آج کل کرامت کی ہی قدر ہے۔ اعمال کسی شمار ہی میں نہیں حتیٰ کہ خود زمانہ کے اکثر بزرگوں کا بھی یہی حال ہے۔

بات یہ ہے کہ اس میں شہرت کا حظ ہوتا ہے اور اعمال میں یہ حظ نہیں بلکہ اکثر اوقات تو اتفاقیات کو کرامت بنالیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک بزرگ کسی شہر میں گئے اور وہاں بارش نہ ہوتی تھی، ان کے جانے پر اتفاقاً بارش ہوگئی، بس اب کیا تھا کہنا شروع کیا کہ حضرت کے قدوم یا اقدام کی برکت سے بارش ہوگئی اور تماشا یہ کہ اس پر وہ بزرگ بھی خوش ہو رہے ہیں اور اتنے خوش ہو رہے ہیں کہ اگر ان بزرگ نے مسجد میں

جا کر دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھی ہوتی تو اُس پر اتنے خوش نہ ہوتے حالانکہ یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ ان بزرگ ہی کی برکت سے بارش ہوئی ہے، کسی غریب گمنام مسلمان کی دُعا سے نہیں ہوئی۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر غیب سے بھی آواز آ جائے کہ یہ ان ہی بزرگ کی کرامت ہے تب بھی یہ اتنی خوشی کی بات نہیں جتنی کہ دو رکعت تحیۃ المسجد کا پڑھ لینا۔

بعضے بزرگوں نے تو مرتے وقت آرزو کی ہے کہ کاش! ہم سے کوئی کرامت صادر نہ ہوتی کیونکہ جن سے دُنیا میں کوئی کرامت ظاہر نہیں ہوئی اس کرامت کا عوض بھی اُن کو وہاں آخرت میں ملے گا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اگر کوئی غزوہ میں گیا اور کامیاب نہ ہوا تو اس کا عوض بھی اُس کو آخرت میں ملے گا۔ اسی طرح جن لوگوں سے یہاں کرامت ظاہر نہیں ہوئی ان کو اس کا اجر بھی وہاں ملے گا اور میرا یہ مطلب نہیں کہ کرامت والوں کا اجر گھٹ جائے گا نہیں بلکہ جن سے ظاہر نہیں ہوئیں اُن کا اُجر بڑھ جائے گا، اس کے مناسب ایک حکایت یاد آئی۔

مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ نے ایک مکان بنوایا تھا، ابھی تعمیر ختم نہیں ہوئی تھی کہ روپیہ ختم ہو گیا۔ حضرت نے دُعا فرمائی روپیہ مل گیا اور بقیہ تعمیر بھی بنوا لی، رات کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں ایک عالیشان محل ہے مگر اُس کا ایک کنگرہ ٹوٹا ہوا ہے۔ پوچھا کس کا ہے؟ مولانا کا نام لیا گیا۔ پوچھا اس کا ایک کنگورا کیوں ٹوٹا ہے؟ جواب ملا کہ اس کنگورے کو انہوں نے دُنیا میں لے لیا، یہ اشارہ اس طرف تھا کہ آپ نے دُعا کی اور روپیہ ملا اور مکان پورا کر لیا مگر مولانا اپنے مقام کے اعتبار سے صاحب ناز تھے۔ فرمانے لگے کہ اے اللہ! یوں تو ہم اپنا سارا محل دُنیا ہی میں کھا جائیں گے، آپ ہم کو اپنے دوسرے خزانہ سے دیجئے۔ غرض جتنا یہاں مل جاتا ہے اتنا ہی وہاں کچھ فرق ہو جاتا ہے۔ سوال کیا گیا کیا ضرورت سے زائد دُنیا کی دُعا مانگنا خلاف اولیٰ ہے۔ جواب میں فرمایا اجی حضرت! یہ تو خواص کی باتیں ہیں باقی ہمارے لیے خلاف اولیٰ نہیں بلکہ ہم کو تو ہر مباح کی دُعا کرنا عبادت ہے، ہم کو تو ہر چیز کی دُعا کرنا چاہیے۔

خواہ وہ ضرورت کی ہو یا ضرورت سے زائد ہو۔ ہمارا اور حال اور خواص کا اور حال ہے ہم سے تو اگر رُخصت پر عمل ہو جائے تو غنیمت ہے اور عزیمت پر عمل خواص کا کام ہے۔ یہ حکایت محض تائید کے طور پر ذکر کی گئی ہے اور چونکہ کرامت بھی خواص ہی کا حال ہے اُس کے صدور سے بھی ایسے ہی معاملہ کا احتمال ہے۔ اسی وجہ سے بعض نے تمنائیں کی ہیں کہ کاش! ہم سے ساری عمر کوئی کرامت صادر نہ ہوتی مگر آج کل بڑی نظر جاتی ہے تو بزرگوں کی کرامت ہی پر اور کبھی تو وہ محض تو ہم ہی ہوتا ہے۔

چنانچہ ایک میرا قصہ ہے کہ یہاں سے قریب ایک قصبہ ہے چرتھاول میں وہاں اپنے گھر میں کے علاج کے لیے گیا تھا، میں نے وہاں ایک روایت اپنے متعلق سنی کہ مجھ کو کسی نے تھانہ بھون میاں ظریف کے گھر بیٹھا ہوا دیکھا اگر میری کوئی بات نہ ہوتی تو مجھ کو اتنا خیال نہ ہوتا مگر چونکہ وہ روایت میرے ہی متعلق تھی اور مجھ کو اس وقت اپنا چرتھاول میں ہونا معلوم تھا اس لیے میں تھانہ بھون پہنچا۔ وہاں جا کر میں نے اس روایت کی تحقیق کی معلوم ہوا کہ مولوی محمد عمر صاحب کو میاں ظریف کے گھر کسی بچہ وغیرہ کے جھاڑنے کے لیے بلایا تھا وہ اور میں عمر اور جثہ میں قریب قریب تھے، بس ان کو کسی نے پشت کی طرف سے دیکھ کر مجھ کو سمجھا۔ یہ اصل نہیں اس کرامت کی میں نے لوگوں کے مجمع میں اس کی حقیقت کا اعلان کیا اور اگر میں اعلان نہ کرتا تو اس قصہ کی شہرت کرامت بنا کر ہو ہی جاتی، انہی خرابیوں کو دیکھ کر میں نے اپنی وصیت میں یہ لکھ دیا ہے کہ میری سوانح عمری نہ لکھی جائے۔ بات یہ ہے کہ آج کل بزرگوں کی سوانح عمریوں میں بہت مبالغہ کرتے ہیں ذرا سی بات ہوتی ہے اور اس کو خواہ مخواہ اس قدر بڑھاتے ہیں کہ حد سے زیادہ میں نے خود ایسی سوانح عمری دیکھی ہیں۔ چنانچہ آج کل بھی ایک ایسی ہی سوانح عمری ایک بزرگ کی چھپی ہے، اس میں بھی یہی طرز اختیار کیا گیا حتیٰ کہ نقائص کو تاویل کر کے کمالات میں داخل کر دیا جاتا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ معائب ومحاسن ہر ایک کے اندر ہوتے ہیں۔ ایسا کون ہے کہ جس کے اندر محاسن ہی

محاسن ہوں اور معائب نہ ہوں، سب بزرگوں میں محاسن بھی ہوتے ہیں اور معائب بھی تو اب اِن معائب کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر محاسن میں داخل کرنا مجھ کو پسند نہیں۔

چنانچہ اس سوانح عمری میں بھی ایک ایسے ہی موقع پر ایک واقعہ کی اسی پر تلبیس تقریر کی ہے کہ جس سے ناظر اوّل وہلہ میں فوراً دھوکے میں آجاتا ہے۔ اس میں ایک قصہ لکھا ہے اور اگر پہلے سے مجھ کو وہ قصہ معلوم نہ ہوتا تو میں بھی دھوکے میں پڑ جاتا مگر چونکہ وہ قصہ میرے ہی ساتھ گزرا تھا۔ اس لیے میں خوب اس سے واقف تھا کہ واقعہ اصلی کیا تھا مگر اس سوانح عمری کے اندر بالکل برعکس کیا گیا ہے اور اس طرح تقریر کی ہے کہ میری تو ایک کوتاہی دکھلائی اور ان کا کمال خیر مجھ میں تو ہزاروں کوتاہیاں ہیں مجھ کو اس طرف التفات بھی نہیں لیکن بعض لوگوں کو یہ ناگوار ہوا اور انہوں نے اُس کے جواب کا ارادہ کیا مگر میں نے ان کو روک دیا۔ چنانچہ مولوی عبدالحلیم صاحب نے غالباً اس کا جواب لکھا تھا یا لکھنے کو تھے اور مجھے اطلاع دی مگر میں نے ان کو منع کر دیا کہ اس سے جماعت میں تفریق ہوتی ہے پھر اس کو میری طرف منسوب کیا جاوے گا کہ یہ اسی کی کارروائی ہے۔ ایک اور صاحب نے یہ قصہ کتاب میں دیکھا تو انہوں نے بھی مجھ سے دریافت کیا، میں نے اس شرط پر بیان کر دیا کہ تم کسی پر ظاہر نہ کرو۔ مگر خیر اس سوانح عمری میں اتنا غنیمت تھا کہ میرا نام ظاہر نہ کیا تھا۔

غرض یہ حالت ہے آج کل کی سوانح عمریوں کی۔ بس جناب اسی وجہ سے میں نے کہہ دیا ہے کہ بھائی میری سوانح عمری نہ لکھی جاوے، میں نے جو کچھ اپنے قلم سے مضامین لکھ دیئے ہیں وہی میری سوانح عمری ہے، اُس میں میری وہ غلطیاں بھی ہیں جو دوسرا معتقد نہ لکھتا، میں نے خود اس کو اپنے قلم سے لکھ دیا۔ بس میں تو اس میں خوش ہوں، ہمارے بزرگوں کو اس کا اہتمام نہ تھا، دیکھ لیجئے۔ حضرت میانجیو صاحب یعنی دادا پیر صاحب کی سوانح عمری کسی نے نہیں لکھی۔ حضرت حاجی صاحب کی سوانح عمری کسی نے نہیں لکھی۔ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ کی سوانح عمری کسی نے نہیں

لکھی۔ البتہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کی سوانح عمری مولانا محمد یعقوب نے لکھی تھی۔ سو اوّل تو وہ راوی بیشک ایسے تھے کہ ان سے زیادہ کس میں اس کام کی اہلیت ہو سکتی ہے۔ دوسرے روایت میں مختصر اتنی لکھی ہے کہ گویا نہ لکھنے ہی کے برابر ہے جتنی بھی لکھی ہے بالکل مغز ہے مجھ کو ان ہی عوارض کے سبب سوانح عمری سے دلچسپی نہیں اور میں کہتا ہوں کہ سوانح عمری میں کیا رکھا ہے۔ اصل چیز تو یہ ہے کہ جو ان بزرگوں میں کمالات تھے ان کی پیروی کی جاوے البتہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری بیشک ضروری ہے اس لیے کہ اُن واقعات سے احکام ثابت ہوتے ہیں جن کا اتباع کیا جاتا ہے، پھر اُن کے جمع کرنے میں احتیاط کس درجہ کی گئی ہے۔ باقی بزرگوں کی ہر حالت قابل اتباع تھوڑا ہی ہے اور میں نے جو حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی ایک تازہ اور مختصر سوانح عمری لکھی ہے سو اس کی وجہ بھی یہ ہوئی کہ ایک صاحب ہیں پٹواری، انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں نے اقتباس الانوار کا ترجمہ لکھا ہے جس میں اپنے سلسلہ کے کئی بزرگوں کی سوانح عمری ہے اور اُن بزرگوں کے بعد جواب تک بزرگ ہوئے ہیں اُن کے متعلق بھی کچھ کچھ لکھا ہے اور حضرت حاجی صاحب کے حالات میرے قابو سے باہر ہیں۔ لہٰذا آپ میری اس میں مدد کیجئے، تب ان کے کہنے سے میں نے امداد المشتاق لکھی ورنہ مجھ کو ان قصوں سے دلچسپی نہیں۔

ماقصۂ سکندر و دارانہ خواندہ ایم ازما بجز حکایت مہرو وفا مپرس

نیز آج کل کی سوانح عمریوں میں ہوتا ہی کیا ہے سوائے غیر مفید قصوں اور کہانیوں کے حالانکہ دیکھنے کی بات تو یہ تھی کہ مثلاً اس مسئلہ میں ان بزرگ کی کیا تحقیق تھی یا فلاں موقع پر وہ کیا تعلیم فرماتے تھے۔ اب یہ باتیں تو لکھتے نہیں غیر ضروری قصے لکھتے ہیں۔ مولانا گنگوہی حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے عاشق زار تھے مگر میں نے جب ایک مرتبہ مولانا سے عرض کیا کہ حضرت! حاجی صاحب کی کچھ کرامتیں جمع کرنے کو دل چاہتا ہے، اگر کوئی کرامت یاد آوے تو بیان فرما دیجئے تو مولانا نے فرمایا کہ

بھائی ہم نے تو حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کو کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں، نہ ہماری نظر کبھی اس طرف گئی۔ اگر ہم حضرت حاجی صاحب کی کرامتیں جمع کرتے تو سینکڑوں جمع ہو جاتیں، خیر کوئی بات یاد آ گئی، کہہ دوں گا۔

اسی زمانے میں حضرت کی بینائی جاتی رہی تھی۔ پس جب کوئی بات یاد آتی تو فرماتے کہ اشرف علی موجود ہیں، جواب دیا جاتا کہ ہاں ہیں، فرماتے لو بھائی ایک بات یاد آ گئی اور پھر اُس کو بیان فرماتے، ایک بار فرمایا کہ بھائی طبیعت چاہتی ہے کہ تیس پوری ہو جائیں۔ بس جب تیس کا عدد پورا ہو گیا تو میں نے خود حضرت سے عرض کر دیا، میں اگر اطلاع نہ کرتا تو حضرت مولانا شاید اور ذکر فرماتے مگر میں نے خیال کیا کہ بزرگوں کو دھوکا نہ دینا چاہیے کہ یہ بے ادبی ہے۔

چنانچہ میں نے اطلاع کر دی۔ سو مجھ کو حضرت مولانا کی یہ بات بہت پسند آئی کہ بھائی اس نظر سے تو ہم نے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کو کبھی دیکھا ہی نہیں اھ۔ اور فرمایا کہ اکثر ایسی سوانح عمری لکھنے والوں کی نیت بھی درست نہیں ہوتی ہے بلکہ ایسی باتوں کو سوانح عمری میں درج کرنے سے کبھی تو جاہ مقصود ہوتی ہے کہ ہم ایسے شخص کی طرف منسوب ہیں اور کبھی مال مقصود ہوتا ہے کہ لوگ خوب خریدیں گے۔

(۱۷) ۱۸ ستمبر ۱۹۳۰ء: ایک بار فرمایا کہ رات کو نیند کم آئی اس لیے بدن میں درد ہے، ڈاک بھی مشکل سے لکھی گئی ہے۔ پوچھا کیا حضور شب کو اوس میں سوئے تھے، فرمایا کہ جی میں تو ہمیشہ اوس میں باہر کرتہ اُتار کر سوتا ہوں، شبنمی سے جی گھبراتا ہے جس زمانے میں پالا پڑتا ہے تو صبح کو جب باہر ٹہلنے جاتا ہوں تو قصداً درختوں کی اوس ہاتھوں سے پاؤں سے لگاتا ہوں تو اچھی لگتی ہے، میرے مزاج میں اتنی حرارت ہے اس حرارت ہی کی وجہ سے اتنی حدت بھی ہے، اگر دوسرے کا مزاج اتنا گرم ہو تو وہ اتنا ضبط نہ کر سکے مگر میں بہت ضبط کرتا ہوں اور اسی حرارت مزاج کا یہ بھی اثر ہے کہ اتنے سے تھوڑے زمانہ میں بحمد اللہ تعالیٰ اتنی تصانیف ہو گئیں، ٹھنڈے مزاج والے سے اتنی تصانیف تھوڑا

ہی ہوسکتی تھیں اور حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی دُعا کا بھی اثر ہے مکہ معظمہ میں حضرت مرشد علیہ الرحمۃ کے حکم سے تنویر کا ترجمہ لکھا کرتا تھا حضرت کو سنا بھی دیتا۔

ایک بار حسب معمول سنایا تو حضرت نے دریافت فرمایا کتنی دیر میں لکھا ہے۔ میں نے عرض کیا اتنے وقت میں لکھا ہے، فرمایا اتنے سے وقت میں کوئی اتنا مضمون نہیں لکھ سکتا اور بہت دُعائیں دیں۔ میں نے ابھی اپنی تصانیف کا شمار کیا تو پانچ سو اُنتیس (۵۲۹) ہوئی ہیں اور اس طرح شمار نہیں کی گئی کہ مثلاً تفسیر کی بارہ جلدیں ہیں تو بارہ شمار کر لی گئی ہوں بلکہ اس کو ایک شمار کیا گیا ہے۔ ایک کتاب اور لکھ رہا ہوں ان شاء اللہ پانچ سوتیس (۵۳۰) ہو جائیں گی۔ (چنانچہ وہ بھی پوری ہوگئی اور یہ عدد ربیع الاوّل ۴۹ھ کے ختم تک تھا اور اس کے بعد کی اب تک اس کے علاوہ ہیں)

رفاہ عام کا کوئی کام کرنے کا طریقہ

(۱۸) ایک صوبہ دار صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں اپنے یہاں لوہاری میں ایک دینی مدرسہ قائم کرنا چاہتا ہوں، دُعا فرما دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم اپنا کام شروع کر دو، لڑکے لے کر بیٹھ جاؤ اور پڑھانا شروع کر دو۔ کہا حضرت کیا ویرانہ میں پڑھانا شروع کر دوں۔ فرمایا ہاں ویرانہ ہی میں لڑکوں کو اب ت پڑھانا شروع کر دو، جب کوئی پوچھے کہہ دو کہ اتنا ہی ہمارے اختیار میں تھا وہ ہم نے کر لیا آگے اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ بس آپ اپنا کام کیجئے، اللہ تعالیٰ عمارت بھی سب بنوا دے گا اور مدرسہ بھی جاری کرا دے گا۔ کان پور میں جب میں پڑھاتا تھا تو مدرسہ کی مسجد میں طلباء کے لیے ایک حوض تیار کرانے کی ضرورت ہوئی اور روپیہ تھا نہیں اور چندہ مانگنے کو کسی سے طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ بس میں نے مدرسہ والوں سے کہا کہ تم اپنے اختیار کا کام کر دو اور ایک جگہ متعین کر کے گڑھا کھدوا دو۔

چنانچہ دو چار آنے دے کر اُس حوض کو کھدوا دیا گیا اور چھوڑ دیا گیا۔ لوگ دریافت کرتے کہ یہ کیا ہے ہم کہتے حوض ہے جتنی ہمارے اندر طاقت تھی اور جتنا

سامان ہمارے پاس تھا اتنا تو ہم نے کرلیا آگے اللہ تعالیٰ مالک ہیں۔ دو ایک دن تو یوں ہی پڑا رہا اس کے بعد ایک دن محلّہ میں ایک بڑی بی نے مجھ کو اپنے گھر بلایا جو پہلے بھی کبھی کبھی ایسا کیا کرتی تھیں اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک حوض کی تجویز ہے تو اس کا کیا انتظام کیا گیا ہے میں نے کہا کہ جتنا کام ہمارے اختیار میں تھا اتنا کرا دیا۔ کہنے لگیں کیا تخمینہ ہے میں نے کہا پانچ سو روپیہ، کہنے لگیں میں دوں گی مگر میرے سوا کسی اور کی رقم نہ لگے۔ اب اور لوگ آنے شروع ہوئے صاحب ہمارے پانچ روپیہ قبول کر لیجئے، ہمارے دس روپیہ قبول فرمایئے، میں نے کہہ دیا کہ ایک بی بی نے ایسا ایسا کہہ دیا ہے (کہ میرے سوا کسی اور کی رقم اس کے اندر نہ صرف ہو) ہاں ایک سائبان کی تجویز ہے کہ اس کے اوپر ڈالا جائے، کہنے لگے کہ صاحب تو پھر ہم اُسی کے لیے دیتے ہیں، اُسی میں یہ روپیہ صرف کر لیے جاویں۔

چنانچہ اسی طرح سائبان بھی تیار ہو گیا اور حوض بھی تیار ہو گیا، خوض بھی نہ کرنا پڑا اور حوض تیار ہو گیا۔ نیز تھوڑا سا کام شروع کر دینے سے کام قابو میں رہتا ہے، پھر وہ جتنا کام بڑھتا جاتا ہے اُتنے ہی کام کرنے والے کی قوت (عملیہ) بڑھتی جاتی ہے اور کام قابو میں رہتا ہے۔ ایک لڑکی ایک گائے کو کوٹھے پر لے کر چڑھ جاتی تھی، ایک شخص نے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ جب یہ پیدا ہوئی تھی اُسی روز سے میں نے اس کو کوٹھے پر لیجانا شروع کیا تھا۔ چنانچہ اب تک لے جاتی ہوں۔

(۱۹) فرمایا جو ض کو صحیح پڑھنے پر قادر (بالفعل) ہو اور پھر صحیح نہ پڑھے تو اُس کی نماز میرے نزدیک نہ ہوگی اور جو قادر ہی نہ ہو اس کی ہو جائے گی۔ مثلاً کسی شخص نے مشق ہی نہیں کی تو وہ قادر (بالفعل) نہیں اس کی نماز ہو جائے گی اور جو قادر ہو مثلاً کسی کو ض صحیح طور پر نکالنا آتا ہے اس نے مشق کی ہے اور وہ صحیح نکال لیتا ہے تو اس کی نماز میرے نزدیک نہ ذال پڑھنے سے ہوگی نہ ظ سے۔

اور فقہاء نے جو بعض جگہ ض کو ظ پڑھنے سے فساد نماز کا حکم نہیں کیا نماز کو جائز کہا

ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں پر ض کو ظ پڑھنے سے فساد معنی نہیں ہوتا ہے ورنہ ہر جگہ ض کو ظ پڑھنے سے تھوڑا ہی نماز صحیح رہے گی۔ باقی جو قادر ہو ض کو صحیح اپنے مخرج سے نکالنے پر اور پھر کسی وجہ سے مثلاً لوگوں کے بُرا بھلا کہنے کے ڈر سے دوالین پڑھے یا ظالین پڑھے اور ضالین میں ض کو اپنے مخرج سے اور صحیح نہ پڑھے تو اس کی نماز نہ ہوگی اور نہ اس کی امامت جائز ہے اور جو صحیح نکالنے پر قادر نہ ہو تو اس کی امامت نماز سب جائز ہے۔ لیکن اس کو جب کوئی ایسا شخص مل جاوے جو صحیح نکالنے کی مشق کرا سکتا ہے تو اگر اس وقت کوئی مشق نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ گو جب تک صحیح نہ ہو اس وقت تک ایسے لوگوں کی نماز صحیح ہوتی رہے گی غلط پڑھنے سے بھی مگر سیکھنا واجب ہوگا اور نہ سیکھنے سے گنہگار رہیں گے۔ خواجہ صاحب نے دریافت کیا کہ ہم جو اماموں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں تو ہم تو اس کی تحقیق نہیں کرتے کہ یہ امام ض کے صحیح نکالنے پر قادر ہے یا نہیں اور اس نے مشق کی ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں اس کے پیچھے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ فرمایا کہ آپ کو اس کے تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں آپ کی نماز ہو جاوے گی کیونکہ آپ معذور ہیں۔ نیز چونکہ بغیر مشق کے کوئی شخص صحیح نکالنے پر قادر ہو نہیں سکتا۔ اس لیے عام طور پر یہی کہا جاوے گا کہ لوگ ض کے صحیح نکالنے پر قادر نہیں ہیں اس لیے اگر کہیں جماعت سے نماز ہو رہی ہو تو وہاں امام کے متعلق یہ تحقیق کی ضرورت نہیں کہ یہ قادر ہے یا نہیں بلکہ تحری کرلے۔ اگر غالب گمان میں وہ قادر نہیں تو بلا تحقیق بھی ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے اور فرمایا کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ صحیح مخرج سے نکالنا شروع کردے، چند دن تک غلط نکلے گا تو اس وقت تک ایسی حالت میں جب تک صحیح نہ نکلے معذور ہے خواہ کچھ ہی نکلے، دیا ظ ہی کیوں نہ نکلے، پھر چند دن مشق کے بعد صحیح نکلنے لگے گا اور جو شخص صحیح اپنے مخرج سے (بغیر قاری کے بھی محض کتاب میں ض کا مخرج دیکھ کر) نکالنے کی کوشش کر رہا ہے تو پھر خواہ اس کے منہ سے کچھ ہی کیوں نہ نکلے وہ معذور ہے۔ جواباً فرمایا کہ اگر کوئی غیر قادر ہم سے پوچھے گا کہ صاحب میں کیا

پڑھوں تو ہم یوں کہیں گے کہ تم ض کو اپنے صحیح مخرج سے نکالنے کا قصد کرو پھر خواہ کچھ ہی نکلے معذور ہو، باقی یہ نہ کہیں گے کہ دالین پڑھو یا ظالین پڑھو۔

(۲۰) فرمایا کہ دُرود کا مخفف جو لوگ لکھتے ہیں (صلعم) یہ مناسب نہیں۔ گویا یہ دُرود سے ناگواری اور تنگی کی دلیل ہے اور اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک لکھے اور نہ زبان سے دُرود پڑھے اور نہ پورا دُرود کا صیغہ لکھے تو صرف (صلعم) لکھنا بالکل ناکافی ہے بلکہ پورا دُرود لکھنا یا زبان سے کہنا واجب ہے، پھر رضی اللہ عنہ کا مخفف (رض) جو لوگ لکھتے ہیں اس کے متعلق فرمایا کہ مراتب کے تفاوت سے شاید کچھ تفاوت ہو جاوے مگر نفس حکم تو مشترک ہے۔ ایک مولوی صاحب نے حکایت سنائی کہ جس شخص نے اوّل اوّل (صلعم) لکھا تھا تو اُس نے شب کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ جیسے تو نے میرے دُرود کو قطع کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ کو قطع کرے۔ چنانچہ صبح ہی کوئی واقعہ ایسا پیش آیا کہ اِس کا ہاتھ قطع کر دیا گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جیسا کہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دُرود میں اختصار کر لیا ہے اگر ایسا ہی اختصار کا برتاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ کرنے لگیں تو پھر بھلا ہمارا کہاں ٹھکانا رہے۔ میرے نزدیک دُرود میں ایسا اختصار کرنا مناسب نہیں اور میں اسی کو ترجیح دیتا ہوں کہ (صلعم) لکھنا کافی نہیں اس وقت متعدد مشاہیر حضرات اہل علم تشریف رکھتے تھے اور اس مسئلہ میں اظہار رائے فرما رہے تھے۔ اس وقت فرمایا کہ یہ موقع ادب کا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ہم پر بے حد ہیں، میں اس میں زیادہ کاوش کو مناسب نہیں سمجھتا۔ پھر فرمایا میں نے اس کاوش کے متعلق ایک عجیب قصہ سنا ہے، ایک صاحب حاجت سید کسی عالم کے یہاں گئے اور ان سے اپنی حاجت کا اظہار کیا اور امداد چاہی اور ظاہر کیا کہ میں سید ہوں، انہوں نے کہا کیا دلیل ہے کہ تم سید ہو؟

اُنہوں نے کہا کہ دلیل تو کچھ نہیں میں آپ ہی کہہ رہا ہوں۔ انہوں نے کوئی

امداد نہیں کی، رات کوانہوں نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور ان کو شدت کی پیاس لگی ہے اور کہیں پانی نہیں تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حوض کوثر پر اُمت کو پانی پلا رہے ہیں تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا یارسول اللہ! میں بھی پانی پینا چاہتا ہوں۔ فرمایا تم کون ہو؟ عرض کیا آپ کا اُمتی ہوں۔ فرمایا کیا دلیل ہے اس کی کہ تم ہمارے اُمتی ہو؟ عرض کیا یارسول اللہ! دلیل تو کچھ بھی نہیں بس خود عرض کر رہا ہوں۔ فرمایا خود تمہارا قول کیسے حجت ہوسکتا ہے جبکہ ہماری اولاد کا خود قول حجت نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کہ یہ جو بعض جگہ موئے مبارک کے نام سے پایا جاتا ہے اس کے متعلق زیادہ کاوش نہیں چاہیے۔ اُس سے کوئی حکم شرعی تو متعلق ہے نہیں محض زیارت سے برکت حاصل کرنا ہے سو اس کے لیے دلیل ضعیف بھی کافی ہے۔

(۲۱) دہلی سے ایک فتویٰ آیا جس کے اندر یہ سوال تھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی اس کے بعد اُس سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا تم نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے؟ اس نے کہا ہاں دے دی۔ اس کے بعد ایک دوسرے شخص نے پھر یہی دریافت کیا، تب بھی اُس نے یہی کہا کہ ہاں میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ تو یہ دوسری طلاق ہوگی یا پہلی طلاق کی حکایت ہوگی؟ حضرت نے یہ فتویٰ مشاہیر حضرات اہل علم کو جو اُس وقت مجلس شریف میں موجود تھے، سنایا۔ اُن حضرات نے اپنی رائے کا اظہار فرمایا جس میں زیادہ کی رائے حکایت کی تھی تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جی ہاں! میرے جی کو بھی یہی لگتا ہے مگر جب تک کوئی اس قسم کا جزئیہ نہ مل جائے محض کلیات سے استنباط اور تعلیل کر کے جواب دینے کی ہمت نہیں پڑتی اس لیے کہ ہم جیسے لوگوں سے تعلیل کے اندر بھی غلطی ہو جاتی ہے، جیسے کہ کبھی جزئیہ دیکھ کر جواب لکھنے سے بھی غلطی ہو جاتی ہے مگر جزئیہ دیکھ کر لکھنے سے جو غلطی ہوتی ہے تو وہ جب ہوتی ہے کہ جب ایک ہی کتاب میں جزئیہ دیکھ کر جواب لکھ دیا جاوے تو

اس لیے اُس بھی ضرورت ہے کہ وہ جزئیہ بھی متعدد کتب کے اندر دیکھ کر لکھے ان شاء اللہ پھر غلطی نہ ہوگی۔ پھر فرمایا کہ اگر کوئی جزئیہ نہ ملا تو میں (محض کلیات سے) جواب نہ دوں گا، یہ لکھ دوں گا کہ دیو بند یا سہارنپور سے دریافت کرلو۔ (اس سے حضرت حکیم الامت کی غایت حکمت اور تقویٰ ثابت ہے۔ نیز یہ کہ حضرت کے طرزِ عمل سے کوئی شخص حضرت کے کمالات کو نہیں پہچان سکتا)۔

(۲۲) فرمایا آج کل ایک شخص کے مرض کا ایک نیا علاج میری سمجھ میں آیا ہے وہ یہ کہ ایک طالب علم مجھ کو جو خط لکھتے تھے وہ تکلف کی تحریر میں لکھتے اور مجھ سے اپنی اِصلاح کا تعلق بھی رکھتے ہیں میں نے اُن کو اس غلطی پر بارہا متنبہ کیا کہ عبارت آرائی میں مشغول ہونا اچھا نہیں مگر اُن سے اس مرض کا انفکاک ہی نہیں ہوتا تھا۔ بعض مرتبہ سخت الفاظ سے بھی میں نے منع کیا مگر اثر ندارد۔ ایک بار میرے پاس انہوں نے اپنا ایک قصیدہ بھیجا، اس میں بڑے بڑے لغات تھے، میں نے اس موقع پر بھی ان کو متنبہ کیا اور اس طرح کیا کہ لکھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ کا قصیدہ پڑھ کر مجھ کو اپنے جہل پر اطلاع ہوئی کیونکہ میں اُس کو نہیں سمجھا، اس پر انہوں نے معافی مانگی مگر اس کے بعد پھر وہی حرکت ایک بار کہنے لگے کہ صاحب میری ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ چھوٹتی ہی نہیں۔ آخر میں نے یہ علاج کیا کہ اُن سے کہا کہ جب تم اپنا خط میرے پاس بھیجنا چاہو تو اُس خط کو تم خود مت لکھو بلکہ کسی دوسرے ایسے شخص سے لکھواؤ کہ جس کی بہت ہی کم استعداد تم سمجھتے ہو۔ اس کے بعد تم خود اس مضمون کی نقل بعینہ کر کے اُس اصل کے ہمراہ میرے پاس بھیجو۔ آج بحمد اللہ ایسا ہی ان کا پرچہ آیا ہے، یہ سب سے اچھا علاج ہے، اس سے بہت تھوڑے دنوں میں ان شاء اللہ تعالیٰ اُن کا یہ مرض جاتا رہے گا جیسے بعض جڑی بوٹیوں سے بعض مرتبہ علاج کیا جاتا ہے۔

دیکھنے میں تو وہ جڑی بوٹی معمولی چیز ہے مگر دراصل وہ اکسیر ہوتی ہے۔ اسی طرح اس طریق باطن میں بعض علاج بظاہر معمولی معلوم ہوتے ہیں مگر درحقیقت وہ

اکسیر ہوتے ہیں۔ میں نے ان کو لکھا ہے کہ جب تم خط بھیجو ایسا ہی کرو اب جب وہ خط لکھنے بیٹھیں گے اُن کو اس کا استحضار ہوگا، دوسرے کو واسطہ بنائیں گے، اُس سے اپنی حاجت کا اظہار کرنا پڑے گا۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ اگر کوئی ایسی عبارت بے تکلف لکھ سکتا ہو؟ فرمایا تب بھی ایسے تکلف کو قصداً ترک کرنا چاہیے اس لیے کہ "من تشبه بقوم فهو منهم" اہل تکلف سے تشبہ تو ہوا خاص کر جبکہ ایسا تکلف اس کے مصلح کو ناگوار بھی گزرتا ہو جس کی وجہ علاوہ تکلف یا تشبہ کے ایک یہ بھی ہے کہ اصل مقصود ایسی عبارت میں مخفی و مستور ہو جاتا ہے۔

باقی عبارت مہمل بھی نہ لکھے بلکہ یہ دیکھ لے کہ میرا مطلب بھی اس عبارت سے ادا ہو گیا یا نہیں اس کے بعد اسی تکلف کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ جس کو اپنے سے بڑا سمجھے اُس کے ساتھ ایسا برتاؤ ادب کے بھی خلاف ہے اور اس پر نواب ڈھاکہ کا قصہ بیان فرمایا کہ ان کا لباس میں نے بہت بے تکلف دیکھا۔ اُن کے ایک مصاحب نے وجہ پوچھی کہ آپ کا معمول ایسے سادہ لباس کا تو نہیں تھا، انہوں نے جواب دیا کہ آدمی جس کو اپنا بڑا سمجھے اُس کے سامنے اُس کے کپڑوں سے زیادہ قیمتی کپڑے پہننا بے ادبی ہے بلکہ اس کے سامنے اپنی ہر چیز کو گھٹا ہوا رکھنا چاہیے۔ پھر ایک سوال کے جواب میں فرمایا: تحسین و تزئین اور چیز ہے تکلف اور چیز ہے۔

(۲۳) فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ بہت بڑے ادیب تھے۔ فرماتے تھے کہ عبارت میں قافیہ وغیرہ بالقصد نہیں لانے چاہئیں، اس سے معنی تابع الفاظ کے ہو جاتے ہیں حالانکہ الفاظ کو معانی کے تابع رکھنا چاہیے۔ اگر بلا قصد کوئی قافیہ آ جائے دوسری بات ہے تکلف نہ کرے۔

(۲۴) فرمایا محبت عقلی یہ ہے کہ انسان اپنی طبیعت کو شریعت پر عمل کرنے کی طرف متوجہ کرے اور یہ اختیاری ہے۔ اسی طرح خشیت عقلی یہ ہے کہ انسان اپنی طبیعت کو متوجہ کرے اُمور منکرہ سے رُکنے کی طرف۔ پھر ایک سوال کے جواب میں

فرمایا کہ حب عقلی اور دوالم تباع میں گویا ترادف ہے۔

(۲۵) فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تصرف متعارف کہیں منقول نہیں اور ایک حدیث میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اب مجھ کو اپنے نفس سے بھی زیادہ آپ کے ساتھ محبت ہے تو اس سے تصرف پر استدلال نہیں ہوسکتا۔

جیسا بعض نے کہا ہے کہ اس سے پہلے تو انہوں نے بجز اپنے نفس کے اور سب چیزوں سے آپ کا زیادہ محبوب ہونا عرض کیا تھا، اتنی جلدی اتنا تغیر یہ آپ کے تصرف سے ہوا، سو یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں کہ حدیث میں دوسرا احتمال بھی ہے کہ پہلے صحیح تفسیر نہ سمجھے تھے پھر صحیح تفسیر سمجھ گئے۔

(۲۶) فرمایا لوگ میرے متعلق کہتے ہیں کہ جو احتساب تمہارے یہاں ہے وہ پہلے قریب کے بزرگوں میں نہ تھا تو میں اس کا قواعد سے یہ جواب دیا کرتا تھا کہ اُس زمانہ کے عوام ایسے ابتر نہ تھے جیسے اس وقت کے ہیں۔ لہٰذا ان بزرگوں کو ایسے احتساب کی ضرورت نہ تھی اور اب چونکہ عوام کی حالت میں تبدیلی ہوگئی لہٰذا ایسے قواعد وضوابط کے مقرر کرنے کی ضرورت پڑی مگر بفضلہٖ تعالیٰ اب مجھ کو اس کی ایک جزئی نظیر بھی حدیث میں مل گئی، وہ یہ کہ حد خمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں معین نہ تھی نہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی زمانہ میں۔ لیکن جب شراب نوشی کی کثرت ہوئی تو عمال نے گردونواح سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ یہاں کثرت سے لوگ شراب نوشی کرتے ہیں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حد خمر معین کرنا چاہا تو تمام صحابہ کو مشورہ کے لیے جمع کیا، مختلف حضرات کی مختلف رائیں ہوئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک تقریر کی جس میں فرمایا کہ جب آدمی شراب پیتا ہے اکثر اُس کے نشہ میں ہذیان بکنے لگتا ہے جس میں ممکن ہے کہ کوئی ایسی بات اُس کی زبان سے نکل جاوے جس سے کسی پر تہمت لگ سکے اور تہمت کی حد اسّی (۸۰) درّے ہیں۔ لہٰذا اسّی (۸۰) درّے معین ہونے چاہئیں۔

چنانچہ بالاتفاق اسّی (۸۰) درّے مقرر کیے گئے، وہی اسّی (۸۰) درے اب تک مقرر ہیں تو جو اعتراض لوگ مجھ پر کرتے ہیں کہ یہ احتساب جو تم نے قائم کر رکھا ہے وہ پہلے نہ تھا، یہی اعتراض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی ہوتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شراب پر کوئی حد معین نہ تھی نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شراب پر کوئی احتساب کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نئی بات کیوں ایجاد کی اور کیوں اتنی سختی کی؟

تو اس کا یہی جواب دیا جاوے گا کہ اُس زمانہ میں لوگ اتنی شراب نوشی کرتے نہ تھے لہٰذا اس کی ضرورت نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عوام کی حالت میں فرق آ گیا اور لوگوں نے زیادہ شراب نوشی شروع کر دی تو پھر شراب پر احتساب کی بھی ضرورت ہوئی۔ ایسے ہی میں کہتا ہوں کہ پہلے زمانہ کے عوام میں اور آج کل کے عوام میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا ہے۔ پہلے بزرگوں کے زمانہ میں جو عوام الناس کی حالت تھی وہ حالت آج کل کے عوام الناس کی نہیں۔ مثلاً جو خلوص وسادگی پہلے تھی اب اُس کا نام ونشان نہیں اس لیے اب معالجہ کی صورت بھی بدل گئی۔ اس تبدل حالت پر فرمایا کہ آج ایک حدیث نظر سے گزری جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آئندہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس زمانہ میں لوگ بھیڑیئے ہو جائیں گے اور جو شخص اُس زمانہ میں بھیڑیا نہ بنے گا تو اس شخص کو لوگ کھا جائیں گے۔

(۲۷) فرمایا میں نے اپنے تعلق کے بعض مدارس کو بارہا لکھا کہ جیسے آپ کے یہاں مدرسین کو تنخواہ وغیرہ ملتی ہے اور گویا یہ تعلیم وتدریس ایک تبلیغ خاص ہے، اسی طرح مدرسہ سے تبلیغ عام کا انتظام اور مبلغ کو تنخواہ دینا چاہیے اور چند مبلغ تنخواہ دار مدرسہ کی طرف سے نوکر رکھے جاویں اور ان کو اطراف وجوانب میں بھیجا جاوے اور اُن کو تاکید کی جاوے کہ چندہ نہ مانگیں صرف احکام پہنچائیں مگر کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں کی حالانکہ اس سے بہت نفع کی اُمید تھی بلکہ اس سے چندہ بھی زیادہ وصول

ہوتا۔ میں نے یہاں کی حیثیت کے موافق دو مبلغ یہاں تجویز کر کے باہر بھیج دیئے ہیں اور ان کو سخت ہدایت کر دی ہے کہ اگر کوئی شخص تم کو کچھ دے تو ہرگز مت لو، اگر کوئی مدرسہ کے لیے چندہ بھی دے تو صاف انکار کر دو۔ چنانچہ بعض مرتبہ وہ کچھ چندہ میرے پاس لائے کہ صاحب فلاں شخص نے بہت اصرار کیا اس لیے ہم لے آئے۔ میں نے کہا جاؤ واپس کر کے آؤ، ہرگز مت لو کہہ دو کہ تم خود جا کر دے دو یا منی آرڈر کر دو۔ چنانچہ اس سے اتنا نفع ہوا کہ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا، بے حد نفع ہوا ہے۔ بعض جگہ تو صرف ایک تقریر سے پورا گاؤں کا گاؤں نمازی ہو گیا۔ اب لوگ ان کے مشتاق ہو گئے ہیں، بلاتے ہیں اور بے تکلف اپنے دل کی بات ظاہر کرتے ہیں کہ صاحب یہاں پر اور لوگ آتے تھے اُن کو ہمیں نذرانہ الگ دینا پڑتا تھا، کھانا الگ کھلانا پڑتا تھا، تنگ آ جاتے تھے تو حضرت استغناء میں یہ اثر ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے جگہ جگہ انبیاء علیہم السلام کو اس کی تعلیم فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: "**قل لا اسئلکم علیه اجرًا**" ایک جگہ ہے "**لا اسئلکم علیه مالًا**" کہیں ارشاد ہوتا ہے: "**ام تسئلهم خرجًا فخراج ربک خیر**" ایک جگہ ہے: "**ام تسئلهم اجرًا فهم من مغرم مثقلون**" عنایت خان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو یاد ہوگا کہ سہارنپور میں فلاں موقع پر عجب قصہ پیش آیا تھا، فرمایا جی ہاں۔ پھر حضرات حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں ایک بار جلسہ میں سہارن پور گیا ہوا تھا۔

حسب عادت صبح کے وقت باہر ٹہلنے کے لیے چلا گیا۔ چند احباب بھی ساتھ تھے، چلتے چلتے ایک گاؤں کے قریب پہنچ گئے، ایک شخص ادھر سے آ رہا تھا، اُس سے اس گاؤں کا نام پوچھا، محض اس لیے کہ احباب میں تذکرہ کریں گے کہ آج فلاں گاؤں تک گئے تھے تو وہ کیا کہتا ہے اجی اس گاؤں کا نام فلاں ہے اور اس گاؤں میں ایک رحمت اللہ تیلی ہے، بڑا اکھڑا ہے اور کہنے لگا کہ صاحب وہ مولویوں کو خوب دیتا لیتا ہے۔ میں نے کہا "**لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ**" یہ لوگ ملانوں کی صرف صورت دیکھ کر ہی یہ سمجھتے ہیں کہ

یہ گداگر ہیں۔ (خیر اس بیچارہ نے اپنے نزدیک تو گویا میری خیر خواہی کی)۔

جلسہ میں میرا وعظ بھی تھا، میں نے وعظ میں یہ حکایت بھی بیان کی اور میں نے کہا کہ جناب یہ خرابی اہل علم کے توسع کی وجہ سے پیدا ہوئی، انہی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اُس وعظ میں بہت چندہ آیا تھا۔ فرمایا جی ہاں میں نے اس وعظ میں صاف کہہ دیا تھا کہ ہم آپ سے چندہ نہیں مانگتے ہم تو آپ لوگوں کو احکام کی تبلیغ کرتے ہیں۔ باقی احکام کی حفاظت کے لیے اہل علم کی ایک جماعت کی ضرور ضرورت ہے اور اُس جماعت کا بقاء ظاہراً اسی صورت سے ہے کہ جابجا مدارس ہوں، اُن میں تعلیم و تعلم ہو جس کے لیے عادۃً چندہ بھی ضرور ہے مگر ہم آپ سے نہیں مانگتے اور بے مانگے دینے سے اگر ہم لے لیں تو ہم اس میں عامل لغیرہ ہیں، عامل لنفسہ نہیں، ہمیں کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ جھگڑے میں پڑیں، آپ سے مانگیں اور وصول کریں، پھر اس کی حفاظت کریں، حساب و کتاب لکھیں، پھر سب سے زیادہ یہ مشکل ہے کہ اُس کے مصرف میں اُس کو صرف کریں اور غیر مصرف میں اُس کو صرف نہ ہونے دیں، پھر حساب کتاب شائع کریں۔ سو یہ کام سب تمہارے ہیں، ہمارا احسان ہے کہ تمہاری طرف سے ہم کر دیتے ہیں، اگر ہم پر بدگمانی ہے تو ہم کو ایک پیسہ مت دو، ہمیں اور سینکڑوں کام ہیں، اس کو اگر ثواب کی بات سمجھتے ہو خود کرو، ہم ہی کیوں کریں، یہ تھی میری تقریر استغناء کی جس کا بے حد اثر ہوا اور جناب میں تو یوں کہتا ہوں کہ اگر استغناء ریاء سے بھی ہو تب بھی اُس میں کشش ہوتی ہے اور اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو پھر کیا کہنا ہے۔

(۲۸) ایک صاحب ضلع انبالہ سے تشریف لائے اور عرض کیا کہ میں ملاقات کے لیے حاضر ہوا ہوں اور میرے اندر بہت بولنے کا مرض بھی ہے، اس کا علاج چاہتا ہوں۔ فرمایا زبان خود بخود چلتی ہے یا چلانے سے چلتی ہے۔ عرض کیا اجی چلانے سے چلتی ہے۔ فرمایا کہ بھائی یہ تو تمہارے اختیار میں ہے مت چلاؤ (حاضرین مجلس اُس وقت حیران تھے کہ ایک منٹ میں حضرت نے طالب کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور

اتنے مشکل مرض کا علاج چٹکیوں میں کر دیا۔

یک زمانے صحبت بااولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بیریا

(۲۹) فرمایا ایک صاحب کا خط آیا ہے، لکھا ہے کہ مجھ میں امرد پرستی کا مرض ہے اور ایک لڑکے سے میرا تعلق ہو گیا ہے۔ میں نے اوّل اپنے شیخ سے رجوع کیا، انہوں نے مجھ کو ایک وظیفہ پڑھنے کو بتلایا کہ تم یہ پڑھو اس کے پڑھنے سے تمہارے اندر سے یہ مرض جاتا رہے گا اور اُس لڑکے سے تعلق نہ رہے گا۔ میں پڑھا کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا تو پھر میں نے اُن سے عرض کیا تو انہوں نے ایک دوسرا وظیفہ بتلا دیا مگر اُس کا بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا تو پھر آخر کار لوگوں نے مجھ کو یہ رائے دی کہ حضور سے میں اپنے اس مرض کا علاج کراؤں۔ لہٰذا عرض ہے کہ حضور والا میرے اس مرض کا علاج فرمائیں اور اُس شخص نے اپنا سارا واقعہ بطور حکایت کے لکھا جس میں بہت اجزاء تھے اور سب کو خلط ملط کر کے لکھا تھا تو حضرت نے جواب میں لکھا کہ تم نے مجھ کو بے طریقہ خط لکھا جن اُمور کو تم دریافت کرنا چاہتے ہو اُن پر نمبر ڈالو اور ہر نمبر کے آگے یہ لکھو کہ یہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری (یعنی سوچ کر لکھو کہ اس کام کا کرنا یا اس کام کا ترک کرنا تمہارے اختیار میں ہے یا نہیں؟) مولانا عبدالمجید صاحب نے حضرت سے فرمایا کہ اگر وہ غور کرے تو اسی والا نامہ سے اپنے مرض کا علاج بھی معلوم کر سکتا ہے۔

فرق درمیان مجنون ومجذوب

(۳۰) فرمایا مجنون وہ ہے کہ جس کی عقل اخلاط فاسدہ کے غلبہ سے زائل ہو جائے اور مجذوب وہ ہے کہ جس کی عقل کسی وارد غیبی کے غلبہ سے زائل ہو جائے مگر کبھی احوال و واردات کے غلبہ سے اخلاط میں بھی تغیر ہو جاتا ہے اس لیے علت سے تو اس کی پہچان مشکل ہے، آسان فرق علامات سے یہ ہے کہ مجذوب کے پاس بیٹھ کر قلب کو آخرت کی طرف کشش ہوتی ہے باقی لوگوں میں جو مشہور ہے کہ جو مجذوب ہوتا ہے اُس کی پشت کی طرف کھڑے ہو کر اگر درُود شریف پڑھے تو خواہ اُس کو پہلے سے خبر بھی نہ ہو مگر وہ ضرور مڑ

کر دیکھتا ہے، یہ نا معلوم کہاں سے لے لیا ہے۔ پھر فرمایا کرسی ضلع بارہ بنکی کا قصہ ہے کہ ایک شخص نے میری پشت کی طرف بیٹھ کر میری بے خبری میں درُود شریف پڑھا، اتفاقاً کسی ضرورت سے میں نے مُڑ کر دیکھا بس اتنی بات پر وہ میرے معتقد ہو گئے، میں نے ہر چند اُن کو سمجھایا مگر اُن کی سمجھ میں نہ آیا، یہ حالت ہے تو ہم پرستی کی۔ ایک بار فرمایا کہ مجذوب معذور کی علامت یہ ہے کہ اُس زمانہ کے اہل بصیرت (محققین جامع شریعت و طریقت) اُس شخص پر نکیر نہ کرتے ہوں بخلاف غیر معذور کے۔

(۳۱) بر سبیل تذکرہ فرمایا کہ کان پور میں جب میں نے حضرت حاجی صاحب کے ایماء سے ملازمت ترک کی تو ایک شخص کہنے لگے اور یہ اُن کی سمجھ کی علامت تھی کہ کیوں صاحب آپ نے جو یہ تعلق ترک کیا ہے تو کیا جناب کی آمدنی کی کوئی اور صورت ہوگئی ہے۔ میں نے کہا جی نہیں۔ بس میرا جی چاہا، کہا تو پھر آپ کے قلب میں کوئی پریشانی اور سوچ اس ترک ملازمت سے تو نہیں، میں نے کہا نہیں کہنے لگے تو جائز ہے (اور) ایسے شخص کو ترک اسباب کا حق ہے جب میں نے نوکری ترک کی تھی تو میں ڈیڑھ سو روپیہ (۱۵۰) کا مقروض تھا مگر میں نے اس کی ادا کا انتظار نہیں کیا اور حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم ملازمت چھوڑ دو، ہاں یہ فرمایا تھا کہ اگر کبھی موجودہ تعلق سے دل برداشتہ ہو تو ترک کر دینا اور پھر اور تعلق نہ کرنا بلکہ تھانہ بھون رہنا، مجھے تو یہی فرمایا۔ باقی حضرت کا اندر سے دل چاہتا تھا کہ میں تعلق ملازمت کو ترک کر دوں، جب میں نے بعد ترک حضرت کو اطلاع دی تو بہت خوش ہوئے اور جواب دیا کہ اب تھانہ بھون رہو، اہل وطن کا بھی حق ہے اور دُعا دی۔

ایک صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ نے تو جناب حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ سے دریافت کیا تھا ترک ملازمت کو مگر حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے ان کو اوّل بار میں منع فرما دیا تھا۔ جناب کو حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے حکم فرمایا، فرمایا ہاں جی بزرگوں کی مصلحتیں ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد

صاحب رحمہ اللہ کو بعد وفات والد صاحب (نوراللہ مرقدہ ۱۲) میں نے لکھا کہ حضرت جائیداد مجھ کو ترکہ میں ملی ہے مگر کچھ شبہات کے سبب طبیعت اس کے لینے کو نہیں چاہتی۔ جناب اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔ مولانا صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ اگر لے لو تو فتویٰ کی رُو سے جائز ہے اور اگر جی نہیں چاہتا مت لو خدا تعالیٰ تم کو ساری عمر بھی رزق کے متعلق پریشان نہ ہونے دیں گے۔ سو مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے تو یہ ارشاد فرمایا۔ ادھر حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی یہ تمنا بس مجھ کو اطمینان ہوگیا کہ ان شاء اللہ مجھ کو رزق کے متعلق کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ ان بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ ایک بار میں نے اپنے اُسی قرضہ مذکورہ بالا کے متعلق مولانا گنگوہی رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ حضرت دُعا فرمائیے مجھ پر قرض ہوگیا ہے، فرمایا دیوبند میں ایک مدرس کی جگہ خالی ہے، اگر چاہو تو وہاں تحریک کروں۔

مولانا مدرسہ دیوبند کے سرپرست تھے۔ میں نے عرض کی کہ حضرت اگر مجھ کو حکم ہو تو میں حاضر ہوں، گو مجھ کو حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے کہیں تعلق کرنے سے منع فرمادیا ہے لیکن میں جناب کے ارشاد کو بھی حضرت ہی کا حکم سمجھوں گا اور حضرت کے دو حکم سمجھ کر پہلے کو منسوخ اور یہ دوسرے کو ناسخ سمجھوں گا لیکن مقصود اس وقت عرض کرنے سے محض دُعا کی استدعا ہے۔ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ (نہیں نہیں حضرت کے حکم کے خلاف مت کرو) میں دُعا کروں گا۔ چنانچہ بحمداللہ تعالیٰ وہ قرضہ بھی ادا ہوگیا۔ اُسی زمانہ ترک تعلق میں کانپور والوں نے مجھ کو لکھا کہ اب ہم لوگ بجائے پچاس (۵۰) کے سو دینے کو حاضر ہیں اور آپ یہاں پر ویسے ہی رہیں کچھ کام نہ کریں، میں نے لکھا کہ حضرت حاجی صاحب ہی کو لکھو، انہوں نے پھر حضرت کو لکھا۔ حضرت نے مجھ کو لکھا کہ اب تعلق تو مناسب نہیں مگر کانپور والوں کا بھی حق ہے، کبھی کبھی ان کے پاس ہو آیا کرنا۔ چنانچہ جب کانپور والے بلاتے میں چلا جایا کرتا، اکثر سال بھر میں ایک بار جانا ہو جایا کرتا تھا۔ البتہ جب سے یہ مرض ہوا (فتق کا) اُس وقت

سے خود سفر ہی بند ہو گیا اور حضرت کا یہ فرمانا کہ اُن کا بھی حق ہے سبحان اللہ! اس سے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے اَخلاق کا پتہ لگتا ہے۔

(۳۲) جناب مولانا شبیر علی صاحب زاد مجدہم احقر سے بیان فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں حضرت کانپور سے تشریف لائے تھے تو سوزش و حرارت عشقیہ کی یہ حالت تھی کہ پاس بیٹھنے والے بیان کرتے تھے کہ جب ہم حضرت کے پاس جا کر بیٹھتے ہیں تو ایسی حرارت محسوس ہوتی ہے کہ جیسے تنور کے پاس بیٹھ کر اور جس وقت حضرت گفتگو فرماتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگ برس رہی ہے، راتوں کو حضرت کو نیند نہ آتی تھی، بس شب کو خانقاہ میں حوض کے برابر آرام کرسی پر تسبیح ہاتھ میں لے کر بیٹھے رہا کرتے یا لیٹے رہا کرتے تھے اور ایک خادم حفاظت کے لیے شب کو پاس سویا کرتا تھا اور چاقو وغیرہ اس قسم کی چیزیں حضرت کے پاس سے علیحدہ کر دی گئی تھیں کیونکہ اُس زمانے میں حضرت دام ظلہم العالی پر حالات باطنی کی اس قدر شدت تھی کہ متعدد بار حضرت کو خودکشی کے خطرات پیدا ہو گئے تھے۔

(۳۳) فرمایا کہ میں ایک مسئلہ کی تحقیق کرتا ہوں، وہ یہ کہ کسی خاص شخص کے ساتھ اعتقاد رکھنا اور اُس کو اللہ والا سمجھنا تو ضروری نہیں مگر یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ دُنیا اللہ والوں سے خالی نہیں، کوئی نہ کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ دُنیا میں ضرور موجود ہے اس کے خلاف اعتقاد جائز نہیں کیونکہ اتنی مقدار منصوص ہے۔

(۳۴) ایک مولوی صاحب نے جو کہ حضرت کے مجازین میں سے ہیں، فرمایا کہ بیوقوف آدمی گو اپنے لیے عقلمند شریر سے اچھا ہو مگر دوسروں کیلئے مفید کچھ نہیں کہ اُس سے دوسروں کی تربیت نہیں ہو سکتی۔ فرمایا جی دوسروں کی تربیت کو کیوں دیکھے۔

بس وہ مذاق رکھے:

احمد تو عاشقی بمشیخت تراچہ کار　　دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

بڑی بات یہ ہے کہ آخرت میں جوتیوں سے نجات رہے کیسی دوسروں کی تربیت

اور کیسی دوسروں کی اِصلاح۔

(۳۵) فرمایا ایک مولوی صاحب کا سہارن پور سے خط آیا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ بغیر تکلیف اور مصیبت کے صبر کی فضیلت کیسے حاصل ہوسکتی ہے؟ تو کیا وہ قصداً مصیبت اور تکلیف کو اختیار کرے یعنی قصداً ایسا کام کرے کہ جس سے مصیبت اور تکلیف پیش آوے۔ فرمایا کہ اعمال مطلوبہ دو قسم کے ہیں ایک وہ جو کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں مثلاً نماز، روزہ اور بعض اعمال مشروط ہیں، شرائط کے ساتھ مثلاً زکوٰۃ کہ یہ مشروط ہے مال ہونے پر تو صبر اسی قسم کے اعمال سے ہے جو مشروط ہے بلا و مصیبت کے ساتھ اور اس وقت جبکہ مصیبت اور بلا نہ ہو اَجر حاصل کرنے کے لیے صرف یہ کافی ہے کہ یہ ارادہ رکھے کہ بلا و مصیبت کے وقت صبر کریں گے۔

(۳۶) ایک صاحب نے کہا کہ ایک شخص نے کہا کہ اب کوئی بزرگ رہا نہیں، فرمایا یہ دریافت کرنا چاہیے کہ بزرگی سے تمہاری کیا مراد ہے؟ اگر ریاضت و مجاہدہ مراد ہے تو بیشک اب پہلے سے ریاضت کرنے والے نہیں رہے اور اگر بزرگی سے مراد مقبولیت عند اللہ (تعالیٰ) ہے تو اب بھی ہزاروں ہیں اور ریاضت و مجاہدہ خود مقصود تھوڑا ہی ہے ریاضت و مجاہدہ سے تو بس یہ مقصود ہے کہ نفس کی سرکشی کم ہوجائے اور طاعت میں آسانی سے لگ سکے۔ سو خود نفوس میں بھی پہلی سی قوت سرکشی کی نہیں رہی، نہ اب پہلے سے قویٰ رہے اس لیے مجاہدہ کی کمی مضر بھی نہیں۔ فرمایا مجاہدہ تو یہ ہے کہ نفس کے خلاف کرے، باقی قلب کے خلاف نہ کرے۔ جب نفس سے مجرد اُس کی خواہش ہو لیکن یہ معلوم کرنا کہ یہ نفس کی خواہش ہے یا قلب کی، یہ بڑے مبصر کا کام ہے ہر شخص نہیں سمجھ سکتا، اسی نہ سمجھ سکنے کے سلسلہ میں فرمایا یہاں خانقاہ میں جو لوگ اپنی اِصلاح کا کام کرتے ہیں اُن سے دریافت کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ بعض حالات ایسے پیش آتے ہیں کہ قیامت تک اُن کی سمجھ میں نہیں آسکتے تھے۔ بعض حالات کی نزاکت ایسی ہے کہ اُس میں بالکل ذکر و شغل ترک کرادیا جاتا ہے۔

(۳۷) ۱۹۱۵ء کے قریب کے زمانہ میں ایک بار سفر میں جبکہ تھانہ بھون سے نانوتہ تشریف لے جارہے تھے تو مولوی محمد عمر صاحب کٹھوری اور احقر کی موجودگی میں ریل میں بیٹھے ہوئے فرمایا کہ میرے پاس رہ کر دو شخص مجھ سے بدظن نہیں ہو سکتے ایک تو وہ جو پورا عاقل ہو کہ میرے ہر فعل کی حکمت اُس کی سمجھ میں آجائے یا وہ پورا عاشق ہو کہ میرا جو فعل بھی ہو اس کی نظر محبت میں بالکل مناسب اور بجا ہو۔

(۳۸) رمضان ۴۹ھ میں فرمایا میرا ہمیشہ یہ طریقہ رہا کہ اگر میں نے کوئی کام دوسروں کی مصلحت کے لیے کیا اور لوگوں نے اُس پر اعتراض کیا تو کبھی میں نے اس میں نصرت و تائید کو پسند نہیں کیا، بس یہ کیا کہ اُس کام ہی کو ترک کر دیا۔ چنانچہ جب میں نے یہاں تھانہ بھون میں ابتداء وعظ کہنا شروع کیا اُس وقت رسوم یہاں بہت تھیں، میں نے اپنے بیانوں میں رسوم کا ردّ کرنا شروع کیا تو بعض لوگوں نے برا مانا، مجھ کو جب معلوم ہوا تو میں نے ایک روز آخری جمعہ کو حسب معمول جب وعظ کہا اُس وعظ میں تو میں نے کچھ نہیں کہا مگر بعد وعظ و دُعا وغیرہ کے میں نے سب کو ٹھہرا کر کہا کہ صاحبو! میں نے سنا ہے کہ آپ کو میرے بیان سے ناگواری ہوتی ہے اور میرا بیان آپ کے خلاف طبیعت ہے سو سن لیجئے۔ اس وعظ میں میری کوئی مصلحت نہیں بلکہ آپ ہی کی مصلحت ہے دنیوی بھی کہ اسراف سے بچاتا ہوں اور دینی تو ظاہر ہے اس پر بھی جب آپ کو ناگوار ہے تو آپ مطمئن رہئے کہ یہ بیان آخری بیان ہے اور اب آئندہ سے وعظ نہ ہوگا۔ بس لگے خوشامد کرنے کہنے لگے کہ صاحب سب کی کیا خطا معترضین کے ساتھ ہم کیوں محروم کیے جاتے ہیں، میں نے کہا میں ایسی جگہ کہاں سے لاؤں جہاں تم کو الگ لے کر بیٹھوں، کہنے لگے کہ پھر کیا ہو میں نے کہا کہ جس کو شوق ہو اپنے گھروں میں کہلواؤ مگر وہاں میں اس سے زیادہ کہوں گا اس پر آمادہ ہو گئے، پھر گھروں میں اس کثرت سے وعظ ہوئے کہ وعظ کا جو مقصود تھا یعنی اِصلاح وہ خوب ہوئی اور گھر بلا کر رعایت بھی بے حد کرنا پڑتی تھی کہ کوئی ایسی بات نہ ہو کہ جس سے یہ

ناراض ہو جائیں، کوئی بات زبان سے نہیں نکالتے تھے بفضلہٖ تعالیٰ سب رسوم مٹ گئیں، اب یہاں قصبہ میں عام طور پر اثر رسوم کا نہیں رہا۔ پہلے جو شخص ترک کرتا تھا اس کو مطعون کرتے تھے اب کوئی ذکر بھی نہیں کرتا تو میری رائے یہ ہے کہ عوام کے درپے نہ ہو۔ ایک حدیث شریف میری نظر سے گزری، مجھے بہت پسند آئی۔ ارشاد ہے کہ "نعلم الفقیہ ان اُحتِیجَ الیہ نفع وان استغنی عنہ اغنی نفسھہ رزیْن" نے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے مجھ کو نصیحت کی ہے کہ جب تم سے کوئی جھگڑے تو تم سب رطب و یابس اُس کے سپرد کر کے علیحدہ ہو جانا جیسا ایک شخص نے حجام سے کہا تھا کہ میری ڈاڑھی میں سے سفید بال چن دے، اُس نے ساری ڈاڑھی اُتار کر سامنے رکھ دی کہ مجھ کو تو اتنی فرصت ہے نہیں تم خود بیٹھے ہوئے چنتے رہو۔ مولانا رومی نے مثنوی میں ایک حکایت بیان فرمائی ہے کہ ایک شخص بانسری بجا رہا تھا، اسی میں اس کی ریح صادر ہوئی تو اس نے بانسری اپنے منہ پر سے ہٹا کر خاص مقام پر لگا دی کہ لے بھئی تو ہی بجا لے۔ اسی اصل پر میں نے فلاں مدرسہ کی سرپرستی سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب ردوقدح کی نوبت آ گئی تو پھر کام کرنے کا کیا لطف رہا اور میرا تو یہ مذاق ہے کہ

خود چہ جائے جنگ و جدل نیک و بد   کایں دلم از صلحہا ہم میرود

تو جو شخص دوستی سے بھی گھبراتا ہو اس کو اختلاف سے کیا دلچسپی ہوگی مگر لوگ اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ گویا یہ بھی لوگوں کا ایک مشغلہ ہو گیا ہے اور ہم نے چونکہ بزرگوں کا طرز دیکھا ہے اس لیے ہم کو اس سے نفرت ہے کہ یہ کیا خرافات ہے۔ ردوقدح کی دلچسپی پر ایک حکایت بیان کی کہ ایک عالم تھے اب تو وہ مر گئے وہ کہتے تھے کہ میں کسی فتوے پر بڑی مشکل سے دستخط کرتا ہوں سب سے اوّل تو میں یہی چاہتا ہوں کہ اس کا رد کروں جب مجبور ہو جاتا ہوں تو بادل نخواستہ دستخط کر دیتا ہوں تو بعض لوگوں کا یہ حال ہے کہ ان کو ردوقدح ہی میں لطف آتا ہے۔

(۳۹) ایک مرتبہ حضرت ایک مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے کہ جو حضرت کی خدمت میں عارضی قیام کے لیے حاضر ہوا تھا اور اتفاق سے بیمار ہو گیا تھا، اس نے عرض کیا کہ حضرت میرا دل وطن جانے کو چاہتا ہے تو یہ میری حالت کچھ بُری تو نہیں تو حضرت نے اس کی تسکین فرمائی اور فرمایا کہ تمہاری یہ حالت بُری نہیں اس کے بعد حضرت نے بر سبیلِ تذکرہ ایک جملہ فرمایا کہ بحمد اللہ تعالیٰ میرے قلب کا تعلق نہ دوستوں سے ہے اور نہ دشمنوں سے (لیکن بفضلہٖ تعالیٰ حضرت حقوق دوستوں کے بھی ادا فرماتے ہیں اور دشمنوں کے بھی)۔

(۴۰) ایک صاحب اہل علم نے جو حضرت دام ظلہم العالی کے جدید مجازین میں سے ہیں حضرت سے سوال کیا کہ اِصلاح باطن کے متعلق جو مقامات اہل فن نے لکھے ہیں اُن میں ترتیب کیا ہے؟ تاکہ اِس ترتیب سے طالب کی اِصلاح وتربیت کی جائے (جیسا منہاج العابدین میں امام غزالی نے مقامات کی ایک خاص ترتیب لکھی ہے) حضرت نے جواب میں ان مولوی صاحب سے فرمایا کہ آپ اوّل مقام کی حقیقت بیان کیجئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے الفاظ میں حقیقت بیان فرمائی تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بس اس تعریف کے بعد تو کوئی سوال ہی نہیں رہا مگر پھر مزید توضیح کے لیے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مقام کہتے ہیں اخلاق باطنہ حمیدہ مکتسبہ کے اندر رسوخ اور پختگی کو جیسے توکل، انس محبت تفویض۔ اگر کسی کو ان اخلاق باطنہ کے اندر پورے طور پر رسوخ اور پختگی حاصل نہیں تو گویا اس کو مقامات حاصل نہیں تو بس اس کا طریقہ اصلاح یہی ہے کہ طالب کی حالت میں غور کرے اور دیکھے کہ فلاں خصلت اس شخص کے اندر کیسی ہے، آیا پختہ ہے یا خام ہے۔ پس اگر کسی خُلق کے اندر خامی دیکھے اس کی اِصلاح کردے اور ظاہر ہے کہ اس میں ہر شخص کی حالت جدا ہے تو پھر ایک ترتیب کیسی ہو سکتی ہے اس کے بعد مولوی صاحب موصوف نے ایک شبہ پیش کیا جو تقریباً یہ تھا کہ اعمال سے اصل مقصود تو رضائے حق ہے سو جب تک ان تمام اعمال کے اندر پختگی

حاصل نہ ہو اس وقت تک مقصود پورے طور پر کیسے حاصل ہو سکتا ہے تو ان تمام کی طرف توجہ ترتیب وار ہی کی جاسکتی ہے نہ کہ ایک دم سے دوسرے یہ کہ ان اعمال کی درستی اور تصحیح کے اندر اگر ترتیب قائم رکھی جائے تو ایک قسم کی ڈھارس اور اطمینان رہتا ہے، طالب کو کہ اب اتنی چیزوں کی درستی ہوگئی اور اتنے مقامات کی تصحیح باقی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ یہ بالکل درست ہے، ترتیب کا تو انکار نہیں لیکن اختلاف حالت کے سبب ترتیب سب کی یکساں تو نہیں ہو سکتی بلکہ ہر شخص کے لیے ترتیب جداگانہ ہوگی اسی وجہ سے امام غزالی رحمہ اللہ نے منہاج العابدین میں جو ترتیب لکھی ہے وہ کلی نہیں ہو سکتی۔ ہاں اُس وقت شاید اکثر طبائع کے اعتبار سے مناسب ہو اور کلیت کا حکم تو کسی طرح ہو ہی نہیں سکتا۔ فرض کیجئے ایک شخص ہے کہ اس کے اندر بعض امراض ہیں مگر وہ امراض دوسرے میں نہیں یا اگر وہ امراض اُس دوسرے شخص میں بھی ہیں مگر ضعیف ہیں یا اُس دوسرے شخص میں بھی وہی امراض ہیں مگر ان امراض کے ساتھ اس کے اندر ایک دوسرا مرض بھی ہے کہ جو ان سب امراض سے اہم ہے تو ظاہر ہے کہ اُس اہم مرض کا علاج مقدم ہے تو اب اس شخص کے لیے یہ ترتیب کیسے مفید ہو سکتی ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی عرض علاج اوّل ضروری ہوتا ہے کسی مرض سے کہ وہ (عرض) سبب ہوتا ہے کسی (دوسرے) سخت مرض کا تو اب ایسی حالت میں کوئی خاص ترتیب کیسے ملحوظ رکھی جاسکتی ہے۔ بس طریقہ یہی ہے کہ خود دیکھے اور طالب سے کہے کہ وہ اپنے مرض کو بیان کرے اور اپنی حالت میں غور کرے اور دیکھے کہ کون سا مرض اس میں ہے پھر یہ کہ درمیان میں اگر کوئی خاص مرض دیکھے اور اس کے علاج کی پہلے ضرورت ہو تو مرض سابق کو چھوڑ کر اس دوسرے مرض کی طرف اوّل توجہ کرے گا۔

تو اب ترتیب کی رعایت کہاں تک کی جاسکتی ہے اور لیجئے مثلاً بعض لوگوں میں بعض اخلاق طبعی ہوتے ہیں تو ان کو ان اخلاق کی تحصیل گویا تحصیل حاصل ہے تو اب کیا محض ترتیب قائم رکھنے کی خاطر اس کو ان اخلاق کی تحصیل کی طرف متوجہ کیا جاوے

گا اور اس شخص کا وقت اس تحصیل کے اندر صرف کیا جاوے گا۔

مثلاً بعض لوگوں میں تواضع طبع ہوتی ہے تو ان کو کیا ضرورت ہے اس کی تحصیل کی۔ باقی رہی یہ بات کہ ترتیب سے طالب کو اطمینان رہے گا تو فضائل ورذائل تو معین ہیں تو یہ بہر حال معلوم ہوتا رہے گا کہ اتنے حاصل یا زائل ہو گئے اتنے باقی ہیں تو عدد کے لحاظ سے راستہ طے کرنے کا اطمینان ہو جائے گا۔ ترتیب کے لحاظ سے نہ سہی اور حضرت اصلی بات تو یہ ہے کہ اس کی فکر ہی میں نہ پڑے کہ کتنا راستہ قطع ہو چکا، اب کتنا باقی ہے اس لیے کہ اس طریق کا تو یہ حال ہے کہ:

نہ ہرگز قطع گردد جادۂ عشق از دویدنہا   کہ مے بالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدنہا

حضرت تمام عمر کی دوڑ دھوپ کے بعد یہ سمجھ میں آوے گا کہ ہم کچھ نہیں سمجھے، مجھے تو کسی کا یہ شعر بہت ہی پسند آیا:

نیست کس را از حقیقت آگہی   جملہ مے میرند بادستِ تہی

حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ اگر کسی کو ساری عمر کی محنت وکوشش کے بعد یہ معلوم ہو جائے کہ مجھ کو کچھ حاصل نہیں ہوا تو اس کو سب کچھ حاصل ہو گیا۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ہم کو ساری عمر کے پڑھنے پڑھانے کے بعد اپنے جہل کا علم ہو گیا اور حضرت میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر مقامات طے بھی ہو گئے تو ان کے طے ہونے میں وہ حظ نہیں کہ جتنا اس سمجھنے میں ہے کہ ہم نے ابھی کچھ بھی راستہ قطع نہیں کیا گویا تیلی کے بیل کی طرح ہیں کہ سارا چکر کاٹنے کے بعد میں بھی وہ جہاں پہلے تھا وہیں رہتا ہے۔ گو چکر تو کاٹتا ہے مگر رہتا ہے وہیں۔ تو اس سمجھنے میں بھی حظ ہے کہ ہم ابھی تک وہیں ہیں کچھ ترقی نہیں کی اور یہ حظ ہے انکسار اور افتقار اور عجز اور عبدیت کا، اس کے بعد سائل صاحب نے اسی باب کا کوئی اور سوال کیا جس میں کسی معاملہ کے متعلق حکمت کی تحقیق تھی۔

حضرت نے فرمایا کہ حکمت کی تلاش کرنا طریق میں فضول ہے۔ اگر کوئی فائدہ

نہ بھی ہو تب بھی یہی طریق خود مقصود ہے۔ کسی تھانیدار نے اپنی بیوی سے کہا تھا کہ تو جو نماز پڑھا کرتی ہے بتلا تو تجھ کو اس نماز سے کیا ملا؟ تو میں اس کی طرف سے جواب میں کہتا ہوں کہ نماز ملی، یہی معنی ہیں۔ مولانا محمد یعقوب صاحب کے اس ارشاد کے کہ طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں۔ مولانا رومی مثنوی میں فرماتے ہیں:

آب کم جو تشنگی آور بدست تا بجوشد آبت از بالا و پست
تشنگاں گر آب جویند از جہاں آب ہم جوید بعالم تشنگاں
ہرکہ عاشق دیدیش معشوق داں کو بنسبت ہست ہم ایں وہم آں
عشق معشوقاں نہاں ست دستیر عشق عاشق باد و صد طبل و نفیر
لیک عشق عاشقاں تن زہ کند عشق معشوقاں خوش و فربہ کند

تو خلاصہ یہ ہے کہ طلب مقصود ہے حصول مقصود نہیں اور ایک بات تو بطور حکمت کے میری سمجھ میں آئی ہے کہ اس کے استحضار سے قلب میں پریشانی تو بالکل ہی نہیں رہتی بخلاف اس کے اگر کام کرتے وقت اس کام کے ثمرہ کی طرف بھی توجہ ہے تو خود وہ کام بھی ٹھیک طور پر نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ایک اہلمد ہے اس کی بیس (۲۰) روپیہ تنخواہ ہے تو یہاں ایک تو اُس اہلمد کا بحیثیت ملازمت کے کام ہے (یعنی دفتر کا کام) اور ایک اس کام سے اُس کا مقصود ہے (یعنی تنخواہ) تو گو مقصود اس اہلمد کا اُس نوکری سے بھی تنخواہ ہے لیکن اگر یہ اہلمد دفتر کا کام کرتے وقت اُس مقصود کی طرف مشغول رہے کہ بیس روپیہ ملیں گے، پانچ کا آٹا لاؤں گا، دو کا گھی لاؤں گا، دو کی لکڑی آوے گی، ایک کا مصالحہ دو کی گوشت ترکاری، تین قرض میں دوں گا، پانچ کپڑے میں صرف کروں گا۔ مثلاً تو ظاہر ہے کہ کام بھی ٹھیک طور پر نہیں کر سکتا، اگر وہ تین لکھنا چاہے گا تو بجائے تین کے چار لکھ جائے گا، سارے کام کا ستیاناس کر دے گا تو کام کے وقت صرف کام کا خیال رکھنا چاہیے یا مثلاً ایک شخص نے بی اے کا امتحان دیا تو ظاہر ہے کہ اس کا مقصود اس امتحان میں پاس ہو جانے سے یہی ہے کہ نوکری ملے گی گو امتحان دینے سے اس کا

مقصود نوکری ہے لیکن باوجود اس کے عین امتحان دیتے وقت وہ اس کا خطرہ بھی اپنے قلب میں نہیں لاتا بلکہ ہمہ تن امتحان کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

اگر امتحان دینے میں وہ نوکری کا خیال جما کر بیٹھے تو ظاہر ہے کہ امتحان میں گڑ بڑ مچ جائے گی جیسے کہ ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص اپنے گھر کو خط لکھنے بیٹھے، اتفاق سے ایک چڑیا نے اوپر سے خط کے کاغذ پر بیٹ کر دی تو آپ نے غصہ میں چڑیا کو ایک گالی دی اور غلبہ حال میں آپ نے وہ گالی بھی لکھ دی، اب گھر والوں نے اس خط کو دیکھا تو بڑے پریشان ہوئے کہ ہم نے آخر کون سی ایسی خطا کی جس کی سزا میں یہ گالی لکھی آئی، گھر والوں نے ان کو لکھا تو بڑے شرمندہ ہوئے اور جواب میں لکھا کہ ایسا قصہ ہوا تھا، مجھ کو کچھ خیال نہیں رہا، زبان سے جو گالی نکلی اُسی کو میں خط میں لکھ گیا۔ پھر فرمایا کہ لغت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ کام کرتے وقت کام کی طرف توجہ چاہیے وہ یہ کہ توجہ مقصود کی طرف ہونا چاہیے نہ کہ غیر مقصود کی طرف یہ تو سب کے نزدیک مسلم ہے مگر اب یہاں یہ دیکھنا ہے کہ مقصود کیا چیز ہے تو مقصود کے معنی ہیں قصد کیا گیا۔

تو اب یہاں دیکھنا چاہیے کہ قصد کس چیز کا ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ قصد ہوتا ہے اختیاری چیز کا اور کام اختیاری ہے اور ثمرہ مثلاً نوکری غیر اختیاری تو مقصود کام ہوا، سو اسی کی طرف توجہ بھی ہونا چاہیے تو حضرت راحت اسی میں ہے کہ ثمرہ کا کبھی قصد ہی نہ کرے، بس کام کیے جاؤ، البتہ ثمرہ کے حصول کے واسطے دُعا کرے اور دُعا کی ضرورت اس واسطے ہے کہ ثمرہ کی بھی حاجت ہے اور حاجت کے لیے دُعا موضوع ہے۔

مسئلہ تشبہ کا ثبوت قرآن سے

(۴۱) فرمایا میں ایک بار دیوبند گیا، وہاں مہتمم صاحب نے مجھ سے شکایت کی کہ یہاں مدرسہ میں طلباء لباس وغیرہ میں غیر قوموں کا طرز اختیار کرنے لگے ہیں، ذرا وعظ میں اس کے متعلق بھی کچھ ذکر کر دیا جاوے، میں نے وعظ میں کہا کہ بعضے مدعیان علم کے سامنے جب یہ حدیث پیش کرتے ہیں: ”من تشبہ بقوم فھو منھم“ تو وہ

اس کو ضعیف کہتے ہیں خیر یہ بحث تو جدا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ آیت تو ضعیف نہیں، میں اس مسئلہ کے لیے آیت پیش کرتا ہوں اور میں نے یہ آیت تلاوت کی کہ "**ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار، وما لکم من دون اللہ من وّلی وّلا نصیر الآیۃ**" اور میں نے کہا کہ اس آیت میں رکون پر وعید ہے تو معلوم ہوا کہ رکون حرام ہے۔ ایک مقدمہ تو یہ ہوا دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ کسی کے ساتھ تشبہ جب کبھی پایا جاوے گا رکون کے ساتھ پایا جاوے گا یعنی لازم ہے کہ اُس کی طرف رکون ہوگا اور رکون حرام ہے تو ثابت ہوا کہ تشبہ بھی حرام ہے۔ بعد وعظ کے جب مفتی عزیز الرحمٰن صاحب ملے اور بہت خوش تھے۔ فرمانے لگے کہ ہمارے ذہن میں یہ استدلال کبھی نہیں آیا واقعی اس کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا۔

(۴۲) فرمایا ایک بار میں رام پور بلایا ہوا گیا، وہاں ایک صاحب نے اپنے بچے کی ختنے کی تقریب غسل میں بلایا تھا اور وہاں پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور حضرت مولانا محمود حسن صاحب بھی بلائے ہوئے تشریف لائے تھے، میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ اس تقریب میں بڑا بکھیڑا دعوت عامہ کا کیا گیا ہے۔ یہ مجھ کو ناپسند ہوا، میں وہاں سے لوٹ آیا۔ بعد کو یہ بھی معلوم ہوا کہ وہاں پر مخالفین میں سے بعض لوگوں نے جب میرا جانا یہ سنا تو آپس میں چرچا کرتے تھے کہ اصلاح الرسوم کے مصنف بھی آئے ہوئے ہیں اور انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ ایک اشتہار اعتراض کا لکھ کر اُس کی نقلیں جا بجا چسپاں کریں مگر ان کے بڑے بوڑھوں نے تعجیل سے روکا، جب میں وہاں سے ناراض ہو کر واپس آ گیا تو ان ہی روکنے والوں نے کہا کہ دیکھو اگر اس میں تعجیل ہوتی تو ہم کو کتنی شرمندگی ہوتی یہ تو مخالفین کا واقعہ ہوا اور اپنی جماعت میں یہ ہوا کہ اس کے متعلق بعض لوگوں نے تو مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ تو اُس تقریب میں شریک رہے اور وہ (یعنی حکیم الامت دام ظلہم العالی) چلے گئے تو مولانا نے فرمایا کہ بھائی انہوں نے تقویٰ پر عمل کیا اور ہم نے

فتویٰ پر اور ہمارا اُن کا جہاں کہیں اختلاف ہوتا ہے تو اُس کی بناء یہی ہوتی ہے اور بعض لوگوں نے مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے یہی سوال کیا تو مولانا نے ارشاد فرمایا کہ عوام کی حالت سے جتنا وہ واقف ہیں ہم واقف نہیں۔

جو جواب مولانا سہارنپوری نے دیا وہ تواضع کا جواب ہے باقی اصل جواب وہی ہے جو مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا اور ایک واقعہ رامپور سے میرے چلے آنے کے بعد یہ ہوا کہ میرے نام ایک صاحب کا خط آیا بڑے غصہ کا کہ آپ کو اصلاح الرسوم پر نظر ثانی کرنا چاہیے۔ میں نے لکھا کہ میں تو نظر ثانی اور ثالث اور رابع وغیرہ سب کر چکا ہوں، ہر نظر کا نتیجہ وہی رہا جو نظر اوّل کا تھا، اب آپ نظر ثانی کر کے اس میں ترمیم کیجئے، میں اس کو بھی شائع کردوں گا لیکن اگر اس سے عوام گمراہ ہوئے اور پھر رسوم میں پھنس گئے تو اُس کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔ پھر کوئی خط اُن کا نہیں آیا۔ (یہ ملفوظ احقر نے کوئی پانچ چھ برس ہوئے تب سنا تھا)۔

(۴۳) بر سبیل تذکرہ فرمایا کہ خلافت کے زمانے میں جب مخالفین کا بہت زور و شور ہوا یہاں تک کہ ایک کمیٹی ہوئی جس کے اندر میرے متعلق بہت دور تک کا انتقام تجویز ہوا تو ایک خاص عزیز کی زبانی مولانا خلیل احمد صاحب نے میرے پاس یہ کہلا کر بھیجا کہ یہاں ایک ایسی کمیٹی ہوئی ہے۔ میری رائے میں کچھ نرمی اپنے مسلک میں کر لینا مناسب ہے اور انگریز بادشاہ ہیں جو کچھ کریں گے قاعدہ اور قانون کے مطابق کریں گے اور پبلک کا کچھ ٹھیک نہیں بے سری فوج ہے جو چاہے کر گزرے۔ اس لیے اس وقت عوام زیادہ خوفناک ہیں بہ نسبت حکام کے اُن عزیز نے آ کر مجھ سے کہا تو میں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک عوام کے ضرر سے تو بچنا آسان ہے کیونکہ اُن کو کوئی قانونی قدرت نہیں صرف حسی قدرت ہے جس سے حفاظت ہوسکتی ہے اور حکام کو قانونی قدرت ہے اُس سے بچنا دُشوار ہے تو جو وجہ مولانا نے پبلک کے ساتھ موافقت اختیار کرنے کی بیان کی ہے وہی میرے نزدیک پبلک کے ساتھ عدم

موافقت کی ہے۔ رہا انتقام کا قصہ سو اگر کوئی شخص اس کے لیے بھی تیار ہو تو اس سے زیادہ جو ضرر ہو وہ بتلایا جاوے پھر حضرت حکیم الامت نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ آخر ہمارے بھائی انگورا میں جان دے رہے ہیں ہم کنگوروں میں جان دے دیں گے۔ خیر میرا یہ جواب جب مولانا خلیل احمد صاحب کے پاس پہنچا تو فرمایا کہ جو شخص اتنا قوی القلب ہو اس کو حق ہے کہ جو چاہے طرزِ عمل رکھے۔ اھ

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میرا ہمیشہ سے معمول ہے کہ میں صبح کے وقت جنگل جایا کرتا ہوں۔ اُسی زمانہ کا قصہ ہے کہ ایک بار جب میں عیدگاہ کے پاس پہنچا تنہا تھا۔ تو میں نے عیدگاہ کے اندر سے ایک مجمع کی آواز سنی اور اُس میں کوئی شخص میرا نام لے رہا ہے۔ گویا میرے متعلق کوئی ناگوار مشورہ ہو رہا تھا، میں حسبِ معمول آگے چلا گیا۔

اُسی زمانہ کا قصہ ہے کہ ایک بار جب میں حسبِ معمول جنگل گیا تو قصبہ سے دور نکل کر ایک ہندو راجپوت ملا، کہنے لگا کہ اجی ایک بات کہوں ہوں اگر ناراض نہ ہو، میں نے کہا نہیں تم کہو کہنے لگا کہ تمہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ لوگوں کا تمہارے واسطے کیا خیال ہے، میں نے کہا کہ ہاں مجھ کو وہ خیال بھی معلوم ہے اور ایک بات اُس کے علاوہ اور بھی معلوم ہے کہنے لگا وہ کیا ہے میں نے کہا وہ یہ کہ بدوں اُس کے حکم کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا تو میرا یہ جواب سن کر اس پر ایک اثر ہوا اور کہنے لگا کہ میاں جب یہ بات ہے تو بے فکر جہاں جی میں آئے پھرو۔

ایک بار اُسی زمانے میں بعض احباب نے اس کا انتظام کیا تھا کہ جب یہ شب کو خانقاہ سے گھر جایا کریں (تو چونکہ چھوٹا گھر خانقاہ سے فاصلہ پر ہے اور میں تنہا جایا کرتا تھا) تو ان کا راستہ میں تنہا جانا مناسب نہیں بلکہ ہم میں سے راستہ میں کوئی ساتھ جانا چاہیے۔ مگر مجھ کو اس مشورہ کی اطلاع نہیں کی گئی پھر خود ہی ان لوگوں کو خیال ہوا کہ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ گویا ہم پر حفاظت منحصر ہے بغیر ہمارے حق تعالیٰ حفاظت کر ہی نہیں سکتے بس جی حق تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس تجویز کو ملتوی کر دیا، مجھ کو

جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو میں بڑا خوش ہوا کہ بحمد اللہ تعالیٰ میرے احباب عارف ہیں۔
(احقر جامع عرض کرتا ہے کہ اُسی زمانہ کا حضرت دام ظلہم العالی کا ایک واقعہ احقر نے مولانا شبیر علی صاحب زادمجدہم تھانوی سے سنا ہے اس لیے احقر اس کو ہی تحریر کرتا ہے)۔

(۴۴) مولانا شبیر علی صاحب زادمجدہم فرماتے تھے کہ چونکہ اُس زمانہ میں بھی حضرت مولانا جنگل تنہا تشریف لے جاتے تھے اس لیے میں نے احتیاطاً ایک گپتی پیش کی کہ جنگل جاتے وقت اس کو ساتھ لیجایا کریں تو میرے پیش کرنے پر حضرت مولانا نے بلاپس و پیش قبول فرمالی مگر جب جنگل تشریف لیجاتے تو اُس کو ہمراہ نہ لیجاتے۔ میں نے عرض بھی کیا تو فرمایا کہ چونکہ عادت نہیں اس لیے تکلف ہوتا ہے اُس کے ہاتھ میں رکھنے سے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت پھر مجھ کو وہ واپس فرمادیجئے۔ چنانچہ واپس فرمادی۔

(۴۵) ایک بار حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی نے اُسی زمانہ مخالفت کا ایک واقعہ ارشاد فرمایا کہ اُس زمانہ میں یہاں یہ بھی تجویز ہوئی تھی کہ ان سے خانقاہ و مدرسہ خالی کرانا چاہیے اور میں ہر وقت اس پر تیار تھا کہ اگر ایک بچہ نے بھی آ کر مجھ سے کہا میں فوراً بلا مزاحمت خانقاہ خالی کردوں گا۔ احباب کو یہ سوچ تھی کہ پھر یہ مجمع کہاں رہے گا؟ خدا کی قدرت اُسی زمانہ میں یہ عجیب قصہ پیش آیا کہ فلاں جگہ (حضرت نے ہندوستان کے ایک دور دراز مقام کا نام لیا تھا) ایک شخص کا انتقال ہوا تو اُس شخص نے چار ہزار کی رقم کے متعلق وصیت کی کہ یہ رقم تھانہ بھون کی فلاں خانقاہ و مدرسہ کو بھیجی جاوے۔ چنانچہ اس رقم کی یہاں اطلاع آئی اور وہ رقم اتنی تھی کہ اگر خانقاہ از سر نو تعمیر کراتا تب بھی اُس سے ممکن تھا مگر اُس رقم میں شرط یہ تھی کہ سب رجسٹرار کی تصدیق ہو، میں نے انکار کردیا۔ پھر خط آیا کہ کسی آنریری مجسٹریٹ کی تصدیق ہو، مجھ کو یہ بھی اچھا نہیں معلوم ہوا۔ میں نے پھر انکار لکھ دیا، اُن کا پھر خط آیا کہ اچھا صاحب آپ دو طالب علموں کے دستخط کرا کر بھیج دیجئے، ہم نے کہا ہاں یہ ہوسکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی

قدرت اور اُن بیچاروں کا خلوص کہ اتفاق سے اُس دن ہمارے یہاں دو حاکم مہمان آئے ہوئے تھے۔ ایک (حضرت) خواجہ عزیز الحسن صاحب (دام ظلہم) ڈپٹی کلکٹر اور ایک (جناب میاں) عبدالکریم صاحب (زادمجدہم) سب جج۔ میں نے کہا لو بھائی دستخط کردو تم کو اللہ تعالیٰ نے یہاں اس موقع پر بھیج دیا۔ انہوں نے دستخط کردیئے، وہ لوگ جنہوں نے یہ رقم ارسال کی تھی بہت ہی خوش ہوئے کہ ان کی تصدیق تو ہماری مجوزہ تصدیق سے بھی زیادہ باوقعت ہے۔ میں نے طالب علموں سے کہا کہ لو بھائی اب ہم دوسرا مدرسہ بھی بنا سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اُس کی ایک جگہ بھی تجویز کرلی تھی مگر بفضلہٖ تعالیٰ سب کی گردنیں نیچی رہیں۔

بعد میں اُن کے بعض سرغنہ آکر درخواست کرنے لگے کہ یہاں سے نہ جایئے ورنہ ہماری بڑی رُسوائی ہوگی، میں نے اس وقت یہ کہنا (جوکہ امر واقعی بھی ہے) مناسب سمجھا کہ میں تو (اس خانقاہ میں) حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بٹھلایا ہوا ہوں میں کیسے جاسکتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ ہم لوگ موالاتی کہلاتے ہیں مگر بفضلہٖ تعالیٰ ہم تو اُس حالت میں بھی تارک موالات رہے اور عدالتوں میں کسی طور پر بھی جانا پسند نہیں کیا اور یہ لوگ زبان سے تو کہتے تھے کہ عدالتوں کا بائیکاٹ کرو اور پھر عدالتوں میں جاکر مقدمات کی پیرویاں بھی کرتے تھے۔

(۴۶) فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے: "رفع عن اُمتی الخطاء والنسیان" اور یہ مسئلہ عقلی بھی ہے کہ خطاء ونسیان سے بچنا غیر اختیاری ہے اور تکلیف مالایطاق ممتنع ہے تو خطاء ونسیان میں احتمال ہی نہیں مواخذہ کا، تو اب ان دونوں دلیلوں پر نظر کرکے یہاں پر ایک شبہ ہوتا ہے کہ جب اس حدیث کی رو سے خطاء ونسیان معاف شدہ ہیں تو پھر قرآن مجید میں اس دُعا کی کیوں تلقین کی گئی کہ "ربنا لاتؤاخذنا ان نسینآ او اخطأنا الایۃ" یہ تو گویا تحصیل حاصل ہے تو جواب اس کا حدیث کے اعتبار سے تو یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ رفع اس دُعا ہی کی برکت ہو اور

دلیل عقلی کے اعتبار سے مولانا رومی نے جواب دیا ہے کہ وعدہ کے سبب اس وقت گو اِن پر مواخذہ نہیں مگر فی نفسہ تو یہ خطاء ونسیان قابل مواخذہ ہیں کیونکہ گو یہ اختیار عبد سے باہر معلوم ہوتے ہیں مگر درحقیقت ان کے مقدمات تو اختیاری ہیں۔ یعنی یہ کہ اگر یہ شخص توجہ تام کرتا تو پھر اس سے خطاء ونسیان کا صدور نہ ہوتا کیونکہ خطاء ونسیان کا صدور اُن کے مقدمات کے ذہول سے ہوتا ہے تو یہ تکلیف مالا یطاق نہ ہوئی جو فی نفسہ قابل مواخذہ نہ ہوئی۔ مگر یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اُس نے ان کو معاف کر دیا مگر مثنوی میں یہ مسئلہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی کو یہ مسئلہ پہلے سے معلوم نہ ہو تو وہ نہیں سمجھ سکتا۔ اسی وجہ سے میں کہا کرتا ہوں کہ بزرگوں کے نظم کلام سے استدلال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اُس کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ دوسرے یہ کہ ان کا کلام اکثر ذو وجہیں ہوتا ہے اور "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" میں تو کہا کرتا ہوں کہ بزرگوں کے کلام کا بڑا سمجھنے والا وہ ہے کہ جو تطبیق دے سکے بزرگوں کے کلام میں اور نصوص میں۔ مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

معنی اندر شعر جزبا خبط نیست　　چوں فلاسنگ ست آنرا ضبط نیست

(۴۷) فرمایا ایک بار ایک مضمون میں نے لکھا تھا کہ ہم جو قول ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر عمل کرتے ہیں تو اُس کو حدیث ہی کی تفسیر سمجھ کر عمل کرتے ہیں تو ابوحنیفہ کا اتباع حدیث ہی کا اتباع ہے اور حاصل اُس کا یہ ہے کہ ہم حدیث پر اُس تفسیر کے موافق عمل کرتے ہیں جو امام صاحب نے کی ہے۔ (مثلاً) اس پر ایک مولوی صاحب نے اخبار الحدیث میں لکھا کہ بس اب فیصلہ آسان ہو گیا ہر حدیث کے متعلق حنفیوں سے یہ دریافت کر لیا جایا کرے کہ امام صاحب سے اس حدیث کی تفسیر منقول دکھلا دو حالانکہ میرا مطلب یہی تھا کہ ہم ذو وجہین حدیث کی اُس تفسیر کو اختیار کرتے ہیں جو امام صاحب کے مذاہب کے موافق ہو اور مقصود یہ تھا کہ جب حدیث کی ایک تفسیر مذہب کے موافق ہو سکتی ہے تو اُس مذہب کو حدیث کے موافق کہیں گے اور اسی نیت

سے اُس مذہب کو لیں گے کہ یہ حدیث کے موافق ہے۔ اس مطلب کو اس عنوان سے تعبیر کر دیا تو دونوں کو دیکھو اور اُس کی حقیقت سمجھو۔ اسی غرض کے لیے میں ایک کتاب تصنیف کرا رہا ہوں "اعلاء السنن" اس کی تصنیف میں میری دو نیتیں ہیں۔ ایک تو نصرت مظلوم کہ آج کل لوگ درحقیقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر بڑی تہمتیں لگا رہے ہیں جو ظلم ہے۔ دوسری نیت یہ ہے کہ اب تک ہم اجمالی طور پر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو حدیث کے موافق سمجھ کر اور اپنے بزرگوں کو امام صاحب کا متبع سمجھ کر عمل کرتے تھے مگر اب ہم خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو تفصیلی طور پر بھی حدیث کے موافق سمجھ کر عمل کیا کریں گے اور نصرت کا حاصل یہ ہے کہ تم جو امام صاحب کو مخالف حدیث کا کہتے ہو تو ممکن ہے یہ موافق حدیث یا اس کی نظیر کوئی دوسری حدیث امام صاحب کو پہنچی ہو اور امام صاحب نے اُس سے استدلال کیا ہو تو تم کو امام صاحب پر حق اعتراض نہیں تو ہمارا یہ کہنا کہ امام صاحب کی یہ دلیل ہے اس کا دعویٰ نہیں کہ امام صاحب سے یہ استدلال منقول ہے تا کہ ہم سے وہ سوال ہو سکے کہ نقل دکھلاؤ بلکہ ہمارا یہ کہنا درجہ منع میں ہے کیونکہ معترض مدعی ہے مخالفت کا تو اُس کے جواب میں ہماری طرف سے منع کافی ہے تو تفسیر سے میری مراد حدیث سے توافق تھا جس کا یہ ستیاناس کیا گیا تو قول امام پر ہمارے عمل کرنے کی بناء اُس کا حدیث سے توافق ہے۔ اس طرح سے کہ بعض حدیثیں ذو محملین ہوتی ہیں ہم نے ایک محمل کو امام صاحب کے قول کے موافق دیکھ کر ترجیح دے لی تو اس حقیقت کو میں نے یوں تعبیر کر دیا تھا کہ ہم امام صاحب کے قول پر اُس کو حدیث کی تفسیر سمجھ کر عمل کرتے ہیں۔ بعد وضوح حقیقت اس عنوان میں کوئی تلبیس بھی نہیں ہوئی باقی اس کتاب کی تصنیف سے میری یہ نیت ہرگز نہیں کہ اپنے امام کے مذہب کی ترجیح کی۔ دوسرے مذاہب پر کوشش بھی کی جاوے۔ میں تو طالب علموں سے کہا کرتا ہوں کہ تم اس ترجیح کی کوشش ہرگز مت کرو کہ امام صاحب کا قول راجح ہے اور امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کا مرجوح۔ ہم کو اس کتاب سے خصم کی

دلیل کا رد کرنا بھی مقصود نہیں بلکہ ہم کو تو امام صاحب کے قول کا صرف ماخذ دکھلانا ہے
تا کہ ہمارے امام پر سے مخالفت حدیث کا اعتراض اُٹھ جائے۔ باقی اس سے آگے کو
میں بے ضرورت بھی سمجھتا ہوں اور اس سے آگے بڑھنے کو دوسرے مذاہب کی تنقیص
بھی سمجھتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ میں مسائل میں تو امام صاحب کا مقلد ہوں مگر تقلید
میں محقق ہوں۔ تقلید کی حقیقت سمجھ کر میں نے اُس کو اختیار کیا ہے۔ محض اپنے بڑوں
کے اتباع سے نہیں گو شروع تو یونہی ہوا تھا مگر پھر خود میری سمجھ میں امام صاحب کی تقلید
کا ضروری ہونا بھی آ گیا یعنی اگر اب فرضاً یہ بھی ثابت ہو جائے جیسے بعض خود غرض
لوگ مشہور کرتے ہیں کہ ہمارے بعض بزرگ مقلد نہ تھے امام صاحب کے۔ مثلاً میں
یہ سنوں کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور مولانا اسماعیل شہید مقلد نہ تھے امام صاحب کے، گو
میں اس کو صحیح نہیں سمجھتا لیکن فرض بھی کر لوں تب بھی میں امام صاحب کی تقلید ترک نہ
کروں گا۔ اتنا سمجھ گیا ہوں امام صاحب کی تقلید کی حقیقت کو البتہ اگر قول ابوحنیفہ کو ہم
کسی آیت یا حدیث کے خلاف دیکھیں گے تو اُس وقت بیشک اُس کو ترک کر دیں
گے۔ مگر اس کتاب "اعلاء السنن" کی تحریر سے معلوم ہو گیا کہ بظاہر جن مسائل کی دلیل
لوگوں کے نزدیک امام صاحب کے پاس نہیں بھی معلوم ہوئی، اُن کی دلیل بھی امام
صاحب کے پاس ہے اور اس کی ضرورت نہیں کہ کوئی صریح حدیث ہی امام صاحب
کے فتوے کے موافق ملے بلکہ جب کوئی آیت یا حدیث ذو محملین ہو تو ذوق مجتہد دو
شقوں میں سے ایک کا مرجح ہوتا ہے۔ اسی طرح مخالف حدیث کی تاویل کے لیے بھی
ذوق مجتہد کافی ہے۔ اب اسی طرز کو پیش نظر رکھ کر آپ اکابر کے اقوال کو دیکھ جائیے تو
معلوم ہوگا کہ سلف کا طرز بالکل یہی تھا۔ اب طالب علموں کو غلو ہو گیا ہے کہ وہ مجتہد
کے ذوق کی صحت کے لیے صریح حدیث کو ڈھونڈتے ہیں سو اس کی ضرورت نہیں۔
مثلاً ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو نماز کے یا نمازی کے سامنے سے گزرے وہ شیطان
ہے اور ارشاد ہے کہ "فلیقاتله" یعنی اگر ہٹانے سے نہ ہٹے تو اُس سے قتال کرنا

چاہیے مگر امام صاحب فرماتے ہیں کہ قتال جائز نہیں۔ تو اب یہاں پر سوال ہوتا ہے کہ ممانعت قتال کون سی صریح حدیث سے ثابت ہے تو اس کی حقیقت سمجھنے کے لیے ضرورت ہے اُن دو اصل کے مستحضر کرنے کی جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔ ایک ذوق کا مرجح ہونا دوسرا حقیقت استدلال کا درجہ منع میں ہونا۔ یعنی ممکن ہے امام صاحب نے اس حدیث میں اپنے ذوق اجتہادی سے یہ سمجھا ہو کہ اس حدیث میں جو قتال کا امر ہے اُس کی علت کیا ہے کہ جس کی وجہ سے "فلیقاتل" فرمایا گیا تو ظاہر ہے کہ اُس کی علت ہے حفاظت خشوع صلوٰۃ جو کہ ایک وصف ہے صلوٰۃ کا اور مرور سے اُس میں خلل ہوتا ہے۔ ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ ذات صلوٰۃ وصف صلوٰۃ سے زیادہ حفاظت کے قابل ہے تو ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے امام صاحب نے یہ سمجھا ہو اس حدیث سے کہ جب صفت صلوٰۃ اس قدر قابل حفاظت ہے تو ذات صلوٰۃ تو اور زیادہ قابل حفاظت ہے تو امام صاحب نے یہ دیکھا کہ اگر "فلیقاتل" کو ظاہر پر رکھا جاوے گا تو ذات صلوٰۃ برباد ہوئی جاتی ہے کیونکہ جب کوئی قتال کرے گا تو ہاتھا پائی بھی ہوگی، کپڑے بھی پھٹیں گے تو پھر نماز کیا باقی رہے گی۔ اس لیے امام صاحب نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ یہاں پر "فلیقاتل" زجر پر محمول ہے۔ لہٰذا وہ اشکال رفع ہوگیا کہ "فلیقاتل" کے مجاز پر محمول ہونے کے لیے کون سی صریح حدیث دلیل ہے۔
سو ہر جگہ گو ہم ذوق مجتہد کی تفصیل پر مطلع نہ ہوں۔ مگر اصل یہ ہے جو میں نے بیان کی۔
غیر مقلد ایک یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ جب تم دلیل ڈھونڈھتے ہو تو پھر مقلد کہاں رہے تو جواب یہ ہے کہ عمل کے لیے تو امام ہی کا فتویٰ کافی ہے۔ باقی دلائل ہم یوں ڈھونڈھتے ہیں کہ امام صاحب پر سے اعتراض اُٹھادیں نہ کہ عمل کے انتظار کے لیے اور اگر ہم دلائل عمل کے لیے ڈھونڈھتے تو ہم دونوں طرف کے دلائل پر نظر کرتے۔ پھر کبھی حنفیہ کے دلائل کو ترجیح دیتے اور کبھی امام شافعی رحمہ اللہ کے دلائل کو جب یہ نہیں تو ہم تو مقلد ہوئے۔ اسی طرح اگر ہم استنباط کرتے۔ قرآن وحدیث سے تو بھی مقلد

نہ رہتے کیونکہ یہ کام مقلد کا نہیں ہے بلکہ مجتہد کا ہے لیکن ہم دلائل استنباط کی غرض سے نہیں تلاش کرتے بلکہ صرف رفع اعتراض کے لیے تو وہ شبہ مرتفع ہوگیا۔

(۴۸) فرمایا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ میں) ایسا انصاف تھا کہ بعض دفعہ اپنے کسی طالب کے اُلجھے ہوئے سوالات میرے پاس بھیج دیا کرتے تھے۔

(۴۹) قریب شعبان ۴۶ھ فرمایا کہ جب مجھ کو معلوم ہوا کہ مولوی طیب صاحب کو نائب مہتمم مقرر کیا جارہا ہے تو میں نے اس تجویز میں یہ قید بڑھا دی کہ بشرط اہلیت۔ پھر مولوی طیب صاحب نے خود مجھ سے اپنے تقرر ہی سے بیزاری ظاہر کی، اُس وقت یہاں پر جلسہ شوریٰ ہورہا تھا، میں نے کہا کہ تم مجلس میں اپنا استعفیٰ پیش کردو، میں اس پر رضامندی ظاہر کردوں گا۔ پھر بعد کو میرے ہی قلب میں اوّل یہ بات آئی کہ مولوی طیب ہی کو مہتمم ہونا چاہیے اور یہ دو وجہ سے ہوا جو عنقریب مذکور ہیں (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کی خدمت مدرسہ کے دو داعی ہوں گے ایک یہ کہ مدرسہ دین کا کام ہے۔ دوسرا یہ کہ میرے جدامجد کا بنا کردہ ہے۔ پھر اسی سلسلہ میں اہل مجلس سے فرمایا کہ میں ایک علمی استفادہ کرنا چاہتا ہوں کوئی صاحب بتلائیں کہ اس حدیث عثمان کے کیا معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت کے ترک سے کیوں منع فرمایا؟ جب کسی نے جواب نہ دیا تو مولوی صاحب مدرس مدرسہ امدادالعلوم نے فرمایا کہ چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حق پر تھے تو حق کو کیوں ترک کریں۔ فرمایا کہ ہاں یہی وجہ تھی اور اس سے پہلے ایک مولوی صاحب نے فرمایا تھا کہ کوئی دوسرا خلافت کا اہل نہ تھا۔ فرمایا کہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اہل نہ تھے؟ یہ تو غلط ہے بہت لوگ موجود تھے) مگر میں اس سے ذرا آگے پہنچا ہوں وہ یہ کہ اگر حضرت عثمان مخالفین کے کہنے سے ترک خلافت کردیتے تو آگے کو ایک بری راہ نکل جاتی کہ بس جب کسی کا دل چاہا شور و فساد برپا کرکے خلیفہ کو معزول کردیا۔ پھر خلیفہ اور خلافت کوئی چیز ہی نہ رہتی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا، پھر فرمایا کہ

دوبارہ جو مولوی طیب صاحب کے متعلق میری رائے ہوئی اس کی وہ وجہ تھی جو حدیث "الائمۃ من قریش" کی وجہ ہے اور وہ وجہ وہ ہے کہ جس کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ اسلام سے اوروں کا تو محض مذہبی ہی تعلق ہے اور قریش کا خاندانی تعلق بھی ہے کہ نبی اُس خاندان کے ہیں تو ان کو اسلام کی حمایت دو وجہ سے ہوگی۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ کے خاندان کو مدرسہ سے دو تعلق ہوں گے (اوپر اسی وجہ کو دو وجہ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ حاصل اس وجہ کا دو وجہ ہیں دو تعلق کے اعتبار سے) پھر اہلیت مولوی طیب صاحب کی اس سے بھی ثابت ہوگئی کہ انہوں نے اس سے کراہت ظاہر کی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اور درحقیقت اُن کو اس سے کراہت ہے۔ ان کا اصلی مذاق تو یہ ہے کہ مدرسی ہو اور وہ بھی بلاتنخواہ اور آدمی کے دل کا حال اور اُس کا اثر اس کی باتوں سے معلوم ہو جاتا ہے۔ یہ دلیل صاف ہے ان کی اہلیت کی۔ پھر اپنی سرپرستی کے متعلق فرمایا کہ میں نے صاف ظاہر کر دیا کہ میں صرف مشورہ دیا کروں گا مشورہ کے بعد حکم کرنا یا جبر کرنا میرا کام نہیں۔ پھر اہل فتنہ کے متعلق فرمایا کہ موجودہ نظام میں اگرچہ کچھ کوتاہیاں ہوں لیکن وہ مبقی ہے مدرسہ کا اور مخالفین نے جو طرز اختیار کیا ہے وہ مدرسہ کا مفنی ہے اس وقت مدرسہ گو بیمار ہے مگر اس کے اندر روح تو ہے یعنی طرز قدیم باقی ہے اور نئے طرز میں گو ظاہری ترقی ہو مگر وہ ترقی ایسی ہے جیسے روح نکلنے کے بعد مردہ کا جسم پھول جاتا ہے وہ بھی ایک قسم کی ترقی ہے مگر چونکہ روح نہیں رہی اس لیے وہ پھول کر پھر پھٹتا ہے اور اسی فتنہ کے متعلق فرمایا کہ میں اگر مدرسہ میں ہوتا تو کسی سے کچھ نہ کہتا۔ اُصول کی پابندی کے ساتھ کام کرتا رہتا۔ اگر طلبہ کم ہی رہ جاتے اُن ہی کو لے کر بیٹھ جاتا اور یہی کہتا کہ اب مدرسہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ اگر وفود آتے تو میں کسی کو کوئی جواب نہ دیتا نہ کسی کو کوئی رجسٹر دکھاتا کہہ دیتا کہ ہم نہیں دکھاتے، اگر وہ کہتے کہ صاحب ہم قوم کی طرف سے آئے ہیں تو میں کہہ دیتا کہ جاؤ قوم سے کہہ دو کہ چندہ نہ دے (اگر

مدرسہ کیلئے ہمارے پاس قوم چندہ نہ بھیجے گی تو) ہم مدرسہ میں قفل لگا کر اپنے گھر چلے جائیں گے ہمارا کیا نقصان ہے۔اس استقلال کی جو برکت ہوتی سب دیکھتے۔

(۵۰) ایک بار مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا کے علم کی اور شان تھی اور مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کے علم کی اور شان تھی۔

(۵۱) فرمایا کہ ایک بار تحریک خلافت کے زمانہ میں کوئی شخص مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مردانہ مکان میں بیٹھا ہوا میری بُرائی کرر ہا تھا اور مولانا اندر کے درجہ میں تشریف رکھتے تھے تو مولانا باہر تشریف لے آئے اور بہت نا گواری کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ ہم کو یہ بھی فخر ہے کہ اس تحریک کا مخالف بھی ہم ہی میں سے ہے۔مطلب یہ تھا کہ ایسا قوی القلب شخص کہ جو سارے ہندوستان کی بھی پروانہیں کرتا وہ بھی ہماری ہی جماعت میں سے ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میرے اوپر کیا کوئی وحی اُتری ہے۔میری بھی محض رائے ہے ممکن ہے دوسری رائے صحیح ہو۔

پھر حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ اگر حضرت مولانا مجھ کو تحریک میں شامل ہونے کے لیے حکم فرماتے تو چونکہ میں اُن کا چھوٹا تھا اس لیے مجبور ہو جاتا۔مگر حضرت مولانا کو کبھی اس کا خطرہ بھی نہ ہوا بلکہ خیال آیا تو یہ آیا کہ اپنے ایک خادم خاص پانی پتی سے یہ فرمایا کہ بھائی اختلاف تو اچھا نہیں معلوم ہوتا لاؤ پھر میں ہی اپنی رائے سے کچھ رجوع کرلوں (یہ مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ تھے۔احقر جلیل احمد) سبحان اللہ! حضرات اکابر کس قدر حدود کی رعایت فرماتے ہیں۔

سلسلہ حقوق ازواج میں

(۵۲) فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ نہایت مہربانی فرماتے تھے۔

(۵۳) فرمایا فلاں شخص جو علم وتقویٰ کا دم بھرتے تھے اپنی بیوی پر بہت سختی کرتے تھے جس کا یہ اثر تھا کہ اُن کی بیوی اُن کو سُور کا بچہ کہا کرتی تھی اور میرے حُسنِ

سلوک کا میرے گھر والوں پر یہ اثر ہے کہ وہ مجھ کو بجائے پیر سمجھتے ہیں۔

(۵۴) فرمایا کہ اپنی عورتوں کی دلجوئی یوں بھی کرنا ضروری ہے کہ اُن کو یہ خیال نہ ہو کہ مثل دیگر بے پردہ عورتوں کے اگر ہم بھی پردہ نہ کرتے تو ہمارے کام آسانی سے پورے ہوتے بلکہ اُن کی اتنی خدمت کرے کہ وہ یقین کرلیں کہ اگر ہم پردہ نہ کرتے تو مرد ہماری اتنی خدمت نہ کرتے۔ حاصل یہ کہ مرد کے طرزِ عمل سے عورتوں کو پردہ کا موجب راحت ہونا معلوم ہو جائے اور بے پردگی کی ترجیح کا وسوسہ نہ ہو۔ اِسی سلسلہ میں عورت کی شان انقیاد کے متعلق فرمایا کہ ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ مردوں کو سالہا سال کے مجاہدوں کے بعد یہ بات نصیب ہوتی ہے کہ وہ حق تعالیٰ کا ہو رہے سب کو چھوڑ کر اور عورت اپنے خاوند کے لیے پہلے ہی دن یعنی شادی ہوتے ہی اس کے لیے وقف ہو جاتی ہے اور پھر اگر عورت کا خاوند بھی نہ ہوگا تو اور کون ہوگا اس بیچاری کا۔ تو اگر اس کی تھوڑی بہت بد خلقی بھی گوارا کرلی جائے تو کیا عجیب ہے۔ (احقر جلیل احمد عرض کرتا ہے کہ اس بارے میں حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی کا ایک وعظ ہے "مسمّٰی حقوق البیت" جو آپ ہی اپنا نظیر ہے۔ احقر بھی اُس کے مطالعہ سے حال ہی میں مشرف ہوا اور مطالعہ کے بعد افسوس کیا کہ کاش! میں اِس کا مطالعہ پہلے سے کرتا تا کہ اضاعۃ حقوق العباد سے محفوظ رہتا)۔

(۵۵) تربیت باطن کے متعلق فرمایا کہ تجربہ ہے کہ علاج اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ معالج کے قلب میں (مریض کی طرف سے) بشاشت ہو اگر بشاشت نہ ہو معالج کے قلب میں تو علاج نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ میری تو یہ رائے ہے کہ طبیب ظاہری بھی بغیر بشاشت کے علاج نہیں کر سکتا۔

(۵۶) اس تذکرہ پر کہ فلاں صاحب کی گفتگو میں اثر ہے۔ فرمایا کہ اثر ایک تو ہوتا ہے ذکر کا ایک ہوتا ہے بزرگوں کی صحبت کا (یعنی بزرگوں کے پاس بیٹھنے سے بھی ایک اثر طالب کے اندر پیدا ہو جاتا ہے جو دوسرے کو محسوس ہوتا ہے) اور ایک اثر ہوتا ہے

اعمال کا اور اعمال کا اثر بہت دقیق ہوتا ہے اُس کو ہر شخص نہیں پہچان سکتا۔ اس لیے اثر کے احساس کا انتظار نہ کرے بلکہ اعمال کا مشاہدہ کرے اور جس کے اعمال ظاہرہ و باطنہ منہاج شریعت پر ہوں اُس کی صحبت سے استفادہ کرے اور فرمایا کہ اصل چیز اعمال ہی ہیں اور حدود سنت کے اندر رہ کر جو کوئی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو وہ بعض مرتبہ اتنی لطیف ہوتی ہے کہ خود صاحب کیفیت کو بھی اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ ۱۴ جولائی ۳۰ء

(۵۷) فرمایا کہ اہل باطل کی صحبت میں تو ظلمت ہوتی ہی ہے اُن کی مس کی ہوئی چیزوں میں بھی ظلمت ہوتی ہے۔ شاہ غلام علی صاحب کی مجلس میں ایک شخص آیا فوراً شاہ صاحب نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی معقول کی کتاب ہے؟ اس شخص نے کہا کہ جی ہاں میرے پاس شفاء ہے شیخ کی فرمایا فوراً اُس کو علیحدہ کرو تمام مجلس ظلمت سے بھر گئی۔ ایک صاحب فرماتے تھے کہ بددین کی کتاب خواہ وہ بددینی کی نہ ہو مگر پھر بھی اس مصنف کے قلب کی ظلمت دیکھنے والے کے دل میں اس کتاب کے الفاظ کے ذریعہ سے پہنچتی ہے۔

(۵۸) فرمایا صوفیاء کی مثال ایاز کی سی ہے اور علماء کی مثال حسن میمندی کی سی ہے۔ ایاز محبوب تو ہے مگر انتظام حسن کے ہی سپرد ہے۔

(۵۹) فرمایا علماء کی وقعت عوام کے قلب سے ہرگز کم نہ کرنی چاہیے۔

(۶۰) فرمایا کہ جو کام میں کر رہا ہوں یعنی تربیت سالکین اگر یہ کام دوسری جگہ ہوتا تو میں تو کتابیں پڑھاتا۔

(۶۱) فرمایا کہ میں گوشہ نشینوں سے مدرسین کو افضل سمجھتا ہوں۔

(۶۲) فرمایا کہ وسوسہ کو بلاواسطہ دفع کرنا مفید نہیں ہوتا بلکہ بواسطہ اذکار کے دفع کرنا چاہیے۔

(۶۳) فرمایا کہ نماز وغیرہ میں جو توجہ اور حضور قلب ضروری ہے تو اس کی حد یہ ہے کہ اتنی توجہ اور اتنا حضور ہو جتنا اُس قرآن شریف پڑھنے والے کو قرآن شریف کی طرف ہوتا ہے جس کو کچا یاد ہو اور وہ سوچ سوچ کر پڑھتا ہے۔ فرمایا اگر باوجود کوشش و تدبیر کے توجہ تام نہ ہو تو اس پر قلق نہ کرے (نماز وغیرہ میں) کیونکہ پھر یہ قلق کی طرف

توجہ ہو جائے گی۔ غرضیکہ اگر سعی پر بھی کامیابی نہ ہو تو پھر اس قلق میں نہ پڑے کہ ہائے اب تک کیا ہوا آئندہ کیسے ہوگا۔ اسی کو مولانا روم فرماتے ہیں:

ماضی و مستقبلت پردہ خداست

(۶۴) بواسطہ ماسٹر مقبول احمد صاحب سیتاپوری احقر کو معلوم ہوا کہ حضرت نے فرمایا کہ بعض اوقات بعض کام کرنے سے طبیعت شرماتی ہے۔ مثلاً گھڑا پانی کا بھر کر سر پر لانے کو طبیعت گوارا نہیں کرتی اور اس سے کبر کا شبہ ہو جاتا ہے اس لیے دونوں میں فرق سمجھنے کی ضرورت ہے۔ سو تکبر اور خجلت میں یوں فرق ظاہر فرمایا کہ اگر مثلاً کسی شخص کو اس بات سے گرانی ہو کہ وہ سر پر ٹوکرا رکھ کر سر بازار نکلے اور اس سے شبہ کبر کا ہو تو دیکھنا چاہیے کہ مثلاً اگر خلاف عادت اسی کو ہاتھی پر بٹھا کر جلوس کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے بازار میں نکالا جائے تو اُس کو آیا اس سے بھی انقباض ہو اور شرم آئے یا نہیں۔ اگر اس سے بھی انقباض ہو تو ایسے شخص کو ٹوکرا اُٹھانے سے جو انقباض ہو اس کو تکبر نہ کہیں گے بلکہ یہ خجلت ہے جو خلاف عادت فعل کے ارتکاب کی وجہ سے سمجھی جاوے گی اور اگر اس جلوس کے ساتھ نکلنے کی وجہ سے اس شخص کو انقباض نہ ہو تو یہ ٹوکرا اُٹھانے سے جو گرانی ہوئی ہے اس کو تکبر قرار دیں گے کیونکہ عادت کے خلاف تو وہ جلوس کے ساتھ نکلنا بھی تھا اُس میں گرانی کیوں نہیں ہوئی۔

(۶۵) ایک صاحب کا خط آیا کہ آنکھ کھلنے کی سہل ترکیب کیا ہے فرمایا الارم یا کسی آدمی کا جگا دینا اور اُس خط میں سوتے رہنے پر سائل نے اظہار افسوس کیا تھا اور لکھا تھا کہ بسبب مرض وغیرہ کے ایسا ہوتا ہے کہ نماز بھی قضا ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ پھر اس پر قلق کیوں کرتے ہے جب یہ اختیار سے باہر ہے پھر فرمایا کہ یہ سنن باطنہ ہیں ان کا لوگ خیال ہی نہیں کرتے۔ بس جہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قلق کرو وہاں قلق کرو جہاں فرمایا ہے قلق نہ کرو وہاں نہ کرو۔ انسان مطالعہ محبوب کے لیے پیدا ہوا ہے نہ کہ اس ادھیڑ بن کے لیے جب کوئی گناہ ہو جاوے، شرعی طور پر تدارک

کرلے توبہ کرلے مگر ہر وقت اسی میں نہ لگ جائے کہ ہائے یہ کیوں ہو گیا تھا اور کہیں
پھر نہ ہو جائے۔ البتہ توبہ نصوح کے بعد اگر از خود وہ گناہ پھر یاد آ جاوے تو تجدید توبہ کی
کر کے پھر کام میں لگ جاوے اس سے زیادہ کاوش کرنا غلو ہے اور یہ قصد کرنا کہ ذرا
بھی کوتاہی نہ ہونے پاوے۔ یہ ایک قسم کا دعویٰ اور غلو ہے اور گو عقلاً محال نہیں لیکن
عادۃً محال ہے ورنہ پھر حدیث شریف میں یہ کیوں آتا "سددوا وقاربوا و
استقیموا ولن تحصوا" احقر نے عرض کیا کہ بعض مرتبہ کوئی عمل ترک ہوتا ہے لیکن
اُس کے ترک کے اندر اختیار کو کچھ دخل نہیں ہوتا لیکن پھر یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ شاید اس
کے اندر فلاں وجہ سے اختیار کو دخل ہو تو اس وجہ سے اس پر افسوس کرنے کو جی چاہتا
ہے۔ فرمایا کہ وہم تو کرنا نہیں چاہیئے بس معتدل طور پر سوچنے کے بعد عمل کر لینا
چاہیے اور جو افسوس کہ بلا اختیار ہو وہ تو اچھا ہے۔ پھر فرمایا کہ بعض لوگوں کو تقویٰ کا
ہیضہ ہو جاتا ہے۔ مبتدی کا دل بڑھانا چاہیے ایسی باتوں سے اُس کو تعطل ہو جاتا ہے۔
ہاں منتہی کا حال دوسرا ہوتا ہے اس کا دل تو ایسا کچلا جاتا ہے کہ پھر بڑھانے سے بھی
نہیں بڑھتا اور بالکل یہ اپنے اختیار میں نہیں رہتا۔ ہیبت و انس ان دونوں میں سے جو
بھی اس پر مسلط ہو جائے یہ مجبور ہے۔ ۲۷ر جنوری ۲۸ء

(۶۶) فرمایا کہ یوں تو ہر حزن مفید ہے مگر جو حزن کہ اُمور باطنہ کے متعلق ہو وہ
خواہ تھوڑی دیر کا ہی کیوں نہ ہو، بعض مرتبہ مدتوں کے مجاہدہ سے زائد مفید ہو جاتا ہے مگر
اس حزن سے وہ حزن مراد ہے جو غیر اختیاری ہو۔ ۲۹ر جنوری ۲۸ء

(۶۷) فرمایا کہ آخرت میں صرف معصیت پر سزا ہوگی اور غیر معصیت پر اگر
اُس میں الہام کی مخالفت ہو کبھی صرف دُنیا میں سزا مل جاتی ہے (یعنی ایسے امر پر کوئی
مصیبت پیش آ جاتی ہے)۔ ۴ر جنوری ۳۰ء...... (۶۸) فرمایا جو تکلیف کسی گناہ کی
سزا میں پہنچتی ہے اس میں پریشانی محسوس ہوا کرتی ہے۔ یہ ذوقی بات ہے اور جو رفع
درجات کے لیے ہوتی ہے اس میں پریشانی نہیں ہوتی۔ شعبان ۴۸ھ

(۶۹) فرمایا قرضہ کی میعاد مقرر کرنا ناجائز ہے اور جو زرِ ثمن میں میعاد ہو وہ جائز ہے۔ البتہ اگر قرضہ کی ایسی میعاد مقرر کردی جو مجہول ہے مثلاً یہ کہ ہفتہ عشرہ میں دیدوں گا یا لے لوں گا تو یہ جائز ہے وہ میعاد ہی نہیں۔

(۷۰) فرمایا کہ چندہ کی تحریک اگر ضروری ہو تو خطاب عام سے مناسب ہے لیکن اگر خطاب عام میں بھی وجاہت سے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو تو اُس وقت چندہ نہ لے بلکہ کہہ دے کہ اس جلسہ کے بعد کسی کے پاس جمع کر دینا۔

(۷۱) فرمایا چندہ مانگنے کا کام علماء کے ذمہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ اس میں اُن کی ذلت ہے اور امراء کے لیے ذلت نہیں کیونکہ بوجہ وسعت و فراخی اگر ایک روپیہ وہ دوسروں سے طلب کریں گے تو دو روپیہ خود بھی دیں گے۔ شعبان ۴۸ھ

(۷۲) فرمایا علماء کو بحیثیت امارت امراء سے خود اُن کے پاس جا کر نہ ملنا چاہیے۔ البتہ اگر اُن سے کوئی دوسرا تعلق ہو۔ مثلاً کسی امیر سے پہلے سے دوستی ہو تو وہ دوسری بات ہے۔

(۷۳) فرمایا کہ شیخ کو اتنا صاحب کشف ہونا ضروری ہے کہ دوسرے کے کشف کا واقعی یا غیر واقعی ہونا تو معلوم کرلے پھر فرمایا کہ کشف اگر وہم سے ہو یعنی تخییل ہو وہ جب میرے سامنے بیان ہوتا ہے تو میرے جی کو نہیں لگتا بس یہ ذوقی پہچان ہے۔ شعبان ۴۸ھ

خلاصۂ عریضہ آمدہ از جانب یکے از منتہیان

(۷۴)....(۱) بیمار تھا تہجد آخر شب میں ناغہ تھی۔ اسی زمانہ میں دو مہمان آئے وہ آخر شب میں اُٹھے تو خیال ہوا کہ لاؤ میں بھی پڑھ لوں تہجد۔ (۲) پھر خیال ہوا کہ نہ پڑھوں، یہ ریا ہے۔ چنانچہ نہ پڑھی۔ (۳) پھر خیال ہوا کہ صبح کو ان سے ظاہر کردیا جاوے کہ فلاں وجہ سے تہجد سے قاصر رہا اور اس وقت (تہجد) نہ پڑھوں۔

خلاصۂ جواب حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ

(۱) یہ احکم تھا۔ (۲) یہ اسلم تھا۔ (۳) یہ خالص ریا تھا۔ باقی ناقص کو یہی حکم کیا جاتا ہے کہ پڑھ اور نیت کو درست کرو ورنہ پھر اُس کو ہر موقعہ پر ریا کا شبہ اور بہانہ ہونے لگے گا۔ شعبان ۴۸ھ

(۷۵) حیدر آباد سے ایک خط آیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے لڑکوں کو مصر بغرض تعلیم بھیج دوں اور خرچ ریاست نظام سے مقرر کرادوں اور میں خود مع اپنے متعلقین کے مکہ معظمہ جا کر رہ پڑوں۔ حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی نے جواب تحریر فرمایا کہ میں مشورہ تو دیا نہیں کرتا مگر آپ کی خصوصیت سے اتنا لکھتا ہوں کہ اگر میں ایسا کرتا تو اپنے کو چند جرموں کا مجرم سمجھتا۔

(۱) اپنی اولاد کی بے دینی کا سبب بننا کیونکہ مصر آج کل نیچریت کا معدن ہو رہا ہے۔

(۲) دُنیادار کے سامنے ہاتھ پھیلانا (اور اُس کے بھروسہ توکل کا دم بھرنا) (۳) پھر یہ کہ ذکر و شغل میں ہمیشہ لذت نہیں رہتی کبھی نہ کبھی ضرور ملال پیدا ہوتا ہے۔ تو پھر ایسی حالت میں مکہ معظمہ میں جبکہ فراغ میسر ہوگا، ذکر و شغل میں تو ہر وقت مشغول رہو گے نہیں۔ نتیجہ سوائے اس کے کیا ہوگا کہ بیکار پڑے رہو اور ادھر اُدھر فضولیات میں مشغول رہو۔

(۷۶) فرمایا نسبت کہتے ہیں عبد کے معبود کے ساتھ اور معبود کے عبد کے ساتھ تعلق کو یعنی معبود کی طرف سے رضا اور عبد کی طرف سے اطاعت باقی دھیان بندھ جانا سو یہ تو مشق سے اور کفار کو بھی حاصل ہوسکتا ہے (کہ جو شخص ہر وقت یاد رکھے گا اُس کو ہر وقت یاد رہنے لگے گی) یہ نسبت نہیں ہے اور یہ نسبت (یعنی تعلق درمیان عبد و معبود) معصیت سے سلب یا ضعیف ہو جاتی ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ فلاں نے فلاں شخص کی نسبت سلب کر لی وہاں یہ نسبت مراد نہیں، اس کو کون سلب کر سکتا ہے بلکہ مراد اُس سے ایک کیفیت نفسانی ہے۔ مثلاً نشاط جو پہلے عمل میں تھا وہ اب جاتا رہا اور یہ تصرف سے ممکن ہے لیکن خود ایسا تصرف جائز نہیں بلا عذر شرعی۔ پس اگر اس ذوق و شوق کے نہ

رہنے سے عامل خود ہمت ہار دے اور اس سے اعمال میں کوتاہی کرنے لگے چونکہ نسبت کا بقاء اعمال ہی پر تھا تو پھر ان وسائط سے نسبت بھی باقی نہیں رہتی تو اِس معنی کر اس تصرف کو (یعنی ذوق وشوق کے سلب کو) نسبت کا سلب مجازاً کہہ سکتے ہیں۔

(۷۷) فرمایا مستورات کا اس غرض سے بہت خیال رکھنا چاہیے کہ مبادا اُن کو یہ وسوسہ گزرے کہ پردہ کے سبب سے ہماری ضروری آسائش میں خلل پڑتا ہے۔ اسی رعایت مصالح کے سلسلہ میں فرمایا کہ جتنا اللہ تعالیٰ مجھ کو دیتا ہے اُس کے میں تین حصے کرتا ہوں اور اپنے گھروں میں اپنے حصہ کے برابر ہر ایک کو دیتا ہوں اور اپنے مہمانوں کا خرچ اس سے علاوہ دیتا ہوں۔

(۷۸) ایک صاحب اہل علم کے متعلق فرمایا کہ نا معلوم اُن کے اور اُن کے گھر میں کیوں اختلاف رہتا ہے اور بنتی نہیں۔ حالانکہ اُن کے گھر میں نیک معلوم ہوتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضابطہ بہت برتتے ہیں مگر صاحب گھر والوں سے زیادہ ضابطہ چل نہیں سکتا۔

(۷۹) فرمایا کبر کی نفی کے لیے یہ احتمال رکھنا بھی کافی ہے کہ ممکن ہے یہ شخص اللہ تعالیٰ کے علم میں مجھ سے اچھا ہو۔ آج کل کے مشائخ تو یہ کہتے ہیں کہ اپنے سے سب کو یقیناً اچھا سمجھو۔ میرے نزدیک تو یہ ہر ایک کے وسع میں نہیں، میں تو اتنی آسان بات بتلاتا ہوں کہ صرف یہ کافی ہے کہ شاید یہ مجھ سے اچھا ہو۔ سو یہ کچھ بھی دُشوار نہیں۔

(۸۰) فرمایا آج کل لوگ علمی خرابی میں بھی مبتلا ہیں اور عملی خراب میں بھی ایک عملی خرابی یہ ہے کہ آج کل جو شخص عمل کے اعتبار سے جس حالت میں ہو وہ اس پر قناعت کئے ہوئے ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میرے اندر کوئی نقص نہیں۔ بات یہ ہے کہ لوگوں کو فکر نہیں، دُھن نہیں بلکہ بعض لوگ تو اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنی بُری حالت کو بھی بُرا ثابت نہ ہونے دیں اور بعض کے اندر یہ بات تو نہیں ہے مگر کم از کم اتنا تو سمجھتے ہی ہیں کہ جو حالت ہماری ہے اس میں تغیر وتبدل کی حاجت نہیں۔ میں تو کہتا

ہوں کہ یہ خشیت کی کمی ہے، خوف کے اندر احتمال ہوا کرتا ہے کہ کہیں مجھ سے یہ نہ ہو جائے وہ نہ ہو جائے۔ بس لوگوں میں خوف نہیں۔

(۸۱) فرمایا آج پانی پت سے چھوٹے گھر کا (مراد چھوٹی پیرانی صاحبہ دام ظلہا) خط آیا ہے۔ اُنہوں نے اپنا ایک خواب لکھا ہے کہ میں نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے کچھ گلگلے مجھ کو عنایت فرمائے ہیں کہ یہ اُن کو دے دینا (یعنی حضرت دام ظلہم کو) پھر حضرت دام ظلہم العالی نے اس کی تعبیر ارشاد فرمائی کہ مراد گلگلوں سے علوم ہیں اور اس طرف اشارہ ہے کہ ان شاء اللہ جس کو نفع ہوگا پورا نفع ہوگا کیونکہ گلگلے ایسی چیز ہیں کہ جب تقسیم ہوتے ہیں تو پورے (یعنی سالم) تقسیم ہوتے ہیں، ٹکڑے ہو کر تقسیم نہیں ہوا کرتے۔ (اور یہ ملفوظ ۴۹ھ میں ارشاد فرمایا۔

العارض جلیل احمد علی گڑھی

(مورخہ ۹ شوال ۴۹ھ مطابق ۱۸ فروری)

امیر الروایات

حضرت حکیمُ الاُمّت مُجدِّدِ المِلّت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العُلُوم القرآنیۃ، واقف الاُسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاُسرار الخفی منہا د الجلی اعنی بہ

مَولانا مُحمّد اَشرف علی التّھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

چون استنان بسنن سابقین+ که دال ست برو اثر مذکور منقول از صحابی اوثق الصادقین موقوف ست برتدوین سیراین جماعت عاشقین+ خواه از سلف باشند خواه ازلاحقین لعموم العلة لهما وان كانت الصحابة المذكورون فی آخر الحديث ﴿ولفظه اولئک اصحاب محمد صلی اللّٰه علیه وسلم.۱۲﴾ فیهم من الفائقین+ ورساله

امیر الروایات فی حبیب الحکایات

مع حاشیه شریف الدرایات

که روایت کرده شده است از ثقات الناطقین + حاکی بود از احوال اقوال· طائفه خاصه ازحاذقین+ فی دین اللّٰه احسن الخالقین+ رفقاء بالطالبین الموافقین+ ووفاقًا للراغبین المرافقین + باهتمام محمد عثمان المفتقر الی ربه خیر الرازقین·

❁❁❁

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمہید

شریف الدرایات یعنی حواشی

امیر الروایات فی حبیب الحکایات

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ احقر بخدمت شائقین ومحبین تذکرہ بزرگان سلسلہ ولی اللہیہ عرض رسا ہے کہ اپنی سب جماعت کو معلوم ہے کہ جناب امیر شاہ خان صاحب متوطن خورجہ ومقیم مینڈو ضلع علی گڑھ مرحوم ومغفور کو اللہ تعالیٰ نے اس موضوع کے متعلق چند نعمتوں کا جامع بنایا تھا۔

(۱) اپنے سلسلہ کے متعدد اکابر کی خدمت وصحبت۔

(۲) ان سب حضرات کی نظر میں مقبولیت ومحبوبیت۔

(۳) اُن حضرات کے اقوال وافعال سے استفادہ کا اہتمام۔

(۴) اُن فوائد کے تبلیغ کا شوق ورغبت۔

(۵) قوت حافظہ واحتیاط فی الروایۃ والتزام سند چنانچہ اُن مرحوم ومغفور کا کوئی جلسہ اس تذکرہ سے کم خالی ہوتا ہوگا۔ احقر کو ان روایات کا نافع ہونا دیکھ کر بارہا قلب میں تقاضا ہوا کہ اگر یہ جمع ہو جاویں تو اہل دین کو عموماً اور اپنے سلسلہ والوں کو خصوصاً بے حد نفع ہو مگر اس کی کوئی صورت نہ بنتی تھی اتفاق سے میرے خالص و

مخلص دوست مولوی حبیب احمد صاحب کرانوی کو مدرسہ مینڈو کی مدرسی کے ذریعہ سے خان صاحب مرحوم کے ساتھ یک جائی کا موقع ملا اس موقع کو احقر نے غنیمت سمجھ کر مولوی صاحب موصوف سے اس جمع کی درخواست کی اور اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے کہ اُنہوں نے اس کو منظور کیا گو بوجہ زیادہ وقت نہ مل سکنے کے زیادہ ذخیرہ جمع نہیں ہو سکا مگر جتنا بھی ہو سکا بقول حضرت رومی رحمہ اللہ ۔

آب جیحون را اگر نتوان کشید ہم زقدر تشنگی نتوان برید

اُسی کو مغتنم سمجھا گیا پھر خان صاحب مرحوم کے وفات ہو جانے سے اور اس لئے اضافہ کی اُمید قطع ہو جانے سے اس رسالہ کو ختم سمجھ کر یہ جی چاہا کہ اگر اس کی اشاعت کی کوئی صورت ہو جاوے تو اس کے ضروری ضروری مقامات پر کچھ حواشی لکھ دیئے جائیں چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ اب اس کا وقت بھی آ گیا سو وہ رسالہ مع حواشی حاضر ہے میں نے رسالہ کا نام برعایت اسماء راوی و مروی عنہ۔

امیر الروایات فی حبیب الحکایات اور حواشی کا نام برعایت اپنے نام کے مادّہ کے اور اُن دونوں ناموں کے وزن سے ''شریف الدرایات'' رکھ دیا اللہ تعالیٰ اُس کو نافع فرمادے۔ والسلام

کتبہ اشرف علی عفی عنہ وسط ۱۳۴۳ھ

تمہید رسالہ

امیر الروایات فی حبیب الحکایات

بصورت خط از مولوی حبیب احمد صاحب مؤلف رسالہ بنام احقر اشرف علی

مجدّد الملۃ والدین فاضت انہار فیوضہم۔ جناب خان صاحب سے معلوم ہوا کہ جناب سامی کا خیال تھا کہ جناب خان صاحب کو جو اپنے بزرگوں کے واقعات و ملفوظات وغیرہ یاد ہیں وہ اگر جمع ہو جائیں۔ تو اچھا ہے۔

بنا برین احقر نے اِرادہ کیا ہے کہ جو جو باتیں جناب قبلہ خان صاحب سے سنوں ان کو متفرق طور پر قلمبند کر کے خدمت سامی میں ارسال کرتا رہوں مجتمع ہو جانے کے بعد پھر ترتیب مناسب سے ان کو مرتب کر لیا جاوے وباللہ التوفیق۔

حاشیہ مسمّی بہ شریف الدرایات (نوٹ) سہولت کے لئے یہ صورت اختیار کی گئی کہ بدون اس کے کہ ترتیب میں کوئی تصرف کیا جاوے ہر حکایت کے بعد اُس کے نمبر کا حوالہ دے کر حاشیہ متن ہی میں لکھا جاوے گا اور اُس کے شروع میں لفظ حاشیہ (جس سے مراد یہی حاشیہ شریف الدرایات ہوگا) اور اس کے ختم پر لفظ شت جو رمز ہے حاشیہ کے نام کا لکھا جاوے گا وباللہ التوفیق۔

ملفوظات جناب خان صاحب قبلہ بصورت حکایات

(۱) خان صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے حافظ عطاء اللہ صاحب مرحوم کرانوی بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے یہاں حاضر تھا۔

اور جناب مولوی اشرف علی صاحب بھی اس زمانہ میں گنگوہ تشریف لائے ہوئے تھے ۔مولانا کا ایک مقام پر وعظ ہو رہا تھا مگر مجھے اس کا علم نہ ہوا تھا اس لئے میں اُس میں شریک نہ ہوا تھا اور حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں بیٹھا رہا تھا اور آپ (یعنی خان صاحب) بھی حضرت کی خدمت میں موجود تھے اس پر حضرت قدس سرہٗ نے حاضرین سے غصہ ہو کر فرمایا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو ایک عالم ربانی وعظ کہہ رہا ہے اُس کے وعظ میں جاؤ میرے پاس کیا رکھا ہے۔

حاشیہ حکایت (۱)

قولہ عالم ربانی اقول

ادائے حق محبت عنایتے ست زدوست
وگرنہ عاشق مسکین بہ ہیچ خورسند ست (شت)

(۲) خان صاحب قبلہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا اور جناب مولوی اشرف علی صاحب بھی گنگوہ تشریف لائے ہوئے تھے صبح کی نماز کے بعد مولوی اشرف علی صاحب حضرت گنگوہی قدس سرہ سے کچھ پوچھتے ہوئے حضرت کے ساتھ حجرہ تک تشریف لے گئے اور سہ دری پر پہنچ کر دونوں حضرات کھڑے ہو گئے اور کچھ دیر تک کھڑے کھڑے گفتگو ہوتی رہی مولوی اشرف علی صاحب اس روز رخصت ہونے والے تھے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مولانا سے اور حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے مولود وغیرہ کے باب میں مکاتبت ہوئی تھی۔

اور مجھے حضرت مولانا سے اُن کے مسلک سابق کی وجہ سے عقیدت نہ تھی جبکہ میں نے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کا حضرت مولانا کے ساتھ اس خصوصیت کا برتاؤ دیکھا تو میں نے حضرت قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ کیا مولوی اشرف علی صاحب اچھے ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ ہاں اچھے ہو گئے۔ میں نے پھر پوچھا کہ کیا بالکل اچھے ہو گئے آپ نے تیز لہجہ میں فرمایا کہ بالکل اچھے ہو گئے۔

حاشیہ حکایت (۲)

قولہ مکاتبت ہوئی تھی اقول یہ مکاتبت ''تذکرۃ الرشید'' میں شائع ہوئی ہے اور میں نے اب اُس کا نام ''ضیاء الافہام من علوم بعض الاعلام'' رکھ دیا ہے تا کہ اگر کوئی استقلالاً شائع کرے تو اس عنوان سے پتہ دینے میں سہولت ہو ملخص اُس مکاتبت کا یہ ہے کہ احقر خاص اعمال کی ذات پر نظر کر کے بقید خلوعن المنکرات مباح کہتا تھا اور حضرت رحمہ اللہ اُن کے مفاسد کی بناء پر (جو عادۃً کاللازم ہو گئے ہیں) باوجود خلوعن المنکرات کے بوجہ افضاء الی المفاسد کے منع فرماتے تھے اور اُصول فقہیہ سے اسی کی ترجیح ثابت ہے اس لئے احقر نے اپنے دعویٰ سے رجوع کر لیا رسالہ یادیاران میں اس کی تقریر قدرے مفصل ہے۔ (شت)

(۳) خان صاحب قبلہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ دیو بند سے واپسی میں سہارن پور سے رامپور تشریف لے جا رہے تھے (اور غالباً یہ وہ واقعہ تھا جس کے بعد حضرت پھر دیو بند نہیں تشریف لے جا سکے) اگلی گاڑی میں حضرت مولانا اور حکیم ضیاء الدین صاحب تھے۔ اور پچھلی گاڑی میں میں اور مولوی مسعود احمد صاحب۔ حضرت نے گاڑی کے پیچھے کا پردہ اُٹھا کر مجھ سے باتیں کرنی چاہیں مگر چونکہ گاڑیوں میں بیٹھے ہوئے بات چیت مشکل تھی اس لئے میں اپنی گاڑی سے اُتر کر اور حضرت کی گاڑی کا ڈنڈا پکڑ کر ساتھ ساتھ ہولیا۔ حضرت نے فرمایا میاں امیر شاہ خان ابتدا سے اور اس وقت تک جس قدر ضرر دین کو صوفیہ سے پہنچا ہے اتنا کسی اور فرقہ سے نہیں پہنچا۔ ان سے روایت کے ذریعہ سے بھی دین کو ضرر ہوا اور عقائد کے لحاظ سے بھی اور اعمال کے لحاظ سے بھی اور خیالات کے لحاظ سے بھی اُس کے بعد اس کی قدرے تفصیل فرمائی اور فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت روحانی کی یہ حالت تھی کہ بڑے سے بڑے کافر کو ''لا الٰہ الا اللہ'' کہتے ہی مرتبہ احسان حاصل ہو جاتا تھا۔ جس کی ایک نظیر یہ ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم پاخانہ پیشاب وغیرہ کیسے

کریں اور حق تعالیٰ کے سامنے ننگے کیونکر ہوں یہ انتہا ہے اور ان کو مجاہدات و ریاضات کی ضرورت نہ ہوتی تھی اور یہ قوت بفیض نبوی صحابہ میں تھی مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم اور تابعین میں بھی تھی مگر صحابہ سے کم لیکن تبع تابعین میں یہ قوت بہت ہی کم ہوگئی اور اس کی کی تلافی کے لئے بزرگوں نے مجاہدات اور ریاضات ایجاد کئے یہ مجاہدات و ریاضات ایک زمانہ تک تو محض وسائل غیر مقصودہ کے درجہ میں رہے مگر جوں جوں خیر القرون کو بعد ہوتا گیا ان میں مقصودیت کی شان پیدا ہوتی رہی اور وقتاً فوقتاً ان میں اضافہ بھی ہوتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین میں بے حد بدعات علمی و عملی و اعتقادی داخل ہوگئیں محققین صوفیہ نے ان خرابیوں کی اصلاحیں بھی کیں مگر اس کا نتیجہ صرف اتنا ہوا کہ ان بدعات میں کچھ کمی ہوگئی لیکن بالکل ازالہ نہ ہوا حضرت نے مصلحین میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور سید صاحب قدست اسرہم کا نام خصوصیت سے لیا۔ اور فرمایا کہ ان حضرات نے بہت اصلاحیں کی ہیں۔ مگر خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ان حضرات پر طریق سنت منکشف فرمایا تھا اور الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بھی وہی طریق منکشف فرمایا ہے۔ پھر فرمایا کہ طریق سنت میں یہ بڑی برکت ہے کہ شیطان کو اس میں رہزنی کا موقع بہت کم ملتا ہے۔ چنانچہ ایک کھلی ہوئی بات یہ ہے کہ جن اُمور کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہتمام فرمایا ہے۔ جیسے نماز باجماعت وغیرہ اگر کوئی سختی کے ساتھ ان کی پابندی کرے اور فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ کا پورا اہتمام کرے تو نہ خود اُس کو وسوسہ ہوتا ہے کہ میں کامل اور بزرگ ہوگیا اور نہ دوسرے اُسے ولی اور بزرگ سمجھتے ہیں لیکن اگر کوئی ان امور کا اہتمام کرے جن کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہتمام نہیں فرمایا۔ مثلاً چاشت، اشراق، صلوٰۃ، الاوابین وغیرہ کا پابند ہو تو وہ خود بھی سمجھتا ہے کہ اب میں بزرگ ہوگیا۔ اور دوسرے بھی سمجھتے ہیں کہ اب یہ بزرگ ہوگیا۔ اسی تقریر کے دوران

میں حضرت نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ شارع علیہ السلام نے احسان کو مطلوب قرار دیا تھا مگر صوفیہ نے بجائے اس کے استغراق کو مقصود بنالیا۔

حاشیہ حکایت (۳)

قولہ صوفیہ سے پہنچا ہے "اقول" مراد وہ لوگ ہیں جو صرف صوفی ہیں اور علوم دینیہ سے تحقیقاً یا تقلیداً اور اتباع محققین سے عاری ہیں ورنہ صوفیہ جامعین سے تو بے حد نفع دین کو پہنچا ہے چنانچہ قریب ہی آئندہ سطور میں اُن کی شان اصلاح اسی حکایت میں مذکور ہے۔ قولہ صحابہ نے عرض کیا اقول روی البخاری فی کتاب التفسیر عن ابن عباس "**قال أناس كانوا يستحبون ان تدخلو فيفضوا الى اسماء و ان يجا معوا نساء هم فيفضوا الى السماء فنزل ذلک (ای قوله تعالٰى الا انهم يثنون صدورهم الآيه) فيهم**) قولہ مگر صوفیہ نے بجائے اُس کے الخ اقول وہی صوفیہ غیر محققین مراد ہیں۔ (شت)

(۴) جناب خان صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے اثناء وعظ میں ایک شخص اُٹھا اور کہا کہ مولوی صاحب ہم نے سُنا ہے کہ تم حرامی ہو آپ نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ میاں تم نے غلط سنا ہے۔ میرے ماں باپ کے نکاح کے گواہ بڈھانہ پھلت اور خود دلی میں ہنوز موجود ہیں اور یہ فرما کر پھر وعظ شروع کر دیا۔

حاشیہ حکایت (۴)

قولہ نہایت متانت سے جواب دیا۔ اقول اس سے طالب حق کو معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت مولانا شہید رحمہ اللہ کی تیزی وغیرہ سب دین کے لئے تھی۔ ورنہ ہیجان نفس کا اس سے بڑھ کر اور کون موقع ہو سکتا ہے۔ (شت)

(۵) خان صاحب نے فرمایا کہ جس زمانہ میں ملکہ کی تاج پوشی کا جلسہ ہوا، اُس زمانہ میں مولوی محمد یعقوب صاحب دلی میں تھے اور اکثر غائب رہتے تھے میں

نے دریافت کیا کہ حضرت آپ کہاں غائب رہتے ہیں فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ دہلی میں جس جس جگہ تمہارا قدم جائے گا ہم اُس جگہ کو آباد کردیں گے میں اس لئے اکثر شہر اور حوالی شہر میں گشت کیا کرتا ہوں تا کہ ویران مقامات آباد ہو جاویں خان صاحب نے فرمایا کہ اُس جلسہ میں مولوی عبدالحق مؤلف تفسیر حقانی اور مولوی فخر الحسن گنگوہی بھی موجود تھے اور مولوی عبدالحق صاحب نے اس مقام کے آباد ہونے کی کیفیت مولوی ناظر حسن سے بیان کی اور کہا کہ جس جگہ اس زمانہ میں دربار ہوا تھا اور جہاں جہاں مولوی محمد یعقوب صاحب پھرے تھے وہ جگہ اکثر آباد ہوگئی ہے۔

حاشیہ حکایت (۵)

قولہ مجھے حکم ہوا ہے۔ اقول۔ یہ شان اقطاب التکوین کی ہوتی ہے بعض مقبولین کو قطبیت ارشادیہ کے ساتھ قطبیت تکوینیہ کا مرتبہ بھی عطا ہوتا ہے اور مولانا کی قطبیت ارشادیہ میں کوئی کلام ہی نہیں ہوسکتا۔ (ش ت)

(۶) جناب خان صاحب نے فرمایا کہ جناب مولوی محمد یعقوب صاحب قدس سرہٗ چھتہ کی مسجد میں انار کے نیچے بیٹھے ہوئے وضو کررہے تھے اور میں پیچھے کھڑا ہوا تھا آپ مجھ سے باتیں کررہے تھے حکیم عبدالسلام صاحب ملیح آبادی ابن جناب مفتی حسین احمد صاحب (مفتی صاحب حدیث میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد اور اچھے شاگردوں میں تھے اور شاہ غلام علی صاحب سے مستفیض تھے) حاجی محمد عابد صاحب سے باتیں کررہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ ایک میرے دوست لکھنؤ کے باشندے نصف مجذوب مکہ معظمہ کو ہجرت کرگئے تھے جب میرا مکہ جانے کا اتفاق ہوا تو واپسی کے وقت اُنہوں نے بہت شد و مد سے یہ فرمایا کہ تم یہیں رہو۔ ہندوستان مت جاؤ اس واسطے کہ وہاں انقلاب ہورہا ہے۔ جو غدر سابق سے بڑھ کر ہوگا یہ سُن کر جناب مولوی محمد یعقوب صاحب نے چونک کر اور پیچھے کو مُڑ کر ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ وہ کون ہیں؟ اور اُن کو ہندوستان سے کیا تعلق ہے ہندوستان ہمارا ہے یا اُن کا یہاں کچھ

نہیں ہونے کا رات کو اِن کی دن کو اُن کی رات کو اِن کی دن کو اُن کی (یہ فقرہ کئی بار فرمایا) بوریا لپیٹ جائے گا جھاڑو پھر جائے گی کسی قسم کا غدر نہیں ہوگا اس پر حاجی محمد عابد صاحب نے حکیم عبدالسلام سے کہا۔ کہ سُن لو یہ ہمارے مجذوب ہیں۔

حاشیہ حکایت (۶)

قولہ وہ کون ہیں اقول یہ بھی اُسی شان قطبیت کی فرع ہے۔ (شت)

(۷) خان صاحب نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت جناب مولوی محمد یعقوب صاحب مدرسہ میں اپنی درسگاہ میں پریشان اور خاموش بیٹھے ہوئے تھے میں اور چند دوسرے اشخاص بھی اس وقت پہنچ گئے۔ مولانا نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اُفوہ! رات مجھ سے بڑی غلطی ہوگئی۔ میں نے حق تعالیٰ سے کچھ عرض کیا حضور نے کچھ جواب ارشاد فرمایا میں نے پھر کچھ عرض کیا (جو کہ ظاہراً گستاخی میں داخل تھا اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ بس چُپ رہو بکو مت۔ ایسی گستاخی۔ یہ سُن کر میں خاموش ہوگیا اور بہت کچھ استغفار اور معذرت کی بالآخر میرا قصور معاف ہوگیا اُس کے بعد آسمان سے ایک پیڑھا یا کھٹولا (یہ مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کیا فرمایا تھا) اترا جس کی پٹیاں سیروے پائے بان سب الگ الگ تھے میں نے عرض کیا کہ حضور میں سمجھ گیا۔ حضور نے فرمایا ہاں انتہی کلامہ الشریف۔ خان صاحب نے فرمایا یہ وہ زمانہ تھا۔ جس زمانہ میں حضرت مولانا نانوتوی بمرض الموت علیل تھے مولوی فخر الحسن نے اس واقعہ کو حضرت مولانا کی خدمت میں بیان کیا تو آپ گھبرا کر اُٹھ بیٹھے اور گھبرا کر فرمایا کہ اُفوہ مولوی محمد یعقوب نے ایسا کہا توبہ توبہ توبہ بھائی یہ انہیں کا کام تھا کیونکہ وہ مجذوب ہیں اگر ہم ایسی گستاخی کرتے تو ہماری تو گردن نپ جاتی۔

حاشیہ حکایت (۷)

قولہ کیونکہ وہ مجذوب ہیں اقول بعض مراتب مجذوبیت میں ایسے اقوال ذاخل ادلال ہو کر عفو فرمائے جاتے ہیں اور بعض مجاذیب ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر جذب کا

اثر کسی وقت ہوتا ہے احقر نے خود مولانا سے سنا ہے کہ ایک بار خط لکھ کر میں نے دستخط کرنا چاہا تو اپنا نام بھول گیا بجز جذب اور اس کا سبب کیا ہوسکتا ہے۔ (شت)

(۸) جناب خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی احمد حسن صاحب امروہی مراد آباد کے مدرسہ شاہی میں مدرس تھے مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد مولوی محمد یعقوب صاحب ہر سال جا کر امتحان لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ دفتر کی چھت پر جو مکان ہے آپ اُس میں بیٹھے ہوئے تھے اور میں بھی حاضر تھا (میں اُس زمانہ میں چھتاری میں ملازم تھا اور مجھے حضرت سے اور حضرت کو مجھ سے بہت تعلق تھا اس لئے میرا معمول تھا کہ جب مجھے معلوم ہوتا کہ آپ تشریف لانے والے ہیں تو میں مراد آباد پہنچ جاتا تھا) اس وقت مولانا کچھ بزرگوں کا ذکر کر رہے تھے اور جس مجلس میں یہ عاجز ہوتا تھا اکثر مجھ ہی کو مخاطب بنالیا کرتے تھے گو اس وقت مجمع کثیر تھا مگر آپ نے مجھ ہی کو مخاطب بنایا اور فرمایا کہ خواجہ احمد جام مستجاب الدعوات مشہور تھے ایک عورت ان کی خدمت میں اپنے ایک نابینا بچے کو لائی اور عرض کیا کہ اپنا ہاتھ اس کے منہ پر پھیر دیجئے اور اس کی آنکھیں اچھی کر دیجئے اس وقت آپ پر شان عبدیت غالب تھی اس لئے نہایت انکسار کے ساتھ فرمایا کہ میں اس قابل نہیں ہوں اُس نے اصرار کیا مگر آپ نے پھر وہی جواب دیا غرضیکہ تین چار مرتبہ یوں ہی ردو بدل ہوئی جب آپ نے دیکھا کہ وہ مانتی ہی نہیں ہے تو آپ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ یہ کام تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا کہ وہ اندھوں اور مبروصوں کو اچھا کرتے تھے میں اس قابل نہیں ہوں تھوڑی دُور چلے تھے کہ الہام ہوا کہ تو کون اور عیسیٰ کون اور موسیٰ کون پیچھے لوٹ اور اس کے منہ پر ہاتھ پھیر نہ تم اچھا کر سکتے ہو نہ عیسیٰ۔ مامی کنیم۔ آپ یہ سُن کر لوٹے اور "مامی کنیم ماکنیم" (فرماتے جاتے تھے اور جا کر اس کے منہ پر ہاتھ پھیر دیا اور آنکھیں اچھی ہوگئیں۔ یہ قصہ بیان فرما کر مولانا نے فرمایا کہ احمق لوگ یوں سمجھ جایا کرتے ہیں کہ یہ "مامی کنیم" خود کہہ رہے ہیں حالانکہ ان کا قول نہیں ہوتا بلکہ وہ

حق تعالیٰ کا قول ہوتا ہے چنانچہ جب کوئی کسی گویّے سے کوئی عمدہ شعر سنتا ہے تو اُس کو اپنی زبان سے بار بار دُہراتا ہے اور مزے لیتا ہے اسی طرح وہ اس الہام کی لذت سے حق تعالیٰ کا ارشاد ''مامی کنیم'' بار بار دہراتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۸)

قولہ وہ حق تعالیٰ کا قول ہوتا ہے اقول قول منصور حلاج کی سب سے اچھی تاویل یہی ہے اور یہ حکایت حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے احقر نے بھی سُنی ہے بس اتنا فرق ہے کہ مجھ کو اُن بزرگ کا نام لینا یاد نہیں اور اوّل بار جو اس عورت کو جواب دیا اُس کا لہجہ جوش کا یاد ہے وہ یہ کہ میں عیسیٰ ہوں جو اندھوں کو اچھا کروں اور ''مامی کنیم'' کی جگہ ''ما کنیم'' یاد ہے۔ (شت)

(۹) خان صاحب نے فرمایا کہ حاجی منیر خان صاحب خان پوری (یہ صاحب مولوی محمد یعقوب صاحب برادر خورد جناب مولوی محمد اسحٰق صاحب ملقب بہ چھوٹے میاں سے بیعت تھے) اور فیض محمد خان صاحب نواب وتاولی اور میاں جی محمدی صاحب (یہ میرے استاد اور سید صاحب سے بیعت تھے اور اورنگ آباد کے رہنے والے تھے) اور نواب قطب الدین خان صاحب اور میاں رحیم داد صاحب خورجوی اور مولوی یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ یہ لوگ مَیں نے ایسے دیکھے جن کی ولایت کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ ان کے چہروں ہی سے دیکھنے والوں کو معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ حضرات اولیاء اللہ ہیں۔ اس پر ایک بات سناتا ہوں۔

مراد آباد کی شاہی مسجد میں ایک صاحب امام تھے مجھ سے ان کی بہت ملاقات تھی اور وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ قرآن بہت اچھا پڑھتے تھے حج بھی بہت کئے تھے مگر ہمارے بزرگوں کے ساتھ ان کو عقیدت نہ تھی بلکہ کچھ سوءِ عقیدت تھی ایک روز کسی پنجابی صاحب کے یہاں مولوی محمد یعقوب صاحب قدس سرہٗ کی دعوت تھی دعوت میں مَیں بھی شریک تھا اور وہ امام صاحب بھی اور ہم لوگ دروازے کے قریب

بیٹھے تھے جب کھانے سے فراغت ہو چکی تو ہم دونوں باہر آ کر کھڑے ہو گئے تھوڑی دیر میں مولانا محمد یعقوب صاحب کسی سے باتیں کرتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے نکلے امام صاحب نے جو مولانا کی صورت دیکھی تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا کہ مجھے ان حضرات سے ناحق بداعتقادی تھی۔ ان کی نورانی صورت ان کی ولایت پر خود شاہد ہے ایسی نورانی صورت خدا کے خاص بندوں کے سوا دوسروں کی نہیں ہوسکتی اور اُن پر اس وقت ایک حالت طاری ہوئی جس سے وہ بے تاب ہو گئے اور ہائے ہائے کہتے ہوئے اُنہوں نے مولانا کے قدم پکڑ لئے اور بہت روئے۔

حاشیہ حکایت (۹)

قولہ ان کی نورانی صورت اقول قال الرومی۔ ؎ نور حق ظاہر بود اندر ولی + نیک بین باشی اگر اہل ولی قال الکاندھلوی کا ترجمہ۔

مرد حقانی کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

(شت)

(۱۰) خان صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی اور مولوی اعلم علی صاحب مراد آبادی نے بیان فرمایا کہ میاں صاحب (شاہ محمد اسحٰق صاحب کا لقب ہے) فرماتے تھے کہ ہم نے "**ان العبد لیعمل بعمل اھل الناس ثم یسبق علیه القدر فیعمل بعمل اھل الجنة ویدخل الجنة**" کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا واقعہ اس کا یہ ہے کہ نانا صاحب (شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ) کے دربار میں ایک پنڈت حاضر ہوا کرتے تھے جو کہ لڑکپن کے زمانے سے اُن کے دوست تھے۔ ہم ان کو نانا کہا کرتے تھے ان کا معمول تھا کہ وہ روزانہ صبح کو مدرسہ میں آتے اور کنوئیں پر نہاتے اور سورج پر جل چڑھاتے یہ بات ہم کو گراں تھی مگر ادب کی وجہ سے ہم کچھ نہ کہہ سکتے اب نانا صاحب کا انتقال ہو گیا اور مدرسہ کا اہتمام ہمارے ہاتھ میں آیا اور ان پنڈت کا وہی معمول رہا مگر ہم اب بھی کچھ نہ کہہ سکے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ وہ کنوئیں پر سورج کی طرف منہ کئے اور ہاتھ میں لٹیا لئے سورج پر جل چڑھانے کے لئے کھڑا تھا مگر چڑھایا نہ تھا اتفاق سے میں پہنچ گیا میں نے اس وقت کے قاعدے سے اسے سلام کیا اُس نے مجھے دُعا دی اور کہا بیٹا یہاں آؤ میں گیا تو اُس نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہماری تمہارے نانا سے بچپن کی دوستی ہے اور وہ دوستی اُن کے انتقال کے وقت تک برابر قائم رہی اور آنا جانا اُٹھنا بیٹھنا میل ملاپ بہت کچھ رہا مگر نہ اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اور نہ مجھے کبھی اس کا خیال ہوا لیکن آج آپ ہی آپ میرا دِل بے چین ہے اور بے ساختہ جی چاہتا ہے کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ کیونکہ میں ہمیشہ سے سورج کی پرستش کرتا ہوں۔

لیکن آج مجھے خیال آیا کہ جب ہم چاہتے ہیں چلتے ہیں اور جب چاہتے ہیں آرام کرتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اور جہاں چاہیئے نہیں جاتے مگر سورج ہے کہ رات دن مارا مارا پھرتا ہے نہ وہ ایک دم کیلئے ٹھہر سکتا ہے اور نہ وہ اپنی معینہ چال کے خلاف چل سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ تو ہم سے بھی زیادہ مجبور اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور ہرگز قابل پرستش نہیں۔

نیز معلوم ہوا کہ دین اسلام دین حق ہے پس بیٹا تم مجھے مسلمان کرلو۔ گو میں اسلام کی باتیں جانتا ہوں مگر میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ہاتھ پر اِسلام لاؤں تا کہ تم میرے اسلام کے گواہ رہو۔ میں نے کہا آپ کو ختنہ کرانے پڑیں گے اُس نے کہا جو کچھ تم کہو گے میں سب کچھ کروں گا الحاصل میں نے اسے مسلمان کیا اور اُس کے ختنہ کرائیں۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ میرے بیٹا بیٹی نہیں ہاں پوتے نواسے ہیں مگر جب میں مسلمان ہو جاؤں گا تو وہ سب میرے مخالف ہو جائیں گے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنے یہاں رہنے کے لئے جگہ دے دو کھانے پینے کے لئے میرے پاس بہت کچھ ہے میں نے کہا کہ اگر آپ کا جی چاہے تو مال بھی اپنے پوتوں وغیرہ ہی کو دیدیجئے میں آپ کی اپنے نانا کی طرح خدمت کروں گا۔

الغرض میں نے ان کو رہنے کو جگہ دے دی۔ اور ان کی خدمت کرتا رہا۔ وہ چالیس روز زندہ رہے اور اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

حاشیہ حکایت (۱۰)

قولہ ادب کی وجہ سے اقول یعنی حضرت شاہ صاحب کے ادب کی وجہ سے۔ قولہ مگر ہم اب بھی کچھ نہ کہہ سکے اقول یہ بھی اسی ادب حیات کا غلبہ تھا جس کا اثر بعد وفات بھی رہا اور اس کا ادراک اہل وجدان کو ہوتا ہے اور چونکہ اس فعل میں حضرت میاں صاحب کا کوئی دخل نہیں نہ نسبتاً نہ رضاءً! اس لئے کوئی اعتراض بھی نہیں ہوسکتا رہا یہ کہ نہی عن المنکر تو فرما سکتے تھے سو یہ نہی توقع قبول کے وقت واجب ہوتی ہے ورنہ نہیں رہا استحباب سو عجب نہیں حضرت بڑے شاہ صاحب کے سکوت کا کسی حکمت پر اجمالاً محمول فرمالینا یہ مانع ہوا ہوا تیان مستحب سے اور تعیین اس حکمت کی واقعہ کے اخیر جزو سے کہ اُس پنڈت کا مسلمان ہو جانا ہے ہوسکتی ہے یعنی حضرت شاہ صاحب کو مکشوف ہو گیا ہو کہ اگر اس کے ساتھ سختی نہ کی جاوے تو ممکن ہے کہ اس نرمی سے اُس کے قلب میں اسلام کی اُلفت پیدا ہو جاوے چنانچہ وہ اس دولت سے آخر مشرف ہوا۔

قولہ اسے سلام کیا اقول کافر کو سلام ضرورت یا معتد بہا مصلحت سے یا کسی حال محمود کے غلبہ سے جائز ہے اور احتمال ثالث پر وہ غلبۂ حال ادب تھا حضرت شاہ صاحب کا قولہ نہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ مسلمان ہو جاؤ اقول مکشوف ہوا ہو گا۔ کہ اس کے اسلام کا فلاں وقت معین ہے اس لئے اس سے پہلے توقع قبول نہ تھی اور عدم توقع کے وقت اَمر بالمعروف کا ضروری نہ ہونا ابھی مذکور ہوا ہے قولہ ختنہ کرانا پڑیں گی۔

اقول یہ بطور شرط اسلام کے نہیں فرمایا بلکہ حکم اسلام کے طور پر فرمایا یعنی اگر کوئی اس عمل پر آمادہ نہ ہو اِسلام کی تو اُس کو بھی تلقین کر دی جاوے گی لیکن اسلام کا یہ حکم پھر بھی بتلایا جاوے گا اور بالغ کے بدن کو ختنہ کی ضرورت سے دیکھنا اس میں گو اختلاف ہے مگر بہت فقہاء نے اس کے جواز کو راجح بھی کہا ہے۔ (شت)

(۱۱) خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ جس کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں میں نے مولوی عبدالقیوم صاحب سے بھی سُنا ہے اور مولانا گنگوہی سے بھی اور مولانا نانوتوی سے بھی اور اپنے اُستاد میاں جی محمدی صاحب اورنگ آبادی سے بھی اور آخر میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی سنا ہے بڑے میاں (مولوی محمد اسحٰق) صاحب اور چھوٹے میاں (مولوی محمد یعقوب) صاحب دونوں بھائی جب مکہ میں حرم میں داخل ہوتے تو دروازہ پر جوتا چھوڑ جاتے مگر باوجود اس کے کہ وہاں جوتا کا محفوظ رہنا نہایت مشکل ہے اور سینہ کے سامنے سے اور سر کے سامنے سے خاص حرم کے اندر سے جوتا اُٹھ جاتا ہے۔ اُن کا جوتہ کبھی چوری نہیں کیا گیا یہ واقعہ دیکھ کر لوگ متعجب ہوتے اور ان حضرت سے پوچھتے کہ کیا وجہ ہے کہ آپ حضرات کا جوتہ چوری نہیں جاتا وہ فرماتے کہ جب ہم جوتا اُتارتے ہیں تو چور کے لئے اس کو حلال کر جاتے ہیں اور چور کی قسمت میں حلال مال نہیں۔ اِس لئے وہ انہیں نہیں لے سکتا۔ یہ قصہ بیان فرما کر خان صاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ قصہ مولوی محمود حسن صاحب سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اصل میں تعلیم تھی شاہ عبدالقادر صاحب کی جب شاہ صاحب کے زمانہ میں اکبری مسجد میں سے جوتے چوری جانے لگے تو شاہ صاحب نے لوگوں سے فرمایا کہ تم اپنے جوتے چوروں کے لئے حلال کر دیا کرو پھر وہ انہیں نہ لیں گے۔ اھ۔

حاشیہ حکایت (۱۱)

قولہ جوتا کا محفوظ رہنا نہایت مشکل ہے اقول غالباً اُس وقت بوابین کا انتظام نہ ہوگا جیسا اب ہے جس سے بہت سہولت ہے اور اندر جو بھی جوتا اُٹھ جاتا ہے یہ اُٹھانے والے اکثر آفاقی ہوتے ہیں قولہ چور کے لئے اُس کو حلال کر جاتے ہیں اور چور کی قسمت میں حلال مال نہیں۔ اقول حقیقت اس حکمت کی ایک نکتہ اکثر یہ ہے کیونکہ کبھی چور حلال مال ہی استعمال کرتا ہے اور اس عمل کا یہ اثر بھی اکثری ہے تخلف بھی ہوسکتا ہے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب مالک نے حلال کر دیا تو اگر چور اُٹھائے گا تو اُس کے

لئے تو حلال ہو گیا تھا تو اس نکتہ کی بناء تو منتفی ہو گئی جواب یہ ہے کہ جب چور کو اس کی اطلاع نہیں تو اس کہنے سے بھی حلال نہیں ہو سکتا اور اگر کسی طرح اطلاع بھی ہو جاوے تب بھی چونکہ قصد قائل کا واقع میں حلال کرنے کا نہیں اس لئے تب بھی حلال نہ ہوگا اور احقر کہتا ہے کہ ایسا ہی قصہ میں نے حضرت شیخ مشائخنا سلطان نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کا سنا ہے کہ آپ نے امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو یہ عمل تعلیم فرمایا تھا جبکہ ایک بار آپ نے مجلس سے اُٹھنے کے وقت ''امیر خسرو'' کو برہنہ پا دیکھا اور پوچھنے پر اُن کے جوتا کا چوری ہونا تحقیق ہوا تو آپ نے اُس وقت اپنا جوتا منگوا کر عنایت فرمایا جس کو اُنہوں نے سر پر رکھ لیا اور یہ عمل بتلایا قاری عنایت اللہ مرحوم گنگوہی نے یہ قصہ بیان کیا اتنا فرق ہے کہ اُنہوں نے حلال کی جگہ لفظ مباح کہا اور اپنا تجربہ بھی بیان کیا۔ (شت)

(۱۴) خان صاحب نے فرمایا کہ تحصیل سکندر آباد میں ایک گاؤں ہے حسن پور جس کو میں نے بھی دیکھا ہے بہت بڑا گاؤں ہے یہ ایک وقت میں مولوی محمد اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب کا تھا۔ مولوی مظفر حسین صاحب فرماتے تھے کہ مولوی محمد اسحٰق اور مولوی محمد یعقوب صاحب نہایت سخی تھے اور اکثر تنگی کی وجہ سے کچھ ملول سے رہتے تھے لیکن ایک روز میں نے دیکھا کہ دونوں بھائی نہایت ہشاش بشاش ہیں اور خوشی میں اِدھر سے اُدھر آتے جاتے اور کتابیں یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں رکھتے اور خوشی کے لہجہ میں آپس میں باتیں کر رہے ہیں، میں یہ دیکھ کر سمجھا کہ شاید آج کوئی بڑی رقم ہندوستان سے آئی ہے جس سے یہ اس قدر خوش ہیں یہ سمجھ کر میں نے چاہا کہ واقعہ دریافت کروں مگر بڑے میاں صاحب سے تو پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ چھوٹے میاں سے پوچھا کہ حضرت آپ آج بہت خوش نظر آتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے اُنہوں نے متعجبانہ لہجہ میں فرمایا کہ تم نے نہیں سُنا میں نے کہا کہ نہیں فرمایا کہ ہمارا گاؤں حسن پور ضبط ہو گیا ہے یہ خوشی اس کی ہے کیونکہ جب تک وہ تھا ہم کو اللہ پر پورا توکل نہ تھا اور اب صرف اللہ پر بھروسہ رہ گیا ہے۔ اھ۔ جب خان صاحب نے یہ

واقعہ بیان فرمایا تو احقر کو مؤمن خان کی خوشی یاد آگئی اور میں نے یہ شعر پڑھا۔

کیا یار کے آنے کی سُنی یا کہ اجل کی کا ہے کی خوشی ہجر میں ہے جان حزین یہ

حاشیہ حکایت (۱۲)

قولہ اب صرف خدا پر بھروسہ رہ گیا ہے اقول اس سے جو کچھ کمال توکل وتوحید و معرفت ثابت ہوتی ہے ظاہر ہے قولہ مؤمن خان کی خوشی یاد آگئی۔ اقول اور مجھ کو حضرت غوث پاک رحمہ اللہ کی خوشی یاد آگئی جس وقت خادم نے ایک قیمتی آئینہ چینی کے ٹوٹ جانے کی ڈرتے ڈرتے اس مصرعہ سے اطلاع کی کہ۔

از قضا آئینہ چینی شکست

آپ نے فی البدیہ فرمایا۔

خوب شد اسباب خود بینی شکست

(شت)

(۱۳) خان صاحب نے فرمایا کہ حافظ عبدالرحمٰن صاحب دہلوی کے بڑے بھائی مائل بہ غیر مقلدی تھے۔ مگر مولانا نانوتوی کی خدمت میں بہت حاضر باش تھے۔ حافظ عبدالرحمٰن صاحب بھی کسی قدر غیر مقلدی کی طرف مائل اور مولانا نانوتوی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور حافظ عبدالرحمٰن مولوی فیض الحسن صاحب اور مولوی حسین خان صاحب خورجوی کے شاگرد اور بہت سمجھدار اور اُردو فارسی شاعری کے بڑے اُستاد تھے مگر خدا کی شان کہ نہ اُن کا فارسی کا دیوان مرتب ہوا اور نہ اُردو کا۔ دو شعر ان کے مجھے یاد ہیں صرف ان کی قابلیت دِکھلانے کے لئے اُن کے شعر لکھواتا ہوں غالب اور شہیدی کے جانی دشمن تھے۔ اس لئے ان کے کلاموں کو پلٹ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ غالب کہتا ہے۔

ہے خبر گرم اُن کے آنے کی آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

اُس کو حافظ صاحب نے یوں پلٹا ہے شعر۔

بچھ گیا میں جو گھر میں وہ (یا تم) آئے زہے قسمت کہ بوریا نہ ہوا

شہیدی کے قصیدے کا شعر ہے۔

ہوا تجھ سا نہ ہو سکتا ہے یہ میرا یہی ایمان نہ مانوں مسئلہ ہر گز کسی زندیق و مرتد کا

حافظ صاحب نے اسے یوں پلٹا ہے۔

ترا ثانی با مکان وقوعی ہو نہیں سکتا نفی امکان مطلق کی مگر ہے قول مرتد کا

غرض اسی طرح اُس کے پورے قصیدے کو رد کیا ہے یہ حافظ عبدالرحمٰن صاحب بیان کرتے تھے کہ نواب میر خاں سے جب انگریزوں سے صلح ہوگئی تو اس صلح کے اندر یہ اَمر طے ہوا تھا کہ وزیر الدولہ کو ہم اپنے زیرِ نگرانی رکھیں گے۔ مگر یہ انہیں اختیار ہوگا کہ وہ جہاں چاہیں وہاں رہیں۔ انہوں نے دہلی کو پسند کیا اور وہ دہلی رہنے لگے بچپن سے صالح تھے۔ مولوی غلام جیلانی رام پوری اُن کے استاد تھے مولوی صاحب موصوف مولوی حیدر علی صاحب ٹونکی کے ماموں تھے چونکہ نواب وزیر الدولہ بچپن سے نیک تھے اس لئے اُن کے پاس دہلی کے لڑکے جوان کے ہم عمر تھے بے تکلف آنے جانے لگے ان میں ایک لڑکا وہ تھا جو حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور حق گو بھی تھا چونکہ عام طور پر اپنے اُستاد کی طرف خاص میلان ہوتا ہے۔ اس لئے وزیر الدولہ اپنے اُستاد کی اکثر تعریف کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی دہلی والوں کی تنقیص بھی کر دیا کرتے۔ مگر وہ لڑکا برابر ان کی تردید کرتا رہتا تھا اور یہ کہا کرتا تھا کہ آپ کے اُستاد ایسا عمامہ باندھتے ہیں ایسا انگرکھا پہنتے ہیں، ایسا پاجامہ پہنتے ہیں، ایسا جوتا پہنتے ہیں، مسند تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں دہلی والے بے چارے بوریوں پر بیٹھتے ہیں دھوتر کا کُرتہ پہنتے ہیں گاڑھے کا پاجامہ پہنتے ہیں اوھوڑی کا جوتہ پہنتے ہیں مگر باوجود اس کے آپ کے اُستاد کے علم کو ان کے علم سے کیا نسبت ان کے علوم بہت گہرے ہیں۔ اللہ کی شان کہ ایک روز کسی نے مولوی غلام جیلانی صاحب سے یہ سوال کیا کہ حضرت تعزیہ کا بنانا کیسا ہے، مولوی غلام جیلانی نے جواب دیا کہ برا ہے ہر گز نہیں بنانا چاہئے اُس نے کہا کہ بنے ہوئے تعزیہ کی توہین کرنا مثلاً اس کو

توڑنا پھوڑنا اس پر پاخانہ پیشاب پھرنا کیسا ہے انہوں نے فرمایا کہ ہر گز نہیں چاہئے۔ ہاں اسے دفن کر دے اس لئے کہ اس پر امام حسین کا نام آگیا ہے۔لہٰذا اس کا احترام کرنا چاہئے۔ یہ سُن کر وہ لڑکا کھڑا ہوا اور اس نے بہت ادب سے یہ کہا کہ مولانا گوسالہ پر کس کا نام آگیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا اس پر مولوی صاحب خاموش ہو گئے اور کوئی جواب بن نہ آیا۔ اس لڑکے نے اسی جلسہ میں نواب وزیر الدولہ کو سلام کیا اور کہا کہ حضور میں نہ کہتا تھا کہ دہلی والوں کے علوم بڑے گہرے ہیں میں صرف کبھی کبھی صرف میاں صاحب (شاہ محمد اسحٰق صاحب) کے وعظ میں جا بیٹھا کرتا ہوں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وزیر الدولہ اس خاندان کے گرویدہ ہو گئے اور سید صاحب سے بیعت بھی ہوئے۔

حاشیہ حکایت (۱۳)

قولہ بامکان وقوعی اقول یعنی ایسا امکان جس کے موصوف کے وقوع سے کوئی استحالہ لازم نہ آئے نہ بالذات نہ بالغیر قولہ نفی اقول فاء کی حرکت بضرورت شعر ہے قولہ ایسا عمامہ (الخ) اقول یعنی عمدہ اور قیمتی۔ (شت)

(۱۴) خان صاحب نے فرمایا کہ ایک شخص نے شاہ ولی اللہ صاحب۔ مولانا فخر الدین صاحب مرزا مظہر جان جاناں صاحب کی دعوت کی تینوں کو ایک جگہ بٹھا کر چلا گیا۔ دوپہر ڈھلے آیا اور ایک ایک ٹکہ تینوں کے ہاتھ پر رکھ دیا اور یہ کہا کہ حضرت میں ایک کام کو چلا گیا اور دعوت کا بالکل خیال نہ رہا۔ اس وقت ناوقت ہو گیا ہے کھانے کا انتظام نہیں ہو سکتا اس لئے کھانے کے دام دیئے گئے۔ مولانا فخر الدین نے تو اُس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ بھائی یہ بھی تمہارا احسان ہے کیونکہ اگر ہم صبح سے اس وقت تک مزدوری کرتے تب ایک ٹکہ کے مستحق ہوتے اور تم نے ہم کو آرام سے بٹھا کر ایک ٹکہ دے دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے خاموشی کے ساتھ لے لیا اور کچھ نہ کہا۔ مگر مرزا صاحب ناخوش ہوئے اور یہ کہا کہ تو نے ان حضرات کا وقت ضائع کیا۔ کیونکہ شاہ صاحب اس

وقت تک حدیث پڑھاتے اور مولانا فخر الدین صاحب اپنے مریدوں کو فائدہ پہنچاتے میں اپنی نسبت کچھ نہیں کہتا کہ میں کیا کرتا مگر تو نے ان حضرات کو ان دینی خدمتوں سے روک دیا۔ خبردار آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اس کے بعد تینوں حضرات اُٹھ کر چلے آئے۔

یہ قصہ بیان فرما کر خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ مجھ سے حضرت حاجی صاحب نے بھی بیان فرمایا اور مولانا نانوتوی نے بھی اور مولانا گنگوہی نے بھی حضرت حاجی صاحب نے تو اس قصہ کو بیان فرما کر یہ فرمایا کہ مولانا فخر الدین صاحب کی بات بہت انکساری کی ہے اس سے چشتیت ٹپکتی ہے اور مولانا نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی بات بڑھی ہوئی ہے کہ ان کے نفس نے اصلاً حرکت نہ کی اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ مرزا صاحب کی بات بہت بڑھی ہوئی ہے۔ عدل کا اقتضا یہ ہی ہے جو کچھ مرزا صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا (ف) اس سے اپنے حضرات کا اختلاف مذاق اور اس سے اختلاف آراء صاف ظاہر ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۴)

قولہ حضرت گنگوہی الخ اقول احقر کا میلان حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی رائے کی طرف ہے۔ (ش ت)

(۱۵) خان صاحب نے فرمایا۔ حکیم ضیاء الدین رام پوری کے چچا مولوی محمد حسن صاحب کو میں بچپن سے جانتا ہوں کیونکہ میں نے اپنے اُستاد میاں جی محمدی صاحب سے ان کے بہت سے حالات سُنے ہیں مولوی صاحب موصوف مولوی اسمٰعیل صاحب شہید رحمہ اللہ اور مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی کے شاگرد تھے۔ ان کا قصہ حضرت گنگوہی سے سُنا ہے کہ جب سید صاحب کا قافلہ جہاد کو جاتے ہوئے سہارن پور پہنچا تو مولوی محمد حسن صاحب ان سے سہارن پور آ کر ملے۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ اس کا خیال رکھا جاوے کہ مولوی محمد حسن کسی صاحب کے مکان پر یا کسی دکان پر کھانا نہ کھائیں میں ان کو اپنے ساتھ کھلاؤں گا

مولوی محمد حسن نہایت نازک مزاج اور نازک طبع تھے جب کھانے کا وقت آیا اور مولوی صاحب مولانا شہید رحمہ اللہ کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے۔ تو ایک ہی نوالہ لینے پائے تھے کہ مولانا شہید نے زور سے ناک سنکی۔ مولوی صاحب کھانے سے فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور چلے گئے۔ مولانا شہید نے ان کے اُٹھ جانے کی مطلق پروانہ کی اور اپنے خدام سے فرمایا کہ اب اس کا زیادہ خیال رکھا جاوے کہ یہ کہیں کھانا نہ کھا سکیں۔ خدام نے ایسا ہی کیا۔ جب دوسرا وقت ہوا اور کھانا کھانے بیٹھے تو مولانا نے پھر زور سے سنکا مگر مولوی محمد حسن اس وقت نہ اُٹھے جب وہ اُٹھے تو مولانا نے رینٹ کو ان کے سامنے اُنگلیوں سے ملا اس پر ان سے نہ رہا گیا۔ اور یہ کہہ کر کہ مولانا کیا کرتے ہو۔ فوراً اُٹھ کے چلے گئے۔ مولانا نے اپنے خدام کو پھر ہدایت کی کہ دیکھو ان کو ہرگز کہیں کھانا نہ کھانے دینا۔ جب تیسرا وقت ہوا تو پھر کھانا کھانے بیٹھے۔ مولانا شہید نے پھر زور سے سنکا۔ اور ہاتھ سے رینٹ کو ملتے ہوئے ان کے کھانے کی طرف کو لے گئے۔ انہوں نے اپنا پیالہ مولانا کے سامنے کر دیا اور کہا کہ اب تو اگر آپ اس میں ملا بھی دیں گے تب بھی کھا لوں گا۔ مولانا نے فرمایا کہ بس اب علاج ہو گیا۔ خدام سے کہا پانی لاؤ اور پانی منگوا کر ہاتھ دھو ڈالے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے یہ اس لئے کیا تھا کہ تم جہاد کو جا رہے ہو۔ اور جہاد میں نازک مزاجی نہیں نبھ سکتی۔

حاشیہ حکایت (۱۵)۔ قولہ نازک مزاجی نہیں نبھ سکتی۔ اقول ھو کما قال العارف الشیرازی۔

نازپروردِ تنعم نہ بُرد راہ بدوست　　عاشقی شیوۂ رندانِ بلاکش باشد

حکماءِ اُمت اخلاق و ملکات کی اصلاح اس طرح کرتے ہیں۔ (شت)

(۱۶) خان صاحب نے فرمایا کہ ایک روز مولانا اسمٰعیل صاحب شہید دہلی میں جامع مسجد کے حوض پر بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے اتنے میں تبرکات نکلے اور لوگ ان کے ساتھ بہت زور و شور سے نعت پڑھتے ہوئے آئے۔ مگر مولانا نے التفات نہیں کیا اور برابر وعظ کہتے رہے یہ بات لوگوں کو ناگوار ہوئی اور انہوں نے یہ کہا کہ مولانا آپ کیا

کر رہے ہیں۔ اُٹھئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی تعظیم دیجئے۔ مولانا اس پر بھی نہ اُٹھے۔ اس پر لوگوں کو اور اشتعال ہوا۔ اور انہوں نے اور سختی سے کہا۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ اوّل تو یہ تبرکات مصنوعی ہیں پھر میں اس وقت بہ حیثیت نیابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض تبلیغ انجام دے رہا ہوں۔ لہٰذا میں نہیں اُٹھ سکتا۔ اس جواب کو سُن کر اور شغب ہوا۔ اور فساد تک نوبت پہنچی۔ مگر چونکہ مولانا کے ساتھ بھی فدائی بہت تھے اس لئے فساد نے کوئی خطرناک صورت اختیار نہ کی اور صرف زبانی ہی تو تو مَیں مَیں تک قصہ رہ گیا۔ یہ زمانہ اکبر شاہ ثانی کا تھا۔ اور اکبر شاہ اس خاندان کا بہت معتقد تھا۔ لوگوں نے جا کر بادشاہ سے حضرت مولانا کی بہت شکایتیں کیں۔ اس قصہ کو یہاں چھوڑ کر ایک دوسری بات عرض کرتا ہوں۔ شاہ عالم کے وقت میں جو معاہدہ انگریزوں سے ہوا تھا۔ اس میں بادشاہ کے اختیارات قلعہ اور شہر اور اُس کے اطراف و قطب صاحب اور اس کے اطراف تک محدود تھے۔ لیکن اکبر شاہ کے وقت میں یہ اختیارات صرف قلعہ اور شہر تک رہ گئے تھے۔ اس جملہ معترضہ کے بعد اب پھر قصہ بیان کرتا ہوں جب مولانا کی بادشاہ تک شکایتیں پہنچیں۔ تو بادشاہ نے مولانا کو بلوایا اور ان سے حوض کے واقعہ کی تفصیل دریافت کی۔ مولانا نے پورا واقعہ بیان فرما دیا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ تبرکات مصنوعی ہیں۔ اور ان کی تعظیم ہمارے ذمہ نہیں ہے اکبر بادشاہ نے کسی قدر تیز لہجہ میں کہا کہ عجیب بات ہے کہ آپ ان کو مصنوعی کہتے ہیں۔ مولانا نے مسکراتے ہوئے اور نہایت نرم لہجہ میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہی ہوں۔ مگر آپ اس کو مصنوعی سمجھتے بھی ہیں اور معاملہ بھی ان کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ اکبر شاہ نے تعجب سے کہا۔ کہ یہ کیسے مولانا نے فرمایا کہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ سال بھر میں دو دفعہ وہ تبرکات آپ کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور آپ ایک دفعہ بھی ان کی زیارت کے لئے نہیں تشریف لے گئے۔ یہ سُن کر اکبر شاہ چُپ رہ گیا۔ اُس کے بعد مولانا نے کسی سے فرمایا کہ ذرا قرآن شریف اور بخاری شریف لاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں لائے گئے۔ اور

آپ نے ان کو ہاتھ میں لے کر واپس کرایا اور اس کے بعد یہ تقریر فرمائی۔ کہ ان تبرکات میں اوّل تو یہی کلام ہے کہ وہ مصنوعی ہیں یا اصلی لیکن اگر ان کو واقعی مان بھی لیا جاوے۔ تب بھی اکثر تبرکات جیسے چادر اور قدم وغیرہ ایسے ہیں جن میں کوئی شرف ذاتی نہیں بلکہ اُن میں محض تلبس سے شرف آیا ہے۔ لیکن قرآن شریف کے کلام اللہ ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ علیٰ ہٰذا بخاری شریف بھی قریب قریب بالاتفاق اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ اس لئے اس کا کلام رسول ہونا بھی نا قابل انکار ہے اور کلام اللہ و کلام رسول کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اوڑھی ہوئی چادر وغیرہ سے اشرف ہونے میں بھی کسی کو کلام نہیں ہوسکتا مگر باوجود ان تمام نا قابل انکار باتوں کے کلام خدا و کلامِ رسول تمہارے سامنے آیا۔ مگر تم لوگوں نے ان کی کوئی تعظیم نہ دی۔ بلکہ برابر اسی طرح بیٹھے رہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ حضرات تبرکات کی تعظیم ان کے شرف کی وجہ سے نہیں کرتے۔ بلکہ محض ایک رسم پرستی ہے، اور کچھ نہیں۔ اس مضمون کو مولانا شہید نے نہایت بسط اور واضح تقریر میں ادا فرمایا جب مولانا تقریر فرما رہے تھے۔ تو بادشاہ گردن جُھکائے ہوئے خاموش بیٹھا ہوا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اِسی سلسلہ میں یہ بھی ہوا کہ بادشاہ ہاتھوں میں اور پاؤں میں سونے کے کڑے پہنے ہوئے تھا اور اُس کے پاس ایک شاہزادہ بیٹھا ہوا تھا جس کی داڑھی مُنڈی ہوئی تھی مجھے اس شاہزادے کا نام بھی یاد تھا۔ مگر اب یاد نہیں رہا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ شاہزادہ تو چکنا گھڑا ہے کہ پچاس برس بعد شاہ عبدالعزیز کا وعظ سُنا مگر اب تک داڑھی نہیں رکھوائی اور بادشاہ کی نسبت بھی کچھ فرمایا جو مجھے یاد نہیں رہا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ شاہزادہ نے داڑھی رکھوالی اور بادشاہ نے کڑے اُتار دیئے۔

حاشیہ حکایت (۱۶)

قولہ اس کا اثر یہ ہوا (الخ) اقول یہ بھی بڑی اہلیت ہے ان سلاطین کی نیز اثر ہے حضرت مولانا کے خلوص وللّٰہیت کا بھی۔ (شت)

(۱۷) خان صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے حکیم خادم علی صاحب اورنگ آبادی سے سُنا ہے۔ کہ ایک مرتبہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید اور آپ کے کچھ ساتھی جن میں مَیں بھی تھا۔ شکار کے لئے چلے۔ قطب صاحب کے پرلی طرف میل بھر کے فاصلہ میں ایک گشائیں رہتا تھا جو کہ مرتاض تھا اور اس کے چیلے اُس کے پاس رہتے تھے اس کی کُٹی کے اطراف میں مور بہت زیادہ تھے ہندوؤں کے نزدیک مور بہت عظمت کی چیز ہے۔ مولانا نے بندوق سے ایک مور کا شکار کرلیا اس پر اس گشائیں کے چیلوں میں ایک شور مچ گیا اور گشائیں سمیت سب کے سب مولانا اور ان کے ہمراہیوں سے لڑنے کے لئے آئے۔ مولانا کے ہمراہی بھی مقابلہ کے لئے تیار ہو کر اُدھر کو چلے مولانا نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ خبردار! جب تک میں اجازت نہ دوں تم کچھ نہ بولنا اور فرمایا: تم ذرا نرمی کرو اِن شاء اللہ ہم مور اس کو کھلا کر چلیں گے اور یہ کہہ کر مولانا مسکراتے ہوئے گشائیں کی طرف بڑھے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ گشائیں صاحب ذرا میری بات سُن لیجئے۔ اس کے بعد جو آپ کے جی میں آئے کیجئے ہم آپ کے پاس موجود ہیں کہیں جاتے نہیں ہیں۔ غرض اس قسم کی نرم گفتگو سے اس کو نرم کیا اُس کے بعد آپ نے مناسب طور سے اُسے اسلام کی دعوت دی اور دونوں جانب سے دیر تک اس معاملہ میں گفتگو رہی۔ اس کے بعد وہ گشائیں اور اس کے اکثر ہمراہی مشرف باسلام ہوئے اور کچھ لوگ گشائیں کو بھی اور مولانا کو بھی بُرا بھلا کہتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ مولانا نے رات کو گشائیں کے پاس آرام فرمایا اور مور پکوا کر اس کو کھلایا۔ خادم علی صاحب فرماتے تھے کہ یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے اور میں بھی اس وقت مولانا کے ساتھ تھا۔

حاشیہ حکایت (۱۷)

قولہ وہ گشائیں اور اُس کے اکثر ہمراہی مشرف باسلام ہوئے۔

''اقول'' اس پر شعر یاد آ گیا۔

آہن کہ بپارس آشنا شد فی الحال بصورت طلا شد

(ش ت)

(۱۸) خان صاحب نے فرمایا کہ حکیم خادم علی صاحب نے فرمایا کہ ایک مجذوب دِلّی کی جامع مسجد کے پیچھے کی دُکانوں میں سے ایک دُکان میں رہتا تھا اور اُس زمانہ کے لوگ اُس کے نہایت معتقد تھے اور وہ مجذوب کبھی کبھی جامع مسجد کی ان سیڑھیوں پر آ بیٹھتا تھا جو دریبہ کی جانب ہیں اور اس کی شکل اس قدر ہیبت ناک تھی کہ اکثر لوگ اُس کے خوف سے اِس طرف کا راستہ چلنا چھوڑ دیتے تھے اور وہ اپنی کوٹھڑی میں بھی اور سیڑھیوں پر بھی شیر کی طرح غرایا کرتا تھا۔ رات کے وقت تو اُس کی کوٹھڑی میں کوئی کبھی گیا ہی نہیں اگر کسی کو کچھ عرض معروض کرنی ہوتی تو بہت ڈرتے ڈرتے سیڑھیوں ہی پر کچھ کہہ لیتا تھا وہ مجذوب لوگوں کو مارتا بھی تھا اور اینٹیں بھی پھینکتا تھا مولانا اسماعیل شہید نے ایک روز اس کی دکان میں جانے کا اِرادہ کیا احباب نے منع کیا مگر انہوں نے کسی کی نہ سُنی اور دُکان میں پہنچ گئے مجذوب مولانا کو دیکھ کر اِس قدر زور سے غرایا کہ کبھی اس قدر نہ غرایا تھا مخالفین تو بہت خوش ہوئے کہ آج ان پر مجذوب کی مار پڑے گی اور یہ یا تو مر جائیں گے یا دیوانہ ہو جائیں گے یا اور کوئی بلا نازل ہوگی مگر کچھ بھی نہ ہوا بلکہ وہ مجذوب تھوڑی دیر تو غرایا۔ لیکن اس کے بعد اس کا غرانا موقوف ہو گیا۔ اور دونوں کی باتوں کی آواز آنے لگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو گھنٹہ کے بعد مولانا اس کو نکال لائے اور باہر لا کر نماز پڑھوا دی اُس کے بعد سے اُس کی یہ حالت ہوئی کہ برابر نماز پڑھنے لگا اور غرانا وغیرہ سب موقوف ہو گیا مگر کسی قدر دیوانگی باقی رہی۔

حاشیہ حکایت (۱۸)۔

قولہ مار پڑے گی۔ اقول یعنی اُس کے تصرف باطنی سے کوئی سخت گزند پہنچے گا۔

(**فائدہ**) مگر ہر شخص کا یہ کام نہیں ناقص کو کبھی دنیوی ضرر کبھی دینی ضرر پہنچ جانا محتمل ہے۔ (شت)

(۱۹) خان صاحب نے فرمایا کہ حکیم خادم علی صاحب فرماتے تھے کہ ایک شخص بڑے لوگوں میں سے جن کا نام تو یاد نہیں۔ مگر اتنا یاد ہے کہ ان کو منشی صاحب کہتے تھے

اُنہوں نے مولانا اسمٰعیل صاحب شہید سے اپنے یہاں مردانہ میں وعظ کہلایا۔ وعظ میں مولانا کی یہ حالت تھی کہ جو تڑاق پڑاق ان کے وعظ میں ہوتی تھی اُس وعظ میں نہ تھی بلکہ لہجہ نہایت کمزور تھا۔ مولوی رُستم علی خان بریلوی جو مولانا کے خازن اور نہایت جان نثار تھے ان سے ان منشی صاحب نے دریافت کیا کہ آج مولانا کی آواز اُبھرتی کیوں نہیں اس کا کیا سبب ہے چونکہ منشی صاحب مخلص تھے اور پوچھا بھی اصرار سے اِس لئے انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اِس ضعف لہجہ کا سبب یہ ہے کہ مولانا پر تین وقت سے فاقہ ہے اور اُنہوں نے تین وقت سے کچھ نہیں کھایا ہے منشی صاحب یہ سُن کر اُٹھے اور مولانا سے کہا کہ مولانا اب وعظ کو موقوف فرما دیجئے مجھے اور بھی ضروری کام ہیں وعظ موقوف ہو گیا اور وہ مولانا کو الگ ایک مکان میں لے گئے وہاں اُن کے سامنے کھانا رکھا مولانا یہ دیکھ مسکرائے اور فرمایا منشی جی تم سے کسی نے کہہ دیا ہے مگر میں کھانا نہ کھاؤں گا اُنہوں نے پوچھا حضرت کیوں آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھیوں نے بھی کھانا نہیں کھایا ہے اور میں ان سے الگ کھانا نہیں کھا سکتا انہوں نے ساتھیوں کو بھی بلا لیا اور سب کو کھانا کھلایا اور کئی وقت تک دعوت کی۔

حاشیہ حکایت (۱۹)

قولہ میں ان سے الگ کھانا نہیں کھا سکتا۔

اقول یہ ادائے حقوق مرافقت ان حضرات کے ادنیٰ کمالات سے ہے۔ (شت)

(۲۰) خان صاحب نے فرمایا کہ میں نے میاں جی محمدی صاحب اور حکیم خادم علی صاحب اور مولوی سراج احمد صاحب خورجوی اور میانجی رحیم داد صاحب خورجوی اور مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی اور مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری سے سُنا ہے یہ حضرات فرماتے تھے کہ جب مولانا اسمٰعیل صاحب کے وعظوں کا زور شور ہوا تو اس زمانہ میں فدا حسین رسول شاہی کا بھی زور شور تھا (فدا حسین مذکور یہ کی نانی کا بھائی تھا اور نہایت بد دین صوفی تھا اور اس قدر با اثر تھا کہ شاہ

عبدالعزیز صاحب کے ایک لائق شاگرد مولوی عبداللہ کو اور شاہ غلام علی صاحب کے ایک خاص مرید کو بھی تباہ کر چکا تھا) مولانا نے فدا حسین مذکور کے فتنہ کو دُور کرنے کی کوشش کی اور اُس کے مریدوں کے پاس پہنچ کر اور اُن کو پکڑ پکڑ کر اور فدا حسین کے جلسوں میں جا جا کر اَمر بالمعروف کرنا شروع کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ فدا حسین کے کئی مرید تائب ہو کر مولانا کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ اس پر فدا حسین کے مریدوں کو بہت صدمہ ہوا اور وہ سب اکٹھے ہو کر فدا حسین کے پاس آئے اور فدا حسین سے یہ کہا کہ آپ مولانا پر تصرف کیوں نہیں کرتے فدا حسین نے اپنے سارے مجمع کو بٹھا کر ان سے یہ بات کہی کہ خبردار مولانا سے کبھی نہ اُلجھنا دیکھو اگر بادشاہ یہ حکم دے کہ میرے قلمرو میں رات کے دس بجے کوئی شخص تنہا یا بلا روشنی کے نہ نکلے اور پولیس کو حکم کر دے کہ جو کوئی اس حکم کی خلاف ورزی کرے تو اُسے گرفتار کر لو۔ تو پولیس والے اس حکم کی تعمیل میں ہر ایسے شخص کو گرفتار کر کے حوالات کر دیں گے جو خلاف حکم شاہی رات کے وقت تنہا یا بلا روشنی کے جا رہا ہو خواہ وہ بادشاہ کا دوست ہو یا کوئی اور۔ اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہ نمک حرام اور شاہی مجرم ہیں اَب اگر وہ شخص بادشاہ کا مقرب ہونے کے زعم میں ان پولیس والوں کی مزاحمت کرے تو اُس کی یہ مزاحمت حکم شاہی کی مزاحمت اور بادشاہ سے مقابلہ سمجھی جائے گی۔ پس ایسی حالت میں اس کا فرض ہے کہ وہ پولیس والوں کی اطاعت کرے اور اُن سے مزاحمت نہ کرے اگر وہ ایسا کرے گا تو جب بادشاہ کے سامنے پیش ہوگا بادشاہ اسے خود رہا کر دے گا جب یہ معلوم ہو گیا۔ تو اَب سمجھو کہ مولانا حق تعالیٰ کے مامور ہیں ان سے مزاحمت کرنا حق تعالیٰ سے مزاحمت کرنا ہے اس لئے تم ان کی مزاحمت نہ کرو بلکہ حق تعالیٰ سے آشنائی پیدا کر لو۔ جب تم اس کے سامنے پیش ہو گئے وہ خود تم کو رہا کر دے گا۔ پس تم خبردار مولانا سے کبھی نہ اُلجھنا۔

حاشیہ حکایت (۲۰)

قولہ تم ان کی مزاحمت نہ کرو بلکہ حق تعالیٰ سے آشنائی پیدا کر لو۔ ''اقول'' اس

شخص کی تقریر مرکب ہے ایک اقرار ایک دعوے سے اقرار یہ کہ مولانا سے مزاحمت جائز نہیں یہ اقرار مقر پر حجت ہے اور دعویٰ یہ کہ ہم موجودہ حالت میں اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں یا ہو سکتے ہیں یہ دعویٰ بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل غیر مسموع ہے۔ (شت)

(۲۱) خان صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے میرے اُستاد میانجی محمدی صاحب نے اور حکیم خادم علی صاحب نے اور مولوی عبدالقیوم صاحب نے اور ان کے علاوہ اور بہت سے لوگوں نے بیان کیا کہ فدا حسین جب اکبری مسجد کے نیچے سے نکلتا جس میں شاہ عبدالقادر صاحب رہتے تھے تو بھاگ کر نکلتا تھا لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ جب میں اِس مسجد کے نیچے آتا ہوں تو جو کچھ میرے قلب میں ہے سب سلب ہو جاتا ہے اور جب مسجد کی حد سے خارج ہو جاتا ہوں پھر آ جاتا ہے۔

حاشیہ حکایت (۲۱)

قولہ جو کچھ میرے قلب میں ہے سب سلب ہو جاتا ہے۔ اقول ''**جاء الحق وزهق الباطل**'' کا یہ ایک ظہور ہے۔ (شت)

(۲۲) خان صاحب نے فرمایا۔ کہ مجھ سے مولوی عبدالقیوم صاحب داماد جناب مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب نے بیان فرمایا کہ تحصیل سکندر آباد ضلع بلند شہر میں جو شاہ صاحب کے خاندان کے گاؤں تھے۔ ان کی تحصیل کے لئے مولانا اسمٰعیل صاحب شہید رحمہ اللہ جایا کرتے تھے ایک مرتبہ مولوی اسمٰعیل صاحب بیمار ہو گئے اِس لئے اِس مرتبہ مولوی شاہ رفیع الدین صاحب کے چھوٹے بیٹے کو بھیجنا چاہا اور چونکہ مولوی اسمٰعیل صاحب کو دیہات کے حالات معلوم تھے کیونکہ وہ ہی تحصیل کے لئے جایا کرتے تھے اس لئے ان سے دیہات کے حالات پوچھے تاکہ تحصیل میں آسانی ہو مولانا نے تمام واقعات و حالات بتلا دیئے اور یہ بھی بتلا دیا کہ میں آتے جاتے غازی آباد میں فلاں بھٹیاری کے یہاں ٹھہرا کرتا ہوں (اور بھٹیاری کا پورا پتہ بتلا دیا) اور اس کو اس قدر دیا کرتا ہوں تم بھی وہیں ٹھہرنا۔ اور اس سے یہ کہہ دینا کہ میں اسمٰعیل کا

بڑا بھائی ہوں مولوی موسیٰ یہ ہدایات لے کر روانہ ہوگئے اور بھٹیاری کے یہاں پہنچے اُس نے ان کی بھی اسی طرح خاطر کی جس طرح وہ مولانا کی کیا کرتی تھی۔ رات کے وقت اُس نے مولوی موسیٰ کی چارپائی کے نیچے دو لوٹے پانی کے اور ایک چٹائی اور ایک جانماز رکھ دی۔ مولوی موسیٰ نے کہا کہ تم یہ سامان کیوں کرتی ہو نہ لوٹوں کی ضرورت ہے نہ چٹائی کی اور نہ جانماز کی۔ جب صبح ہوگی مسجد میں جا کر نماز پڑھ لیں گے۔ بھٹیاری نے تعجب سے اُن کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں تو تمہاری صورت دیکھ کر ہی سمجھ گئی تھی کہ تم مولوی اسمٰعیل کے بھائی نہیں ہو (کیونکہ یہ شاہ صاحب کے خاندان میں سیاہ فام تھے) اور اب تو تمہارے اِس کہنے سے یقین ہوگیا۔ مولوی اسمٰعیل بھی صبح کی نماز مسجد ہی میں پڑھتے تھے مگر وہ تھوڑی دیر سو کر اُٹھ بیٹھتے اور وضو کر کے صبح تک نفلوں میں قرآن پڑھتے رہتے تھے اور تم کہتے ہو کہ مجھے پانی وغیرہ کی ضرورت نہیں اور یہ بھی کہتے ہو کہ میں بڑا بھائی ہوں۔ میں تو سمجھتی تھی کہ تم بڑے بھائی ہو تو ان سے عابد بھی زیادہ ہو گے مگر تم تو کچھ بھی نہ نکلے۔ مولوی موسیٰ کہتے تھے کہ میں بھٹیاری سے یہ بات سُن کر مارے شرم کے پانی پانی ہوگیا اور مجھے کوئی جواب نہ بن آیا۔

حاشیہ حکایت (۲۲)

قولہ اس کہنے سے یقین ہوگیا اقول یعنی یہ کہ تم اُن کے بھائی نہیں ہو۔ قولہ تم بڑے ہو تو ان سے عابد بھی زیادہ ہو گے اقول یعنی اصل یہی ہے کہ عمر کی زیادتی کے ساتھ کمالات دین میں بھی ساتھ ساتھ ترقی ہوتی رہے۔ (شت)

(۲۳) خان صاحب نے فرمایا کہ ایک شخص غیر مقلد تھے جن کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں۔ یہ شخص دِلی کی جامع مسجد میں حوض پر بیٹھے وضو کر رہے تھے۔ مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ بھی حوض پر وضو کیلئے تشریف لائے۔ اور اُن غیر مقلد کو سلام کیا اُنہوں نے سختی سے کہا کہ تم مجھے سلام نہ کیا کرو میں تمہارا سلام لینا پسند نہیں کرتا مولانا نے وجہ دریافت کی تو کہا کہ تمہارے عقائد اچھے نہیں ہیں۔

مولانا مسکرائے اور مسکرا کر فرمایا کہ مُلاجی میں تمہیں اچھا جانتا ہوں اس لئے میں تمہیں سلام نہ چھوڑوں گا۔ ہاں تم مجھے بُرا جانتے ہوتم جواب نہ دیا کرو۔

حاشیہ حکایت (۲۳)

قولہ ''مُلاجی میں تمہیں الی قولہ جواب نہ دیا کرو۔ اقول سبحان اللہ اخلاق یہ ہیں اور کمالات یہ ہیں اوراس سے غیر مقلدی کا مستحسن ہونا نہ سمجھ لیا جاوے اس واسطے کہ اچھا ہونا مختلف اعتبارات سے ہوسکتا ہے کہ اہل کمال اپنے سے اچھا سمجھتے ہیں اُن ہی اعتبارات پر نظر کرتے ہیں۔ (ش ت)

(۲۴) خان صاحب نے فرمایا کہ مدرسہ عبدالرب پہلے امام کی گلی کی طرف تھا اور اس میں مولوی احمد حسن صاحب امروہی و مولوی فخر الحسن صاحب گنگوہی مدرس تھے۔ مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ اس زمانہ میں منشی ممتاز علی صاحب کے مطبع میں کام کرتے تھے۔ اور مولوی احمد حسن اور مولوی فخر الحسن صاحبان کی وجہ سے اکثر مدرسہ میں سویا کرتے تھے ایک روز مدرسہ کی چھت پر تین چار پائیاں بچھی ہوئی تھیں ایک مولوی احمد حسن صاحب کی اور ایک مولانا کی ایک امیر کی (امیر سے مراد خود خان صاحب ہیں) اور ہم اس وقت سونے کے لئے لیٹے تھے اُس زمانہ میں ایک گنبد والی مسجد میں (جو اُس گلی میں واقع ہے جو حکیم محمود خان صاحب کے مکان سے چاوڑی بازار کو جاتی ہے) ایک امام رہتے تھے۔ جو قرآن اچھا پڑھتے تھے۔ یہ شخص پہلے خوش عقیدہ تھے مگر بعد کو بدعتی ہو گئے تھے۔ اور مولانا کو بُرا بھلا کہتے تھے۔ مگر مجھے یہ حالت اُن کی معلوم نہ تھی۔ میں نے مولوی احمد حسن صاحب سے کہا کہ صبح کو ایک گنبد والی مسجد میں نماز پڑھیں گے کیونکہ وہاں کے امام قرآن اچھا پڑھتے ہیں مولوی احمد حسن صاحب سے بے تکلفی تھی انہوں نے کہا کیا بکتا ہے بے۔ تو کچھ احمق ہو گیا ہے کیا وہ اس قابل ہے کہ اُس کے پیچھے نماز پڑھی جاوے وہ ہمارے مولانا کی تکفیر کر چکا ہے اور اُن کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ یہ سُن کر مولانا فوراً اُٹھ بیٹھے اور فرمایا۔ کہ احمد حسن تم ان کو احمق

کہتے ہو تم خود احمق ہو۔ میں ان امام صاحب کو بہت اچھا جانتا ہوں اور یہ بھی اُن کی دینداری کی بات ہے کہ وہ مجھے بُرا سمجھتے ہیں کیونکہ وہ میری باتوں کو اپنے نزدیک خلافِ دین سمجھتے ہیں اس لئے بُرا سمجھتے ہیں اگر وہ میری باتوں کو سمجھتے ہوتے تو کبھی بُرا نہ کہتے۔ پس یہ ان کا مجھے بُرا کہنا عین دینداری ہے اور اگر ایسی حالت میں وہ مجھے اچھا کہیں تو یہ اچھا کہنا خلافِ دینداری ہے اور فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کا یہی طریق ہے چنانچہ مولانا اسمٰعیل صاحب شہید رحمہ اللہ کے زمانہ میں عیدگاہ کے امام حاجی قاسم تھے جو مولانا کے سخت مخالف تھے اور مولانا کو بہت بُرا بھلا کہتے تھے بلکہ کھلی کھلی تکفیر کرتے تھے ایک مرتبہ عید کا زمانہ آیا اور لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت آپ عید کی نماز کہاں پڑھیں گے مولانا نے فرمایا کہ عیدگاہ میں۔ لوگ متحیرانہ طور پر خاموش ہو گئے۔ مولانا نے ان کے تحیر کو سمجھ کر ان سے پوچھا کہ تحیر کی کیا بات ہے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو آپ کی تکفیر کرتے ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ اُن کی عین دینداری ہے میری باتیں اُن کی سمجھ میں نہیں آتیں اور ان کے نزدیک میں خلافِ دین باتیں کرتا ہوں اس لئے میری تکفیر کرتے ہیں اور مجھے بُرا جانتے ہیں۔ اھ۔ یہ قصہ ختم ہو گیا اور ہم سو گئے۔ جب صبح ہوئی تو مولانا مجھے اپنے ہمراہ لے گئے اور صبح کی نماز ایک گنبد والی مسجد میں اُنہی امام کے پیچھے پڑھی۔

حاشیہ حکایت (۲۴)

قولہ تم خود احمق ہو۔ اقول جس طرح حق تعالیٰ کو حق ہے آدم علیہ السلام کی نسبت عصٰی فرمانے کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق ہے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ''اِنک امرء فیک جاھلیة'' فرمانے کا اور دوسروں کو یہ حق نہیں اسی طرح اکابرِ دین کو حق ہے اپنے اصاغر کو کچھ کہہ لینے کا اور دوسروں کو یہ حق نہیں۔

قولہ میں امام صاحب کو اچھا جانتا ہوں الخ۔ اقول اگر شبہ پڑے کہ مبتدع کی مدح کیسے فرمائی جواب وہی ہے جو حکایت ''۲۳'' کے حاشیہ میں غیر مقلدی کے استحسان

کے جواب میں گذرا اور اُس اعتبار کو آگے خود ذکر بھی فرما دیا فی قولہ کیونکہ وہ میری باتوں کوالخ قولہ اُن ہی امام کے پیچھے پڑھی اقول مبتدع کے پیچھے اقتداء کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ اوّل تو ممکن ہے کہ وہ اجتہادی بدعات میں مبتلا ہوں دوسرے کراہۃ اقتداء عدم ضرورت کی حالت میں ہے اور یہاں ضرورت تھی اصلاح اصحاب کی اور گو قول سے بھی اصلاح ہوسکتی تھی مگر فعلی اصلاح اقوی وارسخ ہے اور ان ضرورتوں کو اہل الفاظ نہیں سمجھ سکتے صرف اہل معانی کے ساتھ خاص ہے۔(شت)

(۲۵) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ وعظ نہ کہتے تھے۔ اگر کوئی بہت ہی اصرار کرتا تو کہہ دیتے تھے ایک مرتبہ کسی نے اصرار کیا تو فرمایا وعظ ہم لوگوں کا کام نہیں۔ اور نہ ہمارا وعظ کچھ مؤثر ہوسکتا ہے۔ وعظ کام تھا مولانا اسمٰعیل صاحب شہید کا اور انہی کا وعظ مؤثر بھی تھا دیکھو۔ اگر کسی کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو تو اُس کے قلب میں اُس وقت تک بے چینی رہتی ہے جب تک وہ ان سے فراغت حاصل نہ کرلے اور اگر وہ کسی سے باتوں میں بھی مشغول ہوتا ہے یا کسی ضروری کام میں لگا ہوتا ہے تو اُس وقت بھی اُس کے قلب میں پاخانہ پیشاب ہی کا تقاضا ہوتا ہے اور طبیعت اُس کی اسی طرح متوجہ ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جلد سے جلد اس کام سے فراغت پا کر قضائے حاجت کے لئے جاؤں سو واعظ کی اہلیت وعظ اور اُس کے وعظ کے تاثیر کے لئے کم ازکم اتنا تقاضا ہدایت تو ضرور ہونا چاہئے جتنا کہ پاخانہ پیشاب کا ۔اگر اتنا بھی نہ ہو تو نہ واعظ وعظ کا اہل ہے اور نہ اُس کا وعظ مؤثر ہوسکتا ہے ہم لوگوں کے قلوب میں ہدایت کا اتنا تقاضا بھی نہیں۔ جتنا کہ پاخانہ پیشاب کا۔

اس لئے ہم نہ وعظ کے اہل ہیں اور نہ ہمارا وعظ مؤثر ہوسکتا ہے ہاں یہ تقاضا مولوی اسمٰعیل صاحب کے دل میں پورے طور پر موجود تھا اور جب تک وہ ہدایت نہ کرلیتے تھے اُن کو چین نہ آتا تھا چنانچہ وہ ایک ایک دن میں بیس بیس جگہ وعظ کہتے تھے اس لئے وہ وعظ کے اہل تھے اور اُن کا وعظ مؤثر بھی ہوتا تھا۔

حاشیہ حکایت (۲۵) قولہ اُن کو چین نہ آتا تھا۔ اقول یہ اثر لازم ہے شفقت کاملہ کا اور اس بے چینی کے ممنوع ہونے کا ان آیات سے شبہ نہ کیا جاوے۔ "**قولہ تعالیٰ واصبر وما صبرک الا باللّٰہ ولا تحزن علیھم ولا تک فی ضیق مما یمکرون و قولہ تعالیٰ لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مؤمنین و قولہ تعالیٰ اما من استغنی فانت لہ تصدق و قولہ تعالیٰ من اھتدی فانما یھتدی لنفسہ و من ضل فانما یضل علیھا وما انت علیھم بوکیل و نحوھا من الایات**"۔ کیونکہ مراد ان آیات میں وہ درجہ ہے جس کا اشتغال محتمل ہو **افضاء الی الاخلال فی الضروریات الدنیویہ اوالدینیۃ** کو۔ (ش ت)

(۲۶) خان صاحب نے فرمایا۔ کہ ایک شخص پنجابی ڈاکٹر مکہ معظمہ گیا تھا، حافظ کی بیوی سے ان کا نکاح ہوگیا تھا۔ اس نکاح میں کچھ باتیں حضرت حاجی صاحب کی طبیعت کے خلاف بھی ہوئیں تھیں اور یہ ڈاکٹر کچھ اچھا آدمی بھی نہیں تھا چنانچہ میں اس کو مکہ جانے سے پہلے سے جانتا تھا اس ڈاکٹر نے ایک مرتبہ گستاخانہ طور پر حضرت حاجی صاحب سے کہا کہ مجھے آپ کے اندر کوئی کمال نظر نہیں آتا۔ رہی آپ کی شہرت سو یہ مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کی وجہ سے ہوئی ہے۔ پھر مجھے حیرت ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب آپ سے کس طرح بیعت ہو گئے۔ اللہ رے نفوس قدسیہ کو کہ اس کو سن کر ذرا تغیر نہیں ہوا اور مسکرا کے فرمایا کہ ہاں بھائی بات تو بہت ٹھیک کہتے ہو مجھے خود بھی حیرت ہے کہ یہ حضرات میرے کیوں معتقد ہو گئے اور لوگ مجھے کیوں مانتے ہیں۔

حاشیہ حکایت (۲۶)

قولہ ہاں بھائی بات تو بہت ٹھیک کہتے ہو۔ اقول یہ شبہ نہ کیا جائے کہ غیر ٹھیک کو کیسے ٹھیک فرما دیا اور ٹھیک بات کیوں نہ بتلا دی بات یہ ہے کہ چونکہ ان حضرات کی نظر ہمیشہ کمالات موجودہ سے آگے کے کمالات پر ہوتی ہے اُن کے اعتبار سے اپنے

کمالات موجودہ کو کمال نہیں سمجھتے اس اعتبار سے نفی کمال کو ٹھیک فرما دیا باقی اصلی بات کا نہ بتلانا اُس کی وجہ نا اہل سے غیرت فی الدین ہے کما قال الشیرازی رحمہ اللہ۔

با مدعی گوئید اسرار عشق و مستی بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

(شت)

(۲۷) خان صاحب نے فرمایا کہ حکیم عبدالسلام صاحب ملیح آبادی کو مولانا نانوتوی کی خدمت میں جانے کا بہت شوق تھا مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ جب تو حضرت مولانا کی خدمت میں جاوے مجھے اپنے ساتھ ضرور لے چلنا۔ لیکن مجھ بد نصیب کے دِل میں ایک خیال جم گیا تھا اور وہ یہ کہ حکیم صاحب بہت خوش بیان اور گویا آدمی ہیں۔ واجد علی شاہ کے طبیب خاص بھی رہے ہیں اور حضرت مولانا کی خوش بیانی اور پُر گوئی (یعنی بسط فی الکلام) یا تو وعظ میں ہوتی ہے یا سبق پڑھانے میں اور معمولی گفتگو اُن کی قصباتی ہے اور یہ زمانہ مولانا کی علالت کا تھا اور اسباق نہ ہوتے تھے اس لئے ایسا نہ ہو کہ مولانا سے ملنے کے بعد یہ ان کو خاطر میں نہ لائیں اور ان سے بداعتقاد ہو جائیں اور اختلاف خیال کے سبب میرے اور ان کے لُطف صحبت میں رخنہ واقع ہو بنا بریں جب میں حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُن کو ساتھ نہ لے گیا جب میں واپس آیا تو بہت ناخوش ہوئے۔ اتفاق سے میرا دوبارہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے کا اِرادہ ہوا مگر اس مرتبہ بھی میں نے ان سے اطلاع نہیں کی لیکن حکیم صاحب کو کسی ذریعہ سے میرا اِرادہ معلوم ہو گیا اور وہ خود بخود ہاتھ میں بیگ لئے ہوئے میرے پاس آ گئے اور کہا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں گا اب تو میں مجبور ہو گیا اور ہم تین آدمی ہیں اور حکیم صاحب اور محمد خان صاحب خورجوی مولانا کی خدمت میں روانہ ہو گئے جس وقت ہم دیوبند پہنچے ہیں اُس وقت آفتاب غروب ہو گیا تھا اور ہم نے مغرب کی نماز اُس مسجد میں پڑھی جہاں یکے کھڑے ہوتے ہیں۔ نماز پڑھ کر ہم تینوں پیدل حضرت مولانا کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔ مولانا اُس زمانہ میں

مولوی محمود حسن صاحب کے مکان پر رہتے تھے۔ جب مولوی محمود حسن صاحب کا مکان تقریباً پچاس قدم رہ گیا تو میں محمد خان کو حکیم صاحب کے ساتھ چھوڑ کر آگے بڑھ گیا اور اُن سے پہلے مولانا کے پاس پہنچ گیا۔ مولانا کا لباس اُس وقت یہ تھا سر پر میلا اور پھٹا ہوا عمامہ تھا جس میں لیرے پڑے ہوئے تھے اور چونکہ سردی کا زمانہ تھا اس لئے ایک دھوتر کی نیلی رنگی ہوئی مرزئی پہنے ہوئے تھے جس میں بند لگے ہوئے تھے اور نیچے نہ کرتا تھا (کرتہ پہنتے ہی نہ تھے) اور نہ انگرکھا تھا اور ایک رضائی اوڑھے تھے جو نیلی رنگی ہوئی تھی اور جس میں موی کی گوٹ لگی ہوئی تھی جو پھٹی ہوئی تھی اور کہیں تھی اور کہیں بالکل اُڑی ہوئی تھی میں نے سلام کر کے مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حکیم عبدالسلام حضور کی زیارت کے لئے آرہے ہیں تو مولانا یہ سمجھے کہ یہ مولوی عبدالسلام ہسوی ہیں جو شاہ احمد سعید صاحب کے خلیفہ اور شاہ عبدالغنی صاحب کے حدیث میں شاگرد تھے میں نے عرض کیا کہ حضرت مولوی عبدالسلام ہسوی نہیں۔ بلکہ حکیم عبدالسلام ملیح آبادی ہیں جو مفتی حسین احمد صاحب کے لڑکے ہیں مولانا مفتی صاحب سے واقف تھے اس لئے اُنہوں نے ان کو پہچان لیا یہ گفتگو ہو چکی تھی اتنے میں محمد خاں حکیم صاحب کو لیے ہوئے مولانا کی خدمت میں آپہنچے۔ جس وقت یہ دونوں آئے ہیں اُس وقت مجلس کا یہ رنگ تھا کہ دروازہ کے سامنے مولوی ذوالفقار علی صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے برابر میں مظفر نگر کے ایک عالم بیٹھے ہوئے تھے جن کا نام مجھے یاد نہیں اور مولانا ایک طرف کو چارپائی سے کمر لگائے بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کے برابر میں دیوبند کے ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے جو لباس بھی عمدہ پہنے ہوئے تھے اور داڑھی بھی شاندار تھی اُسی مجلس میں مولوی عبدالکریم پنجابی مولانا کے شاگرد بھی تھے جب حکیم عبدالسلام پہنچے تو سب لوگ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حکیم صاحب مولانا کے دھوکہ میں تمام شاندار لوگوں سے مصافحہ کرتے ہیں مگر مولانا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں نے بتایا کہ مولانا یہ ہیں وہ

مولانا سے مصافحہ کر کے ان کے قریب ہی بیٹھ گئے اور نہایت لسانی سے گفتگو شروع کر دی اور عشاء کی نماز کے بعد تک برابر گفتگو کرتے رہے کبھی لکھنؤ کے مناظروں کی کیفیت بیان کرتے کبھی مرزا حسن علی محدث کے حالات بیان کرتے کبھی اور کوئی قصہ بیان کرتے غرض کہ پورا جلسہ انہی کی گفتگو میں ختم ہو گیا اور مولانا کچھ نہیں بولے صرف ان کی باتوں پر کبھی جی ہاں حضرت اور کبھی بجا ہے فرما دیتے تھے جب جلسہ برخاست ہوا تو مولانا نے محمد خان اور حکیم صاحب کو چھتے کی مسجد میں حاجی محمد عابد صاحب کے حجرہ کے اُوپر جو مکان تھا اس میں ٹھہرایا اور میں رات کو مولوی محمود حسن صاحب کے مکان پر سویا صبح کو چھتے کی مسجد میں مولوی محمد یعقوب صاحب سے ملاقات ہوئی ہم لوگ کچھ اُن کے پاس بیٹھے کچھ حاجی محمد عابد صاحب کے پاس بیٹھے پھر مولانا کے یہاں جا بیٹھے اور کھانے کے وقت تک مولانا ہی کی خدمت میں بیٹھے رہے اس وقت بھی حکیم صاحب ہی باتیں کرتے رہے۔ تیسرے پہر کو حکیم صاحب مدرسہ کی سیر کو گئے اور تھوڑی تھوڑی دیر سب مدرسوں کے درس میں بیٹھے مگر مولوی محمد یعقوب صاحب کے درس میں سب سے زیادہ بیٹھے۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ حکیم صاحب پر اب تک مولانا کی حالت منکشف نہیں ہوئی تو مجھے اس کا بہت صدمہ ہوا اور میں نے اس کی کوشش کی کہ کوئی علمی گفتگو ہو اور مولانا کچھ کھلیں اس کے لئے میں نے مولوی محمود حسن صاحب سے بھی کہا کہ تم کوئی علمی بات مولانا سے دریافت کرو اور مولوی عبدالکریم صاحب سے بھی مگر ہر ایک نے یہ ہی کہا کہ مولانا کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔ اگر حکیم صاحب مولانا کے معتقد ہو جاویں تو کیا اور اگر غیر معتقد ہو جاویں تو کیا ہم تو مولانا کو تکلیف نہ دیں گے تمہارا جی چاہے تم خود پوچھ لو۔ میں نے ان پر بہت زور دیا مگر کسی نے نہ مانا حتیٰ کہ میری ان صاحبوں سے لڑائی اور تو تڑاق بھی ہو گئی مگر انہوں نے کسی طرح نہ مانا حکیم صاحب نے مدرسین کی حالت دیکھ کر محمد خان سے کہا کہ مولوی محمد یعقوب صاحب حدیث ایسی پڑھاتے ہیں جیسے میرے والد

پڑھاتے ہیں مگر مرزا حسن علی محدث کی سی نہیں پڑھاتے اور حضرت مولانا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ کہا کہ پیران نہ می پرند مریدان می پرانند جب یہ بات مجھے معلوم ہوئی تو مجھے بہت ملال ہوا اور میں نے مولوی محمود حسن صاحب کو بھی بُرا بھلا کہا اور مولوی عبدالکریم سے تو لباڈ کی ہوگئی (دوستی کے اور احکام ہیں اور مقتدائیت کے اور احکام) اور میں نے کہا کہ میں نہ کہتا تھا کہ مولانا سے کوئی علمی بات پوچھ لو مگر تم نے میرا کہنا نہ مانا دیکھو حکیم عبدالسلام ایسا کہتے ہیں اُنہوں نے اس پر بھی یہ ہی کہا کہ ہم تو مولانا کو تکلیف نہ دیں گے چاہے حکیم عبدالسلام معتقد ہوں یا غیر معتقد خدا کی شان کہ اُسی روز حکیم مغیث الدین صاحب سہارن پوری کے صاحبزادے حکیم مشتاق احمد صاحب مولانا کی خدمت میں آپہنچے اور مولانا سے عرض کیا کہ ایک پادری نے آ کر قرآن پر یہ اعتراض کیا کہ قرآن میں توریت و انجیل کی نسبت محرف ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے اور قرآن ہی میں اس کا بھی اقرار ہے کہ اللہ کے کلام کو کوئی بدل نہیں سکتا یہ قرآن کا صریح تعارض و تناقض بیان ہے یہ سُن کر مولانا کو جوش ہوا اور تقریر جواب شروع فرما دی اور دن کے آٹھ بجے سے کھانے کے وقت تک تقریر فرمائی اور حکیم مشتاق احمد صاحب کھانے کے بعد چلے گئے۔ ظہر کے بعد حکیم عبدالسلام نے پھر یہی مضمون چھیڑ دیا اور مولانا نے ظہر سے عصر تک یہی مضمون بیان فرمایا پھر عصر کے بعد سے مغرب تک یہ ہی مضمون بیان فرمایا اور مغرب سے عشاء تک یہی مضمون بیان فرمایا اور عشاء کے بعد پھر یہی مضمون شروع کر دیا اور حکیم عبدالسلام نہایت شوق سے اس مضمون کو سنتے اور بجا ہے حضور بجا ہے حضور کہتے رہے جب میں نے یہ دیکھا کہ رات بہت گذر گئی تو میں نے اشارہ سے حکیم عبدالسلام سے کہا کہ اب اُٹھ چلو مگر وہ نہیں اُٹھے تھوڑی دیر کے بعد میں نے پھر کہا پھر بھی نہ اُٹھے جب بارہ بج گئے تب میں نے زور سے کہا کہ حکیم صاحب اب اُٹھئے بہت دیر ہوگئی اور اب مولانا کو آرام کرنے دیجئے۔ تب حکیم عبدالسلام اُٹھے اور تقریر ختم ہوئی مولانا کو کھانسی کا مرض تھا مگر آج ایسا

اتفاق ہوا کہ اثنائے تقریر میں ایک مرتبہ بھی کھانسی نہ اُٹھی اور تقریر کی برجستگی میں ذرا
بھی خلل نہیں آیا اب تو حکیم صاحب مولانا کے نہایت معتقد ہو گئے اور وہاں سے
ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہوئے اُٹھے مجھے ان کی حالت تو معلوم ہو گئی مگر میں نے ان
سے کچھ نہیں کہا۔ صبح کے وقت حکیم عبدالسلام اور ہم سب روانہ ہوئے۔ حکیم صاحب کو
پہنچانے کے لئے مولوی محمود حسن حافظ احمد مولوی عبدالکریم اور دوسرے اشخاص اسٹیشن
تک آئے اسٹیشن پر پہنچ کر میں نے حکیم عبدالسلام کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور میں نے
کہا کہ پرسوں جو کچھ آپ نے محمد خان سے فرمایا تھا وہ میں سُن چکا ہوں اَب فرمایئے
کہ آپ نے مولانا کو کیسا پایا اس پر حکیم صاحب نے فرمایا اس کا جواب ایک قصہ پر
موقوف ہے پہلے وہ قصہ سُن لو وہ قصہ یہ ہے کہ باوجود نقشبندی مجددی ہونے کے اور
باوجود شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ غلام علی صاحب سے مستفید ہونے کے میرے
والد کے اندر چشتیت بہت غالب تھی حالانکہ وہ کسی چشتی سے مستفید نہ ہوئے تھے اور
اس بناء پر ان کی یہ کیفیت تھی۔ کہ جس جگہ یہ سُنتے تھے کہ وہاں فلاں شے خوب صورت
ہے تو سفر کر کے اُسے دیکھنے جاتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ اُنہیں معلوم ہوا کہ جے پور
میں کوئی تصویر بہت حسین ہے پس وہ اسے دیکھنے کے لئے جے پور روانہ ہو گئے اور
جا کر اسے دیکھ آئے حالانکہ یہ سفر بہت لمبا ہے بالخصوص اُس زمانہ کے لحاظ سے اسی
طرح اُن کو معلوم ہوا کہ لکھنؤ سے بہت دُور مقام پر کسی کے یہاں ہانسی حصار سے کوئی
اُونٹنی آئی ہے جو بہت خوب صورت ہے یہ سُن کر اُس اُونٹنی کو دیکھنے روانہ ہو گئے اور
وہاں پہنچ کر اُس اونٹنی کو دیکھا اور اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اُس کا سر جُھکایا اور اُس
کی پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا کہ کہاں ظہور فرمایا ہے غرض یہ اُن کی حالت تھی اَب سنو
کہ لکھنؤ کے اطراف میں ایک مقام پر ایک عالم رہتے تھے وہ ایک لڑکے پر عاشق تھے
اور اُس کو بہت محبت سے پڑھاتے تھے جب والد صاحب کو اُس کے حُسن کا قصہ معلوم
ہوا تو وہ حسب عادت اُسے دیکھنے کے لئے چل دیئے جس مسجد میں وہ عالم رہتے تھے

اُس کے جنوب میں ایک سہ دری تھی اور اُس سہ دری کے اندر جانب غروب ایک کوٹھڑی تھی اور اُس کوٹھی کے آگے شمالاً وجنوباً ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی جس وقت والد صاحب پہنچے ہیں تو اس وقت لڑکا کوٹھڑی کے اندر تھا اور وہ عالم اُس چارپائی سے کمر لگائے ہوئے اور کوٹھڑی کی طرف پشت کئے ہوئے بیٹھے تھے والد صاحب اسباب رکھ کر ان عالم سے مصافحہ کرنے گئے جب یہ سہ دری میں پہنچے ہیں تو وہ لڑکا ان کو دیکھ کر کوٹھڑی میں سے نکلا والد صاحب نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تھے کہ اُن کی نظر اُس لڑکے پر پڑگئی بس مصافحہ تو رہ گیا اور والد صاحب اُس لڑکے کو دیکھنے میں مستغرق ہو گئے ان عالم نے جب یہ دیکھا کہ یہ مصافحہ کرنا چاہتے تھے مگر مصافحہ نہیں کر سکے تو انہوں نے منہ پھیر کر اپنے پیچھے دیکھا تو اُن کو معلوم ہوا کہ لڑکا کھڑا ہے اور یہ اُس کے دیکھنے میں مصروف ہیں جب ان کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت بھی ہمارے ہم رنگ کے معلوم ہوتے ہیں تو اُنہوں نے اُس لڑکے کو آواز دی اور کہا کہ ان صاحب سے مصافحہ کرو وہ لڑکا آیا اور اس نے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھائے اُس وقت ان عالم صاحب نے یہ شعر پڑھا۔

ایں ست کہ خون خوردہ و دل بردہ بسے را   بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را

یہ قصہ تو ختم ہوا اب جواب سُنو میری آرزو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اتنی قوت دے کہ میں مرزا حسن علی محدث کو اور اپنے باپ کو اور مولوی اسمٰعیل صاحب کو اور فلاں فلاں کو قبروں میں سے زندہ کر کے لاؤں اور اُن کو مولانا کی تقریر سُنواؤں اور اس شعر کو یوں پڑھوں۔

اینست کہ خون خوردہ و دِل بردہ بسے را   بسم اللہ اگر تاب سخن ہست کسے را

حاشیہ حکایت (۲۷)

قولہ خدا کے کلام کو کوئی بدل نہیں سکتا (الخ) اقول غالباً یہ اشارہ ہے **لا مبدل لکلماته** کی طرف اور مولانا نے جو جواب ارشاد فرمایا ہو چونکہ وہ اس قصہ میں مذکور نہیں اس لئے ضرورت ہوئی کہ اس کا سہل جواب بھی عرض کر دیا جاوے وہ جواب یہ ہے کہ یہاں کلمات سے مراد خاص قرآن مجید ہے بقرینہ شروع آیت ''و هو الذی انزل

الیکم الکتاب مفصلا ''اوراس کی عدم تبدیل کا سبب دوسری آیت میں ہے'' و انا له لحافظون ''اورکلمات سے مراد کلام ہے جیسا حدیث میں ہے'' اصدق ما قال الشاعرہ کلمة لبید ای کلام لبید'' قولہ کوئی تصویر الخ ۔اقول مغلوبین معذور ہیں قولہ کہاں ظہور فرمایا ہے اقول دوسرے کوایسا کہنا تقلیداً جائز نہیں ۔

لقمہ ونکتہ ہست کاملِ را حلال　　　　تو نۂ کامل مخوری باش لال

قولہ ایک لڑکے پر عاشق تھے ۔اقول دوسرے کوایسا کرنا جائز نہیں ۔

کارِپاکاں را قیاس از خود مگیر　　　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

قولہ دیکھنے میں مصروف ہیں اقول اُوپر گذر چکا ہے کہ ہر خوب صورت شے کے دیکھنے کوسفر کرتے تھے حتیٰ کہ سفر کر کے اُونٹنی کو دیکھنے گئے یہ صاف دلیل ہے کہ اُن کی نظر شہوانی نہ تھی ۔(ش ت)

(۲۸) خان صاحب نے فرمایا کہ یہ بات میں نے اپنے کسی بزرگ سے نہیں سُنی مگر حکیم عبدالسلام صاحب فرماتے تھے کہ میرے عقیقہ میں سید صاحب مولوی اسمٰعیل صاحب و مولوی عبدالحئ صاحب بھی شریک تھے مولوی عبدالحئ صاحب نے وعظ فرمایا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے اوقات میں بھی برکت عطا فرماتا ہے اور جو کام کئی روز میں نہیں ہوسکتا وہ اس کو چند گھنٹوں میں کر لیتے ہیں چنانچہ بعض لوگ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر لیتے ہیں اور یہ مضمون اس انداز سے یہاں فرمایا کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ خود مولانا کو بھی یہ کرامت حاصل ہے اور مولوی اسماعیل صاحب کے متعلق تو صراحت کے ساتھ فرمایا یہ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر لیتے ہیں اس بناء پر لوگ مولوی اسمٰعیل صاحب کو لپٹ گئے اور کہا کہ حضرت ہم کو بھی اس کرامت کا مشاہدہ کرا دیجئے چنانچہ گومتی کے پل پر لوگ اکٹھے ہوئے اور مولانا نے ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر دیا یہ قصہ بیان فرما کر خان صاحب

نے فرمایا کہ میرے زمانہ میں سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب اور مولوی عبدالحیٔ صاحب کے دیکھنے والوں میں سے کوئی شخص زندہ نہیں تھا جس سے میں اس واقعہ کی تصدیق کرتا مولوی عبدالقیوم صاحب بے شک زندہ تھے اور اس عاجز پر عنایت بھی بے حد کرتے تھے مگر ان سے اس کی تصدیق کا موقع نہیں ملا مگر مولوی محمود پھلتی نے اس قصہ کو سُن کر اس کی تصدیق کی۔

حاشیہ حکایت (۲۸)

قولہ میرے عقیقہ میں سید صاحب الخ اقول خاص عقیقہ کا وقت مراد ہونا لازم نہیں دعوت کا وقت مراد ہونا ممکن ہے قولہ قرآن شریف ختم کر دیا۔ اقول اس کرامت کا اختیاری ہونا لازم نہیں آتا ممکن ہے کہ اُس وقت موزوں ہوں۔ (ش ت)

(۲۹) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد یعقوب صاحب اور مولوی محمد منیر صاحب اور حضرت مولانا نانوتوی یہ تینوں ایک سال کی پیدائش تھے اور مولانا نانوتوی سب سے بڑے تھے ان سے چھوٹے مولوی محمد منیر صاحب اور سب سے چھوٹے مولانا یعقوب صاحب تھے۔ یہ بیان فرما کر فرمایا۔ کہ میں نے دو شخصوں کو دیکھا ہے کہ وہ مولانا سے بہت بے تکلفی کے ساتھ باتیں کرتے تھے ایک مولوی محمد منیر صاحب دوسرے مولوی امیر الدین صاحب جو حال کے امام جامع مسجد دہلی کے چچا تھے۔ مولوی محمد منیر صاحب تو صرف قاسم ہی کہہ کر خطاب کرتے تھے مگر مولوی امیر الدین صاحب تو ابے تبے سے گفتگو کرتے تھے ایک مرتبہ مولوی امیر الدین صاحب سے کسی نے پوچھا کہ آپ مولانا کے ساتھ اس قدر گستاخی کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں کچھ تو خیال کیا کیجئے تو مولوی امیر الدین صاحب نے فرمایا۔ کہ میں کیا کروں اگر میں اس انداز سے گفتگو نہیں کرتا اور ادب سے کام لیتا ہوں تو بولنا چھوڑ دیتا ہے۔ اس لئے میں ادب پر اس کی خوشی کو ترجیح دیتا ہوں۔

حاشیہ حکایت (۲۹)

قولہ ادب پر اس کی خوشی کو اقول ۔

چوں طمع خواہد زمن سلطان دین   خاک برفرق قناعت بعد ازیں

دردون کعبہ رسم قبلہ نیست   چہ غم ارغواص را باچبلہ نیست

اور کیا ٹھکانا ہے اتباع رضا کا کہ غیبت میں بھی وہی عنوان پسندیدۂ محبوب اختیار کیا۔(شت)

(۳۰) خان صاحب نے فرمایا کہ ان ہی مولوی امیر الدین نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بھوپال سے مولانا کی طلبی آئی اور پانچ سو روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر کی۔ میں نے کہا اے قاسم تو چلا کیوں نہیں جاتا تو فرمایا کہ وہ مجھے صاحب کمال سمجھ کر بلاتے ہیں اور اِسی بنا پر وہ پانچ سو روپیہ دیتے ہیں مگر میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا۔ پھر کس بناء پر جاؤں میں نے بہت اصرار کیا مگر نہیں مانا۔

حاشیہ حکایت (۳۰)

قولہ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا پھر کس بناء پر جاؤں۔ اقول پہلا جملہ کمال معرفت کی اور دوسرا جملہ کمال تقویٰ کی کہ جب بناء خدمت متحقق نہ ہو تو خدمت کو قبول نہ کیا جاوے صریح دلیل ہے سبحان اللہ یہ ہے علم وعمل۔(شت)

(۳۱) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مولوی یحییٰ احمد رضا خان مدت سے میرا رد کر رہا ہے ذرا اُس کی تصنیف ہمیں بھی تو سُنا دو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے تو نہیں ہو سکے گا حضرت نے فرمایا کیوں میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت اُن میں تو گالیاں ہیں حضرت نے فرمایا کہ اجی دُور کی گالیوں کا کیا ہے پڑی (یعنی بلا سے) گالیاں ہوں تم سُناؤ آخر اُس کے دلائل تو دیکھیں شاید کوئی معقول بات لکھی ہو ہم ہی رجوع کر لیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے تو نہیں ہو سکتا۔

حاشیہ حکایت (۳۱)

قولہ ہم ہی رجوع کر لیں اقول اللہ اکبر یہ ہے حق پرستی کہ اُس کے طلب و اِتباع کے غلبہ میں دشمن کی بے ہودگی سے بھی متاثر و متغیر نہ ہوں۔ قولہ مجھ سے تو نہیں

ہوسکتا۔اقول هو كقول علی رضی اللہ عنہ لا امحوک۔(شت)

(۳۲) خان صاحب نے فرمایا کہ نواب وزیر الدولہ پر غدر میں الزام لگایا گیا تھا کہ انہوں نے بھی شاہ دہلی کے یہاں درخواست بھیجی تھی کہ جو کام میرے لائق ہو مجھے سپرد کیا جاوے۔ میں خدمت کے لئے حاضر ہوں ابھی صفائی نہ ہوئی تھی کہ آگرہ میں وایسرائے کا دربار ہوا جس میں والیان ریاست ورؤسا مدعو تھے۔اور مقصود اس سے والیان ریاست ورؤسا کا امتحان تھا۔اتفاق سے وہ دن جمعہ کا تھا۔نواب وزیر الدولہ اسی پر جم گئے کہ میں جمعہ چھوڑ کر دربار میں نہ جاؤں گا جب یہ خبر نواب یوسف علی خاں والی رام پور اور سکندر بیگم والیہ بھوپال کو ہوئی تو یہ دونوں آئے اور آکر سمجھایا کہ آپ مسافر ہیں اور مسافر پر جمعہ فرض نہیں۔ پھر آپ پر الزام بھی قائم ہے۔اس لئے مناسب نہیں ہے کہ آپ دربار میں نہ شریک ہوں۔انہوں نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر میں یہ ہرگز نہ کروں گا کہ اپنے نفس کے لئے خدا کے دربار کو چھوڑ کر دنیا کے دربار میں شریک ہوں القصہ انہوں نے کسی طرح ترک جمعہ منظور نہیں کیا اور چٹھی لکھ دی کہ آج جمعہ ہے اور مجھے نماز جمعہ میں شریک ہونا ہے اس لئے میں حاضری دربار سے معذور ہوں اُس چٹھی کا جواب آیا کہ اگر ہمیں پہلے سے خیال ہوتا تو ہم جمعہ کو دربار نہ کھولتے مگر اب اعلان ہو چکا ہے اس لئے دربار تو نہیں موقوف ہوسکتا آپ نماز جمعہ پڑھیں آپ کے لئے دربار خاص منعقد کیا جاوے گا۔ یہ مضمون بیان فرما کر خان صاحب نے فرمایا کہ تم جانتے ہو وزیر الدولہ کی یہ حالت کیوں تھی اس کا سبب محض یہ تھا کہ اُس نے خاندان شاہ عبدالعزیز صاحب کی خاک چاٹی تھی۔خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولوی اسمٰعیل صاحب کاندھلوی والد جناب مولوی یحیٰی صاحب سے بھی سُنا ہے اور حافظ عبدالرحمٰن صاحب دہلوی سے بھی سُنا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب حدیث میں نواب وزیر الدولہ کے شاگرد تھے۔

حاشیہ حکایت (۳۲)

قولہ اس کا سبب محض یہ تھا الخ اقول

''ھو کما قال سلطان المشائخ رحمہ اللہ تعالٰی''۔

ہرکو مرید سید گیسو دراز شد واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

وقال آخر۔

آہن کہ بپارس آشنا شد فی الحال بصورت طلا شد

(شت)

(۳۳) خان صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے جناب مولوی اسمٰعیل صاحب کاندھلوی نے بیان فرمایا کہ سید صاحب کے لوگوں میں ایک صاحب سید امیر علی تھے جو نہایت متقی و پرہیز گار تھے یہ صاحب نواب وزیر الدولہ کے مقرب تھے۔ اور اہل حاجت کی سفارشیں بہت کیا کرتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے نواب صاحب سے کوئی سفارش کی اور نواب صاحب نے وعدہ فرما لیا۔ مگر کسی وجہ سے اس کا ایفا نہ ہو سکا۔ اس پر سید امیر علی صاحب کو غصہ آیا اور سر دربار نواب صاحب کے تھپڑ مار دیا۔ نواب صاحب کا طرف دیکھئے کہ کچھ نہیں کہا اور خاموش ہو گئے اُس کے بعد جو سید صاحب کے عزیز و اقارب ریاست میں موجود تھے نواب صاحب اُن کے پاس گئے اور ان سے سید امیر علی کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ مجھے اس واقعہ سے ذرا بھی ملال نہیں ہوا اُنہوں نے تو تھپڑ ہی مارا ہے اگر وہ میرے جوتے مار لیتے تب بھی مجھے ملال نہ ہوتا مگر ان سے ذرا اتنا کہہ دیا جاوے کہ حق تعالیٰ نے ریاست کا کام میرے سپرد فرمایا ہے اور اس میں وقار قائم رہنے کی ضرورت ہے اور سر دربار ایسا کرنے سے سیاست میں خلل آتا ہے اس لئے وہ دربار میں اس کا لحاظ رکھیں۔ تنہائی میں انہیں اختیار ہے چاہے وہ میرے جوتے مار لیں۔

حاشیہ حکایت (۳۳)

قولہ اگر وہ میرے جوتے مار لیتے الی قولہ مگر ان سے ذرا الخ۔ اقول یہ ہے

تواضع اور حکمت کا جمع کرنا جو بجز کامل کے کسی سے ممکن نہیں ایک ایک کا منفرد پایا جانا چنداں دُشوار نہیں باقی اُن بزرگ کا ایسا کرنا کسی حالت کے غلبہ پر محمول ہوگا۔ ورنہ بدون اس عذر کے ایسا کرنا جائز نہیں۔ (شت)

(۳۴) خان صاحب نے فرمایا کہ نواب وزیر الدولہ سید صاحب سے بیعت تھے اور اُن کو سید صاحب سے اس قدر گہرا تعلق تھا کہ جب سید صاحب کی بیوی تشریف لا رہی تھیں تو نواب صاحب نے حکم دے دیا تھا کہ جب وہ فلاں مقام پر پہنچے کو ہوں تو مجھے فوراً اطلاع کر دینا تا کہ میں اُن کے اس مقام پر پہنچنے سے پہلے وہاں پہنچ جاؤں (یہ مقام ٹونک سے گیارہ کوس تھا) چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور نواب صاحب اُس مقام پر پہنچ گئے جب سید صاحب کی بیوی تشریف لائی ہیں تو نواب صاحب نے ایک طرف سے ان کی پالکی کا بانس اپنے کندھے پر رکھا اور ٹونک تک برابر پالکی اپنے کندھے پر لائے۔ اس قصہ کو مجھ سے مولوی اسمٰعیل صاحب کاندھلوی و حافظ عبدالرحمٰن صاحب دہلوی نے بیان کیا ہے۔

حاشیہ حکایت (۳۴)

قولہ پالکی کا بانس الخ اقول یہ ہے فنائے کامل اور یہ رؤسا ہیں نمونہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے باقی بی بی صاحبہ کا اس کو گوارا کرنا یا تو نواب صاحب نے ایسا اہتمام فرمایا ہو کہ اُن کو اطلاع نہ ہوئی یا اُن کی ممانعت کو نواب صاحب نے مانا نہ ہو اور ظاہر ہے کہ وہ ایسی حالت میں کیا کرتیں اگر کوئی مرد ہوتا تو پالکی سے باہر آ جاتا مگر وہ پردہ دار کیا کر سکتی تھیں۔ (شت)

(۳۵) خان صاحب نے فرمایا۔ کہ نواب یوسف علی خان والی رام پور بہت خوش مزاج آدمی تھے مگر نہ عقیدہ اچھا تھا نہ عمل چارابرو کا صفایا رکھتے تھے۔ جب آگرہ میں دربار ہوا ہے تو اس میں شرکت کے لئے نواب وزیر الدولہ بھی گئے تھے اور نواب یوسف علی خان بھی۔ چونکہ نواب وزیر الدولہ بہت سیدھے اور نیک تھے۔ اس لئے

نواب یوسف علی خان نے اپنے دوستوں سے کہا کہ چلو ذرا وزیر الدولہ کو بنائیں گے اور یہ اُمر آپس میں طے کر کے وزیر الدولہ کے پاس پہنچے۔ نہیں معلوم وزیر الدولہ کو کشف ہوا یا فراست سے اُنہوں نے اُن کا خیال معلوم کر لیا۔ غرض اُنہوں نے اُن کو مذاق کا موقع نہیں دیا اور خود ہی گفتگو شروع کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کا ظاہر اچھا بنایا ہے اور بعض کا باطن میرا ظاہر تو بہت اچھا ہے اور اس قدر اچھا ہے کہ اُس پر کسی کو نکتہ چینی کی گنجائش نہیں مگر میرا قلب نہایت گندہ اور ناپاک اور سخت مکروہ وخبیث ہے اور بھائی یوسف علی خاں کا باطن تو ایسا ہے جیسا میرا ظاہر اور اُن کا ظاہر ایسا ہے جیسا میرا باطن یہ سُن کر یوسف علی خان مبہوت سے رہ گئے اور کچھ نہ کہہ سکے۔ تھوڑی دیر خفت مٹانے کے لئے بیٹھے رہے اور اُس کے بعد اُٹھ کر چلے گئے یہ قصہ میں نے مولوی اسمٰعیل صاحب کاندھلوی اور مولوی محمد نور صاحب مرادآبادی سے سُنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۳۵)

قولہ بھائی یوسف علی خان کا باطن الخ اقول یہ ہے عمل اس ارشاد پر ادفع بالتی هی احسن فاذاالذی بینک و بینه عداوة کانه ولی حمیم ۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ یہ ہر شخص کا کام نہیں وما یلقاها الا الذین صبروا وما یلقاها الا ذوحظ عظیم ۔ اور نیز اس میں بین دلیل ہے اس کے مصداق ہونے کی ۔

مرا پیر دانائے روشن شہاب دو اندروز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ برخویش خود بین مباش دگر آنکہ برغیر بدبین مباش

(شت)

(۳۶) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی نے آخری حج 1299ھ میں کیا ہے اور حج کو تشریف لے جاتے ہوئے مولانا نے دہلی میں احمد پائی کی سرائے میں قیام فرمایا تھا اور اُوپر بالا خانہ میں مقیم تھے آپ کے پاس بہت سے لوگ مجتمع تھے۔ جن میں مولوی اسمٰعیل صاحب کاندھلوی بھی تھے اُس بالا خانہ میں غربی جانب ایک کوٹھڑی

تھی جس میں مَیں بیٹھا ہوا کوئی کام کررہا تھا۔ مولوی اسمٰعیل صاحب نے مولانا گنگوہی سے فرمایا کہ میں اب رخصت ہوتا ہوں مگر مجھے تنہائی میں کچھ عرض کرنا ہے مولانا ان کو ساتھ لے کر اس کوٹھڑی میں تشریف لے آئے۔ جس میں مَیں موجود تھا۔ اور فرمایا کہ فرمایئے مولوی اسمٰعیل صاحب نے فرمایا کہ مجھے تنہائی میں عرض کرنا ہے اور یہاں یہ شخص (امیر شاہ) موجود ہے مولانا نے فرمایا۔ کہ آپ ان کا خیال نہ کیجئے اور فرمایئے۔ تب اُنہوں نے فرمایا کہ میں بیعت تو ہوں مولوی محمد یعقوب صاحب دہلوی سے اور تعلیم حاصل کی ہے مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی سے۔ ان حضرات کی تعلیم نقشبندی تھی۔ اور ان کی تعلیم پر عمل کرنے سے میرے لطائف ستہ آٹھ دن میں ایسے پھرنے لگے جیسے پھرکی پھرتی ہے لیکن مجھے ابتداء سے اتباع سنت کا شوق تھا اور جو اوراد احادیث میں وارد ہوئے جیسے پاخانہ میں جاتے وقت یہ پڑھے اور نکلتے وقت یہ۔ اور بازار میں جاتے وقت یہ الیٰ غیر ذلک میں ان کا بہت اہتمام کرتا تھا۔ اس لئے مجھے اعمال مشائخ سے بہت کم دلچسپی تھی۔ کبھی دس دن میں کبھی پندرہ دن میں مراقبہ وغیرہ کرلیا کرتا تھا یہ میری حالت ہے اور اب میری ضعیفی کا وقت ہے اور اب میں چاہتا ہوں کہ جناب مجھے کچھ تعلیم فرمادیں مولانا نے فرمایا کہ جو اعمال آپ کرتے ہیں ان میں آپ کو مرتبہ احسان حاصل ہے یا نہیں انہوں نے فرمایا کہ حاصل ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ پس آپ کو کسی تعلیم کی ضرورت نہیں کیونکہ مرتبہ احسان حاصل ہو جانے کے بعد اشغال صوفیہ میں مشغول ہونا ایسا ہے جیسا کوئی گلستان و بوستان وغیرہ پڑھ لینے کے بعد کریما شروع کرے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ فعل محض تضیع اوقات ہے اس لئے آپ کے لئے اشغال مشائخ میں اشتغال تضیع اوقات اور معصیت ہے۔

حاشیہ حکایت (۳۰۶)

قولہ بس اب آپ کو کسی تعلیم کی اقول یہ تحقیق اہل طریق کو حرز جان بنانے کے قابل ہے خصوص اُن کو جو ذرائع کو مقاصد سمجھ بیٹھے ہیں اور خود صوفیہ کی تصریح ہے

''طرق الوصول الی اللّٰہ بعدد انفاس الخلائق ''تو اُس شخص پر حیرت ہے جو ان اعمال کو اس عموم سے خارج سمجھتے ہیں ایسا سمجھنے والے وہی ہیں جن کو طریقت کی حقیقت کی ہوا بھی نہیں لگی۔ (شت)

(۳۷) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کاندھلوی نہایت سیدھے اور نہایت متبع بزرگ تھے میں ان سے بہت مرتبہ ملا ہوں لیکن جب کبھی اُن سے ملاقات ہوتی تھی وہ یہ ضرور فرمایا کرتے تھے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی کو کسی سے محبت ہو تو اسے چاہیے کہ اس کو اطلاع کر دے، اس لئے میں بتعمیل ارشاد نبوی تم سے کہتا ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ یہ ان کا ہر ملاقات میں معمول رہا اور کبھی اس میں تخلف نہیں ہوا۔

حاشیہ حکایت (۳۷)

قولہ تخلف نہیں ہوا۔اقول یہ جوش ہے اتباع سنت کا جو مقتضی ہوتا تھا تکرار کو ورنہ کافی ایک بار اطلاع کرنا بھی تھا۔ (شت)

(۳۸) خان صاحب نے فرمایا کہ میں خواب کبھی نہیں دیکھتا ہوں۔لیکن شاذ و نادر کبھی کوئی خواب نظر آجاتا ہے اوران میں سے بعض خواب بالکل سچے ہوتے ہیں میں نے لڑکپن میں غالباً بلوغ سے پہلے ایک خواب دیکھا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب اور مولوی عبدالحئی صاحب تشریف فرما ہیں اور یہ خبر ہے کہ سید صاحب بھی تشریف لا رہے ہیں۔ مولوی عبدالحئی صاحب ایک چارپائی پر سرہانے بیٹھے ہیں۔ میں اُن کی پائنتیوں بیٹھا ہوا ہوں اوران سے ایسی بے تکلفی کے ساتھ باتیں کر رہا ہوں جیسے بہت دِنوں کی ملاقات ہو چنانچہ میں نے ان سے پوچھا کہ حضرت آپ کا علم کتنا بڑا ہے مولانا نے مسکرا کر فرمایا کہ بقدر ضرورت۔ اُس کے بعد میں مولانا اسمٰعیل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مسجد میں ایک ایسے حجرہ میں ٹھہرے ہوئے تھے جو مسجد سے بہت نیچا تھا جیسا آدھا تہہ خانہ اور اُس حجرہ میں ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی مولانا اُس سے کمر لگائے بیٹھے تھے اوران کے

پاس دس بارہ آدمی اور بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں جا کر بیٹھا تو مولانا نے ایک دیگچی نکالی جس میں شربت تھا جس کا قوام کسی قدر گاڑھا تھا اور رنگت سُنہری اور نہایت براق تھی۔ مولانا نے اُس میں سے پیالے بھر بھر کر لوگوں کو دینے شروع کئے اور تقسیم اپنے دائیں ہاتھ سے شروع کی۔ میں مولانا کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور میرے پھوپھا میرے برابر میں بیٹھے ہوئے تھے جب میرا نمبر آیا مولانا نے اُس پیالہ کو اوروں سے زیادہ بھرا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے وہ پیالہ مجھے دینے ہی کو تھے کہ میرے پھوپھا نے مجھے کسی کام کو بھیج دیا اور وہ پیالہ مجھے نہ مل سکا۔ مجھے اس کا بڑا قلق ہوا اور میں چاہتا تھا کہ نہ جاؤں مگر اوّل تو پھوپھا صاحب کے حکم کی تعمیل ضروری تھی دوسرے یہ بھی خیال ہوا کہ پھوپھا یہ سمجھیں گے کہ یہ بڑا اندیدہ ہے۔ اس لئے چاروناچار مجھے اس کی تعمیل کرنی پڑی۔

میں اس کام کو کر کے واپس آیا اور جہاں پہلے بیٹھا تھا وہیں بیٹھ گیا مولانا نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ ارے تو رہ گیا کہاں چلا گیا تھا اُسکے بعد دیگچی منگوائی اور شربت کو دیکھا اس میں شربت موجود تھا مگر اتنا نہ تھا جتنا اوروں کو دیا تھا اُس کے بعد مولانا نے وہ پیالہ منگوایا جس میں آپ نے پیا تھا تو اس پیالہ میں مولانا کا بچا ہوا شربت موجود تھا مولانا نے دیگچی کا شربت اس پیالہ میں ڈالا اور دیگچی کو اپنے ہاتھ سے پونچھ پونچھ کر بالکل صاف کر دیا اس سے وہ پیالہ اتنا تو نہ بھرا جتنا پہلی مرتبہ میرے لئے بھرا تھا مگر اوروں کے برابر ہو گیا اور وہ پیالہ میں نے پی لیا اس روز سے میری یہ حالت ہو گئی کہ میں مولانا کی کتابوں کو اتنا تو نہیں جتنا وہ خود سمجھتے تھے مگر اپنی حیثیت کے موافق خوب سمجھنے لگا۔

حاشیہ حکایت (۳۸)

قولہ اُس روز سے میری یہ حالت ہو گئی الخ۔

اقول خواب اس حالت میں دخیل نہیں بلکہ مبشر ہے اس حالت کے حصول کی مستقبل میں اور وہ حصول کبھی وہبی ہوتا ہے اور کبھی مکتسب کسی عمل سے بہر حال خواب کو مؤثر نہ سمجھا جاوے اگر کوئی چیز مؤثر ہے وہ عمل ہے اور خواب محض مبشر (شت)

(۳۹) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالرحمٰن خورجوی جو مور چہ والے مشہور ہیں اُن کے نانا احمد خان خورجوی مور چہ والے پڑھے لکھے کچھ نہ تھے مگر مولوی محبوب علی صاحب کی صحبت میں رہے ہوئے تھے اور مولوی محبوب علی صاحب مولوی محمد اسحٰق صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب پر نہایت فریفتہ تھے۔ حنفی نہایت پکے اور بہت خوش عقیدہ تھے۔ اثناء قصہ میں اتنی بات اور سُن لو کہ میں مولانا نانوتوی سے بیعت بھی ہوا تھا اور ان کا نہایت معتقد بھی تھا لیکن ان کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ اس لئے میں ان کی بزرگی کا اعتقاد رکھتے ہوئے اکثر تعجب کیا کرتا تھا کہ لوگ مولانا کی تعریف کرتے ہیں۔ مگر میں نہیں سمجھتا تھا وہ ان کی کس بات کی تعریف کرتے ہیں۔ آپ پھر قصہ سنُو مولوی احمد حسن صاحب امروہی اس زمانہ میں خورجہ میں مدرس تھے۔ مولانا نانوتوی بھی خورجہ میں تشریف لے آئے۔ اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب مور چہ والوں کے مکان پر قیام فرمایا۔ مولانا ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور میں ان کے سامنے مونڈھے پر بیٹھا تھا اتنے میں احمد خان مور چہ والے بھی تشریف لے آئے اور آ کر مولانا کی پائنتیوں بیٹھ گئے اور بیٹھنے کے بعد مولانا سے دریافت کیا کہ حضرت بعض اشعار مولوی رومی کے اور شیخ فریدالدین عطار کے اور شیخ سعدی کے اور بہت سے شعر حافظ کے ایسے ہیں جو قریب قریب کفر صریح کے ہیں لیکن اچھے اچھے علماء کو دیکھا ہے کہ وہ ان اشعار کو حد کفر سے خارج کرتے ہیں امکانی کوشش کرتے ہیں اور ممکن سے ممکن تاویل اُن کی تصحیح کے لئے کرتے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ امام محمد ابو یوسف امام ابوحنیفہ کے قول کی مخالفت کرتے ہیں اور ابوحنیفہ کے قول کی توجیہ نہیں کرتے۔ علیٰ ہٰذا بعد کے لوگ جب امام ابوحنیفہ کے قول کو کمزور پاتے ہیں تو اس کو چھوڑ کر امام ابو یوسف کے یا امام محمد کے قول پر فتوے دیتے ہیں اور امام صاحب کے قول کی تاویل نہیں کرتے اس میں کیا راز ہے۔ اس سوال کے جواب میں مولانا نے مجھے مخاطب بنایا اور ایک لمبی تقریر کی جس کا خلاصہ مجھے یاد رہ گیا ہے اور تقریر بعینہٖ محفوظ نہیں رہی۔ وہ خلاصہ یہ ہے کہ امام

ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ایمان کے مقابلہ میں ان حضرات کے ایمان بہت ضعیف ہیں اس لئے اگر ان کے اقوال کی توجیہ نہ کی جاوے تو لوگ بے دریغ ان کی تکفیر کردیں گے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ایمان اس قدر قوی ہے کہ اگر ان کے تمام مسائل کو بھی ضعیف کردیا جاوے تب بھی ان پر کسی بدگمانی کا خطرہ نہیں ہوسکتا اس لئے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال کی توجیہ کی ضرورت نہ ہوئی، اُن بزرگوں کے اقوال کی توجیہ کی ضرورت ہوئی۔ اھ۔ مجھ پر مولانا کی اس التفات آمیز تقریر کا یہ اثر ہوا کہ میں مولانا کی تقریر کو سمجھنے لگا اور میرا وہ خطرہ دُور ہوگیا کہ لوگ اُن کی اس قدر تعریف کیوں کرتے ہیں۔

حاشیہ حکایت (۳۹)

قولہ۔ امام ابو حنیفہ کے مقابلہ میں الخ۔ اقول یہ جواب سائل کے خاص مذاق کے اعتبار سے ہوگا اور عام مذاق کے اعتبار سے یہ جواب ہے کہ ان حضرات کے ایسے اقوال کا مدلول ظاہری موجب کفر ہے اور اُن کی مقبولیت جو دلائل صحیحہ سے ثابت ہے منافی کفر ہے اس لئے تاویل ضروری ہوئی کہ معانی ظاہری مراد نہیں بخلاف ائمہ مجتہدین وعلماء ظاہر کے کہ اُن کے اقوال کا مدلول ظاہری موجب کفر نہیں بلکہ صرف موجب خطا ہیں اور اُن کے کمالات جو دلائل صحیحہ سے ثابت ہیں منافی خطا نہیں اس لئے تاویل کی ضرورت نہ ہوئی بلکہ معانی ظاہرہ کو مراد کہہ کر اُن کو خطا کہہ دیا جاوے گا۔ (ش ت)

(۴۰) خان صاحب نے فرمایا کہ لوگ شاہ عبدالعزیز صاحب کو متساہل کہتے ہیں مگر یہ لوگ ان مشکلات سے واقف نہیں ہیں جو شاہ صاحب کے سامنے تھیں شاہ صاحب کا زمانہ ایک نہایت سخت فتنہ کا زمانہ تھا جس میں اظہار حق نہایت دُشوار تھا اس لئے شاہ صاحب ترویج دین نہایت حزم و تدبیر کے ساتھ کرتے تھے اور فتنہ انگیز عنوانات سے احتراز فرماتے تھے یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنے جتنے بزرگوں کو دیکھا ہے وہ سب جتنے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے معتقد تھے۔ اس قدر نہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے معتقد تھے اور نہ کسی اور کے حالانکہ ان حضرات نے نہایت آزادی

اور جانفروشی کے ساتھ دین کو رائج کیا ہے وجہ اس کی یہ تھی کہ شاہ صاحب کو جن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا وہ دین سے بالکل آشنا نہ تھے ایسے لوگوں کو راہ پر لگانا سخت دُشوار تھا اور شاہ صاحب نے ان کو راہ پر لگایا یہ دلیل ہے اُن کے کمال عقل اور حکیم کامل ہونے کی اور جن لوگوں سے مولوی اسمٰعیل صاحب وغیرہ کو واسطہ پڑا ہے یہ وہ لوگ تھے جو یا تو راہ راست پر آچکے تھے یا کم از کم دین سے بہت زیادہ بعد نہ رہا تھا۔ اَب میں اس زمانہ کے حالات دِکھلاتا ہوں جس سے معلوم ہوا کہ وہ زمانہ کس قدر سخت فتنہ کا تھا اور اس میں اظہار حق کتنا مشکل تھا اُس زمانہ میں ایک تو روافض کا نہایت غلبہ تھا چنانچہ دہلی میں نجف علی خان کا تسلط تھا۔ جس نے شاہ ولی اللہ صاحب کے پہنچے اُتروا کر ہاتھ بیکار کردیئے تھے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون نہ تحریر کرسکیں اور مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کو شہید کرادیا تھا اور شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ رفیع الدین کو اپنے قلمرو سے نکال دیا تھا اور یہ ہر دو صاحبان مع زنانوں کے شاہدرہ تک پیدل آئے تھے اُس کے بعد مولانا فخر الدین صاحب کی سعی سے زنانوں کو تو سواری مل گئی تھی اور وہ پھلت روانہ ہوگئے تھے مگر شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز صاحب کو سواری بھی نہ ملی تھی اور شاہ رفیع الدین صاحب تو پیدل لکھنؤ چلے گئے تھے اور شاہ عبدالعزیز صاحب پیدل جونپور چلے گئے تھے کیونکہ نہ ان دونوں کو سوار ہونے کا حکم تھا اور نہ ساتھ رہنے کا۔ اور دو دفعہ روافض نے شاہ صاحب کو زہر دیا تھا اور ایک مرتبہ چھپکلی کا اُبٹن ملوادیا تھا جس سے شاہ صاحب کو برص اور جذام ہوگیا تھا اور جونپور کے سفر میں شاہ صاحب کو لو بھی لگی تھی جس سے مزاج میں سخت حدت پیدا ہوگئی تھی جس سے جوانی ہی میں بینائی جاتی رہی تھی اور ہمیشہ سخت بے چین رہتے تھے اور دوسرے مصنوعی صوفیوں کا غلبہ تھا جن کا اثر بادشاہ پر اور شاہزادوں شاہزادیوں پر اور عوام پر تھا اور اس وجہ سے ان کی جرأت اور گستاخی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ علماء کے پاس آتے تھے اور کہتے تھے کہ او مسجد کے مینڈھے کچھ دلوا ہم رنڈی رکھیں گے، شراب پئیں گے، بھنگ پئیں گے، علماء کو مجبوراً

دینا پڑتا تھا حتیٰ کہ شاہ عبدالقادر صاحب بھی دیتے تھے مگر وہ کہتے تھے کہ میاں صاحب لو کھانا کھالینا لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب نے کبھی کسی کو نہیں دیا۔ اور ہمیشہ لطائف الحیل سے پیچھا چھڑایا۔ چنانچہ اس پر ایک قصہ سناتا ہوں۔

یہ قصہ میں نے مولوی عبدالقیوم صاحب مولانا گنگوہی صاحب اور دوسرے بہت سے اشخاص سے سُنا ہے وہ قصہ یہ ہے کہ قطب صاحب کا ایک مجاور دہلی میں آیا اور علماء کے پاس گیا وہ جس عالم کے پاس جاتا اُس سے یہ کہتا کہ مجھ سے قطب صاحب نے فرمایا ہے کہ تم فلاں کے پاس جاؤ اور ان کو ایک ٹکہ دو اور کلاوہ ان کے سر پر باندھ آؤ۔ لہٰذا میں تعمیل حکم کے لئے آیا ہوں اور یہ کہہ کر وہ شخص ٹکہ پیش کرتا اور وہ کلاوہ باندھ دیتا اور کچھ نذرانہ لے کر چلتا ہوتا۔ یہ شخص شاہ صاحب کے پاس بھی آیا اور آ کر ان سے بھی یہ ہی کہا مگر شاہ صاحب نے حکمت عملی سے کام لیا اور فرمایا کہ کہہ دو اس وقت مجھے وضو نہیں ہے اس نے وہ کلاوہ اور ٹکہ رکھ دیا اور منتظر ہوا کہ شاہ صاحب کچھ دیں گے مگر شاہ صاحب نے کچھ نہ دیا جب اس نے دیکھا کہ یہ کچھ نہیں دیتے تو اس نے کہا کہ حضرت مجھے کچھ تبرک مل جاوے شاہ صاحب نے فرمایا کہ آپ قطب صاحب کے فرستادہ تھے آپ نے تعمیل حکم کر دی جب قطب صاحب مجھے حکم دیں گے میں بھی خدمت میں پیش کر دوں گا وہ مجبوراً رخصت ہو گیا۔

اب ایک اور قصہ سنئے اس زمانہ میں ایک صاحب مولوی نصیر الدین صاحب تھے جو مدنی الاصل قوم کے سید اور شاہ صاحب کے شاگرد تھے یہ صاحب خانم کے بازار میں رہتے تھے اور نہایت خوش بیان اور ذہین عالم تھے ایک مرتبہ یہ صاحب اور شاہ صاحب چاندنی چوک گئے شاہ صاحب چونکہ نابینا تھے اس لئے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے وہاں پہنچ کر شاہ صاحب کو معلوم ہوا کہ ایک شور مچ رہا ہے انہوں نے مولوی نصیر الدین صاحب سے فرمایا کہ جا کر دیکھو کہ کیا شور ہے وہ گئے اور واپس آ کر شاہ صاحب سے کہہ دیا کہ حضرت کوئی بات نہیں یوں ہی بے ہودہ شور ہے۔ شاہ صاحب نے

فرمایا کہ ''علم شی بہ از جہل شی'' تم جا کر اس شور کا اصل منشاء معلوم کرو جب شاہ صاحب نے اصرار فرمایا تو انہوں نے مجبوراً عرض کیا کہ حضرت ایک فقیر بیٹھا ہوا ہے اور اپنے اعضاء تناسل کو تانے ہوئے اور اس میں ڈورا باندھے ہوئے ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ نعوذ باللہ یہ اَلِف ہے اللہ کا، شاہ صاحب نے فرمایا کہ جاؤ اور اس کی کمر میں اتنی زور سے لات مارو کہ وہ گر پڑے اور کہو او بے وحدت خودمنڈے کیا بکتا ہے (خودمنڈے بے پیرے خودرَو) الف خالی ہوتا ہے اور اس کے نیچے دو نقطے ہیں چنانچہ مولوی نصیر الدین صاحب نے ایسا ہی کیا اور اس کا اثر یہ ہوا کہ اس فقیر کے پیچھے تالی بج گئی اور وہ نہایت خفیف ہو کر چل دیا غرض ان حکمتوں سے شاہ صاحب نے باطل کو شکست دی ہے۔

ایک اور قصہ سنو اس زمانہ میں بددین صوفیوں کا ایک فرقہ امام شاہی تھا جو چار ابرو کا صفایا کرتا تھا اور بے ہودہ باتیں کیا کرتا تھا۔ اس فرقہ کا موجد ایک شخص امام شاہ تھا۔ اور یہ فرقہ شکار پور سے نکلا تھا چونکہ امام شاہ کی قبر ایک باغیچہ میں تھی اس لئے اس کے سلسلہ والے اپنا نام باغ کی مناسبت سے رکھتے تھے۔ اور کسی کا نام گلاب شاہ تھا کسی کا چنبیلی شاہ، کسی کا بہار شاہ وغیرہ وغیرہ۔ جب ہندوستان میں انگریزی حکومت ہوئی تو فوجیوں کی بہت قدر تھی اور رسالداروں وغیرہ کی بڑی بڑی تنخواہیں ہوتی تھیں اور اختیارات بھی وسیع ہوتے تھے اس زمانہ میں ایک شخص نسیم خاں نام شاہ جہان پور کے رہنے والے تھے جو بہت خوب صورت اور تنومند تھے اور شاعر بھی تھے۔ چنانچہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ نے ان کے حالات اپنے تذکرہ میں لکھے ہیں یہ نسیم خان انگریزی فوج میں رسالدار تھے اور رخصت لے کر شاہ جہان پور کو جا رہے تھے راستہ میں شکار پور میں قیام کیا جس سرائے میں یہ مقیم تھے اس کے سامنے ایک باغ تھا جس میں امام شاہ مدفون تھا۔ اتفاق سے نسیم خاں ٹہلنے کو نکلے اور اس باغ میں پہنچ گئے اس باغ میں ایک مکان تھا جس میں امام شاہ کا سجادہ نشین رہتا تھا اور اس مکان کو اس زمانہ کے محاورہ کے مطابق منڈف (بمعنی کُٹی) کہا جاتا تھا اس زمانہ میں جو سجادہ نشین اس

مکان میں رہتا تھا اس کا نام گلزار شاہ تھا۔ نسیم خاں ٹہلتے ٹہلتے جب اس مکان کے قریب پہنچے تو گلزار شاہ کو ان کے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی اور اس نے اندر سے آواز دی کون، چونکہ ان کا نام نسیم خان تھا اور اس زمانہ میں یہ عادت تھی کہ اپنا پورا نام نہ لیتے تھے اس لئے انہوں نے جواب دیا کہ نسیم، گلزار شاہ نے اندر سے کہا کہ نسیم ہے تو گلزار سے نہ جائے گی۔ یہ سنتے ہی نسیم خان پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ گلزار شاہ کے مرید ہو گئے اور چار ابرو کا صفایا کر کے فقیری اختیار کر لی اور اپنے ہمراہیوں کو بُلا کر ان سے کہہ دیا کہ یہ جس قدر ساز و سامان ہے اس کا تم کو اختیار ہے چاہے تم میرے گھر دے دینا اور چاہے تم خود رکھ لینا مجھے نہ اَب گھر بار سے کوئی تعلق ہے اور نہ تم سے کچھ سروکار ہے تم سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے جاؤ میں تو یہاں رہوں گا اور بیوی کو طلاق لکھ کر اس پر گواہیاں کرا کر ان کے حوالہ کر دی اور کہہ دیا کہ یہ طلاق نامہ میری بیوی کے پاس پہنچا دینا۔ الغرض ان کے ہمراہی روانہ ہو گئے اور وہ گلزار شاہ کے پاس رہ پڑے گلزار شاہ کا یہ تصرف چونکہ ایک عجیب تصرف تھا اس لئے عوام پر اس کا بہت اثر ہوا اور امام شاہی سلسلہ کو بہت ترقی ہو گئی تھوڑے دِنوں کے بعد گلزار شاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ نسیم خاں سجادہ نشین ہو گئے اور ان کی طرف بہت کچھ رجوعات ہوئی کچھ زمانے کے بعد انہوں نے سیر کی غرض سے دِلی کا سفر کیا اور دِلی پہنچ کر شاہ صاحب کی خدمت میں بھی پہنچے، مخلوقات کی رجوعات سے نسیم خان کا دماغ آسمان پر پہنچ چکا تھا۔

اس لئے انہوں نے شاہ صاحب کی کوئی تعظیم و تکریم نہیں کی بلکہ آزادانہ ان کے پاس گئے اور جا کر اپنے محاورہ کے مطابق سلام کیا اور کہا کہ شاہ صاحب شریعت کی قید میں کب تک رہو گے نکلو اس قید سے اور چھوڑ دو شریعت کو شاہ صاحب نے نہایت اخلاق سے فرمایا آیئے شاہ صاحب تشریف لایئے اور اپنے پاس بٹھا لیا اور بہت دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے اس کے بعد باتوں ہی باتوں میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں صاحب آپ نے قرآن بھی پڑھا ہے اُنہوں نے کہا ہاں اُس کے

بعد پوچھا کہ کچھ فارسی بھی پڑھی ہے اُنہوں نے کہا جی ہاں پھر پوچھا کہ کچھ عربی بھی پڑھی ہے انہوں نے کہا کہ جی ہاں میر قطبی تک پڑھی ہے۔

اُس کے بعد پوچھا کہ گھوڑے کی سواری بھی سیکھی ہے۔ اُس نے کہا جی ہاں پھر پوچھا فنون سپہ گری بھی سیکھے ہیں، اُس نے کہا کہ جی ہاں پھکیتی بکیتی اور تیر اندازی وغیرہ سب سیکھے ہیں پھر پوچھا کہ آپ پہلے کیا کام کرتے تھے اس نے کہا کہ فوج میں رسالدار تھا پھر پوچھا کہ قرآن کتنے زمانہ میں پڑھا اور فارسی کتنے زمانہ میں اور عربی کتنے زمانہ میں اور فنون سپہ گری کتنے عرصہ میں سیکھے اور ملازمت کتنے زمانہ کی۔

اس نے تمام باتوں کا بھی جواب دیا پھر پوچھا کہ اس سلسلہ میں کب سے داخل ہوئے اُس نے اس کا بھی جواب دیا جب شاہ صاحب نے ان تمام باتوں کا اقرار لے لیا تو للکار کر فرمایا کہ فقیر سنبھل کر بیٹھ اور سُن تو نو مہینہ تو ماں کے پیٹ کی قید میں رہا اور اس سے باختیار خود نہ نکل سکا اور اتنے دِنوں تو ماں کے پستانوں کی قید میں رہا اور اس سے نہ نکل سکا اور اتنے دن تو اُنگلی پکڑنے کی قید میں رہا اور اِتنے دن تو مونڈھوں کی قید میں رہا اور اتنے دن تو قرآن کی قید میں رہا اُستاد نے تھپڑ بھی لگائے ہوں گے قمچیاں بھی لگائی ہوں گی مگر تو اُس قید سے نہ نکل سکا اور اتنے دن تو فارسی کی قید میں رہا اور اتنے دن تو عربی کی قید میں رہا اور اتنے دن کُشتی کی قید میں رہا اتنے دن پھکیتی کی قید میں رہا اتنے دن بکیتی کی قید میں رہا اتنے دن سواری کی قید میں رہا اتنے دن تیر اندازی کی قید میں رہا اتنے دن انگریزوں کی قید میں رہا اور اَب چار ابرو کی صفائی کی قید میں ہے پھر تو اپنے آپ کو آزاد کیسے کہہ سکتا ہے۔

الحاصل اس عالم میں کوئی ایسا نہیں جو کسی نہ کسی قید میں نہ ہو تو چار ابرو کی صفائی کی قید میں ہے اور ہم شریعت کی قید میں ہیں مگر یاد رہے کہ تمہاری قید کچی چاندی ہے تم اس کی قیمت مانگو گے تو اس کو تپایا جاوے گا اور بغیر تپائے کوئی نہ لے گا اور ہماری قید پر سکہ شاہی لگا ہوا ہے جہاں چاہیں گے بھنالیں گے وہ فقیر نہایت شرمندہ ہوا اور اُٹھ کر چلا گیا

اس قسم کے اور قصے بہت ہیں جن سے اس زمانہ کی حالت معلوم ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے اس زمانہ میں کس قدر ہوشیاری سے دین کو سنبھالا ہے۔

حاشیہ حکایت (۴۰)

قولہ تساہل کہتے ہیں۔اقول۔اس حکایت میں تو کوئی بات موہم تساہل مذکور نہیں بعضے قصے جو اس طرز کے مشہور ہیں اُس کی تحقیق یہ ہے کہ اس کا استعمال دفع مضرت دنیویہ کے لئے ہو یا مخاطب کے جلب مصلحت دینیہ کے لئے ہو تو محمود ہے اور اگر اپنے جلب منفعت دنیویہ مالیہ یا جاہیہ کے لئے ہو تو مضموم ہے خوب سمجھ لو اس میں اکثر دھوکہ ہو جاتا ہے گاہے بزرگوں پر بدگمانی کا گاہے اپنے پر تقلید بزرگان کی نیک گمانی کا۔(شت)

(۴۱) خان صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس قصہ کو بہت لوگوں سے سُنا ہے لیکن کسی نے خواب دیکھنے والے کا نام نہیں لیا مگر جب میں نے مولوی ماجد علی صاحب اور مولوی احمد علی خیرآبادی سے اس کو بیان کیا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ خواب مولوی فضل امام صاحب کا تھا۔مولوی فضل امام صاحب نے خواب دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان میں تشریف لائے ہیں اور مکان کے فلاں کمرے میں بیٹھے ہیں۔اس کی تعبیر میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرمایا کہ تم فوراً جا کر اپنا تمام سامان اُس کمرہ سے نکال لو اور اس کو بالکل خالی کر دو۔انہوں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد وہ کمرہ فوراً گر گیا (جس سے تعبیر کا صحیح ہونا معلوم ہو گیا) مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس خواب کی یہ تعبیر کیونکر ہوئی کیونکہ ہزاروں لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری خواب میں دیکھتے ہیں اور کچھ بھی ضرر نہیں ہوتا آپ نے فرمایا کہ اس وقت بے اختیار یہ آیت ذہن میں آ گئی تھی: ''ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا''

حاشیہ حکایت (۴۱)

قولہ تو انہوں نے کہا اقول میں نے کسی ثقہ سے یہی نام سنا ہے مگر راوی یاد نہیں

رہے قولہ اس کی تعبیر میں اقول میں نے ان راوی سے یہ بھی سنا ہے کہ انہوں نے مولوی فضل حق صاحب کو حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں تعبیر پوچھنے بھیجا تھا۔قولہ یہ آیت ذہن میں آئی اقول عجب نہیں کہ شاہانہ لباس میں زیارت ہونا بیان کیا ہو اس پر یہ آیت ذہن میں آئی اور عام طور سے جو زیارت ہوتی ہے تو لباس انبیاء میں اور ہر تعبیر کا اطراد ضروری نہیں اس میں خصوصیات مقام کو دخل ہوتا ہے۔(شت)

(۴۱) خان صاحب نے فرمایا کہ میرے پھوپھا کا انتقال ایک سو پانچ برس کی عمر میں ہوا ہے اور ۳۲ برس کی عمر میں انہوں نے یہ خواب دیکھا کہ ایک کشتی بالکل پاخانہ سے بھری ہے اور اس کشتی کے کنارہ پر میں کھڑا ہوں اور اپنے پاؤں کی حرکت سے اس کشتی کو کنارہ کی طرف لے جا رہا ہوں مگر اپنے جسم اور کپڑوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ اس پاخانہ سے بچاتا ہوں اور بہت کچھ بچ گیا ہوں مگر کسی قدر پاخانہ پاؤں میں لگ گیا ہے اور شامیانہ تانا جا رہا تھا اس مقام پر ایک نیم تھا جس کی وجہ سے شامیانہ اچھی طرح نہ تنا تھا بلکہ اس میں جھول رہتا تھا۔اتنے میں سید صاحب بھی مسجد میں سے تشریف لے آئے جب آپ نے یہ رنگ دیکھا تو کرتہ کو کمر سے باندھ کر نیم پر چڑھ گئے اور نیم پر چڑھ کر جو شامیانہ کو کھینچا تو شامیانہ بالکل ٹھیک تن گیا اور جھول بالکل نکل گیا۔سید صاحب کی یہ دھج شاہ عبدالقادر صاحب کو پسند آ گئی اور انہوں نے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ سید احمد کو مجھے دے دیجئے۔شاہ صاحب نے فرمایا کہ لے جاؤ اور سید صاحب سے کہہ دیا کہ میاں عبدالقادر کے ساتھ جاؤ شاہ عبدالقادر صاحب ان کو اپنے پاس اکبری مسجد میں لے آئے اور ایک حجرہ میں رکھ دیا اور اشغال کے لئے فرمایا کہ میری سہ دری کے پاس بیٹھ کر کیا کرو۔سید صاحب نے اس حکم کی تعمیل کی۔اور شاہ عبدالقادر صاحب کے حکم کے مطابق ذکر و شغل کرتے رہے اور جو جگہ شاہ صاحب نے ان کو بتادی تھی سید صاحب خواہ مینہ ہو یا آندھی یا دھوپ برابر اپنی جگہ بیٹھے رہتے تھے اور جب تک شاہ صاحب نہ کہتے تھے کہ اَب یہاں سے اُٹھ جاؤ اُس وقت

تک نہ اُٹھتے تھے شاہ صاحب نے سید صاحب کو ڈھائی برس اپنی خدمت میں رکھا اور ڈھائی برس کے بعد اُن کو لے کر شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں آئے اور شاہ صاحب سے عرض کیا کہ سید احمد حاضر ہیں ان کو پرکھ لیجئے پرکھا لیجئے شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں عبدالقادر تم جو کچھ کہتے ہو ٹھیک کہتے ہو اب ان کو بیعت کی اجازت دے دو۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اجازت تو آپ ہی دیں گے اور ان سے آپ ہی کا سلسلہ چلے گا شاہ صاحب نے ان کو بیعت کی اجازت دے دی۔

حاشیہ حکایت (۴۲)

غالباً یہ تعبیر اس پر مبنی ہے کہ دنیا کی صورت مثالیہ یہ ہے اور اس سے دنیا مباحہ کا حرام ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ پاخانہ سے ہر قسم کا انتفاع تو حرام نہیں ہے مثلاً کھیت ہی میں ڈالنا اُس کا جائز ہے اسی طرح دنیائے مباحہ سے انتفاع کے بھی قیود ہیں اور اصل اور مثال میں اتنا تناسب کافی ہے جو کہ بناء ہوتی ہے تعبیر کی۔ (شت)

(۴۳) خان صاحب نے فرمایا کہ پھوپھا صاحب نے مذکورہ بالا اپنا خواب بیان کر کے فرمایا کہ ایک شخص اکثر یہ خواب دیکھتا تھا کہ میرے گھر میں چھپکلیاں لڑتی ہیں اس خواب کو اس نے شاہ صاحب رحمہ اللہ سے بیان کیا شاہ صاحب نے اس خواب کو سُن کر فرمایا کہ تیری بیوی موئے زہار قینچی سے کُترتی ہے اُس نے آکر اپنی بیوی سے دریافت کیا بیوی نے تصدیق کی۔

حاشیہ حکایت (۴۳)

قولہ قینچی سے۔ اقول مناسبت ظاہر ہے اور اس میں اس فعل کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ (شت)

(۴۴) خان صاحب نے فرمایا کہ ہندوستان میں السلام علیکم کا رواج بالکل متروک ہو گیا تھا حتیٰ کہ شاہ صاحب کے خاندان میں بھی اس کا رواج نہ تھا اور جب وہ سلام کرتے تھے تو کہتے تھے عبدالقادر تسلیمات عرض کرتا ہے۔ رفیع الدین تسلیمات

عرض کرتا ہے سید صاحب پہلے پہل ولی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تو سب سے پہلے انہوں نے شاہ صاحب کو سلام کرتے ہوئے السلام علیکم کہا ہے۔

جب شاہ صاحب نے ان کا سلام سُنا تو بہت خوش ہوئے اور آپ نے حکم دے دیا کہ آئندہ سلام بطریق مسنون کیا جاوے اسی دفعہ میں سید صاحب شاہ صاحب سے بیعت ہوئے اور چھ روز قیام فرما کر تشریف لے گئے چھ مہینے کے بعد پھر آئے اور چھ مہینے شاہ عبدالعزیز صاحب کی تربیت میں رہے اس کے بعد شاہ عبدالقادر صاحب نے ان کو شاہ صاحب سے مانگ لیا اور پورے ڈھائی برس اکبری مسجد میں اپنی خدمت میں رکھا جس کی تفصیل نمبر آئندہ میں آتی ہے۔

حاشیہ حکایت (۴۴)

قولہ اس کا رواج نہ تھا۔ اقول غالباً مخالفت عامہ میں فتنہ کا خوف ہوگا بعد میں اس کو گوارا کر لیا ہوگا یا خوف کم ہو گیا ہوگا۔ (ش ت)

(۴۵) خان صاحب نے فرمایا کہ جب سید صاحب بیعت ہونے کے بعد دوسری مرتبہ بغرضِ تعلیم حاضر ہوئے ہیں تو شاہ صاحب نے ان کو اس مسجد میں ٹھہرا دیا جو ان کے مدرسہ سے تقریباً پچاس قدم کے فاصلہ پر واقع تھی جس میں شاہ صاحب اور طلبہ نماز پڑھا کرتے تھے اور تعلیم اشغال فرما کر حکم دیا کہ آٹھویں روز ہم سے ملا کرو اور تین شخصوں کو ان کی خدمت کے لئے مقرر کر دیا اور کہہ دیا کہ جس چیز کی سید صاحب کو ضرورت ہو تم لوگ اس کا انتظام کر دیا کرو اور ایک ٹھلیا اپنے پاس سے دی اور فرمایا کہ روزانہ اس ٹھلیا میں سید صاحب کیلئے جمنا سے پانی لایا کرو (یہ تین اشخاص جن کو شاہ صاحب نے مامور فرمایا تھا ایک سید ثمن علی خان پوری تھے اور دوسرے قاری نسیم رامپوری اور تیسرے ان کے چھوٹے بھائی جن کا نام مجھے یاد نہیں رہا ان میں سے تیسرے صاحب کو میں نے بھی دیکھا ہے قاری نسیم مذکور اور ان کے چھوٹے بھائی دونوں اتنے بزرگ تھے کہ لوگ مولوی مظفر حسین صاحب کے تقویٰ کو ان کے تقویٰ سے تشبیہ دیا کرتے تھے اور

یہ کہا کرتے تھے کہ مولوی مظفر حسین صاحب قاری نسیم اور ان کے چھوٹے بھائی کا نمونہ ہیں) سید صاحب نے چھ مہینے تک تعلیم حاصل کی۔ چھ مہینے کے بعد شاہ صاحب کے خاندان میں کسی کے یہاں شادی کی تقریب ہوئی۔ اس تقریب میں شاہ عبدالعزیز صاحب، شاہ عبدالقادر صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب تینوں بھائی موجود تھے۔

حاشیہ حکایت (۴۵)

قولہ سید صاحب سے کہہ دیا الخ اقول اگر شیخ مرید کو کسی کے سپرد کر دے اُس کے ماننے میں ذرا تردّد نہ کرے جیسا خود رایوں کی عادت ہے قولہ جب تک شاہ صاحب (الخ) اقول یہ ہے انقیاد شیخ کہاں ہیں وہ حضرات جو ان حضرات کو درویشی کا منکر اور بزرگوں کی شان میں بے ادب کہتے ہیں آئیں اور آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ (شت)

(۴۶) خان صاحب نے فرمایا کہ جس زمانہ میں سید صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب سے تعلیم سلوک حاصل کر رہے تھے اس زمانہ میں شاہ صاحب نے ان کو تصور شیخ کی تعلیم کی۔ سید صاحب نے فرمایا کہ حضرت اگر تصور شیخ طریقت کا موقوف علیہ ہے تو میں اس طریقت ہی کو چھوڑتا ہوں اور اگر یہ اس کا موقوف علیہ نہیں ہے تو (اختیار طریق میں) کچھ مضائقہ نہیں (مگر اس تصور کو حذف فرما دیجئے) شاہ صاحب نے فرمایا کہ طریقت اس پر موقوف نہیں ہے تم تصور شیخ نہ کرو۔

حاشیہ حکایت (۴۶)

قولہ سید صاحب نے فرمایا۔ وقولہ شاہ صاحب نے فرمایا۔ اقول یہ ہے اظہار حق اور یہ ہے اقرار حق۔ مرید ایسا ہو اور پیر ایسا ہو اور مبنی اس عذر کا یہ ہے کہ اس عمل کو غیر مشروع سمجھا مرید کو یہی چاہئے کہ ایسے موقع پر عذر کر دے مگر دو اَمر کا لحاظ لازم ہے ایک یہ کہ ادب سے عذر کرے، ردوکد، اعتراض واعراض ومقابلہ ومجادلہ کی صورت نہ ہو دوسرے یہ کہ شیخ کو چھوڑ نہ دے بلکہ اُس کے ساتھ حُسن ظن رکھے اور اُس کے فعل کی کچھ تاویل مناسب کر لے اگر تاویل سمجھ میں نہ آوے تو یہی سمجھ لے کہ کچھ تاویل ہوگی جو میرے

ذہن میں نہیں آئی اس کے بعد یہ دیکھے کہ شیخ نے اس کے عذر کو قبول کیا یا نہیں اگر کرلیا جیسے حضرت شاہ صاحب نے کرلیا فبہا اور اگر نہیں کیا بلکہ اپنی تجویز پر اصرار کیا یا مرید سے مکدر ہوگیا تو اُس شیخ کو چھوڑ دے اور دوسرے کامل سے رجوع کرے مگر اُس کی شان میں بھی گستاخی نہ کرے کیونکہ ابتداءً راہ پر لگا دینے میں وہ اس کا محسن ہے۔ (شت)

(۴۷) خان صاحب نے فرمایا کہ میرے اُستاد میاں جی محمدی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے مولانا اسحٰق صاحب سے کافیہ شروع کیا تھا اور سید صاحب جب تشریف لائے تو انہوں نے شاہ اسحٰق صاحب سے میزان شروع کی تھی اور اتنی جلدی ترقی کی کہ نصف سے آگے مجھے کافیہ میں پکڑ لیا اور کافیہ ہی پڑھتے ہوئے اُنہوں نے مشکوٰۃ بھی شاہ صاحب سے شروع کردی اور کوئی کتاب مولوی اسمٰعیل صاحب سے بھی پڑھتے تھے یہ قصہ تو میں نے اپنے اُستاد سے سُنا ہے۔

اور مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ جب سید صاحب تعلیم علوم حاصل کررہے تھے اثنائے تحصیل میں ان کی یہ کیفیت ہوئی کہ جب وہ کتاب میں نظر کرتے تو اُن کی نظر سے حروف غائب ہوجاتے تھے اس کے لئے طبیبوں کی طرف بھی رجوع کیا گیا مگر کچھ نہ ہوا۔ یہ قصہ جب شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تم جالی وغیرہ باریک چیزوں پر نظر جماؤ اور دیکھو کہ وہ بھی تمہاری نظر کے سامنے سے اُڑتی ہیں یا نہیں۔

سید صاحب نے اس کا تجربہ کیا تو کوئی باریک سے باریک چیز بھی نہ اُڑی۔ اس کی اطلاع شاہ صاحب سے کی تو آپ نے فرمایا کہ پڑھنا چھوڑ دو، اس پر کسی خادم نے (جس کا نام مجھے یاد تھا مگر اَب بھول گیا) عرض کیا کہ حضرت یہ بات کیا ہے اور آپ نے پڑھنا چھوڑنے کا حکم کیوں دیا آپ نے فرمایا کہ میں نے امتحان کا اس لئے حکم دیا تھا کہ اگر اور باریک چیزیں بھی اُڑتی ہوں تو جانا جاوے کہ مرض ہے اور اس کا علاج کیا جاوے جب معلوم ہوا کہ وہ دوسری چیزیں نہیں اُڑتیں تو ثابت ہوا کہ مرض نہیں ہے بلکہ اس کا

سبب یہ ہے کہ علم ظاہری اُن کی قسمت میں نہیں ہے۔ لہٰذا میں نے کہہ دیا کہ پڑھنا چھوڑ دو اور فرمایا ان کو تعلم سے پڑھنا نہ آئے گا بلکہ علم لدنی حاصل ہوگا۔

حاشیہ حکایت (۴۷)

قولہ تعلم سے پڑھنا نہ آئے گا۔ اقول ہو کما قال الرومی ؎

بنی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معید و اُستا

مگر اس سے علوم احکام مستثنیٰ ہیں ان میں بجز نقل کے کوئی سبیل حجت نہیں خواہ وہ نقل کتاب سے ہو یا اہلِ علم سے۔ (شت)

(۴۸) خان صاحب نے فرمایا یہ قصہ جو میں بیان کروں گا میں نے اپنے اُستاد میاں جی محمدی صاحب سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ سید صاحب جب سہارنپور تشریف لے گئے تو پونبی کی مسجد میں منبر کے اُوپر کی سیڑھی پر بیٹھ کر وعظ فرمایا اُن کے دونوں پاؤں کے بیچ میں مولوی عبدالقیوم ابن جناب مولوی عبدالحیٔ صاحب بیٹھے ہوئے تھے جو کہ اُس وقت بچے تھے اور مسجد میں ایک طرف مولوی عبدالحیٔ صاحب اور مولوی اسماعیل صاحب پاس پاس بیٹھے ہوئے تھے وعظ جب نصف سے زیادہ ہوگیا تو مولوی عبدالحیٔ صاحب نے مولوی اسمٰعیل صاحب کو اشارہ سے اُٹھایا اور اُٹھا کر اس طرف لے گئے جس طرف قبریں ہیں میں بھی پیچھے پیچھے گیا اور وہاں جا کر فرمایا کہ سید صاحب نے یہ مضمون پہلے بھی بیان فرمایا ہے اور میں نے اور تم نے اس کو لکھ بھی لیا ہے لیکن اس وقت جو کچھ فرما رہے ہیں یہ تمہاری سمجھ میں آتا ہے یا نہیں مولوی اسمٰعیل صاحب نے کہا کہ کچھ کچھ آتا ہے اس پر مولوی عبدالحیٔ صاحب نے فرمایا کہ سچی بات یہ ہے کہ میں نے تو بہت زور لگایا مگر میری سمجھ میں تو نہیں آیا اب اس سمندر کو ہم اپنی کلھیا میں کیونکر بند کریں سید صاحب سے عرض کرنا چاہئے کہ حضرت مضمون کو ذرا آسان کر کے بیان فرمایا کریں تا کہ ہم لوگ سمجھ سکیں یہ کہہ کر دونوں صاحبان پھر اپنی اپنی جگہ آ بیٹھے قصہ ختم ہوا۔ خان صاحب نے فرمایا اس قصہ کو میں نے مولوی عبدالقیوم

صاحب کے سامنے بیان کیا انہوں نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا کہ جب اس وعظ میں مَیں سید صاحب کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھا تھا تو چونکہ میں چھوٹا بچہ تھا اس لئے سید صاحب کے پاؤں کو چھیڑ رہا تھا کبھی اس پاؤں کو چھیڑتا تھا کبھی دوسرے پاؤں کو۔ اور چھیڑتا اس طرح تھا کہ قدم پر ہاتھ کو رکھ کر گدگداتا ہوا اُوپر کو لے جاتا تھا لیکن جب میرا ہاتھ نصف ساق سے اُوپر جاتا تو فوراً سید صاحب اسے نیچے اُتار دیتے تھے بہت سی دفعہ میں نے ایسا ہی کیا اور سید صاحب نے ہمیشہ میرے ہاتھ کو نیچے اُتار دیا اس قصہ کو بیان فرما کر خان صاحب نے فرمایا کہ جب میں اوّل مرتبہ حضرت گنگوہی کی زیارت کے لئے گنگوہ جا رہا تھا تو سہارن پور پہنچ کر مغرب کی نماز میں نے پونبی کی مسجد میں پڑھی گو مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ پونبی کی مسجد ہے مگر میں نے اسے پہچان لیا اور جب لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہو کہ واقعی پونبی ہی کی مسجد ہے اور میں نے صحیح سمجھا تھا۔

حاشیہ حکایت (۴۸)

قولہ گدگداتا ہوں (الخ) اقول اس سے دو کمال ثابت ہوتے ہیں ایک مخدومیت سے بعد کہ یہ امر ناگوار نہیں ہوا دوسرا التقویٰ کہ زانو سے آگے ہاتھ نہیں جانے دیا۔ (شت)

(۴۹) خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے ابوبکر خاں خورجہ والے سے سُنا ہے کہ جو شاہ عبدالقادر صاحب کے دیکھنے والوں میں سے تھے یہ صاحب فرماتے تھے کہ بعد مغرب سید صاحب نے اکبر آباد کی جامع مسجد کے بیچ کے در میں بیٹھ کر وعظ فرمایا اور اس وعظ میں آپ نے شیخین کے بھی کچھ فضائل بیان فرمائے چار رافضی حوض پر کھڑے تھے اس وقت روافض کا فتنہ گو سابق کی نسبت بہت کم ہو گیا تھا مگر تاہم موجود تھا ان رافضیوں نے تالی بجائی اور قہقہہ لگا کر بھاگنا چاہا سید صاحب نے ان کی آواز سُن کر زور سے اِلا اللہ کہا اس آواز سے ایک رافضی تو حوض کے قریب ہی گر پڑا اور ایک حوض سے کچھ آگے گرا ایک دروازہ کے پاس گرا ایک مسجد سے نکل گیا اور سید صاحب ضرب اِلا اللہ کے بعد خاموش بیٹھ گئے اس وقت مسجد کی یہ حالت ہو گئی کہ وہ تنور کی طرح گرم

ہوگئی اور لوگ چلے جانے لگے میں چونکہ کسی قدر بے تکلف تھا اس لئے میں نے سید صاحب کے گھٹنہ پر ہاتھ رکھ کر عرض کیا کہ حضور بس اب لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے فرمایا کہ بہت اچھا اس کے بعد آپ نے عشاء کی اذان کا حکم دیا اور فرمایا کہ ان تینوں رافضیوں سے کہہ دو کہ عشاء کی نماز پڑھ کر جاویں اس کے بعد عشاء کی نماز ہوئی اور اس میں تینوں رافضی شریک ہوئے اور سُنی ہو کر سید صاحب سے بیعت ہوگئے خان صاحب نے فرمایا کہ میں نے اپنے بچپن میں سُنا تھا کہ سید صاحب نے ہزاروں امام باڑے تڑوائے ہیں مگر حکیم جمیل الدین صاحب جو کہ پورب میں بہت رہے ہیں وہ فرماتے تھے کہ سید صاحب نے پچاس ہزار امام باڑے تڑوائے ہیں۔

حاشیہ حکایت (۴۹)

قولہ اس آواز سے ایک رافضی اقول تصرفات کے کمال مقصود ہونے کا اس سے شبہ نہ کیا جاوے اور اسی طرح اہل کمال کے نزدیک پسندیدہ نہ ہونا اور باوجود اس کے سید صاحب کا اس سے کام لینا بھی محل اشکال نہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ بضرورت و باذن تھا پس جیسے قوی جسمانیہ سے اہل باطل کو مغلوب کرنے کا حکم ہے ویسے ہی قوی نفسانیہ سے۔ (ش ت)

(۵۰) خان صاحب نے فرمایا کہ اُلدہن میرٹھ ہاپوڑ گلاوٹی بلند شہر کا حال تو مجھے معلوم ہے کہ یہاں کے لوگ سب تفضیلی بلکہ بعض بعض تو رافضی تھے اور سُنا ہے کہ دیوبند میں بھی سب تفضیلی تھے۔ یہ بات کہ یہ مقامات بدعت تفضیل سے پاک ہیں یہ سب سید صاحب ہی کا صدقہ ہے اور سُنیوں اور شیعوں میں جو شادی بیاہ ہوتے تھے یہ بھی سید صاحب ہی نے رُکوائے ہیں۔

حاشیہ حکایت (۵۰)

یہ ہیں برکات جو کرامات و تصرفات سے بھی اکمل ہیں۔ (ش ت)

(۵۱) خان صاحب نے فرمایا کہ میرے اُستاد میانجی محمدی صاحب بیان فرماتے تھے کہ جب سید صاحب سیر کو تشریف لے جاتے تھے تو بڑے بڑے لوگ شکار

بند پکڑا کرتے تھے ہم بھی چاہتے تھے کہ یہ شرف ہمیں بھی نصیب ہومگر ہمیں موقع نہ ملتا تھا لیکن ایک روز موقع مل گیا اور میں شکار بند پکڑے ہوئے سید صاحب کے ساتھ چلا۔ خانم کے بازار میں ایک کوچہ تھا اور اس کوچہ کے نکڑ پر ایک رَنڈی کا مکان تھا اور اس میں جو رَنڈی رہتی تھی وہ نہایت حسین اور پڑھی لکھی تھی اور اس کے یہاں معمولی آدمیوں کا گذر نہ تھا بلکہ بڑے بڑے لوگ بیٹھا کرتے تھے سید صاحب جب اس کے مکان کے پاس کو نکلے تو اِتفاق سے وہ اپنے دروازہ پر کھڑی تھی اور تمام لباس سردئی تھا سید صاحب اس جگہ ذرا ٹھٹکے اور ایک نظر اس کی طرف دیکھا اس کے بعد گھوڑا بڑھا کر آگے روانہ ہوگئے۔ آپ بیس پچیس قدم ہی چلے ہوں گے کہ اتنے میں وہ رنڈی روتی ہوئی اور یہ آواز دیتی ہوئی آئی کہ اے میاں سوار خدا کے واسطے ذرا گھوڑا روک لے، آپ نے گھوڑا روک لیا اور وہ بے تحاشا گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں کو لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی سید صاحب ہر چند فرماتے ہیں کہ بی بی سُن تو سہی بات تو بتلا تو کون ہے اور کیوں روتی ہے گھوڑے کے پاؤں چھوڑ دے اور اپنا مطلب کہہ مگر وہ نہیں مانتی اور برابر گھوڑے کے پاؤں پکڑے ہوئے رو رہی ہے تھوڑی دیر میں اسے افاقہ ہوا اور اس نے کہا کہ میاں میں بیوہ ہوں اور توبہ چاہتی ہوں اور کچھ نہیں چاہتی سید صاحب نے فرمایا کہ اس وقت تیرے مکان میں کچھ لوگ ہیں اس نے کہا کہ جی ہاں۔ سید صاحب نے فرمایا کہ توبہ کے بعد نکاح بھی کرے گی اس نے کہا کہ جی ہاں نکاح بھی کروں گی اور جو آپ فرمائیں گے وہ کروں گی آپ نے فرمایا کہ تیرا دل کسی سے نکاح کو چاہتا ہے تو اس نے کہا کہ جی ہاں فلاں سے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ اس وقت میرے مکان میں ہے آپ نے فرمایا کہ مکان میں کوئی اور بھی ہے اُس نے کہا کہ جی ہاں کئی آدمی ہیں سید صاحب نے اُس طوائف سے اور مجھ سے فرمایا کہ جاؤ سب کو بلا لاؤ۔ ہم گئے تو اُس وقت دس آدمی تھے ان میں سے نو تو آ گئے مگر وہ نہیں آیا جس سے وہ نکاح کرنا چاہتی تھی جس شان سے وہ رنڈی آئی تھی

اُسی شان سے یہ لوگ بھی آئے اور وہ بھی سب کے سب تائب ہو گئے اب آپ نے رنڈی سمیت سب سے فرمایا کہ تم لوگ اکبری مسجد میں چلو میں بھی آتا ہوں۔ چنانچہ وہ سب اکبری مسجد میں چلے گئے اور آپ آگے بڑھ گئے اُس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میاں محمدی تم نے دیکھا کہ یہ ہم نے کیا کیا میں نے عرض کیا کہ ہاں حضور دیکھ لیا آپ نے فرمایا کہ میاں سُنو! اس قسم کی باتیں یہود، نصاریٰ، مجوس اور جوگی بھی کرتے ہیں بعض میں نظر کی قوت ہوتی ہے بعض میں دماغی، بعض میں قلبی بعض میں آواز کی قوت ہوتی ہے مگر وہ قوت کسبی ہوتی ہے اور مجھے جو قوت عطاء ہوئی ہے وہ وہبی ہے اگر تم کسی کے اندر ایسی قوت دیکھو تو میں نصیحت کرتا ہوں کہ فوراً اس کے معتقد نہ ہو جانا اور اُس کو بزرگ نہ سمجھ لینا بلکہ جس کو متبع سنت دیکھو تو گو ان قوتوں میں سے کوئی قوت بھی اُس کے اندر نہ دیکھو اُس کے معتقد ہونا یہ فرما کر آگے چلے اور جنگل میں پہنچ کر فرمایا کہ الحمدللہ میں اللہ کا وہ بندہ ہوں جس کے لئے مچھلیاں پانی میں اور چیونٹیاں سوراخوں میں دعا کرتی ہیں اور جس طرف کو میں نکل جاتا ہوں وہاں کے درخت اور جانور تک مجھے پہچانتے اور سلام کرتے ہیں۔ اس قصہ کو یہاں چھوڑ کر میں اس وقت مولانا نانوتوی کا ایک ملفوظ سناتا ہوں جو اس مقام کے مناسب ہے آپ نے فرمایا کہ قبول عام کی دو صورتیں ہیں ایک وہ قبول جو خواص سے شروع ہو کر عوام تک پہنچے اور دوسرا وہ جو عوام سے شروع ہو اور اس کا اثر خواص تک بھی پہنچ جائے پہلا قبول علامت مقبولیت ہے نہ کہ دوسرا کیونکہ حدیث میں جو مضمون علامت مقبولیت آیا ہے وہ یہ ہے کہ اوّل بندہ سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں پھر وہ ملاء اعلیٰ کو محبت کا حکم دیتے ہیں اور ملاء اعلیٰ اپنے سے نیچے والوں کو اور وہ اپنے سے نیچے والوں کو یہاں تک کہ وہ حکم اہل دنیا تک آتا ہے اور جو ترتیب ملاء اعلیٰ میں تھی اُسی ترتیب سے اُس کی محبت دنیا میں پھیلتی ہے کہ پہلے اس سے اچھے لوگوں کو محبت ہوتی ہے اس کے بعد دوسروں کو پس جو مقبولیت اس کے برعکس ہو گی وہ دلیل مقبولیت نہ ہو گی اس کے بعد فرمایا کہ دیکھو جب

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا ہے تو اوّل وہ لوگ معتقد ہوئے جو اس زمانہ میں سب سے اچھے تھے اُس کے بعد وہ لوگ جو ان سے کم تھے اس کے بعد وہ لوگ جو ان سے کم تھے اور اخیر میں اچھے اور بُرے سب زیر اثر آ گئے حتیٰ کہ کچھ آپ کے ماننے والے منافقین بھی تھے اور اسی بناء پر جو ہجرت سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے وہ سب سے افضل ہیں اور ان کے بعد وہ جو بدر سے پہلے مسلمان ہوئے اور ان کے بعد وہ جو اُحد سے پہلے مسلمان ہوئے پھر وہ جو خندق سے پہلے مسلمان ہوئے پھر وہ جو صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوئے پھر وہ جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور فتح مکہ کے بعد تو سبھی مطیع ہو گئے اور آپ کی مقبولیت بہت ہی عام ہو گئی۔ یہ بیان فرما کر فرمایا کہ سید صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے خاندان کی مقبولیت بھی اسی ترتیب سے ہوئی ہے کہ اوّل اُن کے معتقد اہل کمال ہوئے ہیں اور اُس کے بعد ان کی مقبولیت عام ہوئی ہے اور اسی طرح ہمارے حضرت حاجی صاحب کی مقبولیت ہوئی ہے کہ اوّل ان کے معتقد خواص ہوئے اُس کے بعد ان کی مقبولیت عام ہوئی مگر حاجی ۔۔۔ شاہ کی مقبولیت اوّل کن لوگوں میں ہوئی؟ ایسے ہی ویسوں میں۔ اور عموم شہرت کے بعد اگر کوئی اللہ کا بندہ پھنس گیا تو وہ قابل اعتبار نہیں۔ اسی سلسلہ میں مجھے ایک اور قصہ یاد آ گیا وہ یہ کہ ایک مرتبہ حاجی شاہ علیگڑھ آئے چونکہ مشہور آدمی تھے اس لئے نواب لطف علی خان صاحب کو بھی ان سے ملنے کا شوق ہوا اور انہوں نے گاڑی منگوائی جب انہوں نے پائیدان پر پاؤں رکھا تو اتفاق سے ایک خادم نے کہا کہ میاں آج حاجی صاحب کے پاس تمام شہر کی رنڈیاں اکٹھی ہو کر آئی تھیں مگر نواب صاحب نے اس کو غلط سمجھا اور بہت ناخوش ہوئے جب دوسرے خادم نے دیکھا کہ نواب صاحب کو یقین نہیں آیا تو اس نے کہا کہ میاں واقعی ایسا ہوا ہے جب انہوں نے سمجھ لیا کہ واقعہ ٹھیک ہے تو نواب یوسف علی خاں سے فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ شخص ملنے کے قابل ہے ہم تو اس واسطے جاتے

تھے کہ ان کی صحبت سے اللہ کی محبت نیکیوں کی طرف رغبت گذشتہ گناہوں پر ندامت اور آئندہ گناہوں سے نفرت پیدا ہوگی۔ مگر معلوم ہوا کہ وہ بڑا شہدہ ہے ہم چھوٹے شہدے۔ پھر کیوں جائیں یہ کہہ کر جانا موقوف کر دیا اور گاڑی بان کو حکم دیا کہ گاڑی لے جاؤ ہم نہ جائیں گے۔ اس کے بعد ایک اور قصہ یاد آ گیا۔

نواب لطف علی خاں کوئی مقدس لوگوں میں نہ تھے مگر بزرگوں سے تعلق تھا لیکن اس تعلق کا یہ اثر تھا کہ باوجودیکہ سرسید سے ان کی بہت دوستی تھی مگر جب ان کے تیجے کے چنے پڑھے گئے ہیں اور مولوی انصاری اس میں شریک ہوئے تو اس روز سے نواب صاحب نے مولوی سے سلام کرنا چھوڑ دیا تھا یہ شاہ صاحب کے خاندان کے ان متوسلین کی حالت تھی جو دنیادار تھے ان ضمنی مضامین کے بعد میں اصل قصہ کی طرف لوٹتا ہوں میانجی صاحب نے فرمایا کہ سید صاحب سیر سے لوٹ کر اکبری مسجد میں آئے تو وہ رنڈی اور وہ نو آدمی سب کے سب اکبری مسجد میں موجود تھے آپ نے سب کو بیعت کیا اور ان میں سے ایک شخص کے ساتھ جس سے وہ رنڈی رضامند ہوگئی تھی اُس کا نکاح کر دیا اور وہ رنڈی باوجودیکہ بہت دولت مند تھی مگر اس نے اپنی تمام دولت اور گھر بار کو چھوڑ دیا اور پھر اپنے گھر نہیں گئی۔ جب سید صاحب نے سکھوں پر جہاد کیا ہے تو یہ سب لوگ جہاد میں شریک ہوئے اور وہ نو آدمی تو شہید ہو گئے مگر اس رنڈی کا حال نہیں معلوم ہوا کہ اس کا کیا انجام ہوا یہ رنڈی ایک دوسری رنڈی کے ساتھ (جو مولوی اسمٰعیل صاحب شہید کے ہاتھ پر تائب ہوئی تھی اور اس رنڈی کا نام موتی تھا اور اس کی توبہ کا قصہ حکایت نمبر ۵۵ میں آئے گا) مجاہدین کے گھوڑوں کا دانہ دلا کرتا تھی اور دانہ دلتے دلتے اس کے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے۔

حافظ محمد اکبر صاحب خان پوری بیان فرماتے تھے کہ میں نے ان دونوں رنڈیوں کو دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ میں نے ان سے پوچھا کہ بتلاؤ تو سہی تم اپنی پہلی حالت میں خوش تھیں یا اس حالت میں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم درحقیقت مصیبت میں تھے اور

اب ہمیں جو راحت ہے اس کو ہم بیان نہیں کرسکتیں اس وقت ہمارے ایمان کی یہ حالت ہے کہ اگر ہم اپنے ایمان کو پہاڑ پر رکھ دیں تو پہاڑ بھی زمین میں دھنس جاوے۔

حاشیہ حکایت (۵۱)

مجھے جو قوت عطاء ہوئی ہے وہ وہبی ہے اگر تم کسی کے اندر ایسی قوت دیکھو (الخ) اقول ایسی قوت عام ہے کسبی اور وہبی سے جیسے قوت جسمیہ کہ کبھی ریاضت سے حاصل ہوتی ہے کبھی فطری وخلقی طور پر اور کمال دینی ان میں سے کوئی بھی نہیں البتہ دیکھا یہ جاوے گا کہ اس قوت کو صرف کہاں کیا اسی کا اعتبار ہوگا۔

پس کمال مطلوب عمل ہوا نہ کہ یہ قوت قولہ میں اللہ کا وہ بندہ ہوں اقول اس سے افتخار مقصود نہیں بلکہ محض تحدث بالنعمۃ اور کبھی اس اظہار سے یہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ سننے والے ان بزرگ سے دینی فائدہ حاصل کریں۔ (شت)

(۵۲) خان صاحب نے فرمایا کہ میرے اُستاد میانجی محمدی صاحب نے ایک روز ارشاد فرمایا کہ سید صاحب ایک روز اکبری مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک نوجوان سر سے پا تک حریر کا لباس پہنے ہوئے اور داڑھی منڈائے ہوئے اور پوری پوری میں انگوٹھی چھلے پہنے ہوئے حاضر ہوا اور سلام کر کے بیٹھ گیا اور چونکہ اس زمانہ میں بانکوں کی وضع یہ تھی کہ ڈھیلا پاجامہ کلیوں دار پہنا کرتے تھے اس لئے یہ شخص بھی ڈھیلا ہی پاجامہ پہنے ہوئے تھا یہ شخص فوج میں ملازم تھا مگر یہ یاد نہیں کہ دفعہ دار تھا یا اور کچھ اس نے عرض کیا کہ حضور میں فوج میں ملازم ہوں اور ہماری فوج کو یہاں چھ مہینے رہنے کا حکم ہے میں چاہتا ہوں کہ حضور مجھے بیعت کرلیں سید صاحب نے فرمایا کہ بیعت! کیا یہ صورت بیعت کی ہے داڑھی آپ کی منڈی ہوئی ہے لباس سارا حریر کا ہے بانہوں میں مہندی ہے، پوری پوری میں چھلے ہیں اُس نے جواب دیا کہ میں ان باتوں سے توبہ کرتا ہوں اور چھلے تو میں اِسی وقت اُتارے دیتا ہوں لیکن کپڑے ابھی نہیں اُتار سکتا کیونکہ نہ دوسرے کپڑے یہاں میرے پاس ہیں اور نہ گھر، رہی مہندی

اور داڑھی سو میں مہندی کے زائل کرنے سے بھی اس وقت عاجز ہوں اور داڑھی بھی نہیں پیدا کر سکتا۔ سید صاحب نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ ان کے لئے کپڑوں کا انتظام کرایا جاوے چنانچہ لوگوں نے کرتہ پاجامہ وغیرہ دے دیا اور سید صاحب نے اپنا عمامہ اور چادر دی اور اس نے کپڑے اُتار کر یہ کپڑے خوشی خوشی پہن لئے۔ اس کے بعد سید صاحب نے اُسے بیعت کیا اور علیحدہ لے جا کر کچھ تعلیم فرمایا، بیعت ہونے کے بعد یہ شخص چھ سات روز تک صبح کے وقت اور بعد عصر روزانہ آتا رہا لیکن ساتویں یا آٹھویں روز جو وہ آیا تو نہایت پریشان اور روتا ہوا آیا اور عرض کیا کہ میں تو سمجھتا تھا کہ ہمارا قیام چھ سات مہینہ ہوگا اور میں حضور سے مستفید ہو جاؤں گا مگر آج ہماری فوج کے تبادلہ کا حکم آ گیا ہے اور کل کو ہمیں یہاں سے جانا ہوگا۔ مجھے اپنی محرومی اور حضور کی مفارقت کا نہایت صدمہ ہے۔ سید صاحب اس کا ہاتھ پکڑ کر شاہ عبدالقادر صاحب کے حجرہ میں لے گئے اور آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ حجرہ میں رہے اُس کے بعد سید صاحب تنہا حجرہ سے نکلے اور ہم لوگوں سے فرمایا کہ ان کو باہر اُٹھا لاؤ اور ہوا دو اور یہ کہہ کر تیز قدمی کے ساتھ دوسرے حجرہ میں تشریف لے گئے ہم لوگ جب اندر گئے تو دیکھا کہ وہ شخص بالکل بے ہوش تھا ہم اسے حجرہ سے سہ دری میں لے آئے اور پانی کے چھینٹے دیئے۔ پنڈول سونگھایا کچھ دیر کے بعد اسے ہوش آیا تو اس کی یہ حالت تھی کہ بالکل مست تھا اور آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور کہتا تھا کہ واللہ باللہ جس طرح آنکھ اُٹھا کر دیکھتا ہوں سید صاحب ہی نظر آتے ہیں وہ میری آنکھوں میں بھی ہیں اور میرے قلب میں بھی ہیں یہ الفاظ اس نے تین دفعہ زور زور سے کہے۔ سید صاحب نے کواڑ کھول کر اپنا چہرہ نکالا اور زور سے فرمایا کہ خاموش اور مجھ کتے کی صورت اپنے سامنے سے منہدم کر اور یہ الفاظ آپ نے بھی تین مرتبہ فرمائے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ بالکل اچھا ہو گیا۔ یہ قصہ بیان فرما کر میرے اُستاد بیان فرماتے تھے کہ تصور دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو وہ کہ جو از خود ہو اور دوسرا وہ جو تصور کرنے سے ہو۔ سید صاحب جو تصور شیخ کو منع فرماتے تھے وہ وہ

تصور تھا جو قصداً اور بتکلف کیا جاوے اور جو تصور از خود ہو اس کو منع نہیں فرماتے تھے کیونکہ ایسے تصور کا ثبوت حدیثوں سے ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نہا کر نکلے آپ اپنے بالوں کو دو حصے کرتے تھے اور ان کے درمیان باریک مانگ تھی گویا کہ میں دیکھ رہی ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارہ سے بٹھا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یوں ہی بٹھاتے تھے گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تصور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا مگر از خود تھا نہ کہ بتکلف و بالقصد۔

حاشیہ حکایت (۵۲)

جس طرف آنکھ اُٹھا کر۔ الخ۔ اقول شاید یہ تصرف اُس کے رنج مفارقت کے تدارک کے لئے کیا گیا ہو کہ اس طرح نظر آ جانے سے تسلی رہے گی اور اچھا ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ نظر آنا بند ہو گیا ہو بلکہ اُس میں تقلیل و تعدیل ہو گئی ہو۔ قولہ وہ تصور تھا جو قصداً اور بتکلف الخ۔ اقول اس سے بھی وہ درجہ مراد ہے جس میں مقصودیت کی شان ہو جیسے بطور شغل مستقل کے کرتے ہیں جس میں قلب سے غیر کی نفی کا اہتمام کرتے ہیں کہ اس میں مشابہت ہے شرک کی ورنہ اگر محبت میں قصداً بھی تصور کرے تو کچھ حرج نہیں اور جن بزرگوں سے اجازت منقول ہے وہ بقدر ضرورت ہے کہ خطرات دفع نہ ہوں تو کسی مشاہد چیز کے تصور سے حسب قاعدہ ''النفس لا تتوجه الی شیئلن فی ان واحد'' وہ خطرات دفع ہو جاتے ہیں اور اس میں صورت شیخ و صورت دیگر اشیاء سب متساوی ہیں مگر شیخ سے چونکہ طبعاً محبت زائد ہوتی ہے اُس کی طرف توجہ اقوی ہونے سے دفع سہل تر ہوتا ہے مگر بعد دفع خطرات کے پھر اس کو بھی زائل کر دیتے ہیں اور عین تصور کے وقت بھی اس کا اہتمام نہیں کرتے کہ دوسرا کوئی تصور آنے نہ پاوے گو اس سے زیادہ محمود یا مقصود ہو قولہ چنانچہ حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا (الخ) اقول ان حدیثوں کی تحقیق کر لی جاوے۔

باقی ایسا جملہ کانی انظر حدیثوں میں وارد بکثرت ہے۔ (شت)

(۵۳) خان صاحب نے فرمایا کہ میانجی عظیم اللہ ایک شخص تھے جو خورجہ کے رہنے والے تھے پڑھے لکھے چنداں نہ تھے معمولی فارسی جانتے تھے اور لڑکے پڑھایا کرتے تھے مگر شاہ عبدالعزیز صاحب کے صحبت یافتہ اور ان کے مرید تھے اس لئے دین میں ان کی سمجھ نہایت اعلیٰ تھی انہوں نے ایک مرتبہ تصور شیخ کے متعلق تقریر فرمائی اور فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت افاضہ نہایت کامل تھی اس لئے صحابہ کی اصلاح باطن کے لئے صرف آپ کی تعلیم کافی تھی اور ان کو اشغال متعارفہ بین الصوفیہ کی ضرورت نہ تھی اور بدوں ان اشغال کے ان کی اصلاح ہو جاتی تھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رفتہ رفتہ یہ قوت مضمحل ہوتی گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ صوفیہ کو اصلاح باطن میں اشغال متعارفہ مثل ذکر بالجہر وحبس دم وپاس انفاس وغیرہ سے مدد لینے کی ضرورت محسوس ہوئی اور انہوں نے ان اشغال متعارفہ سے کام لیا یہ اشغال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھے اس لئے بدعت تھے مگر بدعت فی الدین نہ تھے بلکہ بدعت للدین تھے یعنی ان اُمور کو دین میں داخل نہیں کیا گیا تھا بلکہ جو اُمور شرعاً مامور بہ تھے ان کو ان کی تحصیل کا ذریعہ بنایا گیا تھا اور اس لئے یہ اشغال للدین تھے نہ کہ داخل دین۔ اس کو یوں سمجھو ایک طبیب نے نسخہ میں شربت بنفشہ لکھا مریض کو شربت بنفشہ کی ضرورت ہے مگر بازار میں شربت بنفشہ نہیں ملتا اس لئے وہ لکڑیاں لاتا ہے آگ جلاتا ہے دیگچی لاتا ہے شکر لاتا ہے پانی لاتا ہے بنفشہ وغیرہ لاتا ہے اور شکر و بنفشہ وغیرہ کو دیگچی میں ڈال کر آگ پر پکاتا ہے اور شربت بنفشہ تیار کر کے نسخہ کی تکمیل کرتا ہے تو یہ لکڑیاں لانا، آگ جلانا وغیرہ زیادہ فی النسخہ نہیں بلکہ لتکمیل النسخہ ہیں اسی طرح سمجھو کہ تحصیل مرتبۂ احسان اور اصلاح نفس شرعاً مامور بہ ہیں اور شریعت نے ان کا کوئی طریق خاص معین نہیں فرمایا اس لئے یہ مامور بہ جس طریق مباح سے بھی

حاصل ہوں اس طریق کو اختیار کیا جائے گا اور وہ طریق خاص جزو دین نہ ہوگا مگر ذریعہ دین ہوگا جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ آدمی کے لئے سینکڑوں بت ہیں جو اس کو توجہ الی الحق سے مانع ہیں کہیں اس کا دل مال میں اُلجھا ہوا ہے کہیں جاہ میں کہیں جورو میں کہیں اولاد میں کہیں معشوق میں الی غیر ذٰلک غرض یہ کہ اس کا ایک دل ہزاروں مطلوبات میں مشغول ہے اور یہ مشغولی اس کو توجہ الی الحق سے مانع ہے جب مشائخ نے جو اطباء روحانی ہیں اس مانع کو محسوس کیا تو اس کا علاج تصور شیخ تجویز کیا تا کہ اس کا قلب سب طرف سے ہٹ کر ایک مرکز پر آ ٹھہرے اور اس میں مقصود اصلی کی طرف توجہ کی استعداد پیدا ہو جاوے اور گو یہ تصور خود بھی بت یعنی غیر مقصود تھا مگر بضرورت جمع خاطر اس کو اختیار کیا گیا تھا جب اُن کے خیالات و افکار ایک مرکز پر جمع ہو کر اس قابل ہو جاتے تھے کہ وہ مقصود اصلی و حقیقی یعنی حضرت حق کی طرف متوجہ ہو سکیں تو اس بت کو بھی توڑ دیتے تھے اور تصور شیخ کو بیچ میں سے ہٹا کر اس کے قلب کو براہِ راست حق تعالیٰ سے وابستہ کر دیا جاتا تھا۔ یہ اصلی غرض تھی تصور شیخ کی۔ اور یہ مقصد تھا اس کا اَب بعد کے لوگوں نے تصور شیخ کو جو حقیقت میں بت مگر ذریعہ تھا استعداد توجہ الی الحق کا مقصود اصلی بنالیا اور اسی پر جم کر رہ گئے اور وہ بجائے ذریعہ توجہ الی الحق ہونے کے (اور موانع سے بھی زیادہ) توجہ الی الحق سے مانع تام ہوگیا جب سید صاحب پر یہ منکشف ہوا کہ اب تصور شیخ موصل الی الحق نہیں رہا بلکہ حق سے مانع ہوگیا ہے تو انہوں نے اس کو منع فرمایا اور نہایت سختی کے ساتھ رد کا یہ وجہ تھی سید صاحب کے تصور شیخ سے انکار کی۔

حاشیہ حکایت (۵۳)

قولہ اس کا علاج تصور شیخ (الخ) اقول یہ تفصیل ہے اسی تحقیق کی جو حواشی حکایات بالا میں اجمالاً بیان کی گئی۔ (ش ت)

(۵۴) خان صاحب نے فرمایا کہ حکیم خادم علی صاحب فرماتے تھے کہ یہ لوگ (صوفیہ زمانہ) لا معبود الا اللہ لا مقصود الا اللہ لا موجود الا اللہ لا

محبوب الا اللہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اس کا مقتضے یہ ہے کہ اور جملہ ماسوی اللہ کو چھوڑ کر ایک خدائے واحد کو اپنا معبود اپنا مقصود اپنا مطلوب اپنا محبوب بنالیں پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ باوجود اس تعلیم کے یہ لوگ قبر پرستی کیسے کرتے ہیں پھر فرمایا کہ بعض صحابہ نے ملوک عجم میں سجدہ کی رسم دیکھ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور لوگ سلاطین کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم آپ کو سجدہ کیوں نہ کریں آپ تو سلاطین عجم سے کہیں زیادہ سجدہ کے مستحق ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارا میری قبر پر گذر ہو تب بھی مجھے سجدہ کرو گے اُنہوں نے عرض کیا کہ نہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر اَب سجدہ کس لئے کیا جاوے اب بھی نہ ہونا چاہئے کیونکہ فانی سجدہ کا مستحق نہیں ہے اور سجدہ کا مستحق صرف حی قیوم ہے اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کو سجدہ کرنا زندہ سے زیادہ خلاف عقل ہے اور اس کی شناخت اس قدر ظاہر ہے کہ وہ صحابی جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ کی درخواست کرتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ کو بھی سجدہ کرنا خلاف عقل اور برا سمجھتے ہیں حالانکہ آپ کی موت محض صوری ہے اور ایسی نہیں جیسے غیر انبیاء کی موت۔ پس سمجھ میں نہیں آتا کہ قبور اولیاء اللہ کو سجدہ کرنا کیونکر معقول ہوسکتا ہے۔

حاشیہ حکایت (۵۴)

نہایت لطیف ولا جواب تقریر ہے مگر یہ سوال باقی ہے کہ پھر اس کا وقوع ہی کیوں ہوا معلوم ہوتا ہے کہ اہل ضلال نے ان دونوں میں منافات نہیں سمجھی بلکہ قریب قریب اتحاد وحلول کا عقیدہ کر کے ان کو غیر نہیں سمجھا تعالیٰ اللہ عما یقولون علوا کبیرا۔ (شت)

(۵۵) خان صاحب نے فرمایا کہ جو قصہ میں اس وقت بیان کرنا چاہتا ہوں یہ میں نے بہت سے لوگوں سے سُنا ہے اور غالباً ان بیان کرنے والوں کی تعداد سو سے کم نہ ہوگی اس لئے میں سب کے نام تو نہیں لکھواتا صرف چند آدمیوں کے لکھواتا ہوں حکیم خادم علی صاحب۔ مولوی سراج احمد صاحب۔ قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی

جی مولانا گنگوہی مولانا نانوتوی، ڈاکٹر عبدالرحمٰن مظفر نگری۔ مولوی عبد القیوم صاحب میاں جی محمدی صاحب ان سب سے میں نے سُنا ہے مگر مجھے جو بسند متصل یہ قصہ پہنچا ہے تو اس میں اور دوسرے لوگوں کی روایت میں اخیر میں ذرا سا فرق ہے اب میں قصہ سُناتا ہوں (یہ تمہید ہے قصہ کی) حاجی منیر خان صاحب رئیس خان پوران لوگوں میں سے ہیں جن کی ولایت پر خود ان کی صورت شاہد تھی اور اس کے لئے کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہ تھی۔ یہ صاحب مولوی محمد یعقوب صاحب (مولوی محمد اسحٰق صاحب کے چھوٹے بھائی) سے بیعت تھے جب مولانا اسحٰق صاحب و مولانا محمد یعقوب صاحب نے ہجرت کی ہے تو یہ سانڈنی پر مولانا یعقوب صاحب کے ردیف ہو کر قطب صاحب تک ساتھ گئے تھے یہ فرماتے تھے کہ میں نے راستہ میں مولوی محمد یعقوب سے اُن کے خاندان کے بزرگوں کے حالات پوچھے انہوں نے ان کے حالات بیان فرمائے اور فرمایا کہ فلاں ایسا ہے اور فلاں ایسا ہے، مولانا اسحٰق صاحب کی نسبت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی صورت میں ایک فرشتہ بھیجا ہے تاکہ لوگ ان سے مل کر فرشتوں کی قدر کریں اور مولوی اسمٰعیل صاحب جیسا عالی ہمت اور بلند حوصلہ اس خاندان میں کوئی پیدا نہیں ہوا ان وعظوں کی وجہ سے دِلّی کے شہدے اور بدمعاش آپ کے یہاں تک دشمن ہو گئے تھے کہ ان کے قتل کی فکر میں تھے اس لئے ہم لوگ ان کی بہت حفاظت کیا کرتے تھے (اصل قصہ یہاں سے شروع ہوتا ہے)۔

ایک مرتبہ وہ عشاء کی نماز جامع مسجد میں پڑھ کر اس دروازہ میں کو چل دیئے جو قلعہ کی جانب ہے میں نے لپک کر ان کو پکڑا اور پوچھا کہ کہاں جاتے ہو میں اس وقت تمہیں تنہا نہ جانے دوں گا اگر تم کہیں جاؤ گے میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ مولانا نے فرمایا کہ میں ایک خاص ضرورت سے جا رہا ہوں تم مجھے جانے دو اور میرے ساتھ نہ آؤ میں نے اصرار کیا مگر وہ نہ مانے اور تنہا چل دیئے میں بھی ذرا فاصلہ سے ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا خانم کے بازار میں ایک بڑی مالدار اور مشہور رنڈی کا مکان تھا اور اس کا نام

موتی تھا مولانا اُس مکان پر پہنچے اور آواز دی تھوڑی دیر میں مکان سے ایک لڑکی نکلی اور پوچھا کہ تم کون ہو اور کیا کام ہے انہوں نے کہا کہ میں فقیر ہوں وہ لونڈی یہ سُن کر چلی گئی اور جا کر کہہ دیا کہ ایک فقیر کھڑا ہے رنڈی نے کچھ پیسے دیئے اور کہا جا کر دے دے وہ لڑکی پیسے لے کر آئی اور مولانا کو دینا چاہے۔ مولانا نے کہا کہ میں ایک صدا کہا کرتا ہوں اور بغیر صدا کہے لینا میری عادت نہیں تم اپنی بی بی سے کہو کہ میری صدا سُن لے اُس نے جا کر کہہ دیا۔ رنڈی نے کہا کہ اچھا بلا لے وہ بلا کر لے گئی مولانا جا کر صحن میں رومال بچھا کر بیٹھ گئے اور آپ نے سورۂ والتین ثم رددناہ اسفل سافلین تک تلاوت فرمائی میں بھی وہاں پہنچ گیا اور جا کر مولانا کے پیچھے کھڑا ہو گیا مولانا نے اس قدر بلیغ اور مؤثر تقریر فرمائی کہ گویا جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کرا دیا اس رنڈی کے یہاں بہت سی رنڈیاں بھی تھیں اور ان کے علاوہ اور لوگ بھی تھے ان پر اس کا یہ اثر ہوا کہ سب لوگ چیخ چیخ کر رونے لگے اور کہرام مچ گیا اور انہوں نے ڈھولک ستار وغیرہ توڑنے شروع کئے اور موتی اور اس کے علاوہ اور کئی رنڈیاں تائب ہو گئیں۔ اس کے بعد مولانا اسمٰعیل صاحب اُٹھ کر چل دیئے میں بھی پیچھے پیچھے چل دیا یہاں تک تو باستثناء مضمون تمہیدی تمام روایت کرنے والوں کا اتفاق ہے یہاں سے خاص حاجی منیر خان کی روایت ہے وہ فرماتے تھے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ جب مولانا جامع مسجد کی سیڑھیوں پر پہنچے ہیں تو میں نے مولانا سے کہا کہ میاں اسمٰعیل تمہارے دادا ایسے تھے اور تمہارے چچا ایسے تھے اور تم ایسے خاندان کے ہو جس کے سلامی بادشاہ رہے ہیں مگر تم نے اپنے آپ کو بہت ذلیل کر لیا اتنی ذلت ٹھیک نہیں ہے اس پر مولانا نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور حیرت سے میری طرف دیکھا اور کھڑے ہو گئے۔

اور مجھ سے فرمایا کہ مولانا آپ نے یہ کیا فرمایا آپ تو اس کو میری ذلت سمجھتے ہیں یہ تو کچھ بھی نہیں میں تو اس روز سمجھوں گا کہ آج کچھ میری عزت ہوئی ہے جس روز دِلی کے شہدے میرا منہ کالا کر کے اور گدھے پر سوار کر کے مجھے چاندنی چوک میں کو

نکالیں گے اور میں کہتا ہوں گا ''قال اللّٰہ کذا و قال رسول اللّٰہ کذا'' یہ سُن کر میری یہ حالت ہوئی کہ میں کہنے کو تو کہہ گیا مگر مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا اور زبان بند ہو گئی اور اس کے بعد کبھی مجھے ان سے آنکھ ملا کر بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

حاشیہ حکایت (۵۵)

قولہ فی آخر القصہ میں تو اس روز سمجھوں گا (الخ) اقول اللہ اکبر مدعیان فنا آئیں اور دیکھیں فنا اس کو کہتے ہیں ایک عاشق نے اسی منظر سے عارف شیرازی کے اس شعر کی تفسیر کی ہے۔

من حال دل اے زاہد باخلق نخواہم گفت
کایں نغمہ اگر گویم باچنگ و رباب اولے

(شت)

(۵۲) خان صاحب نے فرمایا کہ جب سید صاحب کا قافلہ حج سے واپس آرہا تھا تو واپسی میں لکھنؤ میں ٹھہرا۔ علی نقی خاں اُس زمانہ میں وزیر تھا اور سبحان علی خاں اس کا میر منشی علی نقی خاں نے تمام قافلہ کی دعوت کی۔ اور کھانے کے لئے سب کو ایک بڑے مکان میں مدعو کیا اُس جلسہ میں علماء فرنگی محل وغیرہ بھی مدعو تھے جب سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے علی نقی خاں نے سید صاحب سے عرض کیا کہ حضور کھانے میں ذرا اَبھی دیر ہے بہتر ہو کہ جناب مولوی اسمٰعیل صاحب کچھ بیان فرما دیں مولانا اسمٰعیل صاحب کا قاعدہ تھا کہ جس جلسہ میں سید صاحب ہوتے تھے اُس جلسہ میں تقریر نہ کرتے تھے۔ اس لئے سید صاحب نے مولانا عبدالحئ صاحب سے فرمایا کہ مولانا آپ کچھ فرما دیجئے۔ مولانا عبدالحئ صاحب نہایت ہی کم گو تھے اور جب تک کوئی سوال کئی مرتبہ نہ کیا جاوے اُس وقت تک جواب ہی نہ دیتے تھے اس لئے وہ خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا تھوڑی دیر میں علی نقی خاں نے پھر عرض کیا اس پر سید صاحب نے پھر مولانا عبدالحئ صاحب سے فرمایا اس مرتبہ بھی انہوں نے کچھ جواب نہ دیا تھوڑی دیر میں علی نقی خاں

نے پھر عرض کیا اور سید صاحب نے مولانا عبدالحیٔ صاحب سے پھر فرمایا مولانا پھر بھی خاموش رہے۔ اس پر سبحان علی خان بولا کہ جناب اس مجمع میں علماء فریقین موجود ہیں ایسے مجمع میں تقریر فرماتے ہوئے مولانا کو شرم آتی ہے اس لئے یا جناب خود کچھ فرمائیں یا مولوی اسمٰعیل صاحب کو حکم فرمادیں یہ سُن کر مولانا عبدالحیٔ صاحب نے زور سے ہوں کر کے (کیونکہ اُن کی عادت تھی کہ جب وعظ فرمانے کو ہوتے تو اوّل ہوں کرتے) فرمایا الحیاء شعبة من الایمان اور یہ فرما کر سلسلہ تقریر شروع فرمایا اور اوّل ثابت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام باحیاء تھے اور ابلیس بے حیاء اُس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا باحیاء ہونا اور ان کی قوم کا بے حیاء ہونا ثابت فرمایا پھر دوسرے انبیاء کا باحیاء ہونا اور ان کے مخالفین کا بے حیاء ہونا ثابت فرمایا اور اخیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا باحیاء ہونا اور اُن کے مخالفین کا بے حیاء ہونا ثابت فرمایا۔ اُس کے بعد صحابہ کا باحیاء ہونا اور اُن کے مخالفین کا بے حیاء ہونا ثابت فرمایا اس کے بعد فرق اسلامیہ میں اہل سنت کا باحیاء ہونا اور اُن کے مخالفین کا بے حیاء ہونا ثابت کیا اور خاتمہ تقریر پر ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ الحمد للہ سنت انبیاء اور اُن کے متبعین کے مطابق عبدالحیٔ باحیاء ہے اور روافض بالخصوص روافض اودھ اپنے اسلاف کے سنت کے مطابق بے حیاء اور اس پر تقریر کو ختم فرمادیا یہ مضمون تو ختم ہوا اثناء تقریر میں سبحان علی خاں مولوی عبدالحیٔ صاحب سے جگہ جگہ پر سوال کرتا تھا اور مولانا اسمٰعیل صاحب اس کا جواب دیتے تھے وہ سوالات و جوابات سب تو مجھے محفوظ نہیں رہے جس قدر یاد ہیں وہ لکھواتا ہوں مولانا عبدالحیٔ صاحب کی تقریر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات کا اور ان منافع کا بھی ذکر آ گیا جو آپ کی ذات سے اسلام کو پہنچے اس پر سبحان علی خاں نے بآواز بلند حدیث پڑھی ''ان اللہ لیؤید ھذالدین بالرجل الفاجر'' اس پر مولانا اسمٰعیل صاحب اُٹھے اور مولوی عبدالحیٔ صاحب سے فرمایا کہ ذرا تقریر کو روک دیجئے۔ اس کا جواب میرے ذمہ ہے۔ اور سبحان علی خاں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ سبحان علی خاں تم اس کو تسلیم کرتے

ہو کہ حضرت عمر کی ذات سے دین کو مدد پہنچی اُس نے اقرار کیا کہ ہاں آپ نے پھر یہی سوال کیا اُس نے پھر وہی جواب دیا جب سب کے سامنے کئی بار اُس سے اقرار کرالیا تب فرمایا کہ یہ بحث تو پھر ہوگی کہ حضرت عمر فاجر تھے یا نہ تھے لیکن اس وقت آپ نے اتنا تسلیم کرلیا کہ حضرت عمر کی ذات سے دین کو مدد پہنچی۔ اب اتنا ذرا اور بتادو کہ اُصول التشیع کے مطابق دین کو نفع پہنچایا اُصولِ سنت کے مطابق اس کے جواب میں سبحان علی خاں بالکل خاموش ہوگیا۔ جب وہ جواب نہ دے سکا تو خود مولانا نے فرمایا کہ یہ تو آپ کہہ نہیں سکتے کہ اُصول تشیع کے مطابق دین کو نفع پہنچا اس لئے ضرور یہ ہی کہا جاوے گا کہ اُصول اہل سنت کے مطابق نفع پہنچا پس ثابت ہوا کہ دین حق مذہب اہل سنت ہے

ایک موقع پر مولوی عبدالحیٔ صاحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ بیان فرمایا تو اسی موقع پر سبحان علی خان نے حدیث **لحمک لحمی و دمک دمی** پڑھی اس پر بھی مولانا اسمٰعیل صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ مولانا ذرا تقریر کو روک دیجئے اس کا بھی جواب میں دوں گا اور اس کے بعد سبحان علی خاں سے فرمایا کہ سبحان علی خاں سنو اوّل تو یہ حدیث ثابت نہیں اور بر تقدیر ثبوت میں دریافت کرتا ہوں۔ کہ یہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے یا مجازی معنی پر۔ اس کے جواب میں سبحان علی خاں نے کہا کہ حقیقی معنی پر اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ اگر حقیقی معنی پر محمول ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے صحیح نہ ہوا سبحان علی خاں سے کچھ جواب نہ بن آیا اور خاموش ہوگیا اس موقع پر سبحان علی خاں نے مولانا عبدالحیٔ صاحب کی تقریر پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے یہاں یہ حدیث ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جزیہ نہ لیں گے بلکہ ان کے زمانہ میں یا اِسلام ہوگا یا قتل اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزیہ لیتے تھے تو ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو منسوخ کر سکتے ہیں اس کے جواب میں بھی مولانا اسمٰعیل صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ان کا جزیہ نہ لینا خود اسی حدیث کی بناء پر ہوگا پس یہ تعمیل ہے حکم رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی نہ کہ نسخ حکم نبوی اس کے جواب میں بھی سبحان علی خاں خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ بن آیا غرض کہ اسی طرح اور بھی کئی سوال و جواب ہوئے جو مجھے یاد نہیں رہے اور سبحان علی خاں ہر مرتبہ ساکت ہوا آخر میں ایک موقع پر پھر اُس نے اعتراض کرنا چاہا اور صرف اتنا کہا تھا کہ مولانا کہ اتنے میں علی نقی خاں نے سبحان علی خاں سے کہا کہ بس کرو۔ بہت گالیاں سنوا چکے ہو اب نہ چھیڑو اپنے بہنوئی کو۔

حاشیہ حکایت (۵۶)

فی اَوّل القصۃ کھانے کے لئے سب کو اوّل شیعی کی دعوت قبول کرنے پر شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ مصلحت دینیہ کا موقع مستثنٰی ہے باقی کسی چیز کے ملا دینے کی مانعیت سو ایسی حرکت کمینہ طبع لوگ کر سکتے ہیں شرفاء اور عالی رتبہ لوگ نہیں کر سکتے خصوص جب اُس جماعت والے بھی شریک ہوں۔ (شت)

(۵۷) خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ جو میں لکھوانا چاہتا ہوں اپنے اُستاد میانجی محمدی صاحب حکیم خادم علی صاحب حکیم عبدالسلام صاحب ملیح آبادی قاضی عبدالرزاق جبوری اور مولوی عبدالقیوم صاحب سے سُنا ہے۔ قصہ یہ ہے کہ مولانا اسمٰعیل صاحب نے لکھنؤ میں اعلان فرمایا کہ کل ہم شیعوں کی عیدگاہ میں وعظ کہیں گے چنانچہ آپ حسبِ اعلان وعظ کہنے کے لئے عیدگاہ تشریف لے گئے اس اعلان کی اطلاع عام طور پر ہو چکی تھی اس لئے دونوں فریق کے لوگ جمع ہو گئے اور بہت بڑا مجمع ہو گیا مولانا منبر پر تشریف لائے اور وعظ شروع فرمایا۔ مولوی عبدالقیوم صاحب مولوی عبدالحئی صاحب کے صاحبزادے آپ کے پاؤں کے پاس بیٹھے تھے وعظ میں آپ نے مذہب تشیع کی خوب دھجیاں اُڑائیں اُس وعظ میں دو نو عمر اور نوجوان لڑکے جو آپس میں بھائی بھائی تھے جن میں سے ایک کا نام محمد ارتضی تھا اور دوسرے کا نام محمد مرتضٰی۔ مولانا کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے اُن پر اس وعظ کا اثر ہوا اور ان میں سے چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے کہا کہ مولانا کی تقریر کو سُن کر میرے دل میں یہ

بات آئی ہے کہ اس شہر میں ہماری حکومت ہے اور یہ شخص جو مذہب تشیع کی اس بے باکی سے تردید کر رہا ہے محض ایک معمولی اور دُبلا پتلا آدمی ہے نہ کہیں کا بادشاہ ہے نہ نواب، نہ اس کے پاس فوج ہے نہ ہتھیار پھر باوجود اس بے کسی و بے بسی کے جو یہ اس قدر جرأت دِکھلا رہا ہے تو وہ کون سی بات ہے جو اس کو اس بے باکی اور سرفروشی پر آمادہ کر رہی ہے وہ صرف اس کا ایمان ہے اب ہم اپنے ائمہ پر نظر کرتے ہیں۔

ہمارے ائمہ ہمارے مذہب کی روایات کے مطابق اس قدر قوی اور شجاع تھے کہ اُن کی قوت کو نہ کسی فرشتے کی قوت پہنچتی تھی اور نہ جن کی اور اس کے ساتھ ہی وہ تقیہ ہی اس قدر کرتے تھے کہ مخالف تو درکنار خود اپنے شیعوں سے بھی صاف بات نہ کہتے تھے اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ مذہب تشیع تو کسی طرح حق نہیں ہوسکتا کیونکہ یا تو اُن کی بہادری کے افسانے جھوٹے ہیں یا اُن کے تقیہ کی کہانی غلط ہے اب صرف دو مذہب سچے ہوسکتے ہیں یا مذہب خوارج جو ان کو کافر کہتے ہیں یا مذہب اہلِ سنت و جماعت جو کہتے ہیں کہ ائمہ نہایت راست گو اور نہایت باایمان تھے اور اُن کی شان لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم تھی اور ان کا مذہب وہی تھا جو اہل سنت کا مذہب ہے اور جو باتیں اُن کی طرف شیعہ نسبت کرتے تھے وہ ان کا افتراء ہے اور جب مذہب تشیع بالکل افسانہ ثابت ہوا اور حق دائر ہوگیا خوارج اور اہل سنت کے مذہب کے درمیان تو پھر جب میں ان دونوں مذہبوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں تو مجھے اہل سنت کا مذہب اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے اس کو سُن کر بڑے بھائی نے کہا کہ مجھے بھی یہی خیال ہوتا ہے جب وہ دونوں متفق ہوگئے تو چھوٹا بھائی اُٹھا اور کہا کہ مولانا ذرا منبر پر سے اُتر جایئے مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔

مولانا سمجھے کہ شاید میری تردید کرے گا اور یہ خیال کر کے آپ نیچے تشریف لے آئے اس لڑکے نے منبر پر جا کر تمام شیعوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ صاحبو! آپ کو معلوم ہے کہ اس مقام پر شیعوں کی حکومت ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ مولانا

جواس جرأت سے مذہب تشیع کی تردید فرما رہے تھے اور نہ ان کو بادشاہ کا خوف تھا نہ ارکانِ دولت کا۔ اور نہ عام رعایا کا۔ محض ایک معمولی شخص ہیں کہ نہ ان کو کوئی جسمانی قوت ہم لوگوں سے ممتاز حاصل ہے اور نہ اُن کے پاس کوئی فوجی قوت ہے پھر باوجود اس بے کسی اور بے بسی اور کمزوری کے جو وہ اس قدر جرأت دِکھلا رہے تھے اس کا سبب کیا ہے اور وہ کون سی قوت ہے جس نے اُن کو اِس قدر جانباز اور جری بنا دیا ہے میرے نزدیک وہ قوت صرف قوت ایمانی ہے اب میں دریافت کرتا ہوں کہ ہمارے ائمہ جو عمر بھر تقیہ کرتے رہے حتیٰ کہ خود اپنے شیعوں سے بھی ڈرتے رہے تو اس کمزوری کا کیا سبب ہے؟ اگر اِس کا سبب یہ ہے کہ ان میں قوت نہ تھی تو اوّل تو مذہب تشیع اس کا انکار کرتا ہے اور اُن کے اندر انسانی طاقت سے زیادہ طاقت بتلاتا ہے پھر اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جاوے تو وہ قوت میں مولوی اسمٰعیل صاحب سے کسی صورت سے کم نہ ہوں گے پھر کیا وجہ ہے کہ ان میں مولوی اسمٰعیل کی سی جرأت نہ تھی اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایمان میں مولوی اسمٰعیل سے بھی کمزور تھے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذہب تشیع تو کسی طرح حق نہیں ہوسکتا اگر حق ہوسکتا ہے تو مذہب خوارج یا مذہب اہل سنت اور یا تو ائمہ (نعوذ باللہ) سراسر بے ایمان تھے جیسے خوارج کہتے ہیں اور زیادہ پکے سُنی تھے جیسے اہل سنت کہتے ہیں یہ میرا شبہ ہے اگر کسی شیعی کے پاس اس کا جواب ہو تو اُس کا جواب دے ورنہ میں مذہب تشیع سے تائب ہوتا ہوں اور میرے ساتھ میرا بڑا بھائی بھی تائب ہوگا اس مجمع میں مجتہدین بھی تھے مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا اُس نے پھر کہا کہ یا تو کوئی صاحب جواب دیں ورنہ میں سُنی ہوتا ہوں اس کا بھی کچھ جواب نہ ملا۔ آخر وہ منبر پر سے اُترا اور مولانا سے عرض کیا کہ میں اپنا کام کر چکا۔ اب آپ وعظ فرمائیں مولانا نے فرمایا کہ وعظ سے جو میرا مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا اور جو تقریر تم نے کی میں ایسی نہ کرتا اس لئے اب مجھے کہنے کی ضرورت نہیں رہی۔ یہ دونوں لڑکے کسی بڑے وثیقہ دار کے لڑکے تھے جب یہ سُنی ہوگئے تو اُنہوں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

سو گیا تو دیکھا کہ کچھ دیر میں جہاز طغیانی سے نکل جاوے گا اور میں بار بار حاجی صاحب
کے مکرر کی زیارت میں نے گھبرا کر ملکی زبان چاہی تھی اس کے بعد میں نے کہا کہ لوگ کی اور میں
نے لوگوں سے کہہ دیا کہ تم مطمئن ہو جاؤ جہاز ڈوبے گا نہیں کیونکہ مجھ سے حاجی
صاحب نے خواب میں فرمایا ہے کہ جہاز ڈوبے گا نہیں اس کے بعد میں نے لوگوں
سے پوچھا کہ تم میں سے کوئی حاجی امداد اللہ صاحب کو جانتا ہے مگر کسی نے جواب نہیں دیا
آخر جہاز طغیانی سے نکل گیا اور ہم مکہ پہنچ گئے میں نے لوگوں سے کہہ دیا تو کہا کہ مجھے
حاجی صاحب کو نہ بتانا میں خود ان کو پہچانوں گا جب میں طواف کر رہا تھا تو
میں نے طواف کرتے ہوئے حاجی صاحب کو ان کے مصلے کے قریب کھڑے دیکھا
اور مجھ کو پہچاننے میں یہ شک ہوا کہ ان کی شکل اور لباس وہی تھا جو میں نے خواب میں دیکھا
تھا صرف فرق یہ تھا کہ جب میں نے جہاز میں دیکھا تھا تو اس وقت آپ لنگی پہنے
ہوئے تھے اور اس وقت پاجامہ میں نہیں سمجھتا کہ اتنا فرق کیوں تھا۔ خان صاحب
فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خبر بیان کی کہ جہاز کو طغیانی سے نکالنے کے لئے لنگی کی
ضرورت تھی اس لئے آپ نے لنگی پہن رکھی تھی۔ سن کر وہ بہت خوش ہوئے اس کے
بعد انہوں نے فرمایا کہ میں طواف سے فارغ ہو کر حاجی صاحب سے ملا اور میں نے
کل جہاز کا قصہ عرض کیا آپ نے فرمایا کہ بھائی مجھے تو خبر بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ بعض
وقت بچانے کو بندوں کی صورت سے کام لے لیتے ہیں۔

حاشیہ حکایت (۵۸)

قولہ "آخر قصہ مجھے تو خبر بھی نہیں الخ (اقول) اس کی توجیہ یہ ہوتی ہے کہ وہ
مثالی لطیفہ ہوتا ہے جو کسی دوسری شکل میں متمثل ہو جاتا ہے اور کبھی خبر بھی ہوتی ہے
بعض وقت کہ خبر اس کی وہ کسی کو پہچانتا نہیں یا وہ اس بزرگ کے قلب پر بعضے
بھی جب کسی مصلحت سے اخفا منظور ہو۔ (ش)

(۵۹) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی نے جو ۱۲۹۹ھ میں حج کیا ہے

اُس میں آپ کے ہمراہ یہ اشخاص تھے امیر شاہ (یعنی خود خان صاحب) حافظ عطاء اللہ مرحوم حاجی محمد یعقوب دہلوی، گھڑی ساز محمد عاشق، مولوی مسعود صاحب کے پہلے سُسر (جن کا نام مجھے یاد نہیں) منشی تجمل حسین صاحب انبہٹوی (حضرت حاجی صاحب کے بھتیجے) ہم سب لوگ ذی قعدہ کی کسی تاریخ میں بمبئی پہنچ گئے تھے لیکن جس جہاز کے اِرادہ سے چلے تھے وہ جہاز ہم سے ایک روز پہلے چلا گیا تھا دوسرا جہاز ''ریڈسی'' کھڑا تھا مگر اُس کے روانہ ہونے میں دیر تھی اس لئے ہم کو بمبئی میں گیارہ روز اور ٹھہرنا پڑا اور ہم ۲۰ تاریخ کو جہاز ''ریڈسی'' میں سوار ہوئے ہمارے سوار ہونے کے بعد بھی وہ جہاز کھڑا ہی رہا نہ بیس (۲۰) کو چلا نہ اِکیس کو نہ بائیس کو۔ اب لوگ گھبرا گئے اور سمجھا کہ اب حج نہیں مل سکتا کیونکہ دن تھوڑے باقی ہیں اور اِدھر اتنا لمبا رستہ قطع کرنا ہے اور اِس کے ساتھ گیارہ شب کا قرنطینہ بھی کرنا ہے اور یہ خیال کر کے لوگوں نے جہاز سے اُترنا شروع کر دیا۔ جب مولانا کو معلوم ہوا کہ لوگ اُترنے لگے ہیں تو آپ نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دو کہ عزم حج فسخ نہ کریں ہمیں حج ضرور ملے گا کیونکہ میں اپنے کو عرفات میں اور مزدلفہ میں اور منٰی میں دیکھ چکا ہوں ہم نے اطلاع کر دی اس پر کچھ لوگ تو رہ گئے اور کچھ پھر بھی اُتر گئے، حافظ ..... بھی اس جہاز میں تھے اور انہوں نے بھی جہاز سے اُترنے کا اِرادہ کیا تھا۔ مولانا کو چونکہ اُن سے حسن ظن تھا اس لئے مولانا نے حافظ عطاء اللہ سے اور مجھ سے کہا کہ حافظ ...... کو سمجھاؤ کہ وہ اِرادہ فسخ نہ کریں ہمیں حج ضرور ملے گا ہم نے اُنہیں سمجھایا اس پر وہ خود مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے مولانا نے اپنی عادت کے خلاف خود اُن کو سمجھایا اور انہوں نے اقرار کر لیا کہ اب میں نہ اُتروں گا مگر باوجود اس کے بھی وہ اُتر گئے۔

مولانا کو جب ان کا اُترنا معلوم ہوا تو آپ کو بہت ملال ہوا اور آپ نے فرمایا کہ ناحق اُتر گئے بس جی ان کی قسمت ہی میں حج نہیں اس کے بعد حافظ ...... ہر سال حج کا اِرادہ کرتے تھے مگر کوئی نہ کوئی مانع پیش آجاتا تھا اور تا انتقال ان کو حج میسر نہیں

ہوا ایک دفعہ تو یہاں تک ہوا کہ تیاری پوری ہوگئی۔ یکہ بھی گھر پر آگیا اور وہ سوار ہونے ہی کو تھے کہ یکا یک ان کو خیال ہوا کہ ذرا دیر لیٹ جائیں لیٹ کر سوار ہوں گے اور وہ لیٹ گئے لیٹنے میں ان کی کمر میں اتنا زور سے جھٹکا آیا کہ اب وہ سفر کے قابل نہ رہے اب انہوں نے جھٹکا نکل جانے تک سفر کو ملتوی کیا اور اس کے بعد ارادہ ہی فسخ کر دیا جب مجھے معلوم ہوا کہ حافظ .... ہر سال اِرادہ کرتے ہیں مگر ان کو حج نصیب نہیں ہوتا تو میں نے ایک جلسہ میں مولانا سے عرض کیا کہ حضرت حافظ .... ہر سال حج کا اِرادہ کرتے ہیں مگر ان کو حج نصیب نہیں ہوتا ایک مرتبہ حضور نے فرمایا تھا کہ ان کی قسمت ہی میں حج نہیں ہے۔ آپ ان کے لئے دُعا فرما دیجئے کہ ان کو حج مل جائے جس جلسہ میں مَیں نے عرض کیا تھا اس میں مولوی حبیب الرحمٰن صاحب حافظ احمد صاحب مولوی خلیل احمد صاحب مولانا محمود حسن صاحب حافظ عطاء اللہ نواب یوسف علی خان وغیرہ موجود تھے۔ مگر مولانا نے دُعا نہیں فرمائی اور فرمایا کہ یہ تمہارا خیال ہے مگر میں اس قابل نہیں ہوں۔ میں نے پھر عرض کیا مگر آپ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ میں اس قابل نہیں ہوں یہ قصہ تو ختم ہوا اب جہاز کی سنئے۔ اللہ اللہ کر کے ہمارا جہاز ۲۳ ر کی عصر کو روانہ ہوا جب عدن سے آگے پہنچا تو اس میں جس قدر ولایتی تھے سب تبر لے کر جہاز والوں پر چڑھ گئے اور کہا کہ اگر تم نے جہاز کا رُخ کامران کی طرف پھیرا تو ہم تمہیں مار ڈالیں گے سیدھا جدہ لے چلو جہاز والے ڈر گئے اور مجبوراً ان کو جہاز جدہ لے جانا پڑا جب جہاز جدہ پہنچا تو وہاں معلوم ہوا کہ مسافروں کو اُترنے کی اجازت نہ ہوگی اور جہاز کو قرنطینہ کے لئے کامران واپس کیا جاوے گا اس خبر سے حاجیوں کو سخت پریشانی ہوئی کہ اللہ اللہ کر کے تو ہم نے قرنطینہ کی قید سے نجات پائی تھی اب پھر وہیں جانا ہوگا تھوڑی دیر میں ایک عرب صاحب تشریف لائے اور انہوں نے کہا گودی کے افسر رشوت خور ہیں اور وہ لینے کے لئے یہ حجت کر رہے ہیں تم جلدی کچھ چندہ کر دو میں انہیں دے دِلا کر راضی کرلوں گا جب یہ خبر مولانا تک پہنچی تو آپ

نے فرمایا یہ شخص بالکل جھوٹا ہے کوئی اسے کچھ نہ دے ہم کو کامران واپس ہونا نہیں پڑے گا اور ہم یہیں اُتریں گے لیکن آج نہیں اُتریں گے کل اُتریں گے۔

چنانچہ دوسرے روز یہ حکم ہوگیا کہ حاجیوں کو اُتر جانا چاہیے ان کا کوئی قصور نہیں قصور جہاز والوں کا ہے اس لئے اس کی سزا میں جہاز کو دونا قرنطینہ کرنا ہوگا اس پر حاجی اُتر گئے اور ہم ۸ تاریخ کو مکہ پہنچ گئے۔ حاجی صاحب ہم کو شہر سے باہر کھڑے ہوئے ملے سُنا ہے کہ حاجی صاحب فرماتے تھے کہ اگر مولوی رشید احمد صاحب اس جہاز میں نہ ہوتے تو کسی کو حج نہ ملتا مگر یہ یاد نہیں کہ کس سے سُنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۵۹)

قولہ۔ مگر مولانا نے دُعا نہیں فرمائی۔ اقول۔ یہ دُعا بھی مستحب تھی اس کے ترک کے لئے عدم استجابت کا مکشوف ہوجانا کافی ہے خصوص جب یہ بھی مکشوف ہوجاوے کہ جس کے لئے دُعا کی درخواست ہے وہ اس عمل کا اِرادہ ہی نہ کرے گا۔ (ش ت)

(۶۰) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ مولانا اسمٰعیل صاحب کی عادت ہنسی مذاق کی بہت تھی اس لئے وہ سید صاحب کے پاس نہ ٹھہرتے تھے بلکہ الگ ٹھہرا کرتے تھے اور سید صاحب کے ساتھ مولوی عبدالحیٔ صاحب ٹھہرتے تھے جب سید صاحب کا قافلہ حج کو گیا ہے تو مولانا اسمٰعیل صاحب سید صاحب کے جہاز میں سوار نہیں ہوئے بلکہ دوسرے جہاز میں سوار ہوئے مولوی وجیہ الدین صاحب یعنی مولوی احمد علی صاحب محدث سہارن پوری کے تایا مولوی عبدالحیٔ صاحب کے بھی شاگرد تھے اور مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی کے بھی شاگرد تھے ان کا بدن بھاری اور پیٹ بڑا تھا رنگت کالی تھی ابتداء میں یہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے مخالف تھے اور اُنہوں نے "تقویۃ الایمان" کا رد بھی لکھا تھا اور مولوی عبداللہ صاحب ایک شخص تھے جو کاندھلہ کے رہنے والے اور قوم کے رائیں تھے نہایت ذہین اور بڑے عالم تھے اور مفتی صاحب کے شاگرد تھے مولوی وجیہ الدین صاحب

اور مولوی عبداللہ صاحب کے درمیان ایک مرتبہ مناظرہ بھی ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے مولوی اسمٰعیل صاحب نے "تقویۃ الایمان" میں شرک کی دو قسمیں کی ہیں ایک جلی دوسرے خفی۔ مولوی وجیہ الدین صاحب اس کو تسلیم نہ کرتے تھے اس پر ان سے اور مولوی عبداللہ صاحب سے مناظرہ ہوا اور مولوی عبداللہ غالب آئے اس پر مولوی وجیہ الدین صاحب مولانا شہید کی مخالفت سے تائب ہوئے اور اپنی کتاب جو اُنہوں نے مولانا کے رد میں لکھی تھی دہلی جا کر مولانا کے سامنے پھاڑ ڈالی اور اس روز سے مولانا شہید کے عاشق زار بن گئے یہ مولوی وجیہ الدین صاحب بھی مولانا شہید کے ساتھ جہاز میں تھے اور دونوں مل کر حجاج کے لئے آٹا پیسا کرتے تھے آٹا پیتے ہوئے مولانا شہید ان کو چھیڑا کرتے تھے کبھی آٹا ان کے منہ پر مل دیتے تھے کبھی پیٹ پر کبھی کوئی اور مذاق کرتے تھے۔ ان کے علاوہ مولانا اور حاجیوں سے بھی ہنسی مذاق کرتے رہتے تھے میں (یعنی مولوی عبدالقیوم صاحب اس زمانہ میں بچہ تھا اور مولانا کو مجھ سے بہت محبت تھی اس لئے مولانا اکثر مجھے اپنے پاس رکھتے تھے اور جہاز میں بھی مجھے اپنے ہی ساتھ رکھا تھا۔ اس زمانہ میں بادی جہاز تھے اور مسافروں کو روزانہ فی کس ایک بوتل پانی ملا کرتا تھا اتفاق سے ہوا ناموافق ہوگئی اور جہاز میں پانی کم رہ گیا اس لئے جہاز والوں نے اعلان کر دیا کہ کل سے پانی آدھی بوتل ملے گا دو دِن تک آدھی بوتل پانی دیا اس کے بعد جب پانی بالکل ختم ہوگیا تو جہاز والوں نے کہہ دیا کہ اَب پانی بالکل نہیں رہا ہے اس لئے ہم پانی نہیں دے سکتے سب لوگ نہایت پریشان ہوئے اس جہاز میں علاوہ سید صاحب کے قافلہ والوں کے اور بھی بڑے بڑے لوگ سوار تھے ،اَب ان لوگوں میں یہ سرگوشیاں ہونے لگیں کہ یہ شخص (مولانا شہید) لوگوں سے ہنسی مذاق کرتا ہے اسی کی شامت سے ہم پر یہ بلا آئی ہے لہٰذا اس کو روکنا چاہئے اور دُعائیں کرنی چاہئیں اس کی اطلاع مولوی وجیہ الدین صاحب اور دوسرے لوگوں کو ہوئی مولوی وجیہ الدین معہ چند دیگر اشخاص کے ان لوگوں کے پاس پہنچے اور ان کو مولانا

شہید کی عظمت شان سے آگاہ کیا اور کہا کہ یہ شامت تمہاری اس گستاخی اور بدگمانی کی ہے کہ تم ان کی نسبت ایسا خیال کرتے ہو تم کو چاہئے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے معافی چاہو اور ان سے دُعا کی درخواست کرو چنانچہ وہ سب لوگ آئے اور سب نے مولانا سے دُعا کی درخواست کی، مولانا نے فرمایا کہ تم سب دُعا کرو میں بھی دُعا کروں گا مگر میری دُعا تو مٹھائی کے بغیر چپکتی نہیں۔ اس پر ایک شخص نے وعدہ کیا کہ سب جہازوں کے لوگوں کو مسقطی حلوہ کھلاؤں گا۔ اس کی مقدار مجھے یاد نہیں رہی مگر اتنا یاد ہے کہ فی کس پاؤ بھر سے زیادہ تھا اس پر آپ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر دُعا کی جس کا اثر اُسی وقت ظاہر ہوا اور ایک چشمہ شیریں پانی کا جو لمباؤ چوڑاؤ میں دو بڑی چارپائیوں کے برابر ہوگا دوڑتا ہوا آیا اور جہاز کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا مولانا نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ اس پانی کو تو دیکھو کیسا ہے لوگوں نے جو چکھا تو نہایت ٹھنڈا اور شیریں تھا اس پر سب لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لئے اور جہاز والوں نے بھی اپنے ظروف خوب بھر لئے جب سب بھر چکے تو وہ پانی غائب ہو گیا اور اُس کے بعد لوگوں نے ہوا کی موافقت کے لئے دُعا کی درخواست کی پھر آپ نے وہی فرمایا کہ سب دُعا کرو میں بھی شریک ہو جاؤں گا مگر میری دعا بغیر مٹھائی کے نہیں چپکتی اس پر کسی اور امیر نے کچھ وعدہ کیا جو مجھے یاد نہیں رہا اس پر آپ نے سب لوگوں کے ساتھ مل کر موافقت ہوا کی دُعا کی اور ہوا موافق ہو گئی جہاز کا لنگر کھول دیا گیا اور جتنے دِنوں میں اچھی ہوا کی حالت میں جہاز جدہ پہنچتا تھا اُس سے نصف دِنوں میں ہمارا جہاز جدہ پہنچ گیا۔

حاشیہ حکایت (٦٠)

قولہ مذاق کرتے تھے۔ اقول ''لایسخر قوم من قوم'' کے خلاف کا شبہ نہ کیا جاوے اس کا محمل یہ ہے کہ جس سے مزاح کیا جاتا ہے اُس کو حقیر سمجھے چنانچہ اس کی علت میں ''عسی ان یکونوا خیرا منھم'' ارشاد فرمانا اس کی قطع دلیل ہے اور مٹھائی کی شرط یہ بھی اسی مزاح کا ایک شعبہ ہے۔ (شت)

(۶۱) خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے حکیم خادم علی صاحب و حکیم عبدالسلام صاحب و مولوی سراج احمد صاحب خورجوی سے سُنا ہے یہ حضرات فرماتے تھے کہ خانہ کعبہ میں مردوں و عورتوں کا داخلہ ساتھ ساتھ ہوتا تھا جب مولانا اسمٰعیل صاحب نے یہ حالت دیکھی تو وہ اور ان کے ساتھی ننگی تلواریں لے کر خانہ کعبہ پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اگر عورتوں کے ساتھ مرد اور مردوں کے ساتھ عورتیں داخل ہوں گی تو ہم تلوار سے سر اُڑا دیں گے اس پر بہت شور و شغب ہوا مگر مولانا اور ان کے ساتھی اپنی بات پر جمے رہے اور مشترکہ داخلہ کو بند کرا کر چھوڑا۔

یہ قصہ میں نے یہیں تک سُنا تھا جب میں نے اس قصہ کو شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ بس اتنا ہی سُنا ہے اس کے بعد فرمایا کہ ایک مرتبہ مُلا جیون کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوا ہے اس وقت بھی مردوں اور عورتوں کا داخلہ ساتھ ہوتا تھا مگر مُلا جیون نے اس کو روکا تھا مگر پھر معلوم نہیں یہ مشترکہ داخلہ کب سے جاری ہو گیا جس کو دوسری دفعہ مولانا شہید نے روکا۔

حاشیہ حکایت (۶۱)

قولہ۔ ہم تلوار سے سر اڑا دیں گے۔

اقول۔ یہ تہدید تھی مراد نہ تھی۔

(۶۲) خان صاحب نے فرمایا کہ خورجہ میں ایک شخص تھے حاجی محمد اسحٰق خان نہایت پابند صوم وصلوٰۃ اور ذاکر و شاغل تھے یہ صاحب مولانا نانوتوی سے بیعت تھے اتفاق سے ایک مرتبہ دو تین روز مسجد میں نہیں آئے میں سمجھا کہ شاید کچھ بیمار ہو گئے ہیں اس لئے میں ان کی عیادت کے لئے گیا جا کر دیکھا تو ایک کوٹھڑی میں چھپے بیٹھے تھے اور کانوں میں روئی ٹھونس رکھا تھا میں نے پوچھا کہ کیا حالت ہے تم کئی روز سے نماز کے لئے نہیں آئے انہوں نے کہا کہ اچھا ہوں مگر کوئی چار روز سے ایک سخت عذاب میں مبتلا ہوں وہ یہ کہ جب کوئی گاڑی نکلتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے اُوپر

چل رہی ہے جب بیلوں کے سانٹا مارا جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے لگتا ہے اور جب کتوں میں آپس میں لڑائی ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ میرے کاٹتے ہیں جب چکی چلتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ گیہوں کے بدلہ میں پس رہا ہوں، لڑکے بھاگتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھ پر دوڑتے ہیں اس سے میں سخت تکلیف میں ہوں اور باہر نہیں نکل سکتا اور نہ چکی کی آواز سن سکتا ہوں اسی لئے میں چھپا ہوا بیٹھا ہوں اور میں نے کانوں میں روو ڑ ٹھونس رکھا ہے میں نے کہا کہ اپنی اس حالت کی مولانا (نانوتوی) کو اطلاع کرو انہوں نے کہا کہ تم ہی لکھ دو میں نے کہا کہ تم لکھ کر مجھے دے دو میں اپنے خط میں بھیج دوں گا اُنہوں نے اپنی حالت لکھ کر مجھے دے دی اور میں نے اپنے عریضہ کے ساتھ اس کو مولانا کی خدمت میں روانہ کر دیا مولانا اس زمانہ میں دہلی میں تھے مولانا نے جواب دیا کہ اس کا جواب تحریر سے نہیں ہو سکتا تم ان سے کہہ دو کہ وہ میرے پاس چلے آئیں چنانچہ یہ گئے مولانا نے کچھ نہیں کیا صرف اوراد و اشغال کے اوقات بدل دیئے یہ شخص دوسرے ہی دن اچھے ہو گئے۔

حاشیہ حکایت (۶۲)

قولہ کچھ نہیں کیا صرف اوراد اشغال کے اوقات بدل دیئے۔ اقول: احقر کا وجدان یہ ہے کہ مولانا نے تصرف فرمایا ہے اور اخفاء تصرف کے لئے اوراد و اشغال کے اوقات بدلے ہیں واللہ اعلم باسرار عبادہ۔ (شت)

(۶۳) خان صاحب نے فرمایا کہ حکیم عبدالواحد جلیسر کے رہنے والے ایک شخص تھے جو ہاترس میں مطب کرتے تھے نہایت صالح اور متبع سنت تھے کسی نقشبندی بزرگ سے بیعت تھے مجھے ان سے اور اُن کو مجھ سے بہت محبت تھی میں نے ایک مرتبہ ان کو کچھ دُبلا پایا تو ان سے حالت دریافت کی اُنہوں نے فرمایا کہ میں چند روز سے سخت تکلیف میں ہوں میرے اُوپر بجلی گرتی ہے کبھی رات کو کبھی دن کو اور میں مر جاتا ہوں اور سخت تکلیف سے مرتا ہوں اور اُس کے بعد زندہ ہوتا ہوں تو تکلیف سے ہوتا ہوں یہ بجلی

اگر سُوتے میں گرتی ہے تو بالکل خاکستر ہو جاتا ہوں ان کے پیر کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے انہوں نے مجھ سے مشورہ لیا میں نے کہا مولانا گنگوہی کو لکھو، انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم لکھ دو میں نے کہا کہ آپ لکھ کر مجھے دے دیں میں اپنے عریضہ کے ہمراہ اسے روانہ کر دوں گا اُنہوں نے اپنی حالت لکھ کر مجھے دے دی میں نے اسے مولانا کی خدمت میں روانہ کر دیا مولانا نے جواب دیا کہ یہ باتیں تحریر میں آنے کی نہیں ہیں ان کو میرے پاس بھیج دو اس پر وہ گئے اور جاتے ہی بلا کچھ کہے سُنے اچھے ہو گئے۔

حاشیہ حکایت (۶۳)

قولہ بلا کچھ کہے سُنے اچھے ہو گئے۔ اقول اگر یہ تصرف تھا تو اس کے اخفاء کے لئے کسی حیلہ کا اہتمام نہ فرمانا یہ بھی ایک مذاق ہے جیسا کہ اس کے قبل کی حکایت میں اخفاء ایک مذاق ہے منشاء اخفاء کا بعد ہے ریاء سے اور منشاء علم اخفاء کا بعد ہے وسوسہ ریاء سے یعنی یہ احتمال ہی نہیں ہوا کہ اس میں ریاء ہوگی۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست۔ (شت)

(۶۴) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب کے صاحبزادے مولوی یوسف صاحب فرماتے تھے کہ جب انگریزوں کا تسلط ہوا تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرمایا کہ اَب ہندوستان کی سلطنت حکماء کے ہاتھ میں آ گئی ہے ان کے ہاتھ سے نکلنا بہت مشکل ہے یہ روایت میں نے مولوی یوسف سے بلا واسطہ بھی سُنی ہے اور بواسطہ مولوی محی الدین خان صاحب مراد آبادی بھی سُنی ہے۔

حاشیہ حکایت (۶۴)

قولہ ان کے ہاتھ سے نکلنا بہت مشکل ہے۔ اقول: اس پیشین گوئی کا مبنی کرامت و فراست دونوں ہو سکتے ہیں انفراداً یا اجتماعاً۔ (شت)

(۶۵) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی نے خواب دیکھا تھا کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کسی اُونچی شے پر بیٹھا ہوں اور کوفہ کی طرف میرا منہ ہے اور ادھر سے ایک نہر آتی ہے جو میرے پاؤں سے ٹکرا کر جاتی ہے اس خواب کو انہوں نے

مولوی محمد یعقوب صاحب برادر شاہ محمد اسحاق صاحب سے اس عنوان سے بیان فرمایا کہ حضرت ایک شخص نے اس قسم کا خواب دیکھا ہے تو انہوں نے یہ تعبیر دی کہ اس شخص سے مذہب حنفی کو بہت تقویت ہوگی اور وہ پکا حنفی ہوگا اور اس کی خوب شہرت ہوگی لیکن شہرت کے بعد اس کا جلدی انتقال ہو جاوے گا۔ اھ۔ میں نے یہ خواب اور اس کی تعبیر خود مولانا نانوتوی رحمہ اللہ سے سُنی ہے۔ مولانا کا قاعدہ تھا کہ جب عام لوگوں میں اس خواب کو بیان فرماتے تو فرماتے ایک شخص نے ایسا خواب دیکھا تھا لیکن خاص لوگوں سے فرما دیتے تھے کہ یہ خواب میرا ہے جب مولانا نے مجھ سے یہ خواب بیان فرمایا تو اُس وقت میں اکیلا تھا اور پاؤں دبا رہا تھا اور مولانا نے بے تکلف مجھ سے اپنا نام لیا تھا۔

حاشیہ حکایت (۶۵)

قولہ جلدی انتقال ہو جاوے گا۔ اقول: یوں ہی واقع ہوا۔ (شت)

(۶۶) خان صاحب نے بیان فرمایا کہ دِلّی کے ایک شہزادہ نے جس کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں رہا مجھ سے خود اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے ''مکہ معظمہ'' میں خواب میں دیکھا کہ ایک گٹھڑی آسمان سے میری طرف آ رہی ہے میں نے اُٹھ کر اس گٹھڑی کو لپک لیا جب وہ میرے ہاتھ میں آئی تو اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ وہ گٹھڑی نہیں ہے بلکہ ذبح شدہ اور کھال اُتری ہوئی مسلم مرغی ہے جس کے پنجے بھی موجود ہیں اور وہ پانی میں تر ہے۔ اس خواب کو میں نے مولانا محمد یعقوب صاحب سے بیان کیا تو انہوں نے سُن کر تامل کیا میں نے عرض کیا کہ حضرت اس کی تعبیر فرما دیجئے تب آپ نے فرمایا کہ تمہاری بیوی کو حمل ہے مجھے حمل کا علم نہ تھا بیوی سے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی حمل ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت واقعی حمل ہے تو آپ نے فرمایا کہ لڑکی پیدا ہوگی مگر پانی کے صدمہ سے مر جاوے گی جب ایام حمل ختم ہوئے تو لڑکی ہی پیدا ہوئی جب ہم واپسی میں جہاز میں سوار ہوئے تو ایک مقام پر سمندر میں طغیانی ہوئی اور اس کی چھال مجھ پر اور اس کی ماں پر اور لڑکی پر گری، لڑکی دو تین سسکیاں لے کر مر گئی۔

حاشیہ حکایت (٦٦)

سکیاں لے کر مرگئی۔ اقول: مولانا اپنے وقت کے ابن سیرین تھے۔ (شت)

(٦٧) خان صاحب نے فرمایا کہ اسی شہزادے نے بیان کیا کہ میرے ایک عزیز نے خواب دیکھا کہ میں جمنا پر کھڑا ہوا اور جمنا کی سیر کر رہا ہوں اتنے میں میرے منہ سے ایک کبوتر نکلا جو نہایت خوب صورت اور حسین تھا اور ایک درخت پر جا بیٹھا اور میری طرف منہ کر کے بولنے لگا، میں نے اس خواب کو چھوٹے میاں صاحب (مولوی محمد یعقوب صاحب) سے بیان کیا انہوں نے کوئی تعبیر نہیں دی اور فرمایا کہ سوچوں گا وہ (عزیز) اُٹھ کر چلے گئے مگر میں (شہزادہ) بیٹھا رہا میں نے (شہزادے نے) عرض کیا کہ حضرت اس کی تعبیر کیا ہے فرمانے لگے کہ کیا کہہ دوں ایمان اس کے اندر نہیں رہا اور وہ جو اس کی طرف دیکھ دیکھ کر بول رہا ہے وہ اسے چڑا رہا ہے وہ عزیز تھوڑے ہی دنوں کے بعد دُہری ہو گئے۔

حاشیہ حکایت (٦٧)

قولہ دُہری ہو گئے۔ اقول: خواہ صانع کے انکار سے یا اختیار صانع کے انکار سے جیسا ہمارے زمانہ میں بہت لوگ دوسری قسم کے ہیں اور اپنے کو مسلمان کہتے ہیں مگر صرف کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (شت)

(٦٨) خان صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مولوی محمد یعقوب صاحب دہلوی قلب کے اندر جو نہایت باریک چور ہوتے ہیں ان سے خوب واقف تھے۔

حاشیہ حکایت (٦٨)

(قولہ نہایت باریک چور۔ اقول۔ تو اپنے وقت کے غزالی بھی تھے۔ (شت)

(٦٩) خان صاحب نے فرمایا کہ ایک روز مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نے مجھ سے اور مولانا نانوتوی رحمہ اللہ سے فرمایا کہ کل کو ہم مولوی محمد

یعقوب صاحب کے پاس چلیں گے اور ان سے نسبت صلوٰۃ اور دورہ قادریہ حاصل کریں گے چنانچہ اگلے دن حاجی صاحب اور مولانا نانوتوی رحمہ اللہ تو تشریف لے گئے مگر مجھے یاد نہ رہا تھا اس لئے میں رہ گیا جب وہاں سے تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا کہ میاں تم کہاں رہ گئے تھے میں نے نسیان کا عذر کیا آپ نے وہ دونوں باتیں مجھے تعلیم کیں۔

حاشیہ حکایت (۶۹)

قولہ حاصل کریں گے۔ اقول: بڑا ہی کمال ہے اپنے مریدوں کو ساتھ لے جا کر کسی بزرگ سے کچھ حاصل کرنا۔ (شت)

(۷۰) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی کی طبیعت علیل تھی اور میں آپ کے پاس اکیلا تھا اور پاؤں دبا رہا تھا یہ زمانہ وہ تھا جس زمانہ میں براہین قاطعہ شائع ہوئی تھی اور اس پر لوگوں میں شورش ہو رہی تھی حضرت نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخت پر جلوہ افروز ہیں اور مجھے سامنے کھڑا کیا ہے اور مجھ سے امتحاناً سو مسئلے پوچھے اور سو کے سو کا میں نے جواب دے دیا ہے اور آپ نے سب کی تصویب فرمائی اور نہایت مسرور ہوئے اُس کے بعد فرمایا کہ اس روز سے میں نہایت خوش ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اگر سارے عالم میرے خلاف ہوں گے تو اِن شاء اللہ حق میرے ہی جانب ہوگا۔

حاشیہ حکایت (۷۰)

قولہ سارے عالم۔ اقول: اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ کے نزدیک کثیر کے مقابلہ میں واحد حق پر ہوسکتا ہے، مولانا سے عقیدت رکھ کر کوئی اس کے خلاف کا قائل ہو وہ اس سے محجوج ہے۔ (شت)

(۷۱) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ سید صاحب مولوی عبدالحئی صاحب شاہ اسحٰق صاحب مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی اسمٰعیل صاحب یہ حضرات سب کے سب متحد اور یک جان اور قوالب متعددہ تھے جب

شاہ عبدالعزیز صاحب کا انتقال ہو گیا تو سب کو خیال ہوا کہ شاہ صاحب کا جانشین کسی کو بنایا جاوے مولوی اسمٰعیل صاحب شاہ اسحٰق صاحب سے تیرہ برس بڑے تھے اور مولوی محمد یعقوب صاحب دس برس ﴿حکایت (۱۱) میں القاب سے اور حکایت (۵۵) میں صریح الفاظ سے شاہ محمد اسحٰق صاحب کا بڑا ہونا مذکور ہے اور یہاں اس کا عکس ذہن میں اَمر اَوّل ہی تھا پھر اس تعارض کو دیکھ کر مکرر حضرت مولانا عبدالعلی صاحب سے بواسطہ حافظ محمد عثمان تحقیق کیا گیا اَمر اَوّل ہی صحیح ہے اس مقام پر کچھ سہو ہوا ہے خواہ اصل راوی کو خواہ کاتب کو۔ چونکہ دوسرے سب حضرات مذکورین مقام بڑے تھے تغلیباً ان کا بھی شمار ان میں بلا قصد ہو گیا مراد یہ ہوگی باوجودیکہ مولانا محمد یعقوب صاحب کو بھی کسی دوسری وجہ سے ترجیح ہوگی مثلاً ان کا مصلحت اندیش ہونا جیسا آئندہ حکایت (۳۷) کے اخیر سے سفارش نہ کرنے کی مصلحت فرمانے سے معلوم ہوتا ہے مگر پھر بھی ان کو منتخب نہیں کیا گیا۔۱۲۔اشرف علی۔﴾ اور سید صاحب آٹھ برس ان سب کی رائے ہوئی کہ شاہ اسحٰق صاحب کو جانشین قرار دیا جاوے اور یہ طے ہو گیا کہ مدرسہ کے اندر صدر پر شاہ محمد اسحاق صاحب بیٹھیں اور کوئی نہ بیٹھے اور مدرسہ سے باہر جس طرح چاہیں بیٹھیں پس ان حضرات کا یہی معمول تھا کہ مدرسہ میں صدر پر شاہ صاحب بیٹھتے اور دوسرے لوگ خواہ سید صاحب ہوں یا مولوی عبدالحیٔ صاحب سب آپ کے سامنے باادب بیٹھتے اور مدرسہ سے باہر سید صاحب صدر پر ہوتے تھے اور اگر وہ نہ ہوتے تھے تو مولوی عبدالحیٔ صاحب صدر پر ہوتے تھے اور شاہ اسحٰق صاحب اور دوسرے لوگ ان کے سامنے باادب بیٹھتے تھے اور مولوی اسمٰعیل صاحب نہ مدرسہ میں صدر ہوتے تھے نہ مدرسہ سے باہر۔

حاشیہ حکایت (۱۷)

قولہ جانشین قرار دیا جاوے۔ اقول: اس وقت اس میں مصالح دینیہ ہوں گے اور اب تو محض رسم مفاسد سے پُر رہ گئی ہے اس لئے نہ اَوّل کو ثانی پر عدم جواز میں اور نہ ثانی کو اَوّل پر جواز میں قیاس کیا جاوے قولہ سب آپ کے سامنے۔ اقول: کیا انتہا ہے اس بے نفسی کا۔ قولہ نہ مدرسہ میں صدر۔ اقول: اے خوشا سرد کہ از بند غم آزاد آمد (شت)

(۷۲) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحب کے ایک شاگرد اجمیر میں رہا کرتے تھے اور وہاں مواعظ کے ذریعہ سے اشاعت دین کرتے تھے انہوں نے حدیث لا تشدوا الرحال کا وعظ کہنا شروع کیا اور لوگوں پر اثر بھی ہوا اتفاق سے شاہ اسحٰق صاحب کا اس زمانہ میں قصد ہجرت ہوگیا جب شاہ صاحب کے قصد کی ان کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے شاہ صاحب کو لکھا کہ جب جناب عازم سفر ہجرت ہوں تو اجمیر نہ تشریف لاویں کیونکہ میں لا تشدوا الرحال کا وعظ کہہ رہا ہوں اور لوگ راہ پر آ چلے ہیں آپ کی تشریف آوری سے جو کچھ اثر ہوا ہے اس کے غتربود ہو جانے کا اندیشہ ہے شاہ صاحب نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں اجمیر کے قصد سے نہ آؤں گا لیکن چونکہ اجمیر راستہ میں پڑے گا اور خواجہ صاحب ہمارے مشائخ میں ہیں اس لئے مجھ سے نہ ہو سکے گا کہ میں بلا حاضر ہوئے بالا بالا چلا جاؤں ہاں جب میں آؤں تم وعظ کہنا اور وعظ میں بیان کرنا کہ اسحٰق نے غلطی کی جو وہ اجمیر آیا اس کا فعل حجت نہیں اور میرے سامنے کہنا اور یہ خیال نہ کرنا کہ شاید مجھے ناگوار نہ ہوگا اور میں اقرار کرلوں گا کہ واقعی میری غلطی ہے اس سے وہ ضرر دفع ہو جاوے گا جس کا تم کو اندیشہ ہے اور شاہ صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ یہ مجاور اور قبر پرست ہمارے رقیب ہیں رقیبوں کے ڈر سے محبوب کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

حاشیہ حکایت (۷۲)

قولہ: وعظ میں بیان کرنا (الخ) اقول: کیا انتہا ہے اس محبت دین و نصح مسلمین کا کہ اپنی شان کو ان پر بالکل نثار کر دیا حالانکہ اس مقام میں علاوہ اس جواب کے کہ حدیث کے کیا معنے ہیں کہ یہ جواب تو خلاف مصلحت و تقیہ تھا دوسرا اسہل جواب یہ ہو سکتا تھا کہ ہم خاص اس قصد سے نہیں آئے آگے جاتے ہوئے ٹھہر گئے مگر اس کو بھی پسند نہیں کیا کہ ہر شخص ایسا بہانہ کر سکتا ہے وہ جواب تجویز کیا جس میں شغب بالکل ہی قطع ہوگیا گو اپنا جاہ بھی قطع ہوگیا۔ (شت)

(۴۷۳) خان صاحب نے فرمایا کہ چار شخص شاہ صاحب کے خاندان میں بہت سخی تھے ایک شاہ رفیع الدین صاحب ان کی نسبت سید احمد خان نے لکھا ہے کہ ان کا کیسۂ زر ہمیشہ خالی رہتا تھا۔ اھ۔ یہ مکان سے باہر چبوترہ پر بیٹھا کرتے تھے اور اس پر فرش نہ ہوتا تھا بلکہ صرف چٹائی ہوتی تھی اور کبھی چٹائی بھی دے دیتے تھے اور خالی زمین پر بیٹھتے تھے سارے محلے کی عورتوں کا کام کیا کرتے تھے میرے اُستاد میاں جی محمدی صاحب فرماتے تھے کہ ایک روز شاہ صاحب عورتوں کا سودا خریدنے گئے چونکہ سودے مختلف اور متعدد تھے اس لئے اوّل انہوں نے سودے رومال میں باندھے جب رومال میں گنجائش نہ رہی تو کرتہ میں رکھے جب اس میں بھی گنجائش نہ رہی اور ایک سودا باقی رہ گیا تو اسے ٹوپی میں لے لیا، میں نے عرض کیا کہ حضرت دال مجھے دے دیجئے اور ٹوپی خالی کر کے اوڑھ لیجئے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں مسلمان کی ہر چیز کام میں آنی چاہئے۔ دوسرے سخی مولانا شاہ اسحٰق صاحب تھے جب یہ اجمیر پہنچے اور مجاوران کے پیچھے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت تم ہمارے پاس نہ آؤ ہم پہلے زیارت کر لیں جب زیارت کر کے اپنی قیام گاہ پر پہنچیں اس وقت ہمارے پاس آنا مجاوروں نے ایسا ہی کیا اور آپ کی قیام گاہ پر پہنچے اس وقت آپ نے مجاوروں کو بلا گنے ہوئے اور لپیں بھر بھر کے روپے دیئے یہ دیکھ کر مجاوروں نے کہا کہ ان کو کون وہابی کہتا ہے ایسا تو اب تک بھی کوئی نہیں آیا صرف فلاں بیگم آئی تھی سو اس نے بھی اتنا نہیں دیا تھا یہ تو اُن کا اپنے ذاتی روپے کے ساتھ برتاؤ تھا اور اگر کوئی درخواست کرتا کہ حضرت فلاں شخص سے میری سفارش کر دیجئے تو آپ بے تکلف سفارش کرتے تھے۔ چنانچہ فرخ آباد والے نواب کو ایک سال میں ایک ہزار سفارشی خط لکھے اور اُس نے ہر خط کی تعمیل کی آخر مجبور ہو کر عرض کیا کہ حضرت کے سفارشی والا نامے اس سال ایک ہزار پہنچے ہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ واقعی آپ کو بہت تکلیف ہوئی مگر میں سفارش کے بغیر رہ نہیں سکتا تم میری تحریروں پر عمل نہ کیا کرو مولانا گنگوہی نے یہ قصہ بیان فرما

کر فرمایا کہ اپنی اپنی طبیعت ہے چنانچہ مولوی محمد یعقوب صاحب کی طبیعت اس کے خلاف تھی اور وہ کبھی کسی کو سفارشی خط نہ لکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس میں دو تکلیفیں ہوتی ہیں اگر سفارش نہ کی جاوے تو اس کو تکلیف ہوتی ہے۔ جو خواہان سفارش ہے اور سفارش کی جاوے تو اس کو تکلیف ہوتی ہے جس سے سفارش کی جاتی ہے لیکن چونکہ طالب سفارش کی تکلیف کا منشا خود اُس کی طلب ہے اور جس سے سفارش کی جاتی ہے اُس کی تکلیف محض بلا وجہ اس لئے میں طالب سفارش کی تکلیف کو اُس کی تکلیف پر ترجیح دیتا ہوں جس سے سفارش کی جاوے اور یہ بیان فرما کر مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ میرا مذاق بھی وہی ہے جو مولانا محمد یعقوب صاحب کا تھا اور میں بھی سفارش نہیں کرتا تیسرے سخی مولوی اسمٰعیل صاحب شہید تھے مگر ان میں بہ نسبت شاہ محمد اسحٰق صاحب کے کچھ انتظامی شان تھی۔ چوتھے سخی مولانا اسمٰعیل صاحب کے صاحبزادے مولوی محمد عمر صاحب تھے یہ پورے کھوج کھوؤ اور گھر کھوؤ تھے ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کوئی ٹوپی مانگتا تو ٹوپی دیتے اُس کے بعد کہتے کہ لو یہ عمامہ بھی لے جاؤ پھر کہتے کہ اچھا یہ کُرتہ بھی لے لو حتیٰ کہ پاجامہ تک بھی دے دیتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۷۳)

قولہ میں بھی سفارش نہیں کرتا۔ اقول: احقر بھی اسی مذاق کا متبع ہے یعنی بشاشت سے سفارش نہیں کرتا کیونکہ جو سفارش مسنون ہے وہ اس وقت نہیں رہی جبر و کراہت رہ گئی جو کہ ناجائز ہے۔ (شت)

(۷۴) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے "تقویۃ الایمان" اوّل عربی میں لکھی تھی چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خان خورجوی کے کتب خانہ میں بھی تھا اُس کے بعد مولانا نے اُس کو اُردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب مولوی عبدالحئی صاحب شاہ اسحٰق صاحب مولانا محمد

یعقوب صاحب مولوی فرید الدین صاحب مراد آبادی مؤمن خان عبد اللہ خان علوی (استاذ امام بخش صہبائی و مولانا مملوک علی صاحب) بھی تھے اور ان کے سامنے ''تقویۃ الایمان'' پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان اُمور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی اور اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے اس لئے میں اس کام سے معذور ہو گیا اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اُٹھائے گا نہیں اس لئے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے یہ میرا خیال ہے اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے ورنہ اسے چاک کر دیا جاوے اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہئے مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہو جانی چاہیے اس پر مولوی عبد الحیٔ صاحب شاہ اسحٰق صاحب اور عبد اللہ خان علوی مؤمن خان نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں اس پر آپس میں گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں ہے اور اسی طرح شائع ہونی چاہئے چنانچہ اسی طرح اس کی اشاعت ہوگئی اشاعت کے بعد مولانا شہید حج کو تشریف لے گئے اور حج سے واپسی کے بعد چھ مہینے دہلی میں قیام رہا اس زمانہ میں مولانا اسمٰعیل گلی کوچوں میں وعظ فرماتے تھے اور مولوی عبد الحیٔ صاحب مساجد میں چھ مہینے کے بعد جہاد کے لئے تشریف لے گئے یہ قصہ میں نے مولوی عبد القیوم صاحب اور اپنے اُستاد میانجی محمدی صاحب وغیرہ سے سُنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۷۴)

قولہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔ اقول: اس تشدد فی العلاج کا سبب مرض کا شدید

ہونا ہے۔ قولہ ورنہ اسے چاک کر دیا جاوے۔ اقول ایسے بزرگ پر تشدد یا اصرار یا استبداد کا شبہ اگر ظلم نہیں تو کیا ہے۔ (شت)

(۷۵) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ ''تقویۃ الایمان'' کی نسبت فرماتے تھے کہ اس سے بہت ہی نفع ہوا چنانچہ مولوی اسمٰعیل صاحب رحمہ اللہ کی حیات ہی میں دو ڈھائی لاکھ آدمی درست ہو گئے تھے اور ان کے بعد جو کچھ نفع ہوا اس کا تو اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔

حاشیہ حکایت (۷۵)

قولہ بہت ہی نفع ہوا۔ اقول: اس پر مولانا رومی کا ارشاد یاد آ گیا۔

کعبہ را ہر دم تجلی می فزود
این ز اخلاصات ابراہیم بود

(شت)

(۷۶) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی تبارک اللہ صاحب اُلدہن کے رہنے والے ایک شخص تھے جو بہت بوڑھے اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد تھے انہوں نے ایک مرتبہ اورنگ آباد میں وعظ کہا وعظ کے بعد ان سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ ''تقویۃ الایمان'' کی نسبت کیا فرماتے ہیں، میں اس جلسہ میں موجود تھا میرے سامنے مولوی تبارک اللہ صاحب نے فرمایا کہ جب ''تقویۃ الایمان'' شائع ہو کر اُلدہن میں آئی ہے تو لوگوں میں اس کا چرچا ہوا۔ کچھ لوگ مخالف ہو گئے اور کچھ موافق اور آپس میں بحث مباحثہ اور گفتگوئیں ہونے لگیں اس وقت میرے چچا حیات تھے جو بہت ضعیف العمر تھے آنکھوں سے بھی کم دِکھائی دیتا تھا اور کانوں سے بھی اُونچا سنتے تھے انہوں نے جو یہ رنگ دیکھا تو ایک مرتبہ فرمایا کہ لڑکو میں چند روز سے دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ کچھ ورق ہاتھ میں لئے ہوئے بحث مباحثہ کرتے ہو۔ ہمیں تو بتلاؤ کیا بات ہے ہم لوگوں نے کہا کہ جناب ایک کتاب شائع ہوئی ہے اُس پر یہ بحث مباحثے

ہوتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ وہ کتاب مجھے سناؤ ہم نے ''تقویۃ الایمان'' اوّل سے لے کر آخر تک سنائی اس کو سن کر آپ نے فرمایا کہ سب بستی کے لوگوں کو جمع کرلو اس وقت میں اپنی رائے ظاہر کروں گا ہم لوگوں نے لوگوں کو جمع کیا جب سب لوگ جمع ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ میں اب تک دنیا کی حالت دیکھتا رہا اور جو کچھ لوگ کہہ رہے تھے اور کرر ہے تھے ان کی باتیں بالکل میرے جی کو نہ لگتی تھیں اور میں سمجھتا تھا کہ دنیا اس وقت گمراہی میں مبتلا ہے اور میرا جی ان باتوں کو ڈھونڈتا تھا مگر کنوئیں بھانگ پڑی ہوئی تھی نہ کسی کو دین کی خبر تھی نہ کوئی بتلانے والا تھا مولوی اسمٰعیل صاحب کا احسان ہے کہ انہوں نے پانی کو اور بھانگ کو الگ الگ کردیا اور سیدھا راستہ بتلا دیا اَب تمہیں اختیار ہے چاہے مانو چاہے نہ مانو اور بھانگ ہی پیے جاؤ۔

حاشیہ حکایت (۷۶)

قولہ پانی کو اور بھانگ کو (الخ) اقول: کیا اچھا فیصلہ ہے۔ (شت)

(۷۷) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی حسین بخش صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے شاہ اسحٰق صاحب اور مولانا یعقوب صاحب کی دعوت کی جب کھانے کا وقت ہوا تو میاں صاحب پالکی پر سوار ہو کر میرے مکان پر روانہ ہوگئے اور مولوی محمد یعقوب صاحب سے فرما گئے کہ حسین بخش کو اپنے ہمراہ لیتے آنا مولانا یعقوب صاحب کے یہاں ایک سانڈنی تھی جس پر وہ سوار ہوا کرتے تھے مولانا نے اپنی سانڈنی کی پچھلی نشست پر دوشالہ ڈالا اور اگلی نشست خالی رکھی اور مجھ سے کہا کہ تم پچھلی نشست پر سوار ہو جس پر دوشالہ پڑا ہوا تھا میں نے عرض کیا کہ حضرت میں اس قابل نہیں ہوں دوشالہ اپنے لئے رکھئے آپ نے فرمایا کہ نہیں نہیں تم بیٹھ جاؤ۔

میاں صاحب فرما گئے ہیں کہ ان کو اپنے ساتھ لانا میں نے پھر عذر کیا آپ نے پھر یہی فرمایا کہ اجی بیٹھ بھی جاؤ میاں صاحب فرما گئے ہیں کہ انہیں اپنے ساتھ لانا مجھے مجبوراً سوار ہونا پڑا۔

حاشیہ حکایت (۷۷)

قولہ میاں صاحب فرما گئے ہیں۔ اقول: کتنا ادب ہے کہ جس کو ساتھ لانے کو فرما گئے تھے اس کا اتنا ادب بھلا پھر ان لوگوں پر یہ شبہ کہ بزرگوں کا ادب نہیں کرتے کتنا بڑا ظلم ہے۔ (شت)

(۷۸) خان صاحب نے فرمایا کہ شاہ اسحٰق صاحب کو بہت زور کی بواسیر تھی اور اس کی وجہ سے آپ کو بہت تکلیف تھی کسی شخص نے بواسیر کا عمل بتلایا کہ صبح کی سنتوں میں ''الم نشرح'' اور ''لایلاف'' پڑھ لیا کیجئے مگر شاہ صاحب نے اس کو پسند نہ فرمایا اس پر مولوی مظفر حسین صاحب اور نواب قطب الدین خان صاحب وغیرہ نے زور دیا کہ آپ یہ عمل ضرور کیجئے آپ نے فرمایا کہ اوّل تو ہم نیک عمل ہی نہیں کرتے صرف ٹوٹے پھوٹے فرض اور سنتیں پڑھ لیتے ہیں اُن میں بھی ہم خواہش نفسانی (اور دنیوی غرض) کو داخل کر دیں اور عبادت کو (دنیوی) عمل بنالیں یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

حاشیہ حکایت (۷۸)

قولہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اقول: کس قدر دقیق اخلاص وتقویٰ ہے۔ (شت)

(۷۹) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اطراف لکھنؤ میں ایک عالم رہتے تھے جو بڑے عالم تھے (مولانا نے ان کا نام بھی لیا تھا مگر مجھے یاد نہیں رہا) یہ عالم ایک مسجد میں رہتے تھے اور مسجد کی جنوبی جانب ایک سہ دری تھی اس میں پڑھایا کرتے تھے مولوی فضل رسول بدایونی ظہر کی نماز سے پہلے یا عصر کی نماز سے پہلے ان کی خدمت میں پہنچے اور ان کو اپنی وہ تحریرات سنائیں جو انہوں نے مولانا شہید کے رد میں لکھی تھیں اور ان سے اُن کی تصدیق اور مولانا شہید کی تکفیر چاہی اتنے میں جماعت تیار ہوگئی مولوی صاحب نے فرمایا کہ پہلے نماز پڑھ لیں پھر غور کریں گے مولوی فضل رسول کے ساتھ ایک شخص بھی تھا مولوی صاحب اور مولوی فضل رسول تو نماز کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور وہ ان کا ساتھی نہیں اُٹھا اور بیٹھا ہوا حقہ پیتا رہا جب

مولوی صاحب نماز پڑھ کر تشریف لائے تو اسے حقہ پیتے ہوئے دیکھا اس پر مولوی صاحب نے مولوی فضل رسول سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں انہوں نے کہا کہ یہ میرے عزیز ہیں مولوی صاحب نے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کتنے دنوں سے ہیں اُنہوں نے مدت بتائی اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ تکفیر کا میرا ارادہ پہلے بھی نہ تھا مگر اتنا اِرادہ تھا کہ کچھ آپ کے موافق لکھ دوں گا مگر الحمدللہ کہ اس وقت نماز کی برکت سے مجھ پر ایک حقیقت منکشف ہوئی وہ یہ کہ یہ شخص تمہارا عزیز بھی ہے اور اتنی مدت سے تمہارے ساتھ بھی ہے مگر باوجود اس کے تم اسے مسلمان (نمازی) بھی نہ بنا سکے اور مولوی اسمٰعیل جس طرف کو نکل گیا ہزاروں کو دیندار بنا گیا ہے پس قابل تکفیر تم ہو یا کہ مولوی اسمٰعیل۔ لہٰذا تم میرے پاس سے چلے جاؤ میں کچھ نہ لکھوں گا اس پر وہ بے نیل ومرام واپس ہو گئے۔ یہ قصہ بیان کر کے خان صاحب نے فرمایا کہ میں اس شخص سے ملا ہوں جو مولوی فضل رسول کے ساتھ تھا حالانکہ وہ بوڑھا ہو گیا تھا مگر بڑھاپے تک بے نماز تھا اور دُنیا کی تمام بازیوں مثل کبوتر بازی، بٹیر بازی مرغ بازی وغیرہ میں ماہر تھا۔

حاشیہ حکایت (۷۹)

قولہ پس قابل تکفیر الخ۔ اقول اس بناء پر نہیں کہ تمہارا اثر ساتھی پر نہ ہوا بلکہ اس بناء پر کہ اتنے بڑے خادم اسلام کی تکفیر کی جو بروئے حدیث موجب تکفیر ہے پس حدیث کے جو معنے بھی ہیں اسی معنے کر یہ قابلیت بھی ہے تکفیر کی۔ (ش ت)

(۸۰) خان صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے شاہ عبدالرحیم صاحب نے بروایت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ بیان فرمایا کہ سید صاحب کے قافلہ کا ریاست رام پور جانے کا اِرادہ ہوا یہ زمانہ نواب احمد علی خان کا تھا جب علماء رام پور کو اس اِرادہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سید صاحب کے لوگوں کو بالخصوص مولوی اسمٰعیل صاحب کو نیچا دکھایا جاوے اور مشورہ سے ایک عالم صاحب کو گفتگو کے لئے منتخب بھی کر لیا اس زمانہ میں رام پور میں ایک صاحب شاہ عبدالعزیز

صاحب کے شاگرد تھے جو رام پور ہی کے رہنے والے تھے جب ان کو اس مشورہ کی اطلاع ہوئی تو وہ رام پور سے پیدل روانہ ہوئے اور دو تین منزل چل کر سید صاحب کے قافلہ سے ملاقات کی اور ان لوگوں سے کہا کہ آپ صاحبوں کا رام پور میں تشریف لے جانا مصلحت نہیں ہے کیونکہ وہاں کے علماء نے آپ لوگوں سے مناظرہ کا مشورہ کیا ہے اور وہ مناظرہ پر تلے ہوئے ہیں اور اگر جانا ہی ہے تو اور لوگ جائیں مگر مولوی اسمٰعیل صاحب کا جانا کسی طرح مصلحت نہیں ہے کیونکہ وہاں کے علماء ان کے خاص طور پر درپے ہیں اِس کے بعد وہ خاص طور پر مولوی اسمٰعیل صاحب کے پاس گئے اور ان سے خصوصیت کے ساتھ اس واقعہ کو بیان کیا اور درخواست کی کہ آپ ہرگز رام پور تشریف نہ لے جائیں مولانا نے فرمایا کہ یہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے ہم لوگوں کی وجہ سے اس قدر تکلیف گوارا کی اور ہم آپ کے ممنون ہیں لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی وجہ سے اتنی پریشانی ہو کیونکہ وہ لوگ یا معقول میں گفتگو کریں گے یا منقول میں اگر منقول میں گفتگو کریں گے تو جو بات ہمیں معلوم ہوگی ہم اس کا جواب دیں گے اور جو نہ معلوم ہوگی ہم صاف کہہ دیں گے کہ ہم نہیں جانتے اور اگر وہ معقول میں گفتگو کریں گے تو عقل خدا نے ہمیں بھی دی ہے وہ اشراقیہ اور مشائیہ کا جمع کیا ہوا گوہ اُچھالیں گے اس کے جواب میں ہم بھی اپنی عقل سے گوہ اُچھالیں گے دیکھیں وہ کہاں تک چلتے ہیں غرض مولانا نے اپنا اِرادہ فسخ نہیں کیا اور قافلہ کے ہمراہ مولانا رام پور پہنچے جب وہ رام پور پہنچے ہیں تو حسب قرارداد باہمی علماء رام پور نے اپنے منتخب عالم کو مناظرہ کے لئے بھیجا اس نے پہنچ کر مولانا سے سوالات شروع کئے اور مولانا نے تمام سوالات کا جواب دیا یہ گفتگو تین روز تک رہی جب سائل کے سوالات کا سلسلہ ختم ہوا تو مولانا نے فرمایا کہ آپ کے سوالات تو ختم ہوئے اب مجھے اجازت ہو تو چند سوالات میں بھی کروں انہوں نے اجازت دی مولانا نے صرف چار سوال کئے دو معقول کے اور دو منقول کے مگر ان کو جواب نہ بن آیا اس لئے انہوں نے

مہلت چاہی کہ میں کل جواب دوں گا آپ نے اجازت دے دی اگلے دن صبح کی نماز کے وقت ان کا حجرہ نہیں کھلا لوگوں نے نماز کے لئے اُٹھانا چاہا مگر وہاں سے کوئی جواب نہ آیا تب لوگوں کو شبہ ہوا تو لوگ کواڑ اُتار کر اندر داخل ہوئے دیکھا تو وہ عالم صاحب مرے پڑے ہیں اور اُنہوں نے سر میں پتھر مار کر خودکشی کر لی ہے۔

حاشیہ حکایت (۸۰)

قولہ آپ کا احسان ہے۔ اقول: یہ ہے ادب مشیر کا کہ اگر اس کے مشورہ پر عمل بھی نہ کیا جاوے تب بھی اُس کی شکرگزاری کرے یہ نہیں کہ اس کو رد کرنا شروع کردے جیسا آج کل کے متکبرین کا شیوہ ہے۔ قولہ: ہم صاف کہہ دیں گے کہ ہم نہیں جانتے۔ اقول یہ ہے ادب علم دین کا کہ جو بات معلوم نہ ہو بے تکلف لا ادری کہہ دے یہ نہیں کہ اپنے جہل کو مختلف ایچ پیچ سے چھپاوے جیسا کہ آج کل متکبرین کا شیوہ ہے۔ قولہ فی آخر القصۃ پتھر مار کر (الخ) اقول ایسا رُسوائی کا خوف کیا مگر اس رُسوائی سے نہ بچے جبکہ اس قصہ کی شہرت ہوگئی یہ تو دنیا کا خسارہ ہوا کہ جان اور جاہ دونوں برباد ہوئے اور آخرت کا خسارہ کہ خودکشی پر استحقاق مواخذہ ہے یہ جُدا رہا احقر کے وجدان میں یہ خسارۂ دارین سزا ہے اہل اللہ کے ساتھ عداوت اور آویزش کی بقول عارف شیرازی رحمہ اللہ کے ؎

بس تجربہ کردیم درین دیر مکافات با دُرد کشان ہر کہ در افتاد برافتاد

(شت)

(۸۱) خان صاحب نے فرمایا کہ خورجہ میں ایک رئیس تھے نواب اعظم علی خان یہ بہت بڑے رئیس تھے مگر اس زمانہ میں لڑکے تھے ان کی والدہ مولوی عبدالقیوم صاحب سے بیعت تھیں اور مولوی عبدالقیوم صاحب جب بھوپال سے بڈھانہ وغیرہ جاتے تو خورجہ میں نواب صاحب کے یہاں ٹھہرتے تھے چونکہ میں بھی خورجہ میں مقیم تھا اور میرے قیام کے زمانہ میں مولانا خورجہ میں تین مرتبہ تشریف لائے اور ہر مرتبہ

میں نے ان سے نیاز حاصل کی اس لئے مجھ سے محبت کرنے لگے تھے اور ان کے بڑے صاحبزادے مولوی محمد یوسف صاحب بھی مجھ سے بہت محبت کرنے لگے۔ایک مرتبہ مولانا محمد قاسم صاحب خورجہ تشریف لائے اور مولوی عبدالرحمٰن خان خورجوی کے مکان پر ٹھہرے۔سردیوں کا موسم تھا اور چھت کے اُوپر چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں اور مولانا دھوپ میں ٹوپی اُتارے ہوئے ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور مولوی احمد حسن صاحب مولانا کی پائنتی بیٹھے ہوئے تھے اور میں دوسری چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا اور میرا منہ مولانا کی طرف تھا اور مولانا کا منہ اس زینہ کی طرف جو چھت پر چڑھنے کے لئے تھا اتنے میں مولوی محمد یوسف صاحب زینہ پر چڑھے میں نے منہ پھیر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مولوی محمد یوسف صاحب ہیں مولانا نانوتوی نے پہلے ان کو کبھی نہ دیکھا تھا اس لئے وہ ان سے واقف نہ تھے میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ مولوی محمد یوسف صاحب ہیں مولوی عبدالقیوم صاحب کے صاحبزادے یہ سُن کر مولانا گھبرا کر ننگے پاؤں اُٹھے اور جا کر ان کے قدم پکڑنے کے لئے جھکنا چاہا مگر مولوی محمد یوسف صاحب نے مولانا کو قدم نہ پکڑنے دیئے اَب مولانا نے ان کو اپنی چارپائی پر سرہانے بٹھانا چاہا مگر مولوی محمد یوسف صاحب مولانا کے سرہانے بھی نہ بیٹھے اور جس چارپائی پر میں بیٹھا تھا اس پر بیٹھ گئے تھوڑی دیر تک باتیں ہوتی رہیں اس کے بعد مولوی محمد یوسف صاحب تشریف لے گئے اس کے بعد مولانا ان سے ملنے کے لئے ان کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے مولوی محمد یوسف صاحب نواب اعظم علی خان کے مکان پر تشریف رکھتے تھے اور نواب صاحب اس زمانہ میں بیمار تھے مولانا ممدوح مولوی یوسف صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اسی اثناء میں نواب صاحب کے چچا نے مولوی محمد یوسف صاحب کے کان میں کچھ کہا اُس کے بعد مولوی محمد یوسف صاحب نے مولانا سے فرمایا کہ نواب صاحب نوعمر ہیں اور اس لئے دین کی طرف ان کو چنداں توجہ نہیں ہے اگر آپ وعظ فرمادیں تو ممکن ہے کہ آپ کی برکت سے ان کو اعمال صالحہ

کی توفیق ہو جاوے مولانا امراء سے بہت مجتنب رہتے تھے مگر مولوی یوسف صاحب کے ارشاد کو رد نہ کر سکے اور مولوی صاحب کے ساتھ نواب صاحب کے پاس تشریف لے گئے جس کمرہ میں نواب صاحب تھے وہاں مسند تکیہ لگا ہوا تھا جب مولانا وہاں پہنچے ہیں تو نواب صاحب نے تعظیم دی اور مسند پر بٹھانا چاہا گو مولانا کی طبیعت میں نہایت ہی انکسار تھا مگر مولانا نے اس وقت نہ طبعی انکسار سے کام لیا اور نہ مولوی محمد یوسف صاحب کا خیال کیا اور بے تکلف بیچ میں مسند پر بیٹھ گئے آپ کے ایک جانب مولوی محمد یوسف صاحب مسند اور تکیہ کے ایک کنارہ پر نہایت ادب کے ساتھ بیٹھ گئے اور دوسری طرف تکیہ کے قریب نواب صاحب بیٹھ گئے اور ہم لوگ سامنے بیٹھ گئے اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ وعظ تو مجھے آتا نہیں مگر اس وقت ایک بات کہتا ہوں وہ یہ کہ بادشاہ کے خدام میں مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے متعلق خدمات ملکی ہوتی ہیں مثلاً وزراء قضاۃ عمال وغیرہ اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے متعلق دربانی وغیرہ معمولی کام سپرد ہوتے ہیں اور کچھ وہ لوگ ہیں جو بادشاہ کے مصاحب ہوتے ہیں اور بادشاہ کے جن پر انعام واحسان جس قدر زیادہ ہوتے ہیں ان سے وہ اسی قدر اطاعت کا زیادہ متوقع ہوتا ہے اور اس بناء پر اگر ان لوگوں میں سے جن پر بادشاہ کے انعامات زیادہ ہیں کسی وقت کوئی حکم شاہی کی تعمیل میں کوتاہی کرتا ہے تو اس پر بادشاہ کا عتاب بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے جتنی کہ اس پر عنایت زیادہ تھی مثلاً اگر کوئی مصاحب یا وزیر خلاف ورزی کرے تو اس پر بادشاہ کا عتاب اُس سے زیادہ ہوگا جتنا کہ ان سے کم رتبہ لوگوں کی خلاف ورزی پر ہوتا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھنا چاہیئے کہ اُمراء پر حق تعالیٰ کے انعامات واحسانات بحیثیت اُن کے دولت مند ہونے کے غرباء سے بحیثیت اُن کے افلاس کے بہت زیادہ ہیں اس لئے حق تعالیٰ ان سے بہ نسبت غرباء کے اطاعت بھی اتنی ہی زیادہ چاہتا ہے جتنے کہ ان پر اس کے احسان زیادہ ہیں اور ان کے خلاف ورزی پر سزا بھی اُن کو اتنی ہی زیادہ دے گا پس اُمرا

پر لازم ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی اطاعت میں غرباء سے زیادہ کوشش کریں ورنہ ان کو غرباء سے بہت زیادہ سزا ہوگی یہ خلاصہ ہے مولانا کی تقریر کا اور مولانا نے اس کو بہت پھیلاؤ کے ساتھ اور نہایت دلکش پیرایہ میں بیان فرمایا تھا۔

حاشیہ حکایت (۸۱)

قولہ بے تکلف بیچ میں مسند پر بیٹھ گئے۔ اقول: یہ مخالفت طبیعت کی اعزاز دین کے لئے کرنا جیسا کہ مجاہدہ عظیمہ ہے اسی طرح عدل و حکمت کی بھی اعلیٰ دلیل ہے یہ لوگ ہیں جن کی ہر ادا اللہ کے لئے ہے خواہ صورت میں وہ ذلت ہو خواہ عزت ہو۔ (شت)

(۸۲) خان صاحب نے فرمایا کہ یہ روایت میں نے بہت سے لوگوں سے سُنی منجملہ اُن کے مولوی سراج احمد صاحب خورجوی میانجی عظیم اللہ صاحب خورجوی اور میانجی رحیم داد صاحب خورجوی ہیں یہ حضرات فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ قلعہ میں کسی شاہزادہ نے مولانا محمد اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب اور ان کے خاص لوگوں کی دعوت کی اور اس کے ساتھ ہی ان کے مخالفین جیسے حاجی قاسم اور مولوی کریم اللہ اور ان کے ہم خیال لوگوں کو بھی مدعو کیا جب یہ سب لوگ دستر خوان پر بیٹھے اور کھانا سامنے رکھا گیا اور لوگوں نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے تو اس شاہزادے نے کہا کہ صاحبو میں آپ صاحبوں کو اطلاع کرتا ہوں کہ میران کا بکرا ہے اب جس کا جی چاہے کھائے اور جس کا جی چاہے نہ کھائے اس پر مولوی محمد اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب اور آپ کی جماعت نے ہاتھ کھینچ لئے جب مخالف پارٹی نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی ہاتھ کھینچ لئے اس پر اس شاہزادہ نے کہا کہ مولوی اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب تو اس کو حرام کہتے ہیں۔

انہوں نے تو اس لئے ہاتھ کھینچے آپ لوگ تو اسے جائز کہتے ہیں آپ نے کیوں ہاتھ کھینچ لئے آپ صاحب کھائیں مگر کسی نے نہ کھایا اس پر شاہزادہ نے کہا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ میران کا بکرا نہیں ہے بلکہ میں نے یہ صرف امتحان کے لئے

کہا تھا کہ دیکھوں کون اپنے خیال میں سچا ہے اور کون جھوٹا اب مجھے معلوم ہو گیا میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ صاحبان بے تکلف کھائیں اور حکم دیا کہ جو جو شخص اس کو حلال کہتا ہے اُس کو دسترخوان سے اُٹھا دیا جاوے اس پر حاجی قاسم اور مولوی کریم اللہ کی جماعت کو اُٹھا دیا گیا اور شاہ اسحٰق صاحب کی جماعت نے کھانا کھایا۔

حاشیہ حکایت (۸۲)

قولہ مگر کسی نے نہ کھایا۔ اقول: یہ ہاتھ کھینچنا جیسا حق کے رعب کی دلیل ہے اسی طرح اس کی بھی دلیل ہے کہ اُس زمانہ کے اہل ہوی پھر غنیمت تھے کہ عملی تقوی کو اپنی بات کی پچ کے لئے نہیں چھوڑا یہ بات بھی قابل قدر ہے اور احقر نے استاذی مولانا محمد یعقوب صاحب سے اس قصہ میں اتنا اور سُنا تھا کہ ان صاحبوں نے بھی یہ کہا کہ حرام تو ہم بھی سمجھتے ہیں مگر ان کی ضد میں حلال کہہ دیا کرتے ہیں۔ (ش ت)

(۸۳) خان صاحب نے فرمایا کہ نواب اعظم علی خان کے یہاں ایک قصہ خواں نوکر تھا اور یہ قصہ خواں بہادر شاہ کا قصہ خوان تھا اور اس سے بڑھ کر دہلی میں کوئی قصہ خواں نہ تھا۔ نواب صاحب کے یہاں اسے تیس روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی اس کے اندر یہ کمال تھا کہ کیسا ہی ہکلایا تو تلایا اور کسی قسم کا آدمی ہو اس کی اس طرح نقل کرتا تھا کہ اصل اور نقل میں امتیاز نہ ہو سکتا تھا ایک مرتبہ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ خورجہ تشریف لائے اور اعظم علی خان نے مولانا کی دعوت کی یہ قصہ خواں رافضی تھا اس نے مولانا سے سوال کیا کہ حضرت میں ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں مولانا نے اجازت دی اس نے عرض کیا کہ خلافت کی قابلیت کس میں تھی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیسے خلیفہ ہو گئے جبکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خلیفہ نہ بنایا تھا۔ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ میں جواب عرض کرتا ہوں مگر تم اس کے درمیان میں نہ بولنا جب میں تقریر ختم کر چکوں اس وقت جو کچھ شبہ ہو اس کو پیش کرنا اس نے کہا بہت اچھا مولانا نے فرمایا کہ اگر کوئی پہلوان پہلوانی میں بیمار ہو جاوے اور اس

سے کشتی یا پہلکتی یا بنکتی خود نہ سکھا سکے اور جب سکھانے کا وقت آوے اس وقت اپنے کسی شاگرد سے کہہ دے کہ تو سکھا یا کوئی رئیس یا اہل کار کہیں جاوے اور اپنے کام کے متعلق اپنے بیٹے یا کسی عہدہ دار سے کہہ جاوے کہ میرا کام تم کرنا اور اشخاص مامورین اس خدمت مفوضہ کو انجام دیں تو یہ استخلاف عملی ہوگا اور اس قسم کا استخلاف اس استخلاف سے کہیں بڑھ کر ہے جو فقط اس کہنے سے ہو کہ فلاں میرا خلیفہ ہے جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہو گیا تو اب دوسرا مقدمہ سُنو اور اس کو ذرا غور سے سُنو، ارکان اسلام چار ہیں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ مگر دو ان میں اصل ہیں اور دو ان کے تابع نماز اصل ہے اور زکوٰۃ اس کے تابع اور حج اصل ہے اور روزہ اس کے تابع۔ کیونکہ نماز کا تعلق براہ راست حق تعالیٰ سے ہے اور وہ اس کے دربار کی حاضری اور اس کی تعظیم اور اس سے عرض معروض کا نام ہے اور زکوٰۃ کا تعلق بلا واسطہ محتاجوں اور فقراء سے ہے پس نماز کے مقابلہ میں زکوٰۃ ایسی ہے جیسے کوئی بادشاہ اہل دربار کو اپنے دربار میں پانچ وقت حاضری کا حکم دے اور یہ بھی حکم دے کہ ہماری طرف سے جو انعامات وصلات تم کو وقتاً فوقتاً ملے ہیں اُن میں سے کچھ ہمارے غریب رعایا کو بھی جو دربار کے راستہ میں خیرات کے موقع پر بیٹھ جاتے ہیں دے دیا کرو سو ظاہر ہے کہ حاضری دربار مقصود ہے اور صدقہ وخیرات اُس کے تابع اور یہ ہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے تقریباً ہر جگہ قرآن میں زکوٰۃ کو نماز کے بعد بیان فرمایا ہے: اور ''یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ'' اور ''اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ'' وغیرہ وغیرہ فرمایا ہے۔

اسی طرح حج کا تعلق براہِ راست حق تعالیٰ سے ہے کیونکہ اس میں محبوب کے در دولت پر حاضر ہو کر اپنے عشق ومحبت کا اظہار ہے اور روزہ میں کسر شوکت نفس ہے جو مانع ہے اس محبت وعشق سے اور ان خامیوں کو دفع کرتا ہے جو اس ناصح نامہربان نفس امارہ کی بدولت اس کی خدمات میں پیدا ہو گئی ہیں اسی لئے روزے تیس مقرر کئے گئے اور حج کا وقت رمضان کے بعد سے شروع کیا گیا کیونکہ آخری وقت حج سے (کہ ۹

ذی الحجہ ہے) رمضان تک (بادخال غایت) دس مہینے ہوتے ہیں (بحذف کسر کہ ثلث ماہ سے بھی کم ہے) پس ہر مہینے کے لئے تین مسہل (یعنی روزے) تجویز کئے گئے ہیں اوران سب کوایک مہینے میں (یعنی رمضان میں) جمع کر دیا گیا کہ (تیس روزے فرض کر دیئے) تاکہ دس (۱۰) مہینوں میں جس قدر نفس امارہ کی وجہ سے عشق ومحبت کے جذبات میں خامی اور خلل آ گیا ہے ان مسہلوں سے اس کی تلافی ہو جاوے اور وہ اس قابل ہو سکے کہ محبوب کے در دولت پر حاضر ہو کر صحیح طور پر اپنی محبت کا اظہار کر سکے اور جب رمضان میں وہ ان مسہلوں سے اس قابل ہو گیا تو اب یکم شوال سے اس کی اجازت ہوئی کہ اب آؤ اور آ کر اپنی محبت کا اظہار کرو یعنی اس وقت سے حج کا وقت شروع ہو گیا اور اس کی ایسی مثال سمجھو جیسے بادشاہ اپنے اہل دولت کو جشن شاہی کی شرکت کے لئے دعوت دے اور اُس کے ساتھ یہ بھی حکم دے کہ سب لوگ خوب نہا دھو کر اور اعلیٰ اعلیٰ خوشبوئیں لگا کر اور عمدہ سے عمدہ پوشاکیں پہن کر غرض پوری طرح شرکت جشن کے قابل ہو کر شریک جشن ہوں سو ظاہر ہے کہ شرکت جشن مقصود ہے اور باقی اُمور اس کے تابع جب یہ بھی ذہن نشین ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ نماز اور حج ارکان مقصودہ ہیں اور زکوٰۃ اور روزہ ان کے تابع تو اب اصل مقصود سنو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں صدیق اکبر کو امیر حج بنایا اور باوجود تمام صحابہ کی موجودگی کے اس خدمت پر آپ کے سوا کسی کو مامور نہیں فرمایا پس اسلام کے ایک رکن اصلی کے متعلق آپ کا استخلاف عملی ثابت ہو گیا اور اس کے ضمن میں اس کے تابع روزہ کے متعلق بھی استخلاف ثابت ہو گیا پھر آپ نے اپنے مرض وفات میں خدمت امامت صلوٰۃ آپ کے سپرد کی اور سترہ ۱۷ وقت کی نمازیں اپنے سامنے آپ سے پڑھوائیں اور باوجود تمام صحابہ کی موجودگی کے یہ خدمت صدیق اکبر کے سوا کسی کے سپرد نہیں فرمائی پس نماز کے متعلق آپ کا استخلاف عملی ثابت ہو گیا اور اس کے ضمن میں اس کے تابع زکوٰۃ کے متعلق بھی استخلاف ثابت ہو گیا تو دوسرے اعمال مثل جہاد وغیرہ کے

متعلق بھی ضمناً استخلاف ثابت ہو گیا اب کون سی وجہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق نہ مانا جاوے اور کس طرح کہا جاوے کہ خلافت کی ان میں اہلیت نہ تھی اور اہلیت خلافت صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تھی اور وہی خلیفہ تھے مولانا نے اس تقریر کو نہایت وضاحت اور بسط کے ساتھ بیان فرمایا تھا اور اس قدر دلکش پیرایہ میں بیان فرمایا تھا کہ میں نے مولانا کی کوئی تقریر اس قدر دلکش نہیں سُنی مگر وہ تقریر مجھے محفوظ نہیں رہی اس لئے اس کا قریب قریب خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے اس تقریر کا اس قصہ خواں پر یہ اثر ہوا کہ وہ اسی وقت رفض سے تائب ہو کر سُنی ہو گیا۔

حاشیہ حکایت (۸۳)

قولہ فی آخر القصۃ قریب قریب خلاصہ (الخ) اقول جب مقارب اور خلاصہ اس غضب کا ہے تو عین کیسا کچھ ہوگا۔ (ش ت)

(۸۴) خان صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت بیان فرماتے ہوئے بیان فرمایا کہ اور مختلف لوگوں کی نسبت احادیث میں لفظ احب وارد ہوا ہے کہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو احب فرمایا ہے کہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ وغیرہ لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا اور یہ بات (جس میں مادہ خلت ہو) کسی اور کے لئے نہیں فرمائی جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ خاص خاص مادوں کی خاص خاص خصوصیات ہوتی ہیں مثلاً جس مادہ میں ف کی جگہ (یعنی فاء فعل کی جگہ) ش ہوگا اس کے معنے میں علو کے معنے پائے جائیں گے جیسے شرف شر شیطان وغیرہ وغیرہ اسی طرح جس مادہ میں ''ف، ع'' کی جگہ ''خ ل'' ہوں گے اُس میں علیحدگی اور یکسوئی کے معنے پائے جائیں گے جیسے خلوت خلو بیت الخلاء خلیفہ خلال وغیرہ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ محبت کا تعلق قلب سے ہے اور قلب میں بہت سے پردے ہوتے ہیں اور اس کے بیچ میں ایک خلاء ہوتا ہے

پس عام محبوبوں کی محبت تو قلب کے پردوں میں ہوتی ہے اور خلیل کی محبت اس خلاء میں جو قلب کے اندر ہوتا ہے جب یہ بھی معلوم ہوگیا تھا تو اب حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ میرے جوف قلب میں اللہ کی محبت کے سوا کسی کی محبت کی جگہ نہیں ہے اور اگر بالفرض اس جگہ کسی اور کی محبت کو جگہ ہوتی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت کو ہوتی اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کو اس درجہ محبوب تھے تو ضرور ہے کہ آپ کی محبت اور سب سے زائد ہوگی اور دوسروں کی محبت کا تعلق جوف قلب سے دور پردوں سے ہوگا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت کا تعلق اُس پردہ سے دور جوف قلب سے قریب تر ہے۔

حاشیہ حکایت (۸۴)

قولہ کسی کو خلیل بنانا۔ اقول: اگر اس پر یہ سوال ہو کہ حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ فرما کر اپنے تفضیل کی علت میں اپنے کو حبیب اللہ فرمایا ہے جس سے اس کے عکس کا شبہ ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ اس حکم کا مبنیٰ لغت نہیں بلکہ محاورہ ہے محاورات میں خلیل کا اطلاق عاشق پر بھی ہوتا ہے مگر حبیب کا صرف معشوق پر۔ (ش ت)

(۸۵) خان صاحب نے فرمایا کہ میں نے مولوی سراج احمد خورجوی اور مولوی محمد شاہ صاحب رام پوری سے سُنا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے ایک خط میں شیخین کی افضلیت پر اس آیت سے استدلال فرمایا ہے "**واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا**" اور تقریر استدلال اس طرح فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ نے صحابہ پر اپنا احسان جتاتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دُشمن تھے اس نے تمہارے دِلوں کو ملا دیا اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہوگئے اس سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ میں آپس میں عداوت نہ تھی اور وہ آپس میں بھائی بھائی تھے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ برکت تھی آپ کے وجود اور آپ کی تعلیم کی جب یہ معلوم ہوگیا تو اَب سمجھو کہ صحابہ میں یہ صفت اُخوت پورے طور پر کس وقت تک رہی سو پورے طور پر یہ صفت دو خلافتوں

تک رہی اور اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی چھ برس بھی شمار کئے جائیں تو کئے جاسکتے ہیں اور اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم میں آپس میں مخالفتیں اور جھگڑے قصے پیدا ہوگئے سو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اوّل کی ڈھائی خلافتیں اخیر کی ڈیڑھ خلافت سے افضل ہیں اور اس زمانہ کے خلیفوں کی برکت اور تعلیم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور تعلیم کا بہ نسبت اخیر کے خلیفوں کی برکت و تعلیم کے زیادہ حصہ لئے ہوئے تھی اور اس سے پہلے خلیفوں کی افضلیت بعد کے خلیفوں پر ظاہر ہے اور ثابت ہے کہ پہلے دو خلیفوں کی تعلیم اخیر کے دو خلیفوں سے زیادہ علی منہاج النبوۃ تھی۔

حاشیہ حکایت (۸۵)

قولہ فی آخر القصۃ اخیر کے دو خلیفوں سے زیادہ۔ اقول یہ تفاوت ناقص کامل کا نہیں کامل اکمل کا ہے۔ (ش ت)

(۸۶) خان صاحب نے فرمایا کہ جب شاہ صاحب کا تحفہ لکھنؤ میں پہنچا ہے تو لکھنؤ کے نواب نے جو اس وقت برسرِ حکومت تھا مجتہدین شیعہ سے درخواست کی کہ اس کا جواب لکھا جاوے مجتہدین میں سے دلدار علی خان نے جواب کا بیڑا اُٹھایا لیکن تحفہ کی زبان چونکہ بے نظیر تھی اس لئے مرزا قتیل سے درخواست کی گئی کہ اور مضامین قبلہ و کعبہ لکھیں اور آپ ان کو اپنی عبارت میں ادا کردیں تا کہ مضامین کا جواب مضامین سے اور عبارت کا جواب عبارت سے ہو جاوے مگر قتیل نے عذر کیا اور کہا کہ میں شاہ صاحب کی سی فارسی عبارت لکھنے پر قادر نہیں ہوں اور اس کی تائید میں اس نے بیان کیا کہ دلی میں ایک رنڈی سے میری آشنائی ہے اور میں نے نہایت دماغ سوزی سے اور اپنی پوری قابلیت صرف کر کے اسے ایک خط لکھا تھا وہ رنڈی خط کو دلی کے تمام لائق فائق لوگوں کے پاس لے گئی اور درخواست کی کہ اس کا جواب لکھ دیا جاوے مگر اس کے جواب کا کسی نے اقرار نہیں کیا مجبور ہو کر وہ اس خط کو شاہ صاحب کی خدمت میں لے گئی اور ظاہر کیا کہ میں تمام جگہ پھر چکی ہوں مگر کسی نے جواب کی حامی نہیں بھری اب میں مجبور ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی

ہوں حضور اس کا جواب لکھ دیں۔ شاہ صاحب نے خط سنتے ہی فی البدیہ اس کا جواب لکھوا دیا وہ خط میرے پاس چھ مہینے سے رکھا ہے اور میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کا جواب لکھوں مگر اب تک مجھ سے اس کا جواب نہیں ہو سکا اب آپ غور فرمالیں کہ میں تحفہ کی عبارت کا جواب کس طرح دے سکتا ہوں جب قتیل نے عذر کیا تو ناچار قبلہ وکعبہ نے خود ہی جواب لکھا اس جواب کو نواب صاحب نے مرزا قتیل کے سامنے پیش کیا اور پوچھا کہ بتلایئے کیسا جواب ہے مرزا قتیل نے اُس کو دیکھ کر کہا کہ اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو عرض کروں نواب صاحب نے فرمایا کہ فرمایئے مرزا قتیل نے کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ قبلہ وکعبہ سے تو اپنی کتاب کا نام بھی رکھنا نہ آیا شاہ صاحب تو تحفہ پیش کرتے ہیں اور قبلہ وکعبہ تحفہ کا جواب تلوار سے دیتے ہیں (مرزا قتیل کے اس اعتراض کا منشا یہ تھا قبلہ وکعبہ نے اپنی کتاب کا نام ذوالفقار رکھا تھا) اس کے بعد قبلہ وکعبہ نے فرمایا کہ اچھا عبارت کی نسبت کچھ فرمایئے قتیل نے کہا کہ حضور کہاں جائس کا جولاہہ اور کہاں دِلّی کی سیرھیوں کا بیٹھا ہوا شہدہ (یہ قتیل نے اس لئے کہا کہ قبلہ و کعبہ جائس کے تھے اور جائس کے جولاہے مشہور ہیں)

حاشیہ حکایت (۸۶)

قولہ فی البدیہ اُس کا جواب لکھوا دیا۔ اقول: اگر کسی کو وسوسہ ہو کہ ظاہراً فسق ہی کا علاقہ تھا تو اس کی تقویت واعانت کیسے کی جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ قاتلہ اور قتیل دونوں اس قابل نہ رہے ہوں صرف اظہار لیاقت ہی کے لئے مکاتبت ہوئی ہو تو معین پر بدگمانی کا کچھ حق نہیں۔

بگذر از ظن خطا اے بدگمان　　　ان بعض الظن اثم را بخوان

(شت)

(۸۷) خان صاحب نے فرمایا کہ یہ بات جو میں اس وقت لکھوانا چاہتا ہوں میں نے صدہا آدمیوں سے سُنی ہے اور اس کے آخر میں مولوی محمود حسن صاحب کا کچھ اضافہ ہے اس کو بھی اس کے آخر میں لکھواؤں گا اصل واقعہ یہ ہے کہ اگر عید کا چاند تیس (۳۰)

ہونے والا ہوتا تو شاہ عبدالقادر صاحب اوّل روز تراویح میں ایک سیپارہ پڑھتے اور اگر اُنتیس کا چاند ہونے والا ہوتا تو اوّل روز دو سیپارے پڑھتے چونکہ اس کا تجربہ ہو چکا تھا اس لئے شاہ عبدالعزیز صاحب اوّل روز آدمی کو بھیجتے تھے کہ دیکھ کر آؤ میاں عبدالقادر نے آج کے سیپارہ پڑھے ہیں اگر آدمی یہ آ کر کہتا کہ آج دو پڑھے ہیں تو شاہ صاحب فرماتے کہ عید کا چاند تو اُنتیس (۲۹) ہی کا ہوگا یہ بات دوسری ہے کہ ابر وغیرہ کی وجہ سے دِکھائی نہ دے اور حجت شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ہم رویت کا حکم نہ لگا سکیں اس میں مولوی محمود حسن صاحب یہ اضافہ فرماتے تھے کہ یہ بات دِلّی میں اس قدر مشہور ہوگئی تھی کہ اہل بازار اور اہل پیشہ کے کاروبار اس پر مبنی ہوگئے تھے مثلاً اگر شاہ عبدالقادر صاحب پہلے روز دو سیپارے سُناتے تو لوگ سمجھ لیتے تھے کہ اب کے عید کا چاند اُنتیس کا ہوگا اور درزی دھوبی وغیرہ اُنتیس (۲۹) رمضان تک کپڑوں کی تیاری کے لئے کوشش کرتے تھے اور اُنتیس (۲۹) کو حتی الامکان کام پورا کر دیتے تھے اور اگر اوّل روز ایک سیپارہ سناتے تو سمجھ لیتے کہ چاند تیس (۳۰) کا ہوگا اور تیس تاریخ تک تیاری کا اہتمام کرتے۔

حاشیہ حکایت (۸۷)

قولہ حجت شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ہم رویت کا حکم نہ لگا سکیں۔ اقول: اس سے معلوم ہوا کہ کسی کشف کا واقعیت سے کبھی مختلف نہ ہونا بھی کاملین کے نزدیک شرع کے مقابلہ میں حجت نہیں۔ (شت)

(۸۸) خان صاحب نے فرمایا کہ یہ بات بھی میں نے صد ہا لوگوں سے سُنی ہے اور اپنے سب بزرگوں سے بھی سُنی ہے اور مولوی فیض الحسن صاحب سہارن پوری اور مولوی ماجد علی صاحب اور مولوی احمد علی خیر آبادی سے بھی سُنی ہے کہ مولوی فضل حق صاحب اور مفتی صدر الدین صاحب جس روز خود کتاب لے کر جاتے اس روز شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ سبق پڑھاتے تھے اور جس روز کتاب خدمت گار کے ہاتھ لوا کر لاتے اُس روز سبق نہ پڑھاتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۸۸)

قولہ جس روز کتاب خدمت گار کے ہاتھ الخ۔ اقول دو کمال پر دلالت ہوئی ایک کمال کشف کیونکہ خدمت گار کو اُستاد کے سامنے تک تھوڑا ہی آنے دیتے تھے دوسرا کمال تربیت کہ ذمیمۂ کبر کا کیسا لطیف علاج فرماتے تھے۔ جو قولی سے انفع ہے۔ (شت)

(۸۹) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی فیض الحسن صاحب فرماتے تھے کہ میرے اُستاد مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی بیان فرماتے تھے میں حضرت مجدد صاحب کے سلسلہ کا زیادہ معتقد نہ تھا لیکن جب سے میں نے شاہ عبدالقادر صاحب کو اور فلاں بزرگ کو دیکھا ہے اُس وقت سے میں اس سلسلہ کا بہت معتقد ہو گیا کیونکہ اگر وہ سلسلہ فی الحقیقت ناقص ہوتا تو ایسے لوگ اس سلسلہ میں داخل نہ ہوتے (خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی فیض الحسن صاحب نے ان دوسرے بزرگ کا نام بھی لیا تھا مگر مجھے وہ نام یاد نہیں رہا) مولوی فیض الحسن صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ شاہ عبدالقادر صاحب سے کرامات کا اس زور وشور سے صدور ہوتا تھا جیسے خزاں کے زمانہ میں پت جھڑ ہو یا بارش کے وقت بوندیں گرتی ہوں۔

حاشیہ حکایت (۸۹)

قولہ داخل نہ ہوتے۔ اقول: مطلب یہ ہے کہ اس داخل ہونے کا استمرار نہ ہوتا یعنی اگر غلطی سے داخل ہو جائے تو داخل رہتے نہیں۔ (شت)

(۹۰) خان صاحب نے فرمایا کہ یہ بات میں نے صدہا سے سُنی ہے مگر خاص یہ بات میں نے مولانا نانوتوی رحمہ اللہ سے سُنی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ اِس خاندان کے دو غبی ہیں۔ ایک شاہ عبدالقادر صاحب اور ایک مولانا اسحٰق صاحب مولوی فضل حق صاحب اور مفتی صدر الدین صاحب یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس خاندان کے لوگ علوم دینیہ جیسے حدیث تفسیر فقہ وغیرہ خوب جانتے ہیں مگر معقولات نہیں جانتے چنانچہ ایک روز جس وقت پڑھنے جا رہے تھے ابھی وہ شاہ صاحب تک پہنچے بھی نہ تھے کہ شاہ

صاحب نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ ایک بوریا مسجد سے باہر ڈال دو اور ایک مسجد کے اندر اور جب فضل حق اور صدر الدین آئیں تو اُن کو وہیں بٹھلا دو۔ بوریے حسب الحکم بچھا دیئے گئے اور جب وہ دونوں آ گئے تو اُن کو وہیں بٹھلا دیا گیا جب ان کے آنے کی شاہ صاحب کو اطلاع ہوئی تو شاہ صاحب تشریف لائے اور آ کر اپنے بوریے پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میاں فضل حق اور میاں صدر الدین آج سبق پڑھانے کو تو جی نہیں چاہتا یوں جی چاہتا ہے کہ کچھ معقولیوں کی خرافات میں گفتگو ہو اُنہوں نے فرمایا کہ حضرت جیسے حضرت کی خوشی ہو اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ متکلمین کا کون سا مسئلہ ایسا ہے جو فلاسفہ کے مقابلہ میں بہت ہی کمزور ہو۔

اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت متکلمین کے تو اکثر مسائل کمزور ہی ہیں مگر فلاں مسئلہ تو بہت ہی کمزور ہے اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا تم فلاسفہ کا مسئلہ لو اور ہم متکلمین کا اور گفتگو کریں انہوں نے عرض کیا کہ بہت اچھا۔ اس پر گفتگو ہوئی اور شاہ صاحب نے دونوں کو عاجز کر دیا اس کے بعد فرمایا کہ اچھا اب یہ بتلاؤ فلاسفہ کا کون سا مسئلہ سب سے کمزور ہے اس پر اُنہوں نے عرض کیا کہ فلاں مسئلہ بہت کمزور ہے۔

اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا اب تم متکلمین کا پہلو لو اور ہم فلاسفہ کا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور شاہ صاحب نے اب بھی ان کو چلنے نہیں دیا جب ہر طرح ان کو مغلوب کر دیا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں فضل حق اور میاں صدر الدین تم یہ نہ سمجھو کہ ہم کو معقول نہیں آتی بلکہ ہم نے ان کو ناقص اور واہیات سمجھ کر چھوڑ دیا ہے مگر انہوں نے ہمیں اب تک نہیں چھوڑا وہ اب تک ہماری قدم بوسی کئے جاتے ہیں یہ قصہ بیان فرما کر خان صاحب نے فرمایا کہ میں نے اپنے بزرگوں سے تو یوں سُنا ہے کہ یہ گفتگو مولوی فضل حق صاحب اور مفتی صدر الدین صاحب دونوں سے ہوئی تھی مگر مولوی احمد علی خیر آبادی اور مولوی ماجد علی یہ فرماتے تھے کہ اس گفتگو میں صرف مفتی صاحب تھے اور مولوی فضل حق صاحب سے گفتگو نہ ہوئی تھی۔

حاشیہ حکایت (۹۰)

قولہ ایک بوریا مسجد سے باہر الخ۔ اقول کتنا دقیق تقویٰ ہے کہ دونوں بوریے معقولات ہی کی گفتگو کے لئے بچھائے گئے تھے مگر مدعیان معقول کی نیت تقویت معقول کی تھی ان کا فعل طاعت نہ تھا اُس کے لئے مسجد میں بیٹھنا جائز نہیں رکھا گیا اور حضرت شاہ صاحب کی نیت تزییف معقول کی تھی یہ فعل طاعت تھا اس کے لئے مسجد میں بیٹھنا جائز رکھا گیا۔ (شت)

(۹۱) خان صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولوی عبدالجلیل صاحب علی گڑھی کے صاحبزادے مولوی اسمٰعیل صاحب نے بیان فرمایا کہ میرے والد مولوی عبدالجلیل صاحب اپنے زمانہ طالب علمی میں شاہ اسحٰق صاحب کی مسجد میں رہتے تھے اور اس زمانہ میں فتح پوری کی مسجد میں ایک عالم رہتے تھے جن کا نام آخون شیر محمد تھا میرے والد ان سے تعلیم حاصل کرتے تھے اتفاق سے ایک روز شمس بازغہ کی ایک عبارت کا مطلب ان کی سمجھ میں نہ آیا اور وہ جس مسجد میں رہتے تھے اسی مسجد میں ایک مقام پر بیٹھے ہوئے اس عبارت میں غور کر رہے تھے اتفاق سے شاہ اسحٰق صاحب بھی اسی وقت مسجد میں ٹہل رہے تھے شاہ صاحب نے ان کے پاس آ کر دریافت کیا کہ میاں صاحبزادے بڑے مصروف ہو کون سی کتاب دیکھ رہے ہو والد صاحب نے اس پر کچھ التفات نہیں کیا اور ہوں ہاں کر کے ٹال دیا شاہ صاحب نے دوسری مرتبہ پھر پوچھا کہ میاں صاحبزادے ہمیں تو بتاؤ کون سی کتاب دیکھ رہے ہو والد صاحب نے پھر ٹال دیا شاہ صاحب پھر چلے گئے تیسری مرتبہ شاہ صاحب پھر ٹہلتے ہوئے آئے اور آ کر والد صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور ذرا اِصرار سے پوچھا کہ میاں آخر بتاؤ تو سہی یہ کیا کتاب ہے اور تم اس میں اتنے مصروف کیوں ہو جب والد صاحب نے مجبور ہو کر کہا کہ یہ کتاب شمس بازغہ ہے مَیں ایک مقام میں اُلجھا ہوا ہوں اسے سوچ رہا ہوا اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ کون سا مقام ہے انہوں نے اس کا جواب بھی لاپرو،

سے ویا۔ جب کئی مرتبہ شاہ صاحب نے اصرار کیا تب انہوں نے ان کو وہ مقام دکھلایا
(وجہ اس کے ان بے التفاتیوں کی یہ تھی کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ شاہ صاحب اور ان کے
خاندان کے لوگ معقول نہیں جانتے) شاہ صاحب نے اس مقام کو ملاحظہ فرما کر فرمایا
کہ تمہارے اُستاد نے یہ مطلب بتلایا ہوگا اور تم یہ کہتے ہوگے انہوں نے اقرار کیا اس
پر شاہ صاحب نے اس کا صحیح مطلب بتلایا اور عبارت پر اس کو منطبق فرما دیا۔

حاشیہ حکایت (۹۱)

قولہ ٹہل رہے تھے۔ اقول احیاناً اس کا مضائقہ نہیں بشرطیکہ خاص اسی غرض سے مسجد میں داخل نہ ہوا ہو اور عادت کرنا یا اسی قصد سے داخل ہونا مکروہ ہے جیسے دوسرے مباحات جن کے لئے مسجد موضوع نہیں۔ (ش ت)

(۹۲) خان صاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنی حیات میں اپنی کل جائیداد حصص شرعیہ کے موافق اپنی صاحبزادی اور اپنے بھائیوں کے نام کر دی تھی اور چونکہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے آپ کو بہت محبت تھی اور آپ نے ان کو متبنیٰ بھی بنایا تھا اس لئے آپ نے بیٹی اور بھائیوں کی اجازت سے کچھ حصہ ان کے نام بھی کر دیا تھا اور خود بالکل متوکل ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ اور یہ بھی عادت تھی کہ کسی کا ہدیہ نہ لیتے تھے شاہ عبدالعزیز صاحب کو ان سے محبت تھی اس لئے شاہ صاحب دونوں وقت نہایت اہتمام کے ساتھ ان کے لئے کھانا بھجوایا کرتے تھے اور جب کپڑوں کی ضرورت ہوتی تو کپڑے بھی شاہ صاحب ہی بنا دیا کرتے تھے اتفاق سے ایک روز ایک بھنگ فروش عورت آئی اور اُس نے آ کر نہایت سماجت سے عرض کیا کہ حضرت میں مجبور ہوگئی ہوں اور میری دکان نہیں چلتی آپ نے اس کو ایک تعویذ لکھ دیا اور فرمایا کہ اس کو بھنگ گھوٹنے کے لوٹے پر باندھ دینا اور فرمایا کہ جب تیری دُکان چل جائے تو مجھے یہ تعویذ واپس دے جانا چونکہ آپ کی خدمت میں بڑے بڑے لوگ جیسے شاہ اسحٰق صاحب مولوی عبدالحیٔ صاحب وغیرہم بیٹھے تھے اس لئے ان کو شاہ صاحب کے اس فعل سے بہت خلجان ہوا کہ شاہ صاحب اور

بھنگ کی بکری کا تعویذ۔ مگر اس کو دل ہی میں رکھا اور ظاہر نہیں کیا چند روز کے بعد عورت دو بھنگیاں مٹھائی کی لائی اور وہ تعویذ بھی لائی آپ نے خلاف معمول (کہ ہدیہ نہ لیتے تھے) بھنگیاں قبول فرمالیں اَب تو ان حضرات کا خلجان اور ترقی کر گیا جب وہ عورت چلی گئی تو آپ نے وہ تعویذ ان لوگوں کو دیا اور فرمایا کہ اسے پڑھ لو اس میں کیا لکھا ہے انہوں نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ دہلی کے بھنگ پینے والو تمہارا بھنگ پینا مقدر ہو چکا ہے تم اور جگہ نہ پیا کرو اسی کی دُکان پر پی لیا کرو اور اسی روز آپ نے حکم دیا کہ چار بورے مسجد سے باہر بچھا دیئے جائیں اور ایک مسجد کے اندر بچھا دیا جاوے خدام نے اس حکم کی تعمیل کر دی تھوڑی دیر میں چار جوگی آئے شاہ صاحب نے ان کو چاروں بوریوں پر بٹھایا اور خود مسجد کے اندر ڈالے ہوئے بورے پر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر باتیں کر کے ان کو رخصت کر دیا اور چاروں چھبڑے مٹھائیوں کے ان کے ساتھ کر دیئے اور جن لوگوں کو شبہ ہوا تھا ان کو سُناتے ہوئے فرمایا مالِ حرام بود بجائے حرام رفت۔ خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولوی عبد القیوم صاحب سے سُنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۹۲)

قولہ متبنی بھی بنا دیا تھا۔ اقول اور متبنی کی جو نفی آئی ہے وہ وہ ہے جس میں احکام ابناء کے جاری کیے جاویں مثل میراث وغیرہ۔ قولہ اجازت سے اقول یہ اجازت لینا تبرع تھا ورنہ بوقت مصلحت مالک کو اس کی اجازت ہے۔ قولہ متوکل ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ اقول ترک اسباب ظنیہ اقویاء کو جائز ہے اور کسی مصلحت سے اس کو ترجیح دینا بھی خلاف طریق نہیں قولہ ہدیہ نہ لیتے تھے۔ اقول حاجت نہ ہونے کے وقت بمصلحت اس طور سے عذر کر دینا کہ مہدی کی دل شکنی نہ ہو نیز خلاف طریق نہیں اور عدم حاجت بڑے شاہ صاحب کے کفالت کے سبب تھی اور مصلحت کا علم خود صاحب معاملہ کو ہونا کافی ہے۔ قولہ ایک تعویذ لکھ دیا۔ اقول اس تعویذ کی حقیقت تو آگے مذکور ہے جس سے معلوم ہوگا کہ وہ کوئی تعویذ ہی نہ تھا جس کے اثر سے بکری ہوتی ہو تو اعانت علی المعصیۃ کا شبہ تو

متوجہ ہو ہی نہیں سکتا باقی یہ شبہ کہ اس کو نہی عن المنکر کیوں نہیں کیا اس طرح مدفوع ہے کہ توقع قبول کی نہ ہوگی رہا یہ کہ اگر نہی نہیں فرمائی تو کم از کم تقریر تو نہ فرماتے جس سے شبہ موافقت وعدم نکیر کا ہوتا ہے جواب یہ ہے ممکن ہے کہ انکشاف قدر سے مغلوب ہو گئے ہوں اور مغلوب معذور ہوتا ہے اور یہی انکشاف بدرجہ غلبہ سبب ہوا ہو قبول ہدیہ کا۔ باقی قبول کے بعد اس کا مصرف اہل حاجت ہونا یہ تو قواعد شرعیہ ہی کا مقتضا ہے باقی اس مصرف کا کافی ہونا یہ مزید رعایت ہے مال کے خبث کی۔ قولہ چار بورے مسجد سے باہر (الخ)۔ اقول یہ ضرور نہیں کہ یہ بورے مسجد کے ہوں کیونکہ ان کا استعمال غیر مصالح مسجد میں ناجائز ہے خود شاہ صاحب کے ہوں گے۔ (شت)

(۹۳) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب نے بیان فرمایا کہ شاہ عبدالقادر صاحب کا معمول تھا کہ کسی کی تعظیم نہ دیتے تھے مگر سید کی تعظیم دیتے تھے خواہ سُنی ہو یا شیعہ ایک رئیس تھا شیعی اس کے یہاں شاہ عبدالقادر صاحب کی اس عادت کا تذکرہ ہوا جن لوگوں نے ذکر کیا وہ سُنی تھے اس پر وہ رئیس بولا کہ میں شاہ صاحب کی خدمت میں چلتا ہوں اگر انہوں نے میری تعظیم دے دی تو میں سُنی ہو جاؤں گا اور اس سے میرے سید ہونے کی بھی تصدیق ہو جائے گی اور یہ کہہ کر وہ شاہ صاحب کی خدمت میں روانہ ہو گیا اور جو لوگ اس وقت اس کے یہاں موجود تھے وہ بھی اس کے ساتھ ہو لئے اس رئیس نے سب سے کہہ دیا کہ سب لوگ میرے ساتھ چلیں کوئی شخص مجھ سے آگے نہ جاوے جب وہ شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچا تو حسب عادت شاہ صاحب نے اس کی تعظیم دی اس نے کہا کہ حضرت آپ نے میری تعظیم کیوں دی آپ نے فرمایا کہ تمہارے سید ہونے کی وجہ سے اُس نے کہا کہ میں تو شیعی ہوں آپ نے فرمایا کیا مضائقہ ہے اس پر اس نے کہا کہ آپ شیعوں کی بھی تعظیم دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ سید اگر شیعی بھی ہوتا ہے تو اس کی تعظیم دیتا ہوں اس نے کہا اس کی کیا وجہ آپ نے فرمایا قرآن شریف اگر کاتب کی غلطی سے غلط لکھا جاوے تو اس

کو قرآن کہیں گے گو یہ بھی کہیں گے کہ غلط ہے اس پر وہ سُنی ہو گیا اور جتنے اس کے ساتھ شیعہ تھے وہ بھی سُنی ہو گئے اور جب اس کی خبر اور شیعوں کو ہوئی تو اور بھی چند شیعہ سُنی ہو گئے اور اس رئیس نے بہت دھوم کے ساتھ مٹھائی بانٹی۔

حاشیہ حکایت (۹۳)

قولہ سید اگر شیعی بھی ہوتا ہے۔ اقول توقیر مبتدع کے لزوم کا عذر یہ ہے کہ یہ توقیر من حیث البدعت نہ تھی کسی دوسرے مقتضی سے تو کافر کا اکرام بھی وارد ہے۔ (شت)

(۹۴) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب نے فرمایا کہ ایک اور قصہ سُناتا ہوں اکبری مسجد جس میں شاہ عبدالقادر صاحب رہتے تھے اس کے دونوں طرف بازار تھا اور اس مسجد میں دونوں طرف حجرے اور سہ دریاں تھیں ان میں سے ایک سہ دری میں شاہ عبدالقادر صاحب رہتے تھے اور اپنے حجرے سے باہر سہ دری میں ایک پتھر سے کمر لگا کر بیٹھا کرتے تھے بازار کے آنے جانے والے آپ کو سلام کیا کرتے تھے سو اگر سُنی سلام کرتا تو آپ سیدھے ہاتھ سے جواب دیتے تھے اور اگر شیعی سلام کرتا تو اُلٹے ہاتھ سے جواب دیتے تھے یہ بیان کر کے مولوی عبدالقیوم صاحب نے یہ فرمایا ''میں کیا کہہ دوں **المؤمن ینظر بنور اللّٰہ**''۔

حاشیہ حکایت (۹۴)

قولہ سیدھے ہاتھ سے الیٰ قولہ اُلٹے ہاتھ سے۔ اقول اس تفاوت کی بناء کرامت ہونا تو ظاہر ہے باقی کرامت میں جو دوام نہ ہونا مقرر ہے سو مراد دوام اختیاری کی نفی ہے اور ہاتھ سے سلام کے منہی عنہ کا اگر شبہ ہو تو وہ غیر ضرورت میں ہے اور یہاں ضرورت ہوگی مثلاً سلام کرنے والا دور ہوتا ہوگا کہ جواب سُنانے میں تکلف ہوتا ہوگا ایسی حالت میں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اشارہ بالید ثابت ہے اور یا نہی کا محمل اکتفا بالاشارہ ہے اور جمع میں اجازت ہو۔ (شت)

(۹۵) خان صاحب نے فرمایا کہ میانجی محمدی صاحب حکیم خادم علی صاحب

اور مولوی عبدالقیوم صاحب اور شاہ عبدالرحیم صاحب وغیرہم بیان فرماتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے شاہ عبدالقادر صاحب سے فرمایا کہ میاں عبدالقادر اسحٰق کی طرف بھی توجہ کرو نہ۔ اس کا جواب شاہ عبدالقادر صاحب نے یہ دیا کہ حضرت اسحٰق کو ضرورت نہیں ہے وہ بلا ذکر و شغل اور ریاضت ہی کے اُن لوگوں سے بڑھا ہوا ہے جو باقاعدہ سلوک طے کرتے ہیں غرض شاہ صاحب نے چند مرتبہ فرمایا مگر شاہ عبدالقادر صاحب نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا۔

حاشیہ حکایت (۹۵)

قولہ اسحٰق کو ضرورت نہیں ہے۔ اقول اس جواب کی حقیقت وہی ہے جو محققین فرماتے ہیں کہ مقصود اصلی نسبت احسان ہے خواہ اعمال شرعی سے حاصل ہو جاوے خواہ اشغال صوفیہ سے رہا یہ کہ پھر بڑے شاہ صاحب نے توجہ کا کیوں مشورہ دیا سو یا تو حضرت شاہ صاحب کو کمال نسبت احسان کی اِطلاع نہ ہوگی یا اس کی تقویت دوسرے طریق سے بھی تجویز فرمائی ہوگی۔ (شت)

(۹۶) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب اور ان کے علاوہ اور بہت سے حضرات نے بیان فرمایا کہ شاہ عبدالقادر صاحب جس پتھر سے کمر لگا کر بیٹھتے تھے اس میں نشان ہو گیا تھا اور آپ کی مجلس کا یہ رنگ ہوتا تھا کہ بالکل خاموشی طاری ہوتی تھی اور مجلس میں کوئی شخص بات نہ کرتا تھا اگر شاہ صاحب کو کچھ فرمانا ہوتا تھا تو فرما دیتے تھے ایک مرتبہ آپ پتھر سے آگے کی طرف کو جھکے لوگوں نے سمجھا کہ کچھ فرمانا چاہتے ہیں لوگ سننے کے لئے متوجہ ہو گئے آپ نے یہ آیت پڑھی ''اذ یغشی السدرۃ ما یغشی'' اور فرمایا کہ کسی چیز نے ڈھانک لیا تھا سدرہ کو۔ اور یہ فرما کر آپ پر گریہ طاری ہوا اور پیچھے کو ہٹ گئے تھوڑی دیر تک روتے رہے جب رونا ختم ہوا تو تھوڑی دیر کے بعد مولوی عبدالحیٔ صاحب نے فرمایا کہ حضرت کچھ بیان فرمانا چاہتے تھے مگر وہ بات یوں ہی رہ گئی ہے آپ نے فرمایا کہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا جس بات کو اللہ

تعالیٰ نے مجمل رکھا ہو عبدالقادر کی کیا مجال ہے کہ اس کی تفصیل کر سکے اس قصہ کو بیان فرما کر مولوی عبدالقیوم صاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالقادر کا مذہب یہ تھا'' اجملوا مااجمله الله و رسوله ''اور جن باتوں کی قرآن وحدیث میں تفصیل نہیں بتلائی گئی شاہ صاحب بھی ان کی تفصیل نہ فرماتے تھے اور ان کو مجمل ہی رکھتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۹۶)

قولہ مذہب یہ تھا اجملوا۔ اقول یہی ارشاد ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ''ابهموا اما ابهمه الله تعالیٰ'' مگر یہ علوم محضہ میں ہے اور جن علوم کا تعلق اعمال سے ہے اُن میں تفصیل وتفسیر کا ضروری ہونا تمام علماء کا مجمع علیہ ہے۔ (شت)

(۹۷) خان صاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے پہلے خادم میاں کریم اللہ تھے جب میاں کریم اللہ کا انتقال ہو گیا تو ان کے بجائے اُن کے بیٹے میاں ''عیدو شاہ'' شاہ صاحب کی خدمت کرنے لگے یہ میاں عیدو فرماتے تھے کہ جو شخص شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ میں جامع مسجد (دہلی) کے امام تھے وہ بیان فرماتے تھے کہ ایک بخاری بزرگ جامع مسجد میں آکر ٹھہرے اور کئی روز تک ٹھہرے رہے یہ صاحب اس قدر نیک تھے کہ اُن کا مستحب تک ترک نہ ہوتا تھا۔ اشراق چاشت صلوٰۃ الاوابین تک پر مداومت کرتے تھے میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کس غرض سے تشریف لائے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں یہاں کے بزرگوں سے ملنے آیا ہوں مگر نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ یہاں کون کون بزرگ ہیں اور نہ یہ کہ وہ کہاں کہاں رہتے ہیں اور نہ میری کسی سے شناسائی ہے کہ وہ رہبری کرے میں نے کہا کہ یہاں کے بزرگوں سے میں آپ کو ملاؤں گا مگر اتنی درخواست ہے کہ آپ عارف ہیں جن جن بزرگوں کی جو جو کیفیت جناب کو معلوم ہو اس کو مجھ سے بیان فرما دیا جاوے انہوں نے اس کو منظور فرمایا میں اوّل ان کو شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں لے گیا شاہ غلام علی صاحب بہت مدارات سے پیش آئے اور یہ بزرگ ان کی خدمت میں دیر تک رہے

جب وہاں سے رخصت ہوئے تو میں نے دریافت کیا کہ حضرت فرمایئے کیا کیفیت ہے آپ نے فرمایا کہ کچھ نہ پوچھو بہت بڑا شخص ہے میں کوئی ولایت نہیں دیکھتا جس میں اس کے طریقت کی نہریں نہ بہتی ہوں اس کے بعد میں ان کو شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں لے گیا وہاں بھی بہت دیر تک بیٹھے جب وہاں سے رخصت ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ ان کی کیفیت بیان فرمایئے انہوں نے فرمایا اللہ اکبر یہ تو شاہ غلام علی صاحب سے شریعت میں بھی بڑھے ہوئے ہیں اور طریقت میں بھی ان کی شریعت کی نہریں میں تمام عالم میں دیکھتا ہوں اور اُن کو اللہ تعالیٰ ایک زمانہ تک قائم رکھے گا اس کے بعد میں ان کو شاہ عبدالقادر صاحب کی خدمت میں لے گیا وہاں بہت ہیبت زدہ بیٹھے اور تھوڑی دیر بیٹھے وہاں سے واپسی میں مَیں نے ان کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ ان کی حالت میں کچھ نہیں بیان کرسکتا کیونکہ جب میں نے اکبری مسجد کی سیڑھیوں پر قدم رکھا ہے تو جو کچھ میرے پاس تھا سب سلب ہوگیا اور میں کورارہ گیا اور جب واپس ہوکر سیڑھیوں پر آیا تو پھر مجھے مل گیا۔

حاشیہ حکایت (۹۷)

قولہ سب سلب ہوگیا۔ اقول یہ مغلوبیت ہوتی ہے بشکل مسلوبیت جیسے نور کواکب نور شمس سے کالعدم ہوجاتا ہے۔ (ش ت)

(۹۸) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب مولوی محمود پھیلتی مولوی اعلم علی صاحب فرماتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ میں کسی شخص پر جن آیا اس کے قرابت دار اس کو شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ غلام علی صاحب اور دوسرے بزرگوں کے پاس لے گئے اور سب نے جھاڑ پھونک گنڈے تعویذ کیے مگر کچھ افاقہ نہ ہوا اِتفاق سے شاہ عبدالقادر صاحب اس وقت دہلی میں تشریف نہ رکھتے تھے جب شاہ صاحب تشریف لائے تو ان کی طرف بھی رجوع کیا شاہ صاحب نے جھاڑ دیا وہ اسی روز اچھا ہوگیا جب شاہ عبدالعزیز صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی تو

آپ نے شاہ صاحب سے پوچھا میاں عبدالقادر تم نے کون سا عمل کیا تھا انہوں نے فرمایا کہ حضرت میں نے تو صرف الحمد پڑھ دی تھی اس پر شاہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ کسی خاص ترکیب سے پڑھی تھی انہوں نے فرمایا کہ ترکیب کوئی نہیں فقط یا جبار کی شان میں پڑھ دی تھی۔ اھ۔ (میں نے خان صاحب سے اس جملہ کا مطلب پوچھا انہوں نے فرمایا کہ مطلب میں بھی نہیں سمجھا راویوں نے یہ ہی الفاظ فرمائے تھے)

حاشیہ حکایت (۹۸)

قولہ مطلب میں بھی نہیں سمجھا۔ اقول احقر کے ذہن میں جو بے تکلف مطلب آیا اس کو بسبیل احتمال عرض کرتا ہوں کہ کاملین میں ایک درجہ ہے ابوالوقت کہ وہ جس وقت جس تجلی کو چاہیں اپنے اُوپر وارد کرلیں کذا سمعت مرشدی رحمہ اللہ۔ پس عجب نہیں کہ حضرت شاہ صاحب نے اس وقت اپنے پر جبار کی تجلی کو وارد کیا ہو اور اس کی مظہریت کی حیثیت سے اس کو توجہ سے دفع فرما دیا ہو۔ (ش ت)

(۹۹) خان صاحب نے فرمایا کہ قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی اور مولوی عبدالقیوم صاحب نے فرمایا کہ شاہ اسحٰق صاحب کے زمانہ میں دِلّی میں ایک عرب عالم تشریف لائے۔ ایک امیر نے ان سے مولود پڑھنے کی درخواست کی انہوں نے منظور فرمالیا اُس کے بعد وہ امیر شاہ اسحٰق صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور آ کر عرض کیا کہ میرے یہاں میلاد ہے حضور بھی تشریف لائیں اگر حضور تشریف لائیں گے تو میں ان عالم مولود خوان کو سات سو روپیہ دوں گا ورنہ کچھ نہ دوں گا جب مولود کا وقت ہوا شاہ اسحٰق صاحب اس محفل میں شریک ہوئے محفل سادہ تھی روشنی وغیرہ حد اسراف تک نہ تھی اور قیام بھی نہیں کیا گیا تھا ذکر میلاد منبر پر پڑھا گیا تھا اس کے بعد جب شاہ صاحب حج کو تشریف لے جاتے ہوئے بمبئی پہنچے ہیں تو وہاں ان کے ایک شاگرد نے جس کا نام غالباً عبدالرحمٰن تھا ذکر میلاد کروایا اور اس نے بھی شاہ صاحب کو شرکت کی دعوت دی شاہ صاحب اس میں بھی شریک ہوئے اس محفل کا رنگ بھی اس

امیر کی محفل کے قریب قریب تھا اور یہاں بھی نہ قیام ہوا تھا اور نہ روشنی وغیرہ زیادہ تھی جب جلسہ ختم ہوا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن تم نے تو بدعت کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا (یہ قصہ بیان فرما کر خان صاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ قصہ صرف اتنا ہی سُنا ہے نہ کسی نے یہ بیان کیا کہ شاہ صاحب کیوں شریک ہوئے اور نہ یہ کہ ایک جگہ نکیر فرمایا اور دوسری جگہ خاموش رہے اس کا کیا سبب ہے)۔

حاشیہ حکایت (۹۹)

قولہ فی آخر القصۃ نہ کسی نے یہ بیان کیا (الخ)۔ اقول احقر یہ سمجھا کہ محفل تو اس رنگ سے فی نفسہٖ بدعت نہ تھی مگر ایسی ہی محفل کا اگر رواج ہو جاوے تو شدہ شدہ مفضی الی البدعۃ ہو سکتی ہے تو شاگرد کی اس محفل میں تو کوئی ضرورت نہ تھی اس لئے اس افضاء پر نظر فرما کر نکیر فرمایا اور شرکت اباحۃ پر نظر کر کے فرمالی خاص کر جب شرکت میں یہ مصلحت بھی ہو کہ نکیر کا اثر زیادہ ہوگا ورنہ عدم شرکت میں عدم مشاہدہ کے وسوسہ سے اثر کم ہوتا اور امیر کی محفل میں ضرورت تھی ان مسافر صاحب کی اعانت ہو جانے کی اس لئے نکیر نہیں فرمایا صرف اباحۃ پر نظر فرمائی واللہ اعلم (شت)

(۱۰۰) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد حسن مراد آبادی کے والد مولوی احمد حسن شاہ عبدالغنی صاحب کے حدیث میں شاگرد تھے مگر اعمال وغیرہ میں بدعات کا رنگ تھا۔ قوالی سنتے تھے عُرسوں وغیرہ میں بھی شریک ہوتے تھے اس وجہ سے شاہ عبدالغنی صاحب نے ان کو حدیث کی سند بھی نہ دی تھی اسی زمانہ میں خورجہ میں ایک شخص یعقوب خان نام تھے یہ شخص فارسی میں نہایت قابل اور اُردو کے بہت اچھے شاعر تھے میر کے رنگ میں شعر کہتے تھے مگر ان کا دیوان مرتب نہیں ہوا یہ کہا کرتے تھے کہ وادی پُر خار میں یا میر گیا ہے یا میں اور میر کا یہ شعر پڑھتے تھے ؎

ماجرا برہنہ پائی کا ہمارے مجنون خار سے پوچھ کہ سب نوک زبان ہے اسکو

اور اپنے یہ شعر پڑھتے تھے ؎

ہل کے خاروں سے دشت غربت میں   آبلے پھوٹ پھوٹ کر روئے
ہم نے چاہا کہ اٹھیں دشت جنون سے یعقوب   آبلے پاؤں پڑے خار نے دامن پکڑا
فرہاد نہ پوچھ سختی ہجر   دن آج پہاڑ سا کٹا ہے

یہ یعقوب خان خاندان عزیزی کے عقائد پر تھے اور مراد آباد میں داروغہ تھے ایک روز یہ اپنے دروازہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں مولوی احمد حسن صاحب قوالی میں سے تشریف لائے انہوں نے دریافت کیا کہ مولوی صاحب کہاں سے آ رہے ہو فرمایا کہ کیا بتاؤں کہاں سے آ رہا ہوں۔ جھک مار کے آ رہا ہوں گوہ کھا کے آ رہا ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۰۰)

قولہ کیا بتاؤں۔ اقول اس کی وجہ حکایت آئندہ میں آتی ہے۔

(۱۰۱) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد نور صاحب مراد آبادی فرماتے تھے کہ جب مولوی احمد حسن صاحب کا انتقال ہونے لگا تو اس وقت میں بھی موجود تھا اور کمر وغیرہ دبا رہا تھا انہوں نے فرمایا کہ تم لوگ گواہ رہنا کہ مَیں تمام بدعات سے جن میں مَیں مصروف تھا توبہ کرتا ہوں اور عقائد میرے پہلے بھی بُرے نہ تھے ہاں افعال نفس کی شرارت سے ضرور خراب تھے سو میں اب ان سے بھی توبہ کرتا ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۰۱)

قولہ عقائد میرے پہلے بھی بُرے نہ تھے۔ اقول یہی ہے وہ مضمون جس کا حوالہ حکایت بالا کے حاشیہ میں دیا گیا ہے۔ (شت)

(۱۰۲) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی ذوالفقار علی صاحب بیان فرماتے تھے کہ مولوی رستم علی بریلی کے رہنے والے اور بہت پہلوان تھے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید کے بہت گہرے دوست تھے۔ اتفاق سے مولانا اسمٰعیل صاحب اور مولوی رستم علی صاحب چاندنی چوک میں کو جا رہے تھے کہ ایک پہلوان نے مولانا کو گالیاں دینی شروع کیں اس پر مولوی رستم علی صاحب کو غصہ آیا۔ اور وہ تلوار نکال کر

اس کے مارنے کو دوڑے۔ مولانا نے جھپٹ کر مولوی رستم علی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور فرمایا کہ میاں رستم علی کیا کرتے ہو وہ گالیاں بے جا نہیں دیتا بلکہ وہ ٹھیک کہتا ہے کیونکہ وہ یہی تو کہتا ہے کہ یہ بڑا بددین ہے جو نئی نئی باتیں نکالتا ہے سو اس میں وہ کیا بے جا کہتا ہے میری باتیں اس کے لئے تو واقعی نئی ہیں۔ علماء نے یہ باتیں ان بے چاروں کو کہاں سنائی ہیں۔ پھر اس کو نئی کیوں نہ معلوم ہوں اور وہ گالیاں کیوں نہ دے۔ اس کا اس پہلوان پر بہت اثر ہوا اور اس روز سے مولانا کا دوست ہو گیا۔

حاشیہ حکایت (۱۰۲)

قولہ۔ وہ ٹھیک کہتا ہے۔ اقول: آپ نے کبرے کے صدق پر نظر فرمائی جو دینی مسئلہ ہے کہ جو نئی بات نکالے بددین ہے اور صغرے ایک واقعہ ہے خود اُن کی ذات کے متعلق اُس میں کوئی دین کا ضرر نہیں اِس لئے اُس پر نظر نہیں فرمائی رہا یہ کہ یہاں ایک صغریٰ اور بھی ہے کہ فلاں عمل (جو کہ واقع میں سنت ہے) نئی بات ہے اور یہ تغیر ہے شرع کی سو یہ ایک فرعی غلطی ہے جو کہ اعمال میں سے ہے اُصولی غلطی تو نہیں جو کہ عقائد میں سے ہے مثلاً یہ سمجھنا کہ جو نئی بات دین میں ہو وہ اچھی ہے اور فرعی غلطی سہل ہے اور اُس کی اصلاح بھی قریب ہے۔ (شت)

(۱۰۳) خان صاحب نے فرمایا کہ میں اپنے بچپن کے زمانہ میں نواب مصطفےٰ خان کے مکان پر اپنے پھوپھا کے ساتھ موجود تھا اور وہاں مفتی صدر الدین خان اور مرزا غالب بھی موجود تھے۔ مفتی صدر الدین خان صاحب نے مولوی محمد عمر صاحب ابن جناب مولانا اسمٰعیل صاحب شہید کا ایک قصہ بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ یہ مشہور تھا کہ مولوی محمد عمر صاحب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیارت ہوتی ہے۔ اس پر میں اور امام صاحب جامع مسجد اور دوسرے اشخاص نے اصرار کیا کہ ہم کو بھی زیارت کرا دیجئے۔ مگر مولوی محمد عمر صاحب نے منظور نہ کیا۔ لیکن ہم نے اپنا اصرار برابر جاری رکھا۔ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جامع مسجد کے منبر پر تشریف فرما ہیں اور مولوی محمد عمر صاحب آپ کو مور چھل جھل رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ صدر الدین آؤ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرلو۔ اور بعینہٖ یہ ہی خواب امام صاحب نے دیکھا اور بعینہٖ اسی طرح اِن دوسرے اشخاص نے دیکھا جب صبح ہوئی تو میں امام صاحب کی طرف چلا تا کہ اُن سے یہ خواب بیان کروں اور وہ اپنا خواب بیان کرنے کے لئے میری طرف چلے۔ اور وہ دوسرے اشخاص بھی ہماری طرف چلے اتفاق سے راستہ میں ایک مقام پر ہم سب مل گئے اور میں نے کہا میں تمہارے پاس جا رہا تھا رات میں نے یہ خواب دیکھا ہے انہوں نے کہا ہم تمہارے پاس آرہے تھےہمنے بھی بعینہ یہی خواب دیکھا ہے اب ہم سب مل کر مولوی محمد عمر صاحب کے مکان پر آئے تو اس وقت مولوی صاحب اپنے مکان کے سامنے ٹہل رہے تھے ہم نے ان سے یہ خواب بیان کیا تو اُنہوں نے کہا کہ نہیں میں ایسا نہیں ہوں میں ایسا نہیں ہوں۔ اور یہ کہتے ہوئے بھاگ گئے۔

حاشیہ حکایت (۱۰۳)

یہ مولوی محمد عمر صاحب مجذوب تھے اس لئے اِن کے ان افعال کی (کہ ایک رات میں سب کو ایک ہی خواب نظر آنا اور یہ کہنا کہ میں ایسا نہیں ہوں اور بھاگ جانا) حقیقت معلوم ہونے کی ضرورت نہیں یہ ضرورت سالکین کے اقوال وافعال میں ہوتی ہے۔ (شت)

(۱۰۴) خان صاحب نے فرمایا کہ اسی مجلس میں نواب مصطفٰے خاں نے اپنا قصہ بیان کیا کہ ہم چند احباب جن میں مرزا غالب بھی تھے اپنے بالا خانہ پر بیٹھے ہوئے تھے اور بلا مزامیر کے گانا ہو رہا تھا۔ اتفاق سے مؤمن خان کہیں سے مولوی محمد عمر صاحب کو پکڑ لائے۔ وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ مجھے چھوڑ دو مجھے چھوڑ دو۔ مگر مؤمن خان نہیں مانتے تھے۔ آخر لا کر اس مجلس میں ان کو بٹھلا دیا۔ گانا برابر ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر میں مولوی محمد عمر صاحب نے ایک بہت ہی معمولی حرکت کی اُس کے اثر سے سارا مکان ہل گیا۔ اس پر سب کو شبہ ہو گیا۔ یہ بھی خیال ہوا کہ شاید ان کی جنبش کا اثر ہو۔ اور

یہ بھی کہ شاید زلزلہ ہو اس پر سب کی توجہ مولوی محمد عمر صاحب کی طرف ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں انہوں نے دوبارہ حرکت کی جو پہلی حرکت سے کسی قدر زیادہ تھی اس سے مکان پھر ہل گیا اور پہلے سے زور سے ہلا۔ اب تو یقین ہو گیا کہ یہ انہی کی حرکت کا اثر ہے تھوڑی دیر میں ذرا اور زور سے حرکت کی تو اُس سے مکان کو اور زور سے حرکت ہوئی اور کڑیاں بھی بول گئیں اور طاقوں وغیرہ میں جو شیشہ آلات رکھے تھے وہ کھن کھن کھن کھن کرنے لگے۔ اس پر کسی نے کہا کہ مولوی محمد عمر یہ کیا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے مت بٹھاؤ۔ اور یہ کہہ کر اُٹھ کر چل دیئے۔

حاشیہ حکایت (۱۰۴)

یہاں بھی اُسی مضمون کا اعادہ کرتا ہوں جو حاشیہ حکایت بالا میں گذرا۔ (شت)

(۱۰۵) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحب کے شاگردوں میں تین شخص نہایت متقی تھے۔ اوّل درجہ کے مولوی مظفر حسین صاحب، دوسرے درجہ کے شاہ عبدالغنی صاحب۔ تیسرے درجہ کے نواب قطب الدین خان صاحب اِس کے بعد فرمایا کہ ایک مرتبہ نواب قطب الدین خاں صاحب نے شاہ اسحٰق صاحب مولوی محمد یعقوب صاحب اور مولوی مظفر حسین صاحب اور چند دوسرے احباب کی دعوت کی شاہ اسحٰق صاحب نے منظور فرمالی اور مولوی محمد یعقوب صاحب نے بھی مگر مولوی مظفر حسین صاحب نے منظور نہ فرمائی۔ اِس سے نواب قطب الدین خان کو ملال ہوا۔ اور اُنہوں نے شاہ اسحٰق صاحب سے شکایت کی کہ میں نے مولوی مظفر حسین صاحب کی بھی دعوت کی تھی مگر اُنہوں نے انکار کر دیا۔ شاہ صاحب نے مولوی مظفر حسین صاحب پر عتاب فرمایا۔ اور فرمایا ارے مظفر حسین تجھے تقویٰ کی بدہضمی ہو گئی۔ کیا نواب قطب الدین کا کھانا حرام ہے اُنہوں نے فرمایا حاشا وکلا مجھے نواب صاحب پر اس قسم کی بدگمانی نہیں ہے شاہ صاحب نے فرمایا پھر تو کیوں انکار کرتا ہے اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت نواب صاحب نے آپ

کی ہی دعوت کی ہے اور مولوی محمد یعقوب صاحب کی بھی اور ان کے علاوہ اتنے اور آدمیوں کی اور آپ کو پالکی میں لے جائیں گے۔ اُس میں بھی ضرور صرف ہوگا اور نواب صاحب گو بگڑ گئے ہیں۔ مگر پھر نواب زادہ ہیں وہ دعوت میں ضرور نوابانہ تکلف بھی کریں گے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نواب صاحب مقروض بھی ہیں پس یہ مقروض ہیں اور جتنا روپیہ وہ دعوت میں صرف کریں گے وہ ان کی حاجت سے زائد بھی ہے۔ تو یہ روپیہ وہ اپنے قرض میں کیوں نہیں دیتے ایسی حالت میں ان کا کھانا کراہت سے خالی نہیں۔ یہ بات شاہ صاحب کے ذہن میں بھی آگئی اور شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں قطب الدین اب ہم بھی تمہارے یہاں کھانا نہ کھائیں گے۔

حاشیہ حکایت (۱۰۵)

قولہ ان کا کھانا کراہت سے خالی نہیں۔ اقول: کہ اعانت بعیدہ ہے مطل فی اداء القرض کی کیا دقیق تقویٰ ہے اور اُستاد کیسے مقدس کہ یا تو شاگرد کو لتاڑ رہے تھے یا اُن ہی کا اتباع کرلیا اور اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اپنے پاس دلیل ہو تو محض استاد کی تقلید سے دلیل کا چھوڑنا نہ چاہئے۔ (شت)

(۱۰۶) خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ بھی مولانا گنگوہی رحمہ اللہ بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ شاہ عبدالغنی صاحب کے یہاں کئی وقت کا فاقہ ہوا۔ اُس کا تذکرہ ان کی ماما نے کہیں کردیا۔ اُس کی خبر کسی ذریعہ سے مفتی صدر الدین خان صاحب کو بھی ہوگئی مفتی صاحب نے تین سو روپیہ شاہ صاحب کی خدمت میں بھجوا دیئے۔ شاہ صاحب نے واپس کردیئے۔ اُس پر مفتی صاحب وہ روپیہ لے کر خود حاضر ہوئے۔ اور تخلیہ میں روپے پیش کئے۔ اور فرمایا کہ شاید حضور کو خیال ہو کہ یہ صدر الصدور ہے رشوت لیتا ہوگا اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ میں رشوت نہیں لیتا بلکہ یہ روپے میری تنخواہ کے ہیں آپ ان کو قبول فرمالیجئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے تو یہ وسوسہ بھی نہیں گذرا کہ تم رشوت لیتے ہوگے میں تمہاری نوکری کو بھی اچھا

نہیں سمجھتا اور اِس لئے میں اِن کے لینے سے معذور ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۰۶)

قولہ۔ خود حاضر ہوئے۔ اقول اس سے جناب مفتی صاحب کا ہی کمال ادب و محبت دینی ثابت ہوتی ہے کہ واپسی کو اپنی شان کے خلاف سمجھ کر متغیر نہیں ہوئے۔ پھر نیاز مندانہ حاضر ہوئے اور کمال خلوص سے تخلیہ میں پیش کئے پھر دوبارہ واپس کرنے اور نوکری کو ناجائز کہنے پر ناگواری نہیں ہوئی۔ یہ اس زمانہ کے دنیاداروں کا حال تھا۔ (شت)

(۱۰۷) خان صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مفتی صدر الدین خان صاحب نے شاہ عبدالغنی صاحب کے یہاں سے کچھ کتابیں مستعار منگوائیں شاہ صاحب نے بھیج دیں۔ جلدیں شکستہ تھیں، مفتی صاحب نے واپسی کے وقت نئی جلدیں بندھوا کر واپس فرما دیں جب شاہ صاحب کے پاس کتابیں بھیجیں شاہ صاحب نے جلدیں توڑ کر مفتی صاحب کے پاس واپس فرما دیں اور کہلا بھیجا کہ ہمارے وہی پرانے پٹھے بھیج دو۔

حاشیہ حکایت (۱۰۷)

قولہ احقر نے یہ حکایت حضرت مولانا گنگوہی سے اس اضافہ کے ساتھ سُنی ہے کہ جناب مفتی صاحب نے یہ بھی کہلا بھیجا تھا کہ یہ جلدیں اپنی تنخواہ سے بھی نہیں بنوائیں بلکہ اپنے بزرگوں کے ترکہ سے بنوائی ہیں حضرت شاہ صاحب نے مولانا گنگوہی رحمہ اللہ سے فرمایا کہ جب مفتی صاحب ایسا کہتے ہیں تو پھر کیوں شبہ کیا جاوے مولانا نے عرض کیا ہاں حضرت پھر کیوں شبہ کیا جاوے اس کے کچھ دیر بعد اُن جلدوں کو توڑ ڈالا اور فرمایا دِل قبول نہیں کرتا۔ (شت)

(۱۰۸) خان صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولانا نانوتوی رحمہ اللہ بیان فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین خان صاحب بڑے پکے مقلد تھے اور مولوی نذیر حسین صاحب پکے غیر مقلد ان میں آپس میں تحریری مناظرے ہوتے تھے ایک مرتبہ کسی جلسہ میں میری زبان سے یہ نکل گیا کہ اگر کسی قدر نواب صاحب ڈھیلے ہو جائیں اور کسی قدر

مولوی نذیر حسین صاحب اپنا تشدد چھوڑ دیں تو جھگڑا مٹ جاوے میری اس بات کو کسی نے نواب قطب الدین خان صاحب تک بھی پہنچا دیا اور مولوی نذیر حسین صاحب تک بھی مولوی نذیر حسین صاحب تو سُن کر ناراض ہوئے مگر نواب صاحب پر یہ اثر ہوا کہ جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا میرے پاس تشریف لائے اور آ کر میرے پاؤں پر عمامہ ڈال دیا اور پاؤں پکڑ لیئے اور رونے لگے اور فرمایا بھائی جس قدر میری زیادتی ہو اللہ کے واسطے تم مجھے بتلا دو، میں سخت نادم ہوا اور مجھ سے بجز اس کے کچھ نہ بن پڑا کہ میں جھوٹ بولوں، لہٰذا میں نے جھوٹ بولا (اور صریح جھوٹ میں نے صرف اسی روز بولا تھا) اور کہا کہ حضرت آپ میرے بزرگ ہیں میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی گستاخی کرتا آپ سے کسی نے غلط کہا ہے غرض میں نے بمشکل ان کے خیال کو بدلا اور بہت دیر تک وہ بھی روتے رہے اور میں بھی روتا رہا۔ یہ قصہ بیان کر کے خان صاحب نے فرمایا کہ جب مولانا نے یہ قصہ بیان فرمایا اس وقت بھی آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

حاشیہ حکایت (۱۰۸)

قولہ پاؤں پر الی قولہ مجھے بتلا دو۔ اقول: کیا انتہا ہے اس للّٰہیت کی۔ ایسے بزرگ پر کب گمان ہو سکتا ہے کہ نفسانیت سے مناظرہ کرتے ہوں۔ قولہ: جھوٹ بولا۔ اقول: چونکہ اس میں کسی کا ضرر نہ تھا اس لئے اباحۃ کا حکم کیا جاوے گا۔ (شت)

(۱۰۹) خان صاحب نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب بیان فرماتے تھے کہ میں نواب قطب الدین خان صاحب کی خدمت میں ہفتہ میں ایک مرتبہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ نواب صاحب نے فرمایا کہ حاجی صاحب ایک ہفتہ کا فراق تو بہت ہے میں نے ہفتہ میں دو مرتبہ جانا شروع کر دیا پھر فرمایا کہ حاجی صاحب چار دن کا فراق تو بہت ہے میں نے تیسرے دن جانا شروع کر دیا پھر فرمایا کہ ایک دن کا فراق بھی بہت ہے اس پر میں نے روز جانا شروع کر دیا اور ایک روز فرمانے لگے کہ حاجی صاحب میں شاہ اسحٰق صاحب سے بھی بیعت ہوں اور مولوی محمد یعقوب صاحب سے بھی۔ مگر میں

ہمیشہ اعمال مسنونہ ماثورہ ہی میں مشغول رہا اور تصوف کی طرف مجھے کبھی توجہ نہیں ہوئی اس وقت وہ حضرات تو ہیں نہیں اور میں بڈھا ہو گیا ہوں اب مجھ سے محنت بھی نہیں ہو سکتی آپ مجھے کوئی ایسا کام بتلا دیں جو میں کرلیا کروں میں تو خاموش رہا اتفاق سے اس وقت مولوی محمد یعقوب صاحب کے داماد مرزا امیر بیگ بھی بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا کہ آپ کثرت سے استغفار پڑھا کیجئے یہ سُن کر نواب صاحب خاموش ہو گئے۔

حاشیہ حکایت (۱۰۹)

قولہ آپ مجھے کوئی ایسا کام۔ اقول: ایسے اکابر کا حضرت حاجی صاحب کو شیخ سمجھنا تھوڑی بات نہیں۔ قولہ: مرزا امیر بیگ الخ۔ اقول: میں نے بھی اپنے والد صاحب مرحوم کے ہمراہ مکہ معظمہ میں ان کی زیارت کی ہے۔ (شت)

(۱۱۰) خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولوی محمود پھلتی اور نواب محمود علی خان سے سُنا ہے یہ حضرات فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحب کے زمانہ میں ایک انگریز پادری دِلی میں آیا یہ بہت قابل اور لسان اور مشہور پادری تھا اس نے دلی میں عام طور پر علماء کو مناظرہ کی دعوت دی اس وقت کے مولوی جو خاندان عزیزی کے مخالف تھے ان کو شاہ اسحٰق صاحب سے بہت کاوش تھی انہوں نے اس پادری کو پٹی پڑھائی کہ تم شاہ اسحٰق صاحب سے خاص طور پر مناظرہ کی درخواست کرو چونکہ شاہ صاحب بہت سیدھے اور بہت کم گو تھے اور زبان میں لکنت تھی اس لئے ان کو خیال تھا کہ یہ لسان پادری شاہ صاحب کو ضرور مات دے گا اور ان کو ذِلّت ہوگی اس پادری نے شاہ صاحب کو دعوت مناظرہ دی، شاہ صاحب نے بے تکلف منظور فرمالی، اس پر شاہ صاحب کے دوستوں کو بہت خیال ہوا مولوی فریدالدین صاحب جو مراد آباد کے رہنے والے اور مولوی اسمٰعیل صاحب اور نواب رشیدالدین خان صاحب کے اچھے شاگردوں میں اور نہایت ذہین آدمی تھے اور مولوی محمد یعقوب صاحب ان دونوں نے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ آپ مناظرہ نہ فرمائیں آپ ہم کو اپنا وکیل، بنا دیں۔ شاہ

صاحب نے فرمایا کہ اُس نے مجھ ہی کو دعوت دی ہے میں ہی مناظرہ کروں گا وکیل بنانے کی ضرورت نہیں بادشاہ بھی شاہ صاحب کا مخالف تھا قلعہ میں مناظرہ کی ٹھہری جب مناظرہ کا وقت آیا اُس وقت سب لوگ قلعہ میں پہنچ گئے اور مجلس مناظرہ منعقد ہوئی اللہ کی قدرت جب وہ پادری شاہ صاحب کے سامنے آیا تو اُس کے جسم پر لرزہ پڑ گیا اور حواس باختہ ہو گئے اور ایک حرف بھی زبان سے نہ نکال سکا جب کچھ دیر ہو گئی تو شاہ صاحب نے اس پادری سے فرمایا کہ آپ کچھ فرمائیں گے یا میں ہی عرض کروں گا اس نے کہا کہ آپ ہی فرمائیں شاہ صاحب نے خوب زور و شور کے ساتھ اسلام کی حقانیت اور عیسائیت کے بطلان کے دلائل بیان فرمائے وہ پادری ساکت محض تھا نہ اس نے آپ کی تقریر پر کچھ خدشہ کیا اور نہ اپنی طرف سے کوئی سوال کیا جب تمام لوگوں پر اس پادری کا عجز ظاہر ہو گیا تب آپ نے ان مخالف مولویوں کی طرف جنہوں نے اس پادری کو اُبھارا تھا متوجہ ہو کر فرمایا کہ ہمارے خاندان کا قاعدہ رہا ہے کہ وہ تفسیر سے پہلے تورات و انجیل و زبور پڑھا دیا کرتے تھے کیونکہ بغیر ان کتابوں پر عبور ہوئے قرآن شریف کا لطف نہیں آتا اسی قاعدے کے مطابق مجھے بھی یہ کتابیں پڑھائی گئی تھیں اور اس لئے میں عیسائی مذہب سے ناواقف نہیں ہوں اور فرما کر فرمایا کہ اگر اسحٰق کو شکست اور ذلت ہوتی تو کچھ بات نہ تھی کیونکہ مجھے علم کا دعویٰ ہی کب ہے لیکن اسلام تو تمہارا بھی تھا اس سے تمام مخالفین پر پانی پڑ گیا اور مناظرہ ختم ہو گیا۔

حاشیہ حکایت (۱۱۰)

قولہ اس پادری کو پٹی پڑھائی۔ اقول: خدا بُرا کرے عناد کا یہ بھی احساس نہ رہا کہ ہمارا یہ فعل کفر کی تائید ہے اور اسلام کا اضرار۔ (شت)

(۱۱۱) خان صاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب جب مدرسہ سے کہیں تشریف لے جاتے تو دریافت کرتے کہ اس وقت مدرسہ میں کون ہے اگر خدام کہتے کہ حضور فلاں ہے تو فرماتے خیر اور اگر کہہ دیتے کہ میاں اسحٰق ہیں تو فرماتے کہ مدرسہ

کی حفاظت کا انتظام کردو۔ اسحٰق کے بھروسہ نہ رہو اسباب تو اسباب اگر کوئی مدرسہ کی دیواریں اُٹھا کر لے جائے گا تب بھی اسے خبر نہ ہوگی۔

حاشیہ حکایت (۱۱۱)

قولہ تب بھی اسے خبر نہ ہوگی۔ اقول یہ استغراق فطری تھا۔ (شت)

(۱۱۲) خان صاحب نے فرمایا کہ شاہ اسحٰق صاحب کے ایک لڑکا تھا جس کا نام سلیمان تھا شاہ صاحب کی کنیت ابوسلیمان اسی کی وجہ سے ہے شاہ عبدالعزیز صاحب کی عادت ٹہلنے کی تھی آپ خدام کے ساتھ ٹہل رہے تھے ایک خادم کی گود میں میاں سلیمان تھے ایک موقع پر جھول پڑی ہوئی تھی اور عورتیں جھول رہی تھیں جب ان عورتوں نے میاں سلیمان کو دیکھا تو انہوں نے اس خادم سے کہا کہ میاں کو ہمیں دے دو ہم جھلائیں گے خادم نے دینا چاہا مگر سلیمان نہیں گئے عورتوں نے ہر چند اصرار کیا مگر وہ نہیں گئے جب شاہ صاحب کو معلوم ہوا کہ میاں سلیمان کو عورتیں جھلانے کے لئے لیتی تھیں مگر وہ نہیں گئے تو انہوں نے فرمایا کیوں جاتا اسحٰق کا بیٹا ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۱۲)

(۱۱۲) قولہ اسحاق کا بیٹا ہے۔ اقول مادر زاد اولیاء کی یہی شان ہوتی ہے۔ (شت)

(۱۱۳) خان صاحب نے فرمایا کہ حافظ محمد حسین مراد آباد کے رہنے والے ایک شخص تھے جو مولوی امانت علی صاحب امروہی کے مرید تھے انہوں نے حاجی صاحب کو خط لکھا اور اس میں لکھا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے حب عقلی کو حب عشقی پر ترجیح دی ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ حب عشقی وصل کے بعد مضمحل ہو جاتی ہے مگر حب عقلی وصل میں اور زیادہ بڑھتی ہے اور اسی طرح شکر کو صبر پر ترجیح دی ہے حضور کا اس میں کیا مسلک ہے حاجی صاحب نے اس خط کا تقریباً ڈیڑھ جزو میں جواب لکھا اور جواب میں حب عشقی کو حب عقلی پر ترجیح دی اور لکھا کہ حب عشقی نا متناہی ہے اور حب عقلی متناہی اور وجہ اس کی یہ تحریر فرمائی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں

کہ لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا۔ یہ حب عقلی تھی اور اس سے اُس کی تناہی ظاہر ہے اور ترجیح صبر کے متعلق تحریر فرمایا کہ حق تعالیٰ صابرین کے متعلق فرماتے ہیں ''ان اللہ مع الصابرین '' اور شاکرین کے متعلق فرماتے ہیں ''لئن شکرتم لازیدنکم'' اور معیت حق اور زیادت نعمت میں فرق ظاہر ہے غرض اس بحث کو حاجی صاحب نے نہایت مفصل تحریر فرمایا تھا اور میں نے اس خط کی نقل بھی لے لی تھی اسی لئے اس کے مضامین مجھے محفوظ نہیں رہے مگر وہ نقل میرے پاس سے ضائع ہوگئی اُس کے بعد میں نے مراد آباد میں تلاش کیا تو مجھے وہاں بھی نہ ملا خیر، حاجی صاحب نے اس خط کو تمام فرما کر مولانا گنگوہی کو سُنایا اس مجلس میں حافظ عطاء اللہ اور مولوی عبدالکریم منشی تجمل حسین (حاجی صاحب کے بھتیجے) بھی موجود تھے مولانا گنگوہی نے حاجی صاحب کے جواب کو نہایت پسند فرمایا اُس کے بعد جب مولانا اس مجلس سے اُٹھے تو منشی تجمل حسین صاحب نے مولانا سے دریافت کیا کہ حضرت آپ فرمائیں۔ آپ کے نزدیک حاجی صاحب کا مضمون اچھا ہے یا مولوی اسمٰعیل صاحب کی صراط مستقیم کا آپ نے فرمایا دونوں بہت اچھے ہیں اس کے بعد جب مولانا طواف کر کے حطیم میں بیٹھے تھے تو منشی تجمل حسین نے پھر پوچھا کہ حضرت اچھے تو بے شک دونوں ہیں مگر آپ کے نزدیک ان دونوں میں کون زیادہ اچھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ حب عشقی میں سب باتیں ہیں مگر ایک بات یہ ہے کہ اس میں انتظام نہیں اور اس لئے حدود شرعیہ اس میں ملحوظ نہیں رہتیں اس بناء پر میں جب تک اعمال کی ضرورت ہے اس وقت تک تو حب عقلی کو پسند کرتا ہوں اور جب انتقال کا وقت ہوا اس وقت غلبہ حب عشقی کو پسند کرتا ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۱۳)

قولہ تناہی ظاہر ہے اور حب عشقی کے غیر متناہی ہونے کی دلیل احقر نے خود حضرت حاجی صاحب سے سُنی ہے۔

عشق دریائے ست قعرش ناپدید

اور وصل میں مضمحل ہو جانا حب عشقی کا اس وقت ہے کہ جب حُسن و جمال محبوب کا متناہی ہو اور عشق حقیقی میں یہ ہے نہیں پس وہاں ایسا نہیں۔قولہ: دونوں بہت اچھے ہیں۔اقول اور فیصلہ بھی بہت ہی اچھا ہے۔(شت)

(۱۱۴) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمود حسن صاحب بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مولوی مظفر حسین صاحب کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک بوڑھا ملا جو بوجھ لئے ہوئے جاتا تھا بوجھ کسی قدر زیادہ تھا اس وجہ سے اس سے مشکل سے چلتا تھا مولوی مظفر حسین صاحب نے جب یہ حال دیکھا تو آپ نے اس سے بوجھ لے لیا اور جہاں وہ لے جانا چاہتا تھا وہاں پہنچا دیا اُس بوڑھے نے ان سے پوچھا کہ اُجی تم کہاں رہو انہوں نے کہا بھائی میں کاندھلہ رہوں، اُس نے کہا وہاں مولوی مظفر حسین بڑے ولی ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں غرض بہت تعریفیں کیں مگر مولوی مظفر حسین صاحب نے فرمایا کہ اور تو اس میں کوئی بات نہیں ہے ہاں تو نماز پڑھ لے ہے اس نے کہا واہ میاں تم ایسے بزرگ کو ایسا کہو مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں ٹھیک کہتا ہوں وہ بوڑھا ان کے سر ہو گیا اتنے میں ایک شخص آ گیا جو مولوی مظفر حسین صاحب کو جانتا تھا اُس نے بوڑھے سے کہا کہ بھلے مانس مولوی مظفر حسین یہ ہی تو ہیں اس پر وہ بوڑھا ان سے لپٹ کر رونے لگا، مولوی صاحب بھی اس کے ساتھ رونے لگے۔

حاشیہ حکایت (۱۱۴)

قولہ اُس سے بوجھ لے لیا۔اقول ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست به تسبیح سجادہ و دلق نیست

(شت)

(۱۱۵) خان صاحب نے فرمایا مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ مولوی عبدالرب صاحب کے والد مولوی عبدالحق صاحب شاہ اسحٰق صاحب کے شاگرد اور

مولوی نذیر حسین صاحب کے خسر تھے، مولوی نذیر حسین صاحب نے ان سے حدیث پڑھی ہے اور شاہ اسحٰق صاحب سے نہیں پڑھی، جب شاہ صاحب ہجرت کرنے لگے نواب قطب الدین خان صاحب نے شاہ صاحب سے سفارش کی کہ مولوی نذیر حسین صاحب کو حدیث کی سند دیدیجئے کیونکہ اس وقت مولوی نذیر حسین صاحب سے اور نواب صاحب سے بہت دوستی تھی شاہ صاحب نے ان کی سفارش سے ان سے ہر کتاب کے ابتداء کی کچھ کچھ حدیثیں سُن کر ان کو قطب صاحب میں حدیث کی سند دی۔

حاشیہ حکایت (۱۱۵)

قولہ کچھ کچھ حدیثیں۔ اقول: ایسی سند برکت ہے اجازت نہیں۔ (شت)

(۱۱۶) خان صاحب نے فرمایا کہ شاہ احمد سعید صاحب نے ایک مرتبہ اپنی خانقاہ کی مسجد میں نماز پڑھی تو نماز کے بعد ایک شخص اُٹھا اور خانقاہ کے لوگوں کو اس نے دو دو پیسے دینے شروع کئے، شاہ صاحب کے کسی صاحبزادے کو بھی اس نے دینے چاہے تو انہوں نے ہاتھ کھینچ لیا ان کا ہاتھ کھینچنا شاہ احمد سعید صاحب نے دیکھ لیا اس پر آپ نے صاحبزادے پر عتاب فرمایا اور فرمایا کہ دو پیسے تھے اس لئے ہاتھ کھینچ لیا اگر سو روپے ہوتے تو جھٹ سے لے کے رکھ لیتا وہ سو روپیہ بھی تو خیرات ہی ہوتے ان کو کیوں لے لیتا یہ فرما کر آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ لاؤ مجھے دو اور آپ نے دو پیسے لے کر رکھ لئے اور فرمایا ہم تو خیرات ہی کھانے والے ہیں۔

حاشیہ حکایت (۱۱۶)

قولہ دو پیسے لے کر رکھ لئے۔ اقول: یہ ہے قدر دانی نعمت حق کی اور جس حرکت پر عتاب فرمایا وہ استغناء ہے نعمت حق سے جس کی نفی شکر طعام کی حدیث میں آئی ہے **غیر مودع ولا مستغنی عنہ ربنا**۔ (شت)

(۱۱۷) خان صاحب نے فرمایا کہ اکبری مسجد کے صحن میں پہلی صف میں کسی وجہ سے ایک پتھر نیچا ہو گیا تھا اور برسات کے موسم میں اس میں گارا کیچڑ ہو جاتا تھا سب

نمازی اپنے کپڑوں کو بچانے کے لئے اس کو چھوڑ کر کھڑے ہوا کرتے تھے اور اس وجہ سے صف میں فرجہ رہتا تھا یہ وہ زمانہ تھا جس زمانہ میں مولوی اسمٰعیل شہید خوش پوشاک تھے۔ ایک روز عمدہ پوشاک پہنے ہوئے اکبری مسجد میں تشریف لائے آپ نے صف اوّل میں فرجہ دیکھا آپ اُسی جگہ گارے کیچڑ میں بیٹھ گئے اور کپڑوں کا ذرا خیال نہ فرمایا۔

حاشیہ حکایت (۱۱۷)

قولہ کیچڑ میں بیٹھ گئے۔ اقول: ایسے شخص کو تزئین کا حق ہے۔ (شت)

(۱۱۸) خان صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حکیم خادم علی صاحب اپنی مسجد میں تشریف رکھتے تھے رمضان کا زمانہ اور افطار کا وقت تھا۔ آپ نے روزہ افطار فرما لیا اتنے میں چند رافضی آئے اور آ کر کہا قسم ہے امام حسین کی اس وقت آفتاب غروب نہیں ہوا تھا حکیم صاحب نے فرمایا کہ تم غلط کہتے ہو آفتاب غروب ہو چکا تھا انہوں نے اصرار کیا اور کہا کہ آفتاب ہرگز غروب نہیں ہوا تھا اس پر حکیم صاحب نے فرمایا کہ ہمارے قلوب میں دین اور ایمان ہے ہماری شہادت قلب غلط نہیں ہے آفتاب غروب ہو چکا ہے اور اگر تمہیں اس میں کچھ تردّد ہو تو کل کو مجھے ایک کوٹھڑی میں بند کر دینا اور تم لوگ آفتاب کو دیکھتے رہنا جس وقت آفتاب غروب ہوگا میں تمہیں اِطلاع کر دوں گا اس وقت تمہیں تصدیق ہو جاوے گی اُنہوں نے اس دعویٰ کو عجیب سمجھ کر کہا بہت اچھا۔ اگلے روز غروب آفتاب سے پہلے حکیم صاحب کو ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا اور خود چھت پر چڑھ کر غروب آفتاب کو دیکھنے لگے جب آفتاب غروب ہوا حکیم صاحب نے فوراً اندر سے اطلاع کی کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے اس وقت ان کو ان کے دعوے کی تصدیق ہو گئی۔

حاشیہ حکایت (۱۱۸)

قولہ آفتاب غروب ہو گیا ہے۔ اقول: یہ کرامت ہے کہ یہ خبر مطابق واقع کے ہوئی مگر یہ نہ سمجھا جاوے کہ اس کو من حیث الکرامۃ حجت سمجھتے تھے بلکہ من حیث الدلیل تحری حجت ہے۔ (شت)

(۱۱۹) خان صاحب نے فرمایا کہ میرے استاد میانجی محمدی صاحب کے صاحبزادے حافظ عبدالعزیز ایک مرتبہ اپنے بچپن میں نہایت سخت بیمار ہوئے اور اطباء نے جواب دے دیا، ان کے والدین کو اس وجہ سے تشویش تھی اتفاق سے میانجی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب مسجد کے بیچ کے در میں وعظ فرما رہے ہیں اور میں مسجد کے اندر ہوں اور میرے پاس عبدالعزیز بیٹھا ہے اتفاق سے اسے پیشاب کی ضرورت ہوئی اور میں اسے پیشاب کرانے لے چلا۔ آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے اور طرف کو راستہ نہ تھا اور مولوی اسمٰعیل صاحب سے بے تکلفی تھی اس لئے میں اسے مولوی اسمٰعیل صاحب کی طرف کو لے گیا جب عبدالعزیز مولوی اسمٰعیل صاحب کے سامنے پہنچا تو انہوں نے تین مرتبہ یاشافی پڑھ کر اس پر دم کر دیا اس خواب کے بعد جب آنکھ کھلی تو انہوں نے اپنی بیوی کو جگایا اور کہا کہ عبدالعزیز اچھا ہو گیا۔ اطباء غلط کہتے ہیں کہ یہ نہ بچے گا میں نے اس وقت ایسا خواب دیکھا ہے صبح ہوئی تو میاں عبدالعزیز بالکل تندرست تھے۔

حاشیہ حکایت (۱۱۹)

قولہ عبدالعزیز اچھا ہو گیا۔ اقول: اس سے خواب کو مؤثر نہ سمجھا جاوے بلکہ وہ مبشر تھا جیسا حدیث میں ہے۔ (ش ت)

(۱۲۰) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب اور مولوی محمود پھلتی بیان فرماتے تھے مولوی اسمٰعیل صاحب شہید کی بہن کی شادی شاہ رفیع الدین صاحب کے بڑے بیٹے مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے ساتھ ہوئی تھی مولوی عبدالرحمٰن صاحب کا انتقال ہو گیا ایک مرتبہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید قصبہ پھلت میں منبر پر کھڑے ہو کر نکاح ثانی کی ترغیب دِلا رہے تھے پھلت کے صاحبوں میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ مولوی صاحب میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا کہ ابھی نہ پوچھو پھر پوچھنا اور یہ فرما کر وعظ بند کر دیا اور منبر پر سے اُتر گئے اور اسی روز دہلی روانہ

ہو گئے اور دہلی پہنچ کر بہن کے پاس پہنچے ان کی بہن مولوی صاحب سے عمر میں بہت بڑی تھیں اور دمہ کے مرض کی وجہ سے کمزور بھی بہت تھیں آپ نے اپنا عمامہ بہن کے قدموں میں ڈال دیا اور فرمایا کہ بہن اگر تم چاہو تو میں وعظ کہہ سکتا ہوں ورنہ نہیں کہہ سکتا انہوں نے کہا کیا بات ہے آپ نے فرمایا تم نکاح کرلو انہوں نے کہا کہ مجھے نکاح سے اِنکار نہیں لیکن میں تو نکاح کے قابل ہی نہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر لوگ نہیں جانتے وہ یہ ہی سمجھتے ہیں کہ تم رسم کی بناء پر نکاح نہیں کرتیں اس پر وہ رضامند ہو گئیں اور ان کا نکاح مولوی عبدالحئی صاحب سے کر دیا گیا مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ میرے والد سے نکاح ہونے کے بعد بھی وہ بیمار ہی رہیں اور میرے والد کو ان سے صحبت کا کبھی اتفاق نہیں ہوا اور یہ بھی فرمایا کہ جب ہندوستان میں نکاح ثانی بند ہوا تھا اس وقت سے مولوی اسمٰعیل صاحب کی بہن کا نکاح ثانی سب سے پہلا نکاح ثانی تھا۔

حاشیہ حکایت (۱۲۰)

قولہ کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ اقول: خالص دین یہ ہے جوان زوجین نے کر دِکھایا کہ بلا توقع کسی حظ نفسانی کے محض احیاءِ سنت کے لئے نکاح کیا۔ (شت)

(۱۲۱) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے کسی نے پوچھا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب تم پر عاشق تھے اور سید صاحب خود شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کے خدام میں سے ہیں۔

پھر کیا وجہ ہے کہ تم شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب پر نہ مٹے اور سید صاحب پر اتنے فریفتہ ہو انہوں نے کہا میں اور کچھ نہیں کہتا صرف اِتنا کہتا ہوں کہ جب میں اپنی بہن کو مشکوٰۃ وغیرہ پڑھاتا تھا تو نکاح ثانی کے فضائل قصداً چھوڑ دیتا تھا کہ مبادا میری بہن کو ترغیب ہو اور وہ نکاح کرلے لیکن جب سید صاحب کی صحبت ہوئی تو خود میں نے ہی زور دے کر ان کا نکاح ثانی کروا دیا اس سے تم سمجھ لو کہ میں کیوں سید صاحب پر اتنا فریفتہ ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۲۱) قولہ اس سے تم سمجھ لو (الخ) اقول: اس اثر کو تفاضل کی دلیل نہ بنایا جاوے نفع کا مدار مناسبت پر ہے اور یہ فطری اُمر ہے گا ہے افضل سے نفع کم ہوتا ہے مفضول سے زیادہ۔ (شت)

(۱۲۲) خان صاحب نے فرمایا اسی جگہ ذرا سی بات اور لکھوا تا ہوں مفصل قصہ کسی دوسری جگہ لکھواؤں گا (وہ مفصل نمبر ۱۲۶ ر میں مذکور ہے) شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی سے کسی نے کہا کہ آپ تو بڑے کمال کے آدمی ہیں اور کمال باطن میں سید صاحب سے گھٹے ہوئے نہیں بلکہ بڑھے ہوئے ہیں پھر آپ سید صاحب پر اس درجہ کیوں مٹ گئے کہ آپ بھی مرید ہوئے اور اپنے مریدوں کو بھی ان سے مرید کرایا اس کے جواب میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ سب کچھ ہے مگر ہم کو نماز پڑھنی اور روزہ رکھنا نہ آتا تھا سید صاحب کی برکت سے نماز پڑھنی بھی آ گئی اور روزہ رکھنا بھی آ گیا۔

حاشیہ حکایت (۱۲۲)

قولہ نماز پڑھنا بھی آ گئی۔ اقول: احقر یہ سمجھا ہے کہ عبادت کے کمال کی جو حقیقت ہے ''ان تعبداللہ کانک تراہ الخ'' اس میں سید صاحب کی صحبت سے قوت بڑھ گئی سید صاحب کی یہ نسبت خاص زیادہ قوی ہوگی گو دوسرے احوال باطنیہ پہلے سے ممکن ہے کہ ان میں سید صاحب سے بھی زیادہ قوی ہوں چنانچہ احقر نے ثقات سے سُنا ہے کہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کی طرف ہو کر کیفیات و نسبت کا مبادلہ کرتے تھے چنانچہ ''نمبر ۱۲۵'' میں آتا بھی ہے۔ (شت)

(۱۲۳) خان صاحب نے فرمایا مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ مولانا شہید ابتداء میں نہایت آزاد تھے کوئی میلہ خواہ ہندوؤں کا ہو یا مسلمانوں کا ایسا نہ ہوتا تھا جس میں وہ شریک نہ ہوتے ہوں اور کھیل بھی ہر قسم کے کھیلتے تھے کنکوا بھی اُڑاتے تھے، شطرنج بھی کھیلتے تھے مگر باوجود اس آزادی کے بزرگوں کا ادب اور لحاظ اتنا تھا کہ پتنگ اُڑا رہے ہیں اور پیچ لڑ رہے ہیں مخالف کی پتنگ کاٹنے کی کوشش کر رہے

ہیں کہ اتنے میں شاہ عبدالقادر صاحب حجرہ سے نکلے اور آواز دی اسمٰعیل۔ یہ آواز سنتے ہی فوراً جواب دیتے حضور۔ اور پتنگ کو اسی حالت میں چھوڑ کر چلے آتے۔

حاشیہ حکایت (۱۲۳)

قولہ چھوڑ کر چلے آتے۔

اقول: یہی ادب رہبر ہو جاتا ہے طریق حق کا۔ (شت)

(۱۲۴) خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولانا نانوتوی صاحب ، مولانا عبدالقیوم صاحب اور دوسرے بہت سے لوگوں سے سنا ہے کہ ایک روز مولانا شہید ہندوؤں کے کسی میلہ میں گئے۔ سید صاحب اس زمانہ میں ان سے پڑھتے تھے وہ بھی ان کے ساتھ گئے جب یہ دونوں میلے میں پہنچے سید صاحب پر ایک جوش سوار ہوا اور نہایت غصہ آیا اور تیز لہجہ میں مولانا شہید سے فرمایا کہ آپ نے کس لئے پڑھا تھا۔ کیا سواد کفار بڑھانے کے لئے۔

آپ کو معلوم ہے کہ آپ اس وقت کہاں ہیں۔ آپ غور فرمائیں کہ ایک عالم اور شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کا بھتیجا۔ کفار کے میلہ کی رونق بڑھائے کس قدر شرم کی بات ہے۔ مولانا پر اس کا ایک خاص اثر ہوا اور انہوں نے فرمایا کہ سید صاحب آپ نہایت بجا فرماتے ہیں واقعی میری غلطی ہے اور یہ فرما کر فوراً لوٹ آئے اور پھر کبھی کسی میلہ میں نہیں گئے۔

حاشیہ حکایت (۱۲۴)

(۱۲۴) قولہ سید صاحب آپ نہایت بجا۔ اقول شاگرد کی نصیحت کو پھر تیز لہجہ میں قبول کر لینا اور عمل کرنا کس قدر مجاہدہ عظیمہ ہے۔ (شت)

(۱۲۵) خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولانا نانوتوی رحمہ اللہ سے سنا ہے کہ سید صاحب جب سہارن پور تشریف لائے تو پونبی کی مسجد کی طرف کو نکلے اس زمانہ میں شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ اس مسجد میں رہتے تھے جب آپ

مسجد کے نیچے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ کیا اس مسجد میں کوئی بزرگ رہتے ہیں ہمراہیوں نے عرض کیا کہ ہاں حضور ایک بزرگ رہتے ہیں سید صاحب یہ سُن کر مسجد میں تشریف لے گئے اور حجرہ میں جا کر کواڑ لگا لئے جب باہر نکلے تو سید صاحب ہنستے ہوئے نکلے اور شاہ عبدالرحیم صاحب روتے ہوئے نکلے اسی قسم کے دو جلسے یا تین اور ہوئے کہ سید صاحب ہنستے ہوئے اور شاہ عبدالرحیم صاحب روتے ہوئے نکلے۔ چوتھے یا پانچویں جلسہ میں سید صاحب اپنی حالت پر نکلے اور شاہ صاحب روتے ہوئے اس کے بعد شاہ عبدالرحیم صاحب سید صاحب سے بیعت ہوئے یہ قصہ بیان فرما کر مولانا نانوتوی نے فرمایا کہ اول کے جلسوں میں جو سید صاحب ہنستے ہوئے اور شاہ صاحب روتے ہوئے نکلے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ سید صاحب کی نسبت شاہ صاحب پر غالب تھی اور شاہ صاحب کی نسبت سید صاحب پر اور آخر مرتبہ جو سید صاحب اپنی حالت پر اور شاہ صاحب روتے ہوئے نکلے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ سید صاحب کی نسبت کو غلبہ ہو گیا تھا۔

حاشیہ حکایت (۱۲۵)

قولہ سید صاحب ہنستے ہوئے اور شاہ صاحب روتے ہوئے۔ اقول ؎

بگوش گل چہ سخن گفتۂ کہ خنداں ست بعندلیب چہ فرمودۂ کہ نالاں ست

(ش ت)

(۱۲۶) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی فرماتے تھے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی کے ایک مرید تھے۔ جن کا نام عبداللہ خاں تھا اور قوم کے راجپوت تھے اور یہ حضرت کے خاص مریدوں میں تھے ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور وہ تعویذ لینے آتا۔ تو آپ فرما دیا کرتے تھے کہ تیرے لڑکی ہوگی یا لڑکا اور جو آپ بتلا دیتے تھے وہی ہوتا تھا۔ ان عبداللہ خان نے شاہ عبدالرحیم صاحب سے عرض کیا کہ مجھے دو عصا مکشوف ہوئے ایک آپ کی نسبت کا اور دوسرا سید صاحب کی نسبت کا۔ آپ کی نسبت کا جو عصا تھا وہ نہایت خوب صورت تھا اور سید صاحب کی نسبت کا جو

عصا تھا اِس درجہ خوب صورت نہ تھا اِس سے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی نسبت سید صاحب کی نسبت سے بڑھی ہوئی ہے پھر آپ ان سے کیوں بیعت ہوئے۔آپ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ میری نسبت کسی حیثیت سے سید صاحب کی نسبت سے بڑھی ہوئی ہو۔مگر مجھے پہلے نہ نماز پڑھنی آتی تھی اور نہ روزہ رکھنا آتا تھا۔سید صاحب کی برکت سے نماز بھی پڑھنی آگئی اور روزہ بھی رکھنا آگیا مولانا گنگوہی اس روایت کو یوں بیان فرماتے تھے کہ عبداللہ خاں نے ایک روز شاہ عبدالرحیم صاحب سے عرض کیا کہ میں نے آپ کی اور سید صاحب کی نسبتوں کی طرف توجہ کی تو آپ کی نسبت میں نور اور چمک دَمک معلوم ہوئی اور سید صاحب کی نسبت میں اندھیرا۔اور یہ بات بیان فرما کر مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ بھائی ہم تو کچھ جانتے نہیں مگر جب حاجی صاحب کے یہاں اس قصہ کا ذکر آیا تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ سید صاحب کی نسبت میں ذات بحت کی تجلی تھی اور ذات بحت کی تجلی میں اندھیرا ہی ہوتا ہے۔

جملہ معترضہ

(خان صاحب نے فرمایا کہ امیر شاہ نے مولانا نانوتوی سے دریافت کیا کہ حضرت جب آپ سید صاحب کو مجدد مانتے ہیں۔تو ان کی نسبت تو سب سے اعلیٰ ہونا چاہئے پھران کی نسبت کا شاہ عبدالرحیم صاحب کی نسبت سے گھٹا ہونا کیا معنی اِس کے جواب میں مولانا نے فرمایا۔کہ جس بات کے لئے مجدد آتا ہے اس میں اِس سے کوئی بڑھا ہوانہیں ہوتا۔ہاں دوسری حیثیت سے جیسے ذکر واشغال وغیرہ اگر اس سے کوئی بڑھ جاوے تو اس کا مضائقہ نہیں) **عود الی ما قبل الجملة المعترضة** اُس کے بعد خاں صاحب نے فرمایا کہ میں نے مولانا گنگوہی کی روایت اور مولانا نانوتوی کی روایت دونوں کو حاجی صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔حاجی صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی نے ضرور مجھ سے سنا ہوگا مگر مجھے یادنہیں آتا اور مولانا نانوتوی کی روایت کو سُن کر فرمایا۔کہ مولانا نانوتوی کی عبداللہ خاں سے بہت دوستی تھی۔ممکن ہے

کہ انہوں نے مولانا سے یہ واقعہ بیان کیا ہو۔ مگر مجھے یہ بھی یادنہیں اُس کے بعد خان صاحب نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نے بھی اس واقعہ کی نسبت ایک تقریر فرمائی تھی مگر نہ وہ تقریر بعینہ مجھے یاد ہے اور نہ اس کا ماحصل اتنا خیال آتا ہے کہ آپ کی تقریر دونوں روایتوں کی مؤید تھی۔ مخالف نہ تھی۔

حاشیہ حکایت (۱۲۶)

قولہ اندھیرا۔ اقول: اس کو ظلمت نہ سمجھا جاوے یہ بھی نور ہے جیسے آنکھ کی پتلی نور محض ہے اور سیاہ ہے اور تجلی بھی عین نہیں ہوتی۔ مثال ہوتی ہے جس کو ذات سے خاص مشابہت ہے کہ اس میں وصف غلبہ علی جمیع الالوان ہے اور ذات میں وصف غلبہ علی جمیع الاکوان چنانچہ ہر رنگ کی بوتل اپنے مظروف کے لون سے متغیر ہوجاتی ہے مگر سیاہ بوتل کسی لون سے متغیر نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم۔ (شت)

(۱۲۷) خان صاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری فرماتے تھے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی سے جولوگ ان کے سید صاحب سے بیعت ہونے کے بعد بیعت ہوئے اُن کی حالت نہایت اچھی تھی اور ان پر اتباع سنت نہایت غالب تھا اور جولوگ سید صاحب کی بیعت سے پہلے بیعت ہوئے تھے اُن کی حالت اس درجہ کی نہ تھی نیز مولانا رائے پوری نے فرمایا کہ جب شاہ عبدالرحیم صاحب سید صاحب سے بیعت ہو چکے تو اُس کے بعد وہ ساڈھورہ تشریف لے گئے اور وہاں تشریف لے جا کر اپنے سابق پیر کے خدام کو و نیز قصبہ کے تمام عوام وخواص کو بلا کر ایک جلسہ کیا اور اِس جلسہ میں آپ نے فرمایا کہ میرے پیر کا عرس گو پہلے بھی ہوتا تھا مگر ترقی اُسے میں نے دی تھی اور موجودہ حالت اُس کی میری کوشش سے ہوئی ہے اب اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہے اور میری سمجھ میں اس کی برائی آ گئی۔ اس لئے میں آپ صاحبان سے درخواست کرتا ہوں کہ اس عرس کو موقوف کر دیا جاوے۔ شاہ عبدالرحیم صاحب کے پیر کے دو صاحبزادے تھے اُنہوں نے برسر جلسہ کہا کہ یہ حاجی نہیں پاجی ہے۔ اس کی کوئی نہ سنو یہ سُن کر سب اُٹھ کھڑے ہوئے اور سب چلے گئے مگر عبداللہ خان جن کا ذکر نمبر

سابق میں آیا ہے نہیں اُٹھے اور یہ بیٹھے رہے۔ شاہ صاحب نے تھوڑی دیر میں فرمایا کہ میاں عبداللہ سب چلے گئے تم کیوں بیٹھے ہو تم بھی چلے جاؤ اس پر عبداللہ خان نے عرض کیا کہ حضرت اگر یہ آپ کے پیر قبر میں سے اُٹھ کر کہیں گے کہ اُٹھ جائیں تب بھی نہ اُٹھوں گا اور پیر تو پیر اگر ان کے پیر بھی کہیں گے تب بھی نہ اُٹھوں گا اور اسی طرح بہت دُور ترقی کرتے چلے گئے۔ غرض اُنہوں نے کہا کہ میں کسی طرح آپ کو نہ چھوڑوں گا۔

حاشیہ حکایت (۱۲۷)

قولہ ساڈھورے (الخ)۔ اقول: غالباً ذہول ہوا ہے امروہہ ہوگا۔ اُن کے پیر سابق کا مزار امروہہ ہی میں ہے۔ قولہ اگر یہ آپ کے پیر بھی۔

اقول: یہ مسلمہ ہے قوم کے نزدیک کہ شیخ کے مقابلہ میں شیخ الشیخ کی اطاعت نہیں ہے، ہاں اُس کا معاملہ خود اس شیخ کے ساتھ ہے۔ (شت)

(۱۲۸) خان صاحب نے فرمایا کہ جب سید صاحب جہاد کو تشریف لے جاتے ہوئے پھلت پہنچے ہیں تو وہاں سے روانگی میں مولوی عبدالحیؒ صاحب اور ان کے والد بھی مشایعت میں تھے اور مولوی عبدالحیؒ صاحب کے والد نے مولوی صاحب کو جہاد کے لئے جانے کی اجازت نہ دی تھی جب پھلت سے ایک میل نکل کر سید صاحب نے مشایعت کرنے والوں کو رخصت کیا تو مولوی عبدالحیؒ صاحب سے بھی فرمایا کہ مولانا آپ کے والد صاحب کی اجازت نہیں ہے۔ آپ بھی رخصت ہو لیجئے۔ غرض سید صاحب نے اُن کو رخصت کیا اور رخصت کر کے آپ تشریف لے چلے جب آپ تشریف لے چلے تو مولوی صاحب بے تاب ہو گئے اور یہ کہہ کر کہ ہائے سید صاحب مجھے چھوڑ گئے۔ سر پر خاک ڈالنی شروع کی اور زمین پر لوٹنے لگے۔ جب اِن کے والد صاحب نے ان کا یہ اضطراب دیکھا۔ تو مجبوراً ان کو اجازت دینی پڑی جب ان کے والد نے اجازت دے دی تو وہ بھاگے۔ اور بھاگ کر سید صاحب سے جا ملے۔ یہ قصہ میں نے مولوی عبدالقیوم صاحب سے سنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۲۸)

(۱۲۸) قولہ آپ کے والد صاحب کی اجازت نہیں الخ۔

اقول: غیر واجبات میں والد کی اطاعت مقدم ہے۔ شیخ کی اطاعت پر اور شیخ کامل بھی اسی ترتیب کا حکم دیتا ہے۔ (شت)

۱۲۹) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی اور مولوی عبدالقیوم صاحب نے فرمایا کہ سید صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی دینی معاملہ میں مولوی عبدالحئ صاحب کو غصہ آتا ہے تو اس وقت انوار الہیہ کی بارش ہوتی ہے اور جب کبھی مولوی صاحب کو غصہ آتا تھا تو سید صاحب مولوی صاحب کے پیچھے کھڑے ہو جایا کرتے تھے اُس کے بعد فرمایا کہ مولوی عبدالحئ صاحب سید صاحب کے لشکر میں قاضی تھے اور مقدمات کا فیصل کرنا اور عاملوں کا مقرر کرنا آپ کے متعلق تھا۔ ایک مرتبہ کسی ولایتی نے کسی ہندوستانی کے تھپڑ مار دیا اُس نے مولوی صاحب کے یہاں نالش کی مولوی صاحب نے فیصلہ کیا کہ مدعی مدعا علیہ کے تھپڑ مارے۔ مگر اس ولایتی مدعا علیہ نے اِس فیصلہ کو منظور نہ کیا۔ اس پر مولوی صاحب کو نہایت غصہ آیا اور جوش غیظ میں کھڑے ہو گئے۔ سید صاحب حسب عادت آپ کے پیچھے کھڑے تھے جب آپ نے یہ رنگ دیکھا۔ تو آپ نے خیال کیا کہ مبادا بات بڑھ جائے اور ولایتی لوگ بگڑ جائیں اور جہاد کا معاملہ مختل ہو جاوے اور یہ خیال کر کے مدعی کو اشارے سے بلایا اور بلا کر اُس سے کہا تو مولوی صاحب سے کہہ دے کہ میں نے اللہ کے واسطے اپنا حق اپنے مسلمان بھائی کو معاف کیا اُس نے مولوی صاحب سے کہہ دیا اُس کے کہتے ہی مولوی صاحب کا غصہ بالکل فرو ہو گیا اور ایسے ہو گئے جیسا کہ غصہ آیا ہی نہ تھا۔

حاشیہ حکایت (۱۲۹)

قولہ انوار الہیہ الخ۔ اقول: غضب للہ میں انوار ہوتے ہیں۔ اور حدیث میں جو غضب کو مفسد ایمان فرمایا ہے وہ غضب للنفس ہے۔ (شت)

خان صاحب نے فرمایا کہ سفر حج میں یا جہاد میں مولوی عبدالحیؒ صاحب کی بیوی ان کے ساتھ تھیں اور دوسرے لوگوں کی بیویاں بھی اُن کے ساتھ تھیں ایک مقام پر پردہ کا انتظام کر کے اُنہوں نے اپنی بیوی کو اُتارا۔ اور اس سے نماز پڑھوائی۔ اور ساتھیوں سے فرمایا کہ صاحبو دیکھ لو۔ عبدالحیؒ کی بیوی نماز پڑھ رہی ہے اس پر اور لوگوں نے بھی اپنی اپنی بیویوں سے نماز پڑھوائی۔

حاشیہ حکایت (۱۳۰)

قولہ دیکھ لو۔ اقول: میں نے کسی سے سنا کہ وہ برقع میں تھیں یہ لفظ دیکھ لو بھی اس پر دال ہے مطلب یہ تھا کہ عرفی پردہ ایسے نہیں ہے شرعی پردہ کافی ہے کیونکہ بہلی میں نماز کی کوئی صورت نہیں قیام ممکن نہیں اور قعود جائز نہیں۔

(۱۳۱) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالحیؒ صاحب جہاد میں شہید نہیں ہوئے بلکہ اپنی موت سے انتقال فرمایا ہے۔ جب ان کا انتقال ہونے لگا ہے تو انہوں نے سید صاحب سے عرض کیا کہ سید صاحب شہادت تو میری قسمت میں نہ ہوئی اب اتنی تمنا ہے کہ آپ اپنا قدم مبارک میرے سینہ پر رکھ دیجئے کہ اسی حالت میں میری جان نکل جاوے۔ سید صاحب نے فرمایا کہ میرا پاؤں اس قابل کہاں ہے کہ آپ کے سینہ پر ہو۔ آپ نے ان کی تسلی کے لئے اپنا ہاتھ ان کے سینہ پر رکھ دیا اور اسی حالت میں اُن کا انتقال ہو گیا۔

حاشیہ حکایت (۱۳۱)

قولہ اپنا قدم مبارک۔ اقول: کیا انتہا ہے عقیدت کی اور اس عقیدت پر جب اظہار حق کا وقت ہوتا تھا تو خود سید صاحب ان کا بے حد ادب فرماتے تھے۔

چنانچہ حکایت "۱۲۹" میں گذرا ہے کہ مولوی صاحب کے غصہ کے وقت سید صاحب ان کے پیچھے چھپ جاتے تھے۔

وزیرے چنین شہر یارے چنان جہان چون نگیرد قرارے جہان

(شت)

(۱۳۲) خان صاحب نے فرمایا کہ غدر میں بہت علماء مخالف تھے اور کہتے تھے کہ یہ جہاد نہیں ہے اُنہی میں میر محبوب علی صاحب بھی تھے اور آپ وعظ و نصیحت کے ذریعہ سے لوگوں کو غدر سے روکتے تھے جب غدر فرو ہوا تو انگریزوں کی طرف سے اُن کو گیارہ گاؤں مسلم انعام میں دیئے گئے تھے اور ایک بڑا انگریز گاؤں کی معافی کا پروانہ لے کر خود مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچا اور کہا کہ گورنمنٹ نے آپ کی وفاداری کے صلہ میں آپ کو گیارہ گاؤں عطاء کئے ہیں اور یہ پروانہ معافی ہے مولوی صاحب یہ سُن کر نہایت برہم ہوئے اور پروانہ لے کر اُس انگریز کے سامنے پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ میں نے کیا تمہارے لئے کیا تھا میرے نزدیک مسئلہ یوں ہی تھا اس لئے میں لوگوں کو منع کرتا تھا۔

حاشیہ حکایت (۱۳۲)

قولہ کیا تمہارے لئے کیا تھا۔ اقول: مگر اس کے قبل تو کم فہموں کو ضرور ہی ایسی بدگمانی ہوئی ہوگی جس کا غلط ہونا ثابت ہوا۔ اس سے سبق حاصل ہوا کہ محض قرائن تخمینیہ سے کسی پر کوئی حکم نہ لگا دینا چاہئے جیسا اس زمانہ میں بھی اس کے نظائر میں ایسے ہی بدگمانی کا زور ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمادے۔ (ش ت)

(۱۳۳) خان صاحب نے فرمایا کہ مرزا سریا جاہ بیان فرماتے تھے کہ اکبر شاہ بادشاہ دہلی کی بہن تھیں جن کو بی چھکو کہتے تھے یہ اکبر شاہ سے بہت بڑی تھیں اور انہوں نے اکبر شاہ کو گود میں کھلایا تھا۔ اس لئے بادشاہ بھی ان کا ادب کرتے تھے اور تمام شاہزادے اور شاہزادیاں بھی ان کو بڑا مانتے تھے۔ غرض تمام اہل قلعہ ان سے دبتے تھے اور یہ کوسنے اور گالیاں بہت دیتی تھیں ایک مرتبہ چند شہزادوں اور چند شہدوں نے مشورہ کیا کہ ایک روز بھرے مجمع میں بی چھکو سے مولوی اسمٰعیل کو گالیاں دِلوانی چاہئیں اور اس کے لئے تدبیر یہ کی گئی کہ ان شہزادوں نے ایک دعوتی جلسہ تجویز کیا جس میں بی چھکو کو بھی مدعو کیا اور مولانا شہید کو بھی اور جو شہزادے اور شہدے اپنے ہم مذاق تھے ان کی بھی دعوت کی گئی اور جو شہزادے وغیرہ ان کے ہم مذاق نہ تھے ان کو مدعو نہیں کیا

گیا۔ اور اس عرصہ میں یہ کارروائی کی گئی کہ مولانا شہید کی طرف سے بی چھکو کو خوب بھر دیا گیا کہ اسمٰعیل بی بی کی صحنک کو منع کرتا ہے اور میران کے بکرے کو ناجائز کہتا ہے فلاں کے روٹ کو منع کرتا ہے فلاں کے توشہ کو شیخ عبدالقادر کی گیارہویں کو منع کرتا ہے اور یہ کرتا ہے وہ کرتا ہے جب خوب اچھی طرح بی چھکو کے کان بھر دیئے تو جلسہ منعقد کیا گیا۔ سب لوگ جلسہ میں آئے اور بی چھکو بھی آئیں (مگر یہ پردہ میں تھیں) اتفاق سے مولوی اسمٰعیل صاحب کو ذرا دیر ہوگئی۔ اس پر اوران کو موقع ملا اور انہوں نے چھکو سے کہا کہ دیکھئے یہ شخص کتنا مغرور ہے کہ اب تک نہیں آیا اس پر وہ اور بھی برہم ہوگئیں۔ جب غرض مولانا شہید جلسہ میں پہنچے ہیں اس وقت یار لوگ بی چھکو کو خوب برہم کر چکے تھے ان کے پہنچنے پر بے چھکو نے غصہ کی آواز سے پوچھا کہ عبدالعزیز کا بھتیجا اسمٰعیل آگیا۔ مولانا جلسہ کا رنگ دیکھ کر تاڑ گئے تھے کہ آج ضرور کوئی شرارت کی گئی ہے آپ نے اس کا تو کوئی جواب نہیں دیا اور فرمایا اخاہ یہ آواز تو چھکو اماں کی معلوم ہوتی ہے۔ اماں سلام۔ جب انہوں نے اس انداز سے گفتگو کی تو بی چھکو کا غصہ سب کافور ہوگیا اور انہوں نے بڑوں کے قاعدے سے ان کے سلام کا جواب دیا اور اِدھر اُدھر کی دو چار باتیں کر کے کہا کہ اسمٰعیل ہم نے سنا ہے کہ تم بی بی کی صحنک کو منع کرتے ہو۔ مولانا نے فرمایا کہ اماں میں منع نہیں کرتا بھلا میری کیا مجال ہے کہ میں بی بی کی صحنک کو منع کروں۔ انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں مولانا نے فرمایا کہ جو کوئی کہتا ہے غلط کہتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ بی بی کے اباجان منع کرتے ہیں میں لوگوں کو بی بی کے اباجان کا حکم سناتا ہوں اس پر بی چھکو نے حیرت کے لہجہ میں فرمایا کہ بی بی کے ابا منع کرتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا جی ہاں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں "من احدث فی دیننا ھٰذا مالیس منہ فھو رد" اور حدیث کو پڑھ کر اس کی تفصیل فرمائی اور اس سے صحنک کی ممانعت ثابت فرمائی۔ بی چھکو نے جو یہ تقریر سُنی تو مان گئیں اور کہا کہ اب سے اگر کوئی کرے گی تو اس حرام زادی کی ناک چٹیا کاٹ لوں گی ہم بی بی پر ایمان نہیں لائے۔ ہم تو بی بی کے ابا پر

ایمان لائے ہیں جب وہی منع کرتے ہیں تو پھر ہم کیوں کریں۔

حاشیہ حکایت (۱۳۳)

قولہ اماں سلام۔اقول: اس پر خلاف سنت کا شبہ نہ کیا جاوے۔قرآن مجید میں قال سلام کی جو ترکیب ہے وہ اس میں بھی ہوسکتی ہے باقی علیک کی تصریح نہ کرنا مصلحت سے ہوگا کہ جاہل مخاطب کو اس سے اور وحشت ہوتی کہ بے ادب اور متشدد ہیں۔(شت)

(۱۳۴) خان صاحب نے فرمایا مولوی اسمٰعیل صاحب کاندھلوی (مولوی یحییٰ صاحب کے والد) اور مولوی عبدالرحیم صاحب رانڈوں کی شادی والے بیان کرتے تھے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کا قاعدہ تھا کہ جہاں کہیں کوئی میلا ہوتا خواہ ہندوؤں کا ہو یا مسلمانوں کا یا کوئی اور مجمع ہوتا جیسے ناچ کی محفل یا قوالی کی محفل تو آپ وہاں پہنچے اور کھڑے ہو کر وعظ فرماتے اور اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ جہاں ناچ یا قوالی وغیرہ کی محفل ہوتی اور آپ وہاں وعظ فرماتے تو اکثر لوگ محفل کو چھوڑ کر آپ کے وعظ میں آ جایا کرتے تھے آپ حضرت نظام الدین اولیاء میں بھی پہنچتے تھے اور وہاں بھی وعظ فرماتے تھے اور وہاں بھی یہ ہی اثر ہونے لگا تھا جب مجاوروں نے یہ رنگ دیکھا تو ان کو سخت ناگوار ہوا اور انہوں نے مشورہ کیا کہ مولوی اسمٰعیل کو کسی طرح قتل کر دینا چاہیے۔اس پر ایک بڈھے نے آپ کے قتل کا بیڑا اُٹھایا اور کہا کہ میں ان کو قتل کروں گا غرض یہ اَمر طے پا گیا ایک روز مولانا شہید جامع مسجد کے بیچ کے در میں وعظ فرما رہے تھے کہ اس بوڑھے نے مولانا پر تلوار کا وار کیا۔سو مولانا رحمہ اللہ تو بچ گئے مگر وہ تلوار ان کے ایک دوست کے لگی اور ان کا شانہ زخمی ہو گیا (خان صاحب نے فرمایا کہ راویوں نے ان دوست کا نام بھی لیا تھا مگر مجھے یاد نہیں رہا) اس پر مولانا کے دوست اس بوڑھے کو لپٹ گئے اور تھپڑ وغیرہ مارے، مولانا نے اس بوڑھے کو چھڑا دیا اور کوئی مقدمہ نہیں چلایا۔

حاشیہ حکایت (۱۳۴)

قولہ ''حیلولة بین المظلوم والانتقام'' کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ یہ

انتقام اپنے مظلومیت کا نہ تھا مولانا کے لئے تھا اور یہ متیقن تھا کہ مولانا کے خلاف وہ دوست نہ کریں گے۔(شت)

(۱۳۵) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے شاہزادہ جنات کا سانپ کی صورت میں قتل کرنا اور اس کے بعد قاضی جنات کی عدالت میں بحیثیت مجرمانہ پیش ہونا اور قاضی کا حدیث ''من قتل فی غیر زیه فدمه هدر'' کی بناء پر مجرم کو رہا کرنا یہ شاہ ولی اللہ صاحب کو پیش آیا تھا نہ کہ شاہ اہل اللہ صاحب کو اور انہوں نے اس روایت کے علاوہ اس جن سے اور حدیثیں بھی سُنی ہیں جن کو شاہ صاحب نے جمع کر کے اُس کا نام مسند جن رکھا ہے اور مولانا عبدالقیوم صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے وہ مسند دیکھا بھی ہے۔اس کے بعد خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ اس قصہ کو بروایت شاہ عبدالغنی صاحب شاہ اہل اللہ صاحب کی طرف منسوب کرتے تھے۔اور فرماتے تھے کہ یہ قصہ شاہ اہل اللہ صاحب کا ہے نہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا۔میں نے اس معاملہ میں مولانا سے گفتگو بھی کی مگر مولانا اپنی رائے پر قائم رہے واللہ اعلم۔

حاشیہ حکایت (۱۳۵)

قولہ مولانا اپنی رائے پر قائم رہے۔اقول: مولانا کا قول اس لئے راجح ہے کہ اس کی سند معلوم ہے چنانچہ احقر کے رسالہ زیادات میں مذکور ہے اور دوسرے قول کی سند معلوم نہیں پس ترجیح ظاہر ہے۔(شت)

(۱۳۶) خان صاحب نے فرمایا کہ میرے استاد میانجی محمدی صاحب فرماتے تھے کہ شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے درمیان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے متعلق اختلاف تھا۔شاہ عبدالعزیز صاحب تو یہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے اور دِل گواہی دے دے کہ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو خواہ کسی شکل میں دیکھے اس نے جناب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھا اور شاہ رفیع الدین صاحب یہ فرماتے تھے کہ جو صورت آپ کی واقعی تھی اگر اس میں بال برابر بھی تفاوت ہے تو اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا مثلاً اگر آپ کے بیس بال سفید تھے اور دیکھنے والے نے اکیس دیکھے تو اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا اور اس کی دلیل یہ بیان فرماتے تھے کہ اگر صحابہ کے زمانہ میں کوئی شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا دعویٰ کرتا تو صحابہ اس سے حلیہ دریافت کرتے اور بغیر اس کے تصدیق نہ کرتے اور اس بارے میں دونوں بھائیوں میں تحریریں ہوئی ہیں لیکن زبانی گفتگو کبھی نہیں ہوئی۔ بلکہ اگر کسی وجہ سے مجلس میں اس کا تذکرہ بھی چھڑ گیا اور شاہ عبدالعزیز صاحب اس مسئلہ پر تقریر فرمانے لگے تو شاہ رفیع الدین صاحب بالکل خاموش سنتے رہتے تھے اور اصلاً نہ بولتے تھے (خان صاحب نے فرمایا کہ کسی نے شاہ رفیع الدین صاحب سے کہا کہ آپ شاہ صاحب سے تحریری گفتگو کرتے ہیں ایک دفعہ دونوں بیٹھ کر زبانی گفتگو کیوں نہیں کر لیتے تو شاہ رفیع الدین صاحب نے فرمایا کہ یہ سب کچھ سہی لیکن میرے پاس میاؤں کا جواب نہیں اگر شاہ صاحب نے یوں فرمایا کہ میں یوں کہتا ہوں تو میرے پاس اس کا جواب نہیں ہے یہ فرما کر خان صاحب نے فرمایا کہ یہ بات زبانی گفتگو کے متعلق سوال کرنے کی مجھے یاد نہیں کہ میں نے کس سے سُنی ہے) خان صاحب نے فرمایا کہ میانجی صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحب کا اس مسئلہ میں ایک تیسرا مسلک تھا وہ یہ فرماتے تھے کہ اگر دیکھنے والے نے آپ کو اس زمانہ کے اتقیاء کی وضع میں دیکھا ہے تو اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور اگر اس وضع کے خلاف وضع میں دیکھا ہے تو نہیں دیکھا۔

حاشیہ حکایت (۱۳۶)

قولہ صحابہ اُس سے حلیہ۔ اقول: اس کا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ خاص ان صحابہ کا بھی مسلک ہوگا سب سے ایسا سوال منقول نہیں یا اس زمانہ کی استعداد کا یہی مقتضا ہو کہ تمثل

بعید نہ ہوتا ہو تو اس سے ضعیف الاستعداد کے لئے تمثل بعید کا بطلان لازم نہیں آتا۔ (شت)

(۱۳۷) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ شاہ غلام علی صاحب جب ابتداء میں دہلی آئے ہیں تو جامع مسجد میں شرقی دروازہ کے اُوپر شمالی سہ دری میں ٹھہرے کئی وقت ہو گئے مگر کسی نے کھانے کو نہ پوچھا اور یہ فاقہ سے رہے۔ کئی وقت کے بعد ایک شخص ایک بڑی قاب میں مرغ کی بریانی لایا اور شاہ غلام علی صاحب کو مسافر سمجھ کر دے دی اس وقت کا دستور تھا کہ برتن واپس نہ لیتے تھے اس لئے اس نے قاب بھی واپس نہ لی۔ جب انہوں نے کھانا کھایا تو کچھ کھانا بچ رہا۔ ان کو خیال ہوا کہ اس کو رکھ دیا جاوے۔ دوسرے وقت کام آوے گا۔ یہ خیال کر کے اُنہوں نے رکھنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور رکھنا ہی چاہتے تھے کہ معاً ان کو خیال ہوا کہ رکھنا نہیں چاہئے بلکہ کسی اور حاجت مند کو دے دینا چاہئے جس اللہ نے اس وقت دیا ہے وہ دوسرے وقت بھی دے گا یہ خیال کر کے وہ نیچے اُترے اور دروازہ سے باہر کسی حاجت مند کو دینے کے لئے گئے جب یہ دروازہ سے نکلے ہیں تو ایک مجذوب نے ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا خوب سمجھا بے سالے یہ ٹھہر لی تھی کہ اگر یہ صرف قاب کو ٹیک دے تو سالے کو بھوکا مار ڈالو۔

حاشیہ حکایت (۱۳۷)

قولہ یہ ٹھہری تھی۔ اقول: ہر ایک کے ساتھ جُدا معاملہ ہے اس سے ادخار کا منافی توکل ہونا لازم نہیں آتا۔ (شت)

(۱۳۸) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ شاہ غلام علی صاحب بہت کریم النفس تھے لوگ ان کی کتابیں چُرا کر یا مانگ کر لے جاتے اور پھر ان ہی کے ہاتھ بیچنے کیلئے آتے کتابوں کا داروغہ دیکھتا اور کہتا کہ حضور یہ کتاب تو آپ ہی کی ہے دیکھئے اس پر آپ کا نام بھی لکھا ہوا ہے اور میرا بھی۔ آپ فرماتے کیا دنیا میں میرے اور تیرے نام کا کوئی اور شخص ہے ہی نہیں۔ نہیں ہماری

کتاب نہیں ہے اسی کی ہے مسلمان جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ اور وہ کتاب اسی کو دے دیتے اور اگر ضرورت سمجھتے تو قیمت دے کر لے لیتے۔

حاشیہ حکایت (۱۳۸)

قولہ کیا دنیا میں۔ اقول یہ ہے علم و عمل لا تقف ما لیس لک بہ علم کا۔ (شت)

(۱۳۹) خان صاحب نے فرمایا کہ شاہ غلام علی صاحب شاہ رفیع الدین صاحب کے شاگرد تھے اور شاہ عبدالعزیز صاحب سے بھی کچھ پڑھا تھا۔ جب شاہ عبدالعزیز صاحب سے کچھ عرض و معروض کرنی ہوتی تو عرضی لکھا کرتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۱۳۹)

قولہ عرضی لکھا کرتے تھے۔ اقول: ادب کا یہ بھی ایک رنگ تھا دوسرا رنگ عرضی کو حجاب سمجھ کر زبان سے عرض کرنا ہے۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست۔ (شت)

(۱۴۰) خان صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ قصہ میں نے اپنے کسی بزرگ سے نہیں سُنا صرف دیوان اللہ دیے سے سُنا ہے وہ بیان کرتے تھے کہ مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جامع مسجد میں جب جمعہ کی نماز کے لئے تشریف لاتے تو جنوبی دروازہ سے داخل ہوتے اور جب نماز سے فارغ ہو کر تشریف لے جاتے تو شرقی دروازہ میں کو جاتے۔ جمعہ کی نماز کے بعد شرقی دروازہ کی شمالی سہ دری میں ایک بزرگ مصلّٰی بچھا کر بیٹھتے تھے اور ان کے سامنے ایک مٹی کا لوٹا اور اس کے اُوپر ایک گھسی ہوئی اینٹ رکھی ہوتی تھی جب مرزا صاحب نماز سے فارغ ہو کر تشریف لاتے تو ان بزرگ کے لاتیں مارتے اور بُرا بھلا کہتے اور ان کے نیچے سے مصلّٰی نکال کر پھینک دیتے۔ لوٹا اُٹھا کر توڑ دیتے اور اینٹ کو بھی اُٹھا کر پھینک دیتے اور یہ کر کے روانہ ہو جاتے لوگ اس حرکت کو دیکھ کر اور مرزا صاحب کی شان کے خلاف سمجھ کر اس پر تعجب کرتے مگر دریافت کرنے کی کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ کسی خاص شخص نے جرأت کر کے دریافت کیا کہ حضرت یہ کون

بزرگ ہیں اور آپ ان کے ساتھ یہ برتاؤ کیوں کیا کرتے ہیں۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب ہم لڑکے تھے تو ہماری شکل وصورت اچھی تھی ہمارے چاہنے والے ہمارے پاس آیا کرتے تھے یہ بھی ہمارے چاہنے والوں میں سے تھے اور یہ بھی ہمارے پاس آیا کرتے تھے۔ اس وقت ان کے ساتھ یوں ہی ہاتھا پائی ہوا کرتی تھی جوں جوں ہم جوان ہوتے گئے۔

ہمارے چاہنے والے رخصت ہوتے گئے مگر صرف ایک یہ شخص تھا جو برابر آتا رہا۔ اب خدا نے ہمیں ہدایت کی اور ہم سلوک کی طرف متوجہ ہوئے اور اللہ کے فضل سے صاحب اجازت ہوئے۔ ایک روز ہمیں خیال ہوا کہ یہ شخص باوفا دوست ہے اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے میں نے جو اس کی طرف توجہ کی تو میں اس کے عکس ہی میں دب گیا اور میں نے اس کو اپنے سے بہت اُونچا دیکھا اَب تو میں نہایت پریشان ہوا اور میں نے اس کا نہایت ادب کیا اور اپنی جگہ اس کے لئے چھوڑی اور کہا کہ میں اس جگہ کے قابل نہیں ہوں آپ میری جگہ تشریف رکھیں اور میں آپ کی جگہ مگر اس نے نہ مانا میں نے نہایت اصرار کیا مگر اس نے میرے اصرار پر بھی نہ مانا اور کہا کہ تمہیں میرے ساتھ وہی برتاؤ کرنا ہوگا جو اَب تک کرتے رہے ہو اس کو میں نے نہ مانا اس پر انہوں نے میری تمام کیفیت سلب کر لی اور میں کورا رہ گیا۔ اَب میں بہت پریشان ہوا اور مَیں نے کہا کہ میری کیفیت دے دو اس پر اس نے کہا کہ اس شرط سے واپس کرتا ہوں کہ وعدہ کرو کہ مجھ سے ہمیشہ وہی برتاؤ کرتے رہو گے جو اب تک کرتے رہے ہو اور یہاں نہیں بلکہ جامع مسجد میں سب لوگوں کے سامنے۔

لگتی ہیں گالیاں بھی ترے منہ سے کیا بھلی
قرباں تیرے پھر مجھے کہہ دے اسی طرح

(یہ شعر اس جگہ خان صاحب نے اپنی طرف سے پڑھا تھا) مَیں نے ناچار اس کو منظور کیا اور اس مجبوری سے میں ایسا کرتا ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۴۰)

قولہ: ہمارے چاہنے والوں میں تھے۔اقول: ان کی محبت نفسانی نہ تھی ورنہ سب کے ساتھ یہ بھی رخصت ہو جاتے۔قولہ کیفیت سلب کر لی۔اقول: اس سلب کی حقیقت جیسا احقر نے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ سے سُنی ہے یہ ہے کہ معمول کے قوی ادراکیہ وعملیہ میں ایسا تصرف کیا جاتا ہے جس سے اُس میں غباوت پیدا ہو جاتی ہے باقی کمال وقرب کو کوئی زائل نہیں کر سکتا۔اھ۔احقر کہتا ہے کہ ایسی غباوت کسی مرض یا کسی دوا وغیرہ کے غلبہ سے بھی پیدا ہو سکتی ہے اور اس سے فی نفسہٖ کوئی ضرر بھی نہیں گو لذت کی کمی سے قلق ہوتا ہے البتہ بواسطہ اس لئے گاہے مضر ہو جاتا ہے کہ وہ سبب ہو جاتا ہے نشاط کی کمی کا اور وہ مفضی ہو جاتی ہے تقلیل فی الاعمال کی طرف اسی لئے جہاں ایسا احتمال ہو وہاں یہ تصرف حرام ہے اور جہاں کیفیات نفسانیہ کا غلبہ مخل ہو ضروریات واجبہ دنیویہ یا دینیہ میں وہاں یہ تصرف طاعت ہے اور جہاں محض مصلحت مباحہ ہو وہاں مباح ہے جیسا اس قصہ میں ہوا۔(شت)

(۱۴۱) خان صاحب نے فرمایا کہ مرزا جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ شاہی خاندان سے تھے اور عالمگیر کے خالہ زاد بھائی تھے ان کے والد کا نام مرزا جانی تھا اور مرزا صاحب کا نام جانِ جاناں عالمگیر نے رکھا تھا ان کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ دہلی میں نجف خان رافضی کا تسلط تھا اور رافضی اُس وقت زور شور پر تھے اتفاق سے دو رافضی مرزا صاحب کی خدمت میں آئے اور کہا کہ آپ شیخین کی نسبت کیا کہتے ہیں۔مرزا صاحب نے فرمایا میرا کیا منہ ہے کہ میں ان کی نسبت کچھ کہہ سکوں اُن کی نسبت تو خدا فرماتا ہے "والسابقون الاوّلون" الخ اس پر اُنہوں نے کہا کہ وہ نزول آیت کے وقت بے شک ایسے ہی تھے اس لئے اللہ نے ایسا فرما دیا۔اور بعد کو اُن کی حالت بدل گئی اور اس معاملہ میں خدا کو بدا ہوا ہے۔اس پر مرزا صاحب نے فرمایا کہ ایسے احمق خدا کو میں نہیں مانتا جس کو یہ بھی خبر نہ ہو کہ شیخین نعوذ باللہ مرتد ہو جاویں گے اور وہ ان کو خوشنودی کا بھی

پروانہ دے دے اور ان سے جنت کا بھی وعدہ کر لے، ایسا خدا رافضیوں کا خدا ہے اس پر انہوں نے بندوق ماردی جو مرزا صاحب کے سینہ میں لگی۔ بندوق ایسے انداز سے لگی کہ مرزا صاحب کا فوراً انتقال نہیں ہوا بلکہ وہ سخت زخمی ہو گئے شاہ عالم کو جب علم ہوا تو عیادت کے لئے آئے اور پوچھا کہ مرزا صاحب کیسا مزاج ہے آپ نے فرمایا کہ بندوق لگی ہے سو اس کی تو چنداں تکلیف نہیں کیونکہ یہ سینہ پہلے ہی سے چھلنی تھا۔ ہاں بندوق چونکہ قریب سے لگی ہے اس لئے کچھ بارود اندر چلی گئی ہے اور اس کی بُو سے دماغ سخت پریشان ہے۔ یعقوب خان خورجوی اور ابوبکر خورجوی بیان فرماتے تھے کہ مرزا صاحب نے اس حادثہ سے چار پانچ ہی روز پہلے یہ غزل لکھی تھی۔

بلوح تربت من یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں مقبول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

اور یہ شعر آپ کی تربت پر علیحدہ کندہ بھی ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۴۱)

قولہ احمق الخ۔ اقول: یہ بطور الزام کے فرمایا کہ تمہارے قول پر اس صلت کا قائل ہونا لازم آتا ہے۔ (شت)

(۱۴۲) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ نے مولوی محمود حسن صاحب سے فرمایا کہ کہیں سے ککڑی لاؤ۔ مولوی محمود حسن صاحب فرماتے تھے کہ میں تمام کھیتوں میں پھرا مگر صرف ایک ککڑی چھوٹی سی ملی۔ اس کی خبر کسی ذریعے سے لکھنؤ مولوی عبدالحیٔ صاحب فرنگی محلی کو ہو گئی کہ مولانا نانوتوی کا جی ککڑی کو چاہتا ہے اس پر مولوی عبدالحیٔ صاحب نے لکھنؤ سے مولانا کی خدمت میں بذریعہ ریلوے ککڑیاں بھیجیں اور چند مرتبہ بھیجیں۔

حاشیہ حکایت (۱۴۲)

قولہ کسی سے ککڑی لاؤ۔ اقول اس کو منافی زہد سمجھنا تقشّف خلاف سنت ہے خود

احادیث میں بعض اشیاء کی رغبت کا ظاہر فرمانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے محققین کے نزدیک یہ اظہار احتیاج الی النعمۃ اعلیٰ درجہ کی عبدیت ومحبت مع المنعم ہے۔(شت)

(۱۴۳) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی اعلم علی صاحب کو اپنے طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ تین وقت کا فاقہ ہوا جب یہ شاہ اسحٰق صاحب سے سبق پڑھنے بیٹھے۔تو ان کی آواز میں کمزوری پائی گئی۔شاہ صاحب سمجھ گئے کہ یہ بھوکے ہیں آپ فوراً مکان میں تشریف لے گئے اور وہاں سے کھانا لائے اور مولوی اعلم علی صاحب کو الگ بلا کر کھانا کھلایا اور اس دن سے ان کا کھانا اپنے یہاں کرلیا۔

حاشیہ حکایت (۱۴۳)

قولہ الگ بلا کر۔اقول: یہ آداب عطاء میں سے ہے جب احتمال ہو معطی لہ کے شرمانے کا پھر استمرار عطار افع خجلت ہوجاتا ہے۔(شت)

(۱۴۴) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین صاحب دف کو بھی ناجائز کہتے تھے ایک مرتبہ میری اُن کی اس بارے میں گفتگو ہوئی اور یہ گفتگو ہمارے دروازہ میں ہوئی۔میرے گھر میں جب معلوم ہوا کہ دف کے جواز وعدم جواز میں گفتگو ہورہی ہے تو اُنہوں نے مجھ سے گھر میں بلا کر کہا کہ نواب صاحب کو گھر میں بلالو۔میں پردہ ہوئی جاتی ہوں۔میں ان سے اس بارے میں گفتگو کروں گی وہ پردہ ہوگئیں اور میں نے نواب صاحب کو گھر میں بلالیا جب وہ گھر میں آئے تو میرے گھر میں سے نواب صاحب سے کہا کہ نواب صاحب آپ کو یاد ہوگا کہ جب میں بچی تھی تو ایک روز آپ مجھے گود میں لئے ہوئے تھے اور میرے ہاتھ میں ڈھپڑی تھی (جو بچے گھڑے وغیرہ کے گھیرے پر جھلی منڈھ کر بنالیا کرتے ہیں) اس وقت ابا جان (شاہ اسحٰق صاحب) بیمار تھے اور زمین پر ایک روئی کے گدیلے پر لیٹے ہوئے تھے آپ نے مجھے ابا کے پاس لے جا کر بٹھادیا اور میں وہاں بیٹھ کر ڈھپڑی بجانے لگی سو کبھی تو میں اسے زمین پر رکھ کر بجاتی تھی اور کبھی ہاتھ میں لے کر۔جب میں زمین پر

رکھ کر بجاتی تو ابا اس کو اُٹھا کر میرے ہاتھ میں دے دیتے اور زمین پر رکھ کر نہ بجانے دیتے۔ آیا یہ واقعہ ٹھیک ہے نواب صاحب نے اس کی تصدیق کی۔ تب میرے گھر میں کہا کہ اس سے ثابت ہے کہ آپ کے اُستاد ڈھول کو ناجائز کہتے تھے اور دَف کو جائز۔ کیونکہ جب میں اس کو زمین پر رکھ دیتی تھی تو وہ دونوں طرف سے بند ہو کر ڈھول کی طرح ہو جاتی تھی اور جب میں ہاتھ میں لے لیتی تو وہ ایک طرف سے کُھل کر دف ہو جاتی تھی۔ نواب صاحب ان کے اس استدلال کو سُن کر خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہیں دیا۔

حاشیہ حکایت (۱۴۴)

قولہ بند ہو کر ڈھول کی طرح۔ اقول: سبحان اللہ شاہ صاحب کے فعل کی حقیقت کو کیسا سمجھیں۔ (فائدہ) یہ محقق ہو گیا کہ جواز دف کی شرط یہ ہے کہ تطریب یعنی گت سے نہ بجایا جاوے۔ (شت)

(۱۴۵) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا مولانا نانوتوی رحمہ اللہ نے (اچھی طرح یاد نہیں مگر سُنا انہیں میں سے کسی ایک سے ہے) کہ ایک شخص نہایت خوش گلو تھے اور لغت وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔ کسی نے میاں جی نور محمد صاحب سے عرض کیا کہ حضرت یہ شخص خوش گلو ہے اور نعت پڑھتا ہے آپ بھی سُن لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ مجھے کبھی کبھی امام بنا دیتے ہیں اور غنا بلا مزامیر میں بھی علماء کا اختلاف ہے اور اس کا سننا خلاف احتیاط ہے لہٰذا میں اس کے سُننے سے معذور ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۴۵)

قولہ امام بنا دیتے ہیں۔ اقول: کس قدر ادب ہے منصب امامت کا کہ اختلافات سے بھی احتیاط کی یہ تھے صوفی صافی کہ شریعت کا اس قدر پاس فرماتے تھے۔ (شت)

(۱۴۶) خان صاحب نے فرمایا کہ میاں جی محمدی صاحب حکیم خادم علی صاحب شیخ قاسم علی صاحب شیخ فیاض علی صاحب یہ چاروں ماموں، پھوپھی خالہ زاد بھائی تھے ان میں سے شیخ قاسم علی شاہ صاحب عبدالعزیز صاحب کے کچھ شاگرد تھے اور ان پر

نہایت فریفتہ تھے میانجی محمدی صاحب سید صاحب کے مرید اور ان پر عاشق تھے۔ حکیم خادم علی صاحب مولوی اسمٰعیل صاحب پر دیوانہ تھے۔

شیخ فیاض علی صاحب شاہ اسحٰق صاحب پر فریفتہ تھے۔ شیخ فیاض علی صاحب بیان فرماتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو مسجد شاہ ولی اللہ صاحب کے مزار پر بنوائی ہے شاہ اسحٰق صاحب اس کو اچھا نہ جانتے تھے کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ قبرستان میں مسجد بنوانا نہ چاہئے اور استدلال میں اس حدیث کو پیش کرتے تھے۔ جو مشکوٰۃ ''باب التصاویر'' میں اس مضمون کی مروی ہے کہ بعض اُمہات المؤمنین نے حبشہ کے ایک گرجا کی اور اس کی تصویروں کی تعریف کی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اولئک اذا مات فیھم الرجل الصالح بنوا علٰی قبرہ مسجداً ثم صوروا فیہ تلک الصور اولئک اشرار خلق اللّٰہ متفق علیہ ''اور اس لئے اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھتے تھے۔ اِلا نادراً ایک مرتبہ قبروں پر مسجد بنانے کے متعلق کسی نے آپ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ نہ چاہئے اس نے کہا کہ پھر آپ کے نانا نے کیوں بنائی ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ اُن سے پوچھو۔ میرا مسلک یہی ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۴۶)

قولہ استدلال میں (الخ)۔ اقول: یہ محمل احوط وابعد عن الفساد ہے اور دوسرا محمل یہ ہے کہ وہ لوگ خود اہل قبور کو سجدہ کرتے تھے۔ احقر کہتا ہے کہ گو نماز اللہ ہی کی پڑھی جاوے تب بھی اُس جگہ نماز پڑھنے کو قبول و برکت میں بلا دلیل دخیل سمجھتے ہیں اور توجہ الی الاولیاء اور توجہ اولیاء کو اس میں مؤثر جانتے ہیں اور عبادت الٰہیہ میں مخلوق کی اتنی شرکت کا اعتقاد بھی خلاف دلیل ہے اور حضرات مجوزین نے حسن ظن کی وجہ سے اس احتمال کی طرف التفات نہیں فرمایا۔ (شت)

(۱۴۷) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب اور میانجی محمدی صاحب فرماتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کا معمول تھا کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ

عبدالرحیم صاحب کے مزارات پر سال بھر میں ایک مرتبہ تشریف لے جاتے۔آپ کے متعلقین بھی آپ کے ساتھ جاتے اور وہاں جا کر فاتحہ پڑھتے، فاتحہ کے بعد قرآن شریف یا مثنوی کا وعظ فرماتے اور وعظ کے بعد چنے یا الا ئچی دانے اور کچھ تقسیم فرما دیتے۔مگر شاہ اسحٰق صاحب بھی آپ کے ہمراہ جاتے لیکن جس وقت فاتحہ پڑھ لیتے تھے تو شاہ صاحب شاہ اسحٰق صاحب سے فرماتے کہ میاں اسحٰق بیٹھو گے یا جاؤ گے۔اس پر شاہ اسحٰق صاحب فرماتے کہ حضور جاؤں گا اور یہ کہہ کر واپس تشریف لے آتے۔یہ کبھی جلسہ میں شریک نہیں ہوئے اور نہ شاہ صاحب نے ان کے عدم شرکت پر ان سے کبھی کچھ تعرض فرمایا۔

حاشیہ حکایت (۱۴۷)

قولہ یہ کبھی جلسہ میں الخ۔اقول: اختلاف مسلک اُسی اختلاف نظر سے تھا جو حکایت سابقہ کے حاشیہ میں مذکور ہوا اور شاگرد و اُستاد دونوں کا کس درجہ انصاف وحسن ظن اس سے ثابت ہوتا ہے۔(شت)

(۱۴۸) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ سفر حج میں تھے اس سفر میں ان کا جہاز یمن کی ایک بندرگاہ پر ٹھہر گیا اور مولانا کو معلوم ہوا کہ یہاں جہاز چند روز قیام کرے گا چونکہ آپ کو معلوم ہوا کہ یہاں سے قریب کسی بستی میں ایک بہت معمر عالم اور محدث رہتے ہیں اس لئے آپ جہاز سے اُتر کر اُن کی خدمت میں روانہ ہو گئے جب اُن کی خدمت میں پہنچے اور گفتگو ہوئی تو مولانا کو ان کے شہرت علم کی تصدیق ہو گئی اور آپ نے ان سے حدیث کی سند کی درخواست کی۔ان عالم نے دریافت کیا کہ تم نے کس سے حدیث پڑھی ہے۔مولانا نے فرمایا کہ شاہ عبدالغنی صاحب سے۔وہ عالم شاہ عبدالغنی صاحب کو نہ جانتے تھے اس لئے دریافت کیا کہ شاہ عبدالغنی نے کس سے پڑھی ہے مولانا نے فرمایا شاہ اسحٰق صاحب سے وہ شاہ اسحٰق صاحب سے بھی واقف نہ تھے اس لئے پوچھا کہ شاہ اسحٰق صاحب نے کس سے پڑھی ہے مولانا نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب سے وہ شاہ عبدالعزیز صاحب سے واقف تھے جب ان کا نام سُنا تو فرمایا کہ اب میں تم کو

سند دے دوں گا اور یہ بھی فرمایا کہ شاہ ولی اللہ طوبیٰ کا درخت ہے۔ پس جس طرح جہاں جہاں طوبیٰ کی شاخیں ہیں وہاں جنت ہے۔ اور جہاں اس کی شاخیں نہیں ہیں وہاں جنت نہیں۔ یوں ہی جہاں شاہ ولی اللہ کا سلسلہ ہے وہاں جنت ہے اور جہاں ان کا سلسلہ نہیں وہاں جنت نہیں۔ اُس کے بعد انہوں نے مولانا کو حدیث کی سند دے دی۔ خان صاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے خود مولانا نانوتوی رحمہ اللہ سے سنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۴۸)

قولہ ان کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔ اقول: باوجود کامل ہونے کے دوسرے اہل کمال سے استغنانہ فرمانا کمال تواضع وحرص دین کی دلیل ہے۔

"و فی ذلک فلیتنافس المتنافسون۔ (ش ت)

(۱۴۹) خان صاحب نے فرمایا کہ ریاست رام پور میں نواب یوسف علی خان کے زمانہ میں روشن باغ میں ایک مجذوب رہتے تھے اور نواب صاحب کی طرف سے دو سپاہی ان کی خدمت کے لئے رہا کرتے تھے۔ ان کا نام بٹیر شاہ تھا یہ مجذوب بالکل ننگے رہتے تھے مگر باتوں میں مجذوب نہ تھے چنانچہ جب باتیں کرتے ان کا قاعدہ تھا کہ جو کوئی ان کے پاس آتا اُس سے کوئی نہ کوئی فرمائش ضرور کرتے نیز ان کا قاعدہ تھا کہ اگر کوئی ایک انار یا ایک اُمرود یا ایک روپیہ یا ایک پیسہ وغیرہ پیش کرتا تو نہ لیتے اور فرماتے کہ ایک نہ لوں گا دو لاؤ۔ میرے پھوپھا ان کی خدمت میں جایا کرتے تھے اور مجھے بھی اپنے ہمراہ لے جاتے تھے، میرے پھوپھا نے شاہ آباد دروازہ ایک مکان لے رکھا تھا اور ہمارے مکان کے قریب ایک مولوی صاحب رہتے تھے جو نہایت صحیح العقیدہ اور بزرگ آدمی تھے ان کا نام مولوی اسمٰعیل صاحب تھا اور ان کے ایک بھائی تھے جن کا نام حافظ اسحٰق تھا۔ میں ان حافظ اسحٰق سے کوئی کتاب بھی پڑھتا تھا جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ ان وجوہ سے مولوی اسمٰعیل صاحب سے تعلقات تھے ایک مرتبہ ان مولوی اسمٰعیل صاحب نے میرے پھوپھا سے بٹیر شاہ کے انتقال کے بعد اپنا قصہ بیان

فرمایا کہ گو میری عادت مجاذیب سے اختلاط کی نہ تھی مگر میں خلاف عادت بٹیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور گو ان کی عادت یہ تھی کہ وہ ہر آنے والے سے کچھ نہ کچھ فرمائش کیا کرتے تھے۔ مگر انہوں نے بھی اپنی عادت کے خلاف کبھی مجھ سے کوئی فرمائش نہیں کی۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ حضور سب سے کچھ نہ کچھ فرمائش کرتے ہیں مگر مجھ سے کبھی کوئی فرمائش نہیں کی کیا حضور مجھ سے کچھ ناخوش ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں سب سے زیادہ تجھ سے خوش ہوں۔ میں نے کہا کہ پھر آپ مجھ سے فرمائش کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جتنے لوگ ہمارے پاس آتے ہیں سب اغراض لے کر آتے ہیں کوئی بیوی کے لئے آتا ہے۔ کوئی معشوق کے لئے۔ کوئی نوکری کے لئے کوئی کسی اور غرض سے اس لئے ہم بھی ان کے ساتھ اپنی غرض لگا دیتے ہیں اور تو کسی غرض سے نہیں آتا بلکہ محض خدا کے لئے آتا ہے اس لئے تیرے ساتھ غرض لگانے کو جی نہیں چاہتا۔ میں نے پوچھا کہ آپ جب کسی سے کوئی چیز لیتے ہیں تو ایک نہیں لیتے بلکہ دو لیتے ہیں اس میں کیا راز ہے؟ آپ نے فرمایا "وخلقنا کم ازواجا" اور ایک آیت اور ایسے ہی پڑھی جب خدا نے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں ہم بھی جوڑا لیتے ہیں پھر میں نے عرض کیا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کچھ فرمائش کریں آپ نے فرمایا اچھا مرغ پلاؤ لاؤ۔ میں اپنے گھر آیا میرے بھائی حافظ اسحٰق اصیل مرغ پالتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ میں میاں بٹیر شاہ کے لئے مُرغ کا پلاؤ لے جاؤں گا تو کوئی عمدہ پٹھا جس میں سیر بھر گوشت ہو مجھے دے دو۔ انہوں نے ایک نہایت عمدہ پٹھا دے دیا اس کے بعد میں بازار گیا اور سیر بھر نہایت عمدہ چاول لایا اور بہت اچھی بریانی پکا کر ایک بڑی رکاب میں ان کے لئے سب کا سب لے گیا جب میں وہاں پہنچا تو وہ باغ کے ایک تالاب میں نہا رہے تھے مجھے دیکھ کر نکل آئے۔ میں نے پلاؤ پیش کیا انہوں نے بیٹھ کر سب کھا لیا اور کھا کر اس رکابی کو تالاب پر لے گئے اور وہاں اسے خوب دھویا۔ اور دیر تک پانی کو ہلاتے اور رکابی کو

دھوتے رہے اُس کے بعد وہاں سے آئے اور آ کر رکابی کو آسمان کی طرف بہت اُونچے پھینک دیا اور فرمایا: ''رزقکم فی اسماء'' میں سمجھا کہ اب رکابی گر کر پاش پاش ہو جاوے گی مگر وہ سیدھی انہی کی طرف آئی اور انہوں نے اس کو ایک انگوٹھے اور دو اُنگلیوں پر روک لیا اُس کے بعد اُس کو پھر پھینکا وہی ''رزقکم فی اسماء'' فرمایا اور پھر اُنگلیوں پر روک لیا۔ غرض وہ بہت دیر تک یہ ہی کھیلتے رہے۔ بہت دیر کے بعد اُنہوں نے مجھے رکابی دی میں تو رکابی لے کر چلا آیا اور وہ پھر پانی میں گھس گئے۔ میں حسب معمول ان کی خدمت میں برابر حاضر ہوتا رہا۔ ایک مرتبہ میں نے پھر کہا کہ کچھ فرمائش کیجئے۔ انہوں نے فرمایا اچھا اب کے سفریاں (امرود) لاؤ۔ میں ڈھائی سیر نہایت عمدہ سفریاں لے گیا۔ اتفاق سے اُس روز بھی اکیلے تھے۔ میں نے وہ سفریاں پیش کیں۔ آپ نے ان کو لے کر سامنے رکھ کر کھانا شروع کیا۔ ایک سفری جو کسی قدر گدری تھی جب وہ سرک کر ان کی طرف کو آتی تو اُس کو نہ کھاتے اور ہٹا دیتے اور کہتے میرے پاس نہ آئے گی۔ مولوی کے پاس جاوے گی۔ مولوی کے پاس جاوے گی۔ غرض وہ تمام سفریاں کھالیں اور اس سفری کو آخر تک نہ کھایا اور یہ ہی کہتے رہے مولوی کے پاس جاوے گی مولوی کے پاس جاوے گی میرے پاس نہیں آئے گی جب تمام سفریاں ختم ہو چکیں تو انہوں نے وہ سفری مجھے دی اور کہا یہ تُو کھالینا۔ میں نے جو اُسے اُٹھایا تو نہایت تیز گرم تھی۔ میں نے اُٹھا کر رومال میں رکھ لی اور گھر لے آیا۔ گھر میں آ کر میں ایک عجیب خلجان میں مبتلا ہو گیا۔ کبھی تو جی چاہتا کہ کھالوں اور کبھی یہ خیال کرتا تھا کہ اگر تو نے کھالیا تو پھر تو بھی ان کی طرح دیوانہ ہو جاوے گا اور جو کچھ علم دین کے متعلق نفع کسی کو تجھ سے پہنچ جاتا ہے وہ بھی منقطع ہو جائے گا اور جورو بچے بھی چھوٹ جائیں گے۔ غرض بہت دیر تک اسی اُلجھن میں رہا کہ کھاؤں یا نہ کھاؤں۔ آخر میں اسے کھونٹی پر لٹکا دیا مگر وہ اُلجھن اب بھی نہ گئی۔ جب میں سونے کے لئے لیٹا تو اس وقت بھی وہ اُلجھن نہ گئی کبھی کھانے کا خیال ہوتا تھا اور رومال کو کھونٹی پر سے اُتارتا تھا۔

اور کبھی پھر خیال ہوتا تھا کہ اس کا نہ کھانا ہی مناسب ہے اور یہ خیال کر کے پھر کھونٹی پر لٹکا دیتا تھا جب بہت سی دفعہ میں نے ایسا ہی کیا تو بیوی نے کہا کہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ نہ خود سوتے ہو نہ سونے دیتے ہو اور یہ اس رومال میں کیا چیز ہے کہ کبھی اُتارتے ہو اور کبھی پھر رکھ دیتے ہو۔ بیوی کو تو میں نے ٹال دیا مگر مجھے کسی طرح یکسوئی نہ ہوئی اور میں صبح تک اسی اُلجھن میں رہا اور رات بھر نہیں سویا۔

جب صبح ہوئی تو میرے دوست چندا میاں میرے پاس آئے۔ یہ بہت نیک اور ذاکر شاغل تھے۔ مَیں نے ان سے اس سفری کا تذکرہ کیا اور اپنی پوری کیفیت بیان کی ۔انہوں نے کہا کہ میاں تردّد کیوں کرتے ہو۔ کھا بھی لو لیکن یہ دیکھ لو کہ وہ اب تک گرم ہے یا ٹھنڈی ہو گئی اگر گرم ہے تو اثر ہے اور اگر ٹھنڈی ہو گئی تو اثر جاتا رہا۔ مَیں گھر میں سے سفری لایا دیکھا تو اب تک گرم تھی مگر اس قدر تیزی نہ تھی میں نے کہا کہ چندا میاں گرم تو ہے۔ انہوں نے کہا دیکھو مَیں نے ان کو دی وہ لیتے ہی منہ میں رکھ گئے اور کھاتے ہی انگرکھا پاجامہ اُتار دیا اور ننگے ہو کر چل دیئے۔ میں نے جب چندا میاں کی یہ حالت دیکھی تو مَیں پھر بٹیر شاہ کے پاس گیا اور ان سے اس سفری کا قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ حضرت مجھے تو کوئی ایسی چیز عنایت فرمایئے جس سے میری یہ حالت بھی قائم رہے اس پر اُنہوں نے فرمایا کہ میں اتنا نہیں ہوں یہ قصہ بیان کر کے خان صاحب نے فرمایا کہ میں نے چندا میاں کو دیکھا ہے یہ قوم سے پٹھان تھے اور گھر سے بہت خوش حال تھے ان کے باپ بھائی ریاست کے معزز عہدوں پر تھے اور اپنے گھر میں سب سے خوب صورت تھے ان کے پاؤں میں زنجیر پڑی رہتی تھی اور یہ ایک تخت پر بیٹھے رہتے تھے اُس تخت پر ایک مصلّٰی پڑا رہتا تھا۔ یہ کبھی ذکر کرتے تھے اور کبھی نماز پڑھتے تھے اور کبھی ویسے ہی بیٹھے رہتے۔ اور جب نماز پڑھتے تو نہ اوقات کا لحاظ ہوتا نہ رکعات کا لحاظ بلکہ جب چاہا نماز شروع کر دی اور جب تک جی چاہا پڑھتے رہے۔ سُنا گیا ہے کہ یہ لوگوں کو مارتے بھی تھے نیز ان کی یہ حالت تھی کہ جب کسی کو دیکھتے تو ہنس کر ہاتھ سے منہ چھپا لیتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۱۴۹)

قولہ مگر باتوں میں مجذوب نہ تھے۔ اقول: اس پر تعجب نہ کیا جاوے۔ جذب میں یا جنون میں عقل نہ ہونا تو لازم ہے لیکن بعض اوقات حواس صحیح ہوتے ہیں اور وہ کسی اَمر کا ادراک کرتے ہیں کسی کا نہیں کرتے اور ایسا شخص مکلف نہیں ہوتا اس لئے کہ مدار تکلیف کا عقل ہے نا کہ حواس چنانچہ بہائم باوجود سلامت حواس کے اسی لئے مکلف نہیں کہ ان کو عقل نہیں خواہ مطلقاً خواہ خاص درجہ کی جو بناء ہو تکلیف کی جو کہ صبی و معتوہ میں بھی مقصود ہے علی اختلاف قولی المحققین۔ قولہ میں اتنا نہیں ہوں۔ اقول: علت اس کی نقص ہے مجاذیب کا اسی لئے اہل تحقیق ان کی طرف توجہ کو منع کرتے ہیں کہ اَوّل تو ان سے دین کا نفع کم ہوتا ہے اور کچھ ہوتا ہے تو ناقص۔ چنانچہ اس قصہ میں کیفیت تو حاصل ہوگئی اور اعمال برباد ہوگئے جس پر گو مواخذہ نہ ہو مگر حرمان ثواب سے تو ہوا۔ (ش ت)

(۱۵۰) خان صاحب نے فرمایا کہ میرے اُستاد میاں جی محمدی صاحب بیان فرماتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب ایک مرتبہ کھانا کھانے کے لئے زنانہ مکان میں تشریف لے گئے تھے اور کچھ لوگ آپ کے انتظار میں مدرسہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاق سے عبدالوہاب نجدی کا ذکر چھڑ گیا ان میں سے دو آدمیوں میں اس کے متعلق مناظرہ ہونے لگا۔ ایک نے عبدالوہاب کی مذمت اور تفسیق و تکفیر شروع کی۔ دوسرے نے اس کی تعریف و تحسین اور خوب گفتگو ہوئی ان میں سے ایک مذمت کرنے وا۔ نے یہ بھی کہا کہ عبدالوہاب بد دین تھا اور اس نے ابن تیمیہ اور ابن القیم مردودون اد بددینوں کے دین کو چمکانا چاہا۔ اتنے میں اتفاق سے شاہ صاحب بھی مکان سے تشریف لے آئے شاہ صاحب ابھی بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ اس شخص نے جو عبدالوہاب کا مخالف تھا شاہ صاحب سے کہا کہ حضرت میں تو کہتا ہوں کہ عبدالوہاب کافر تھا اور ایسا تھا ویسا تھا اور اس نے ابن تیمیہ اور ابن القیم جیسے بددینوں کے دینوں کے دین کو رواج دینا چاہا۔ شاہ صاحب نے اس کے منہ سے یہ الفاظ سنتے ہی منہ پر اُنگلی رکھی اور فرمایا ہاہا اور

دیر تک ایسا ہی کیا (مطلب یہ تھا کہ یہ بات نہایت بُری ہے تم ایسا نہ کہو) اس کے بعد بیٹھ کر فرمایا کہ عبدالوہاب بھی نہایت سچا اور پکا مسلمان اور متبع سنت تھا مگر بد عقل اور ابن تیمیہ وابن القیم بھی نہایت سچے اور پکے مسلمان تھے۔ مگر بشر تھے اُن سے غلطی ممکن ہے اور اس غلطی کی بناء پر ان کو بُرا بھلا کہنا ہرگز نہیں چاہئے۔ اُس کے بعد شاہ صاحب نے فرمایا کہ حجۃ الوداع میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُونٹنی پر سوار ہو کر طواف فرمایا تھا جس سے مقصود تعلیم افعال طواف تھی اور اس حالت میں آپ کی اُونٹنی نے نہ جگالا نہ مینگنیاں کیں اور نہ پیشاب کیا پس حرمت مسجد بھی محفوظ رہی اور مقصود تعلیم بھی حاصل ہو گیا۔ عبدالوہاب اپنی غلطی سے اُونٹنی پر طواف کو سنت سمجھ گیا اور اس نے اپنے اتباع سمیت اُونٹوں پر طواف کیا جس سے تمام مسجد مینگنیوں اور پیشاب سے بھر گئی۔ سو گو یہ اس کی غلطی تھی مگر اس کا منشاء اتباع سنت تھا اس لئے اس کو بُرا کہنا نہ چاہئے۔

حاشیہ حکایت (۱۵۰)

قولہ مگر اس کا منشاء اتباع سنت تھا الخ۔ اقول: یہی فرق ہے اہل صورت و اہل معانی میں کہ وہ افعال کو دیکھتے ہیں اور یہ افعال کے مناشی کو، اس لئے کبھی ایسے اَمر پر مواخذہ کرتے ہیں جو ظاہراً موجب مواخذہ نہیں ہوتا اور کبھی ایسے اَمر پر تسامح کرتے ہیں جو ظاہراً قابل تسامح نہیں ہوتا۔ (شت)

(۱۵۱) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحب بیان فرماتے تھے کہ جب مولوی اسمٰعیل صاحب نے رفع یدین شروع کیا تو مولوی محمد علی صاحب و مولوی احمد علی صاحب نے جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد اور ان کے کاتب تھے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت مولوی اسمٰعیل صاحب نے رفع یدین شروع کیا ہے اور اس سے مفسدہ پیدا ہوگا۔ آپ ان کو روک دیجئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں تو ضعیف ہو گیا ہوں۔ مجھ سے تو مناظرہ ہو نہیں سکتا۔ میں اسمٰعیل کو بلائے لیتا ہوں تم میرے سامنے اس سے مناظرہ کر لو۔ اگر تم

غالب آ گئے تمہارے ساتھ ہو جاؤں گا اور وہ غالب آ گیا اس کے ساتھ ہو جاؤں گا مگر وہ مناظرہ پر آمادہ نہ ہوئے اور کہا کہ حضرت ہم تو مناظرہ نہ کریں گے اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ جب تم مناظرہ نہیں کر سکتے تو جانے دو۔ شاہ صاحب نے جب یہ جواب دیا تو میں سمجھا کہ شاہ صاحب نے اس وقت دفع الوقتی فرما دی ہے مگر یہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے کہیں گے ضرور چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور جب شاہ عبدالقادر صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا میاں عبدالقادر تم اسمٰعیل کو سمجھا دینا کہ وہ رفع یدین نہ کیا کریں کیا فائدہ ہے خواہ مخواہ عوام میں شورش ہو گی۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ حضرت میں کہہ تو دوں مگر وہ مانے گا نہیں اور حدیثیں پیش کرے گا۔ اس وقت بھی میرے دل میں یہی خیال آیا کہ گو انہوں نے اس وقت یہ جواب دے دیا ہے مگر یہ بھی کہیں گے ضرور۔ چنانچہ یہاں بھی میرا خیال صحیح ہوا۔ اور شاہ عبدالقادر صاحب نے مولوی محمد یعقوب صاحب کی معرفت مولوی اسمٰعیل صاحب سے کہلایا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو۔ اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہو گا جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے مولوی اسمٰعیل صاحب سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جاوے تو پھر اس حدیث کے کیا معنے ہوں گے ''**من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید**'' کیونکہ جو کوئی سنت متروکہ کو اختیار کرے گا عوام میں ضرور شورش ہو گی مولوی محمد یعقوب صاحب نے شاہ عبدالقادر صاحب سے اُن کا جواب بیان کیا اس کو سُن کر شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا۔ ہاہا ہم تو سمجھے تھے کہ اسمٰعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھا۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو اور ''**ما نحن فیه**'' میں سنت کا مقابل خلاف سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے یونہی ارسال بھی سنت ہے جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے یہ جواب مولوی اسمٰعیل صاحب سے بیان کیا تو وہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔

حاشیہ حکایت (۱۵۱)

قولہ یہ حکم اس وقت ہے الخ۔ اقول: اس وقت بے ساختہ زبان پر آتا ہے

''و فوق کل ذی علم علیم''

(۱۵۲) خان صاحب نے فرمایا کہ کتاب ''اربعین وماً تہ مسائل'' کے تصنیف کی وجہ یہ ہے خان زمان خان وتاولی بھیکم پور کے رئیس تھے انہوں نے شاہ اسحٰق صاحب سے سوالات کئے تھے ان کے جوابات میں تو شاہ صاحب نے ''اربعین'' لکھی ہے اور کچھ سوالات دہلی کے شاہزادوں اور بادشاہ دہلی اور حاجی قاسم ومولوی کریم اللہ وغیرہ مخالفین نے آپس میں مشورہ کر کے اور سوالات ترتیب دے کر کئے تھے اور یہ قید بھی لگا دی تھی کہ ان کے جوابات صرف فلاں فلاں علماء کے تصریحات سے ہونے چاہئیں ان کا جواب شاہ صاحب نے مولوی نور الحسن صاحب کاندھلوی کے سپرد کر دیا اور انہوں نے شاہ صاحب کی طرف سے ان کا جواب لکھا اس کتاب کا نام ''مائۃ مسائل'' ہے اور ''اربعین'' اور ''ماًتہ مسائل'' کے بعض بعض مسائل میں جو آپس میں کسی قدر اختلاف ہے مثلاً ایک مسئلہ کے متعلق ''اربعین'' میں فتویٰ حرمت ہے تو ''ماًتہ مسائل'' میں مکروہ او نحو ذلک اس اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ ''اربعین'' کے جوابات میں شاہ صاحب آزاد تھے اس لئے انہوں نے اپنی تحقیق کے مطابق جوابات دیئے ہیں اور ''ماًتہ مسائل'' کے جوابات میں اصل مجیب یعنی مولوی نور الحسن صاحب اور شاہ صاحب جن کی طرف سے وہ جوابات ہیں دونوں پابند تھے اس لئے جس قدر تصریح ان علماء کے کلام میں ملی جن کے تصریح سے جواب کی درخواست کی گئی تھی اس قدر تصریح لکھ دی گئی۔ یہ منشاء ہے اختلاف کا اس قصہ کو میں نے میانجی محمدی صاحب حکیم خادم علی صاحب شیخ فیاض علی صاحب مولوی حسین احمد صاحب خورجوی اور دیگر حضرات سے سُنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۵۲)

قولہ: انہوں نے شاہ صاحب کی طرف سے۔

اقول: کیونکہ ''توکیل فی التصنیف'' بھی جائز ہے جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''مسیلمہ'' سے فرمایا تھا ''و ھذا یجیبک عنی ۔''(شت)

(۱۵۳) خان صاحب نے فرمایا کہ رامپور میں ایک اور مجذوب رہتے تھے جو اپنے آپ کو ''رب العالمین'' کہتے تھے۔ یہ جس مکان میں رہتے تھے اُس میں ایک نہایت عمدہ چارپائی پڑی تھی جس پر ایک نہایت عمدہ بستر لگا رہتا تھا اور یہ مجذوب نہایت شان وشوکت کے ساتھ اس چارپائی پر بیٹھے رہتے تھے اور چارپائی کے سرہانے ایک چوکی لگی ہوئی تھی جس پر ایک جائے نماز پڑی ہوئی تھی اور چارپائی کے سامنے بوریے بچھے رہتے تھے اور مکان میں ہر چیز نہایت قرینہ سے رکھی رہتی تھی ۔مکان بھی نہایت عمدہ تھا اور اس میں صفائی کا بھی پورا اہتمام تھا حتی کہ مکان میں تنکا تک نہ ہوتا۔ یہ مجذوب لباس بھی نہایت عمدہ اور امیرانہ پہنتے تھے اور نہایت خوش بیان تھے تقریر اس قدر تیز تھی کہ کیا مجال زبان میں لکنت آئے یا کہیں ٹھنکیں۔مگر وہ تقریر نہایت غیر مربوط اور بے معنی ہوتی تھی اثناء تقریر میں کبھی کبھی فوں فوں شوں شوں بھی کرنے لگتے تھے ان کے پاس ایک خادم رہتا تھا اور ہر وقت مکان بند رہتا تھا جب کوئی آتا تو دروازہ پر تین مرتبہ دستک دیتا اگر دروازہ نہ کُھلتا تو واپس ہو جاتا اور اگر ان مجذوب کو بلانا مقصود ہوتا تو خادم آ کر دروازہ کھولتا اور وہ شخص دروازہ میں داخل ہوتا خادم دروازہ پر اُس سے جوتے اُتروا دیتا اور جوتے ایک طرف کو موقع سے رکھ دیتا یہ شخص ان کی خدمت میں جا کر سلام کرتا اور عروض ومعروض کرتا ان مجذوب کا قاعدہ تھا کہ وہ اکثر دائیں بائیں اور اُوپر منہ کر کے شوں شوں فوں فوں کرتے تھے۔ان کی نسبت یہ بھی مشہور تھا کہ ایک مرتبہ اُنہوں نے خودکشی کرنے کے لئے اپنے پیٹ میں چُھرا گھونپ لیا جس سے آنتیں باہر آ گئیں۔ان کی بہن رونے لگی، بہن کو روتے دیکھ کر انہوں نے آنتیں اندر کر لیں اور زخم اچھا ہو گیا۔ میں اپنے پھوپھا کے ہمراہ ان کے یہاں جایا کرتا تھا۔ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میرے پھوپھا

اور میں ان کے یہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ان کو جوش ہوا اور انہوں نے حسب عادت فوں فوں اور شوں شوں شروع کی اور کہا کہ فلاں مرتبہ ''رب العالمین'' نے ''رب العالمین'' سے ملنا چاہا تو فلاں مانع ہوا اور فلاں مرتبہ ''رب العالمین'' نے رب العالمین سے ملنا چاہا تو فلاں مانع ہوا اور فلاں مرتبہ فلاں اور فلاں مرتبہ فلاں۔ اور انہوں نے اپنا پیٹ کھول کر دکھایا تو سینہ سے ناف تک ایک لکیر معلوم ہوتی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے کبھی پیٹ چاک کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ آج پھر صبح سے رب العالمین کو رب العالمین سے ملنے کا شوق ہو رہا ہے دیکھو کوئی مانع نہ ہو اور یہ کہہ کر انہوں نے اپنے بستر کے نیچے سے ایک تراہ کا چھرا نکالا اور گردن پر رکھ کر چلانا چاہتے تھے کہ میرے پھوپھا نے جلدی سے اُن کا ہاتھ پکڑ کر ان کے ہاتھ سے چُھرا لے لیا۔ وہ بہت دیر تک فوں فوں شوں شوں کرتے رہے۔ جب جوش فرو ہوا تو انہوں نے میرے پھوپھا سے کہا کہ اب مجھے چُھرا دے دو۔ اب مجھ پر وہ کیفیت طاری نہیں ہے۔ میرے پھوپھا نے چُھرا دے دیا اس کے بعد اُنہوں نے میرے پھوپھا سے فرمایا کہ اس کا تذکرہ نہ کرنا اور مجھ سے بھی کہا کہ میاں لڑکے دیکھو تم بھی کہیں نہ کہہ دینا۔ اس روز سے مجھ پر کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ میں پھر ان کے یہاں نہیں گیا۔ یہ قصہ نواب یوسف علی خان کے زمانہ کا ہے اس کے بعد تو ہم رامپور سے چلے آئے۔ ہمارے چلے آنے کے بعد جب نواب کلب علی خان مسند ریاست پر متمکن ہوئے تو ان کے زمانہ میں یہ قصہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ ان مجذوب نے اپنے خادم سے کہا کہ ''رب العالمین'' کو ''رب العالمین'' سے ملنے کا آج پھر شوق غالب ہوا ہے اور وہ اپنی گردن کاٹنا چاہتا ہے اگر سر تن سے جُدا نہ ہو تو الگ کر دینا یہ کہہ کر سجدہ میں گئے اور سجدہ میں جا کر اُنہوں نے اپنی گردن کاٹ لی سر تو تن سے جُدا ہو گیا یہ نہیں معلوم ہوا کہ خود انہی نے جُدا کر دیا تھا یا حسب وصیت خادم نے جُدا کیا اور ان کا حلقوم زمین پر آ ٹکا اور وہ اسی طرح سجدہ کی ہیئت پر قائم رہے اور سوائے خون کے

نہ پاخانہ نکلا نہ پیشاب اور نہ کسی قسم کی رطوبت۔ اور خادم پاس بیٹھا ہوا برابر مور جھل جھلتا رہا لوگ آتے تھے اور دستک دے کر چلے جاتے تھے۔ بھنگن بھی دو وقت کمانے آتی تھی مگر دستک اور آواز دے کر چلی جاتی تھی اسی طرح تین دن گذر گئے۔ آخر کار بھنگن نے ان کے پڑوس میں اس کا تذکرہ کیا کہ میاں تو کہیں جاتے نہ تھے خدا جانے کہاں چلے گئے میں تین دن سے دو وقت کمانے جاتی ہوں مگر دروازہ نہیں کھلتا پڑوس کی عورتوں کو کچھ شبہ ہوا اور انہوں نے اپنے اپنے کوٹھوں سے یا اور کسی طریق سے اُن کے مکان میں جھانکا دیکھا تو وہ شہید ہیں اور خادم بیٹھا ہوا ہے اُنہوں نے اپنے مردوں سے ذکر کیا۔ مردوں نے کوتوالی میں اطلاع کی پولیس آئی۔ دروازہ کھولا گیا۔ دیکھا واقعہ صحیح تھا۔ اب ان کی تجہیز و تکفین ہوئی۔ مگر نماز کے متعلق علماء میں اختلاف ہوا۔ مفتی سعد اللہ صاحب اور ان کی جماعت کہتی تھی کہ انہوں نے خودکشی کی ہے اس لئے ان کی نماز نہ پڑھنی چاہئے اور مولوی ارشاد حسین صاحب اور رام پور کے قاضی جو بدایون کے رہنے والے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ مغلوب اور غیر مکلّف تھے ان کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے۔ چنانچہ مولوی ارشاد حسین صاحب اور قاضی صاحب کے فتویٰ پر عمل کیا گیا اور نہایت شان و شوکت کے ساتھ ان کی نماز ہوئی اور ان کو دفن کیا گیا ان مجذوب کے انتقال کے بعد اب وہ خادم اپنے کو ''رب العالمین'' کہنے لگا۔ مگر علماء کی رائے سے نواب صاحب نے اس کو رام پور سے نکال دیا اور اس کے بعد اس کا پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں گیا اور کیا ہوا۔

حاشیہ حکایت (۱۵۳)

ایسے مغلوب ناقص ہوتے ہیں اور اولیاء مستھلکین کہلاتے ہیں۔ گو استہلاک ظاہری نہ ہو۔ (شت)

(۱۵۴) خان صاحب نے فرمایا کہ جب مولوی اسمٰعیل صاحب اور مولوی فضل حق صاحب سے تحریری مناظرہ ہو رہا تھا۔

تو مولوی اسمٰعیل صاحب کا قاعدہ تھا کہ جب آپ کے پاس مولوی فضل حق صاحب کی تحریر پہنچتی تو فوراً جواب دیتے اور بعض اوقات تو ایسا ہوا کہ آپ تیر رہے ہیں اور تیرنے کی حالت میں آپ کے پاس تحریر پہنچی۔ آپ نے تیرتے ہی تیرتے اس کا جواب لکھوادیا ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ مؤمن خان اور مولوی فضل حق صاحب شطرنج کھیل رہے تھے اور مولوی فضل حق صاحب نے مولوی اسمٰعیل صاحب کے پاس تحریر بھیجی تھی اتفاق سے ان کے شطرنج کھیلنے ہی میں آدمی واپس آ گیا، مولوی فضل حق صاحب نے دریافت کیا کہ جواب لائے اُس نے کہا کہ جواب نہیں دیا اور کہا کہ فلاں وقت دوں گا چونکہ یہ بات مولوی اسمٰعیل صاحب کے طرز کے خلاف تھی اس لئے مولوی فضل حق صاحب نے سمجھا کہ اب مولوی اسمٰعیل عاجز ہو گئے اور یہ سمجھ کر کہا کہ بس دے لیا جواب۔ یہ بات مؤمن خان کو ناگوار ہوئی اُنہوں نے کہا کہ وہ بات ہی کیا ہے جس کا جواب مولوی اسمٰعیل صاحب نہیں دے سکتے اس پر ان میں گفتگو شروع ہوگئی اور مؤمن خان مناظرہ میں غالب رہے چونکہ گفتگو میں مزاج مکدر ہو گیا تھا اس لئے مؤمن خان یہ شعر کہہ کر چل دیئے ؎

لے نام آرزو کا تو دل کو نکال دیں

(آرزو مولوی فضل حق صاحب کا تخلص ہے)

مؤمن نہ ہوں جو ربط رکھیں بدعتی سے ہم

جب مولوی فضل حق صاحب نے دیکھا کہ مؤمن خان ناراض ہو گئے تو وہ ان کو منانے کے لئے گئے، کچھ گفتگو ہو کر صلح ہو گئی۔ اس وقت مؤمن خان نے یہ شعر پڑھا ؎

ٹھانی تھی دِل میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم

پر کیا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

یہ قصہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ قصہ میں نے متعدد ثقات سے سنا ہے مگر نام یاد نہیں رہے۔

حاشیہ حکایت (۱۵۴)

قولہ مؤمن خان کا بھی کمال ہے کہ حق پر اتنی پرانی دوستی قطع کر دی اور مولوی صاحب کا بھی کمال کہ باوجود اتنی بڑی شان کے اُن سے صلح کی ابتداء فرمائی۔ (شت)

(۱۵۵) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی سراج احمد صاحب خورجوی فرماتے تھے کہ مؤمن خان اور مولوی فضل حق صاحب شطرنج کھیلا کرتے تھے اور مؤمن خان کھیل میں غالب رہتے تھے ایک مرتبہ مرزا غالب نے مولوی فضل حق صاحب سے کہا کہ آپ اس قدر تیز طبع اور ذہین ہیں پھر کیا بات ہے کہ مؤمن خان سے مات کھا جاتے ہیں مولوی فضل حق صاحب نے فرمایا کہ مؤمن خان بھیڑیا ہے اسے اپنی قوت کی خبر نہیں ہے وہ عشق عاشقی کے قصوں میں پھنس گیا۔ اگر علمی مشغلہ میں پڑتا اس وقت اس کے ذہن کی حقیقت معلوم ہوتی فی الحقیقت نہایت ذہین آدمی ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۵۵)

کیسے منصف مزاج حضرات تھے آج مشائخ میں وہ تواضع وصدق نہیں جو اُس وقت کے دنیادار کہلانے والوں میں تھا۔ (شت)

(۱۵۶) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ مولوی عبداللہ خان کاندھلوی کا اور مولوی فضل حق صاحب کا سہارن پور میں امکان نظیر کے مسئلہ میں مناظرہ ہوا اور مولوی فضل حق صاحب کو بھرے مجمع میں الزام ہو گیا۔

حاشیہ حکایت (۱۵۶)

قولہ الزام ہو گیا۔ اقول: مولوی فضل حق صاحب کی یہ سلامت فطرت ہے کہ اس الزام کے اخفاء کی کوشش نہیں کی ورنہ آج کل تو کچھ نہ کچھ ہانکے ہی جاتے ہیں جس میں مغلوبیت کا پتہ نہ لگے۔ (شت)

(۱۵۷) خان صاحب نے فرمایا کہ مفتی عنایت احمد صاحب مولوی فضل حق صاحب نواب عبداللطیف خان خان پوری شیخ مہدی بخش سہارن پوری (خواجہ احمد حسن

سہارن پوری کے والد) یہ سب رنگون ایک جگہ مقید تھے آخر میں سب کی رہائی کا حکم ہو گیا تھا مگر آخر کے تین حضرات رہائی کا حکم آنے تک انتقال کر چکے تھے اور مفتی عنایت احمد صاحب چھوٹ کر آئے تھے۔ مفتی صاحب نے ہندوستان آ کر بیان فرمایا کہ مولوی فضل حق صاحب بہت نادم تھے اور روتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ میں نے مولوی اسمٰعیل صاحب کی مخالفت کی وہ بے شک حق پر تھے اور میں غلطی پر تھا مجھ پر جو یہ مصیبت پڑی ہے یہ میرے انہی اعمال کی سزا ہے میری مولوی اسمٰعیل سے دوستی تھی اور میں بھی ان کے ساتھ شہید ہوتا مگر کیا کیجئے بدایوں والوں نے اُبھار کر ان سے بھڑا دیا اور میں علم کے غرہ میں حق کو باطل کرنے پر تُل گیا۔ تم لوگ گواہ رہنا کہ میں اپنے خیالات باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور اگر میں رہا ہو گیا تو اپنی توبہ شائع کروں گا۔ اھ۔ خان صاحب نے فرمایا کہ مفتی صاحب سے اس واقعہ کو روایت کرنے والے مولوی سراج احمد صاحب سنبھلی ہیں میں نے مولوی سراج احمد صاحب سے اس قصہ کو سُن کر مفتی لطف اللہ صاحب علی گڑھی سے اس کی تصدیق چاہی تو اُنہوں نے بھی اس کی تصدیق کی اور فرمایا کہ واقعہ ٹھیک ہے مولوی سراج احمد صاحب اس قصہ میں یہ بھی بیان فرماتے تھے کہ مولوی فضل حق صاحب نے اپنے بیٹے کو خط لکھا تھا جس میں اپنے خیالات سے رجوع کیا تھا اور لکھا تھا کہ تم اس کو شائع کرا دینا۔ اھ۔ میں نے مفتی لطف اللہ صاحب سے اس کی بھی تصدیق چاہی مگر اُنہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۵۷)

قولہ توبہ کرتا ہوں۔ اقول: یہ اعتراف کمال عظیم ہے۔ (شت)

(۱۵۸) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی بیان فرماتے تھے کہ ایک شہزادہ نے مولوی اسمٰعیل صاحب کی ''تقویت الایمان'' کا رد لکھا۔ مولوی فضل حق صاحب نے دیکھ کر اس کو پھینک دیا اور بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ تمہاری کیا حقیقت ہے کہ تم ''تقویت الایمان'' کا رد لکھو اور مولوی اسمٰعیل صاحب کا مقابلہ کرو۔

میں اُن کو چھیڑ کر مصیبت میں پڑ گیا تھا۔ پھر تم تو کیا چیز ہو۔

حاشیہ حکایت (۱۵۸)

قولہ میں اُن کو چھیڑ کر۔

اقول: اپنے مقابل کے کمال کا اعتراف تھوڑی بات نہیں۔ (شت)

(۱۵۹) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالرشید صاحب غازی پوری رام پور میں مولوی فضل حق صاحب سے پڑھتے تھے۔ یہ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے۔ اتفاق سے ان کے ایک دوست مل گئے۔ ان دوست نے ان سے کہا کہ چلو مولوی فضل حق صاحب کے یہاں چلیں تم اُن کے (مولانا اسمٰعیل صاحب کے) معتقد ہو آج تمہیں تمہارے اُستاد سے ان پر تبرے سُنوائیں گے اُنہوں نے کہا چلو جب یہ دونوں وہاں جا کر بیٹھے تو مولوی عبدالرشید صاحب نے کہا کہ حضرت یہ مجھے یہ کہہ کر لائے ہیں کہ مولوی صاحب سے تمہیں مولوی اسمٰعیل پر تبرے سنواؤں گا۔ مولوی فضل حق صاحب نے کہا اچھا اس غرض سے لائے ہیں اور یہ کہہ کر ان پر بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا میں اور مولوی اسمٰعیل پر تبرا کروں۔ یہ نہیں ہوسکتا جو مجھ سے ہو چکا ہے وہ بھی بہکائے سکھلائے سے ہوا تھا اور اب تو وہ بھی نہیں ہوسکتا اور یہ کہہ کر اُن کو اپنی مجلس سے اُٹھوا دیا۔ اور فرمایا کہ میرے یہاں کبھی نہ آنا۔

حاشیہ حکایت (۱۵۹)

قولہ اس میں بھی مولوی صاحب کا وہی کمال ثابت ہوتا ہے جو اُوپر کی حکایتوں میں ہے۔ (شت)

(۱۶۰) خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد منیر صاحب مدرسہ دیو بند کے مہتمم تھے۔ ایک مرتبہ وہ مدرسہ کے ڈھائی سو روپیہ لے کر مدرسہ کی سالانہ کیفیت چھپوانے کے لئے دہلی آئے اتفاق سے روپیہ چوری ہو گئے۔ مولوی صاحب نے اس چوری کی کسی کو اطلاع نہیں کی اور مکان آ کر اپنی کوئی زمین وغیرہ بیع کی اور ڈھائی سو روپیہ لے کر دہلی پہنچے اور کیفیت چھپوا کر لے آئے، کچھ دِنوں کے بعد اس کی اطلاع اہل مدرسہ کو ہوئی۔ اُنہوں

نے مولانا گنگوہی کو واقعہ لکھا اور حکم شرعی دریافت کیا وہاں سے جواب آیا کہ مولوی صاحب امین تھے اور روپیہ بلا تعدی کے ضائع ہوا ہے اس لئے ان پر ضمان نہیں۔ اہل مدرسہ نے مولوی محمد منیر صاحب سے درخواست کی کہ آپ روپیہ لے لیجئے اور مولانا کا فتویٰ دِکھلا دیا مولوی صاحب نے فتویٰ دیکھ کر فرمایا کہ کیا میاں رشید احمد نے فقہ میرے ہی لئے پڑھی تھی اور کیا یہ مسائل میرے ہی لئے ہیں۔ ذرا اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر تو دیکھیں اگر ان کو ایسا واقعہ پیش آتا تو کیا وہ بھی روپیہ لے لیتے جاؤ لے جاؤ اس فتوے کو۔ میں ہرگز روپیہ نہ لوں گا۔

حاشیہ حکایت (۱۶۰)

قولہ کیا یہ مسائل میرے ہی لئے الخ۔ اقول کیا انتہا ہے تقویٰ کا۔ (شت)

(۱۶۱) خان صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص ہم کو محتاج سمجھ کر دیتا ہے اس کا ہدیہ تو لینے کو جی نہیں چاہتا اور جو اس غرض سے دیتا ہے کہ ہمارے (یعنی دینے والے کے) گھر میں برکت ہو اور ہمارے لے لینے کو ہمارا احسان سمجھے اُس کا ہدیہ لے لینے کو جی چاہتا ہے۔ اگرچہ وہ چار ہی پیسے ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۶۱)

قولہ: جو شخص ہم کو محتاج (الخ)۔

اقول: وجہ اس تفصیل کی یہ ہے کہ محتاج سمجھ کر دینا عادۃً ذلیل سمجھ کر دینا ہوتا ہے اور یہ آداب ہدیہ کے خلاف ہے کہ مہدی الیہ کو ذلیل سمجھا جاوے۔ (شت)

(۱۶۲) خان صاحب نے فرمایا کہ جب منشی ممتاز علی صاحب کا مطبع میرٹھ میں تھا اُس زمانہ میں ان کے مطبع میں مولانا نانوتوی رحمہ اللہ بھی ملازم تھے اور ایک حافظ جی بھی نوکر تھے۔ یہ حافظ جی بالکل آزاد تھے۔ رندانہ وضع تھی چوڑی دار پاجامہ پہنتے تھے داڑھی چڑھاتے تھے نماز کبھی نہ پڑھتے تھے۔ مگر مولانا نانوتوی رحمہ اللہ سے اور ان سے نہایت گہری دوستی تھی وہ مولانا کو نہلاتے اور کمر ملتے تھے اور مولانا اُن کو نہلاتے اور کمر ملتے تھے۔ مولانا اُن کے کنگھا کرتے تھے وہ مولانا کے کنگھا کرتے تھے اگر کبھی

مٹھائی وغیرہ مولانا کے پاس آتی تو ان کا حصہ ضرور رکھتے تھے۔غرض بہت گہرے تعلقات تھے مولانا کے مقدس دوست مولانا کی ایک آزاد شخص کے ساتھ اس قسم کی دوستی سے ناخوش تھے مگر وہ اس کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے۔

ایک مرتبہ جمعہ کا دن تھا حسب معمول مولانا نے حافظ جی کو نہلایا اور حافظ جی نے مولانا کو جب نہا چکے تو مولانا نے فرمایا کہ حافظ جی مجھ میں اور تم میں دوستی ہے اور یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تمہارا رنگ اور ہو اور میرا رنگ اور۔ اس لئے میں بھی تمہاری ہی وضع اختیار کرتا ہوں۔ تم اپنے کپڑے لاؤ میں بھی وہ ہی کپڑے پہنوں گا اور میری یہ داڑھی موجود ہے تم اس کو بھی چڑھا دو۔ اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ نہ کپڑے اُتاروں گا نہ داڑھی۔ وہ یہ سُن کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے آپ مجھے اپنے کپڑے دے دیجئے۔ میں آپ کے کپڑے پہنوں گا اور یہ داڑھی موجود ہے اس کو آپ اُتار دیجئے مولانا نے ان کو اپنے کپڑے پہنائے اور داڑھی اُتار دی اور وہ اس روز سے پکے نمازی اور نیک وضع بن گئے۔

حاشیہ حکایت (۱۶۲)

قولہ میں بھی تمہاری وضع (الخ)۔اقول: مولانا کو یقین تھا کہ اس فرمانے سے ان پر وہی اثر ہوگا جو کہ ہوا اس لئے اس فرمانے پر اعتراض نہیں ہوسکتا یہ اصلاح کے طریقے ہیں جن کو حکماء الٰہی سمجھتے ہیں جیسے حدیث میں ہے کہ ایک بی بی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک بار نوحہ کرنے کی اجازت کا یہ اثر ہوا کہ اس نے فوراً توبہ کرلی۔(شت)

(۱۶۳) خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کا قاعدہ تھا کہ سفر میں ہدیہ نہ لیتے تھے۔ایک مرتبہ ایک شخص نے تنہائی میں کہا کہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں مولانا سمجھ گئے کہ کچھ دینا چاہتا ہے آپ نے فرمایا کہ ایک عرض میری ہے پہلے اُسے سُن لیجئے۔ میرا معمول ہے کہ میں سفر میں نہیں لیا کرتا اور مصلحت یہ ہے کہ کبھی آدمی کے پاس ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا۔ سفر میں اپنے

دوستوں سے ضرور ملاقات ہوتی ہے۔ اب کسی نے پہلے سفر میں کچھ دیا تھا لہٰذا اس سفر میں اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے تو یا تو وہ ملنے سے کترائے گا یا اگر ملے گا تو جھینپ اور شرمندگی کے ساتھ ملے گا۔

حاشیہ حکایت (۱۶۳)

قولہ مصلحت یہ ہے (الخ)۔ اقول: کسی مصلحت سے ہدیہ نہ لینا مخالف سنت کے نہیں جیسے کم فہم سمجھتے ہیں ایسے ہی اور بھی بہت سے عذر ہیں جن کو صاحب معاملہ سمجھ سکتا ہے البتہ یہ شرط ہے کہ وہ عذر احکام شریعت وطریقت کے خلاف نہ ہو۔ (شت)

(۱۶۴) خان صاحب نے فرمایا کہ جن بزرگوں کا اخلاق بہت بڑھ جاتا ہے۔ ان سے مخلوق کی اصلاح نہیں ہوتی اور فرمایا کہ مولانا نانوتوی گو نہایت وسیع الاخلاق تھے مگر اصلاح کے معاملہ میں اخلاق نہ برتتے تھے اور مریدوں اور متعلقین پر برابر روک ٹوک کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا خورجہ تشریف لائے مولوی فضل رسول بدایونی کا تذکرہ چل گیا۔ میری زبان سے بجائے فضل رسول (بضاد معجمہ) فصل رسول (بصاد مہملہ) نکل گیا۔ مولانا نے ناخوش ہو کر فرمایا کہ لوگ اُن کو کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا فضل رسول۔ آپ نے فرمایا کہ تم فصل رسول کیوں کہتے ہو۔

''متن امیر الروایات فی حبیب الحکایات ختم ہوا۔''

حاشیہ حکایت (۱۶۴)

قولہ اصلاح کے معاملہ میں۔ اقول: آج اس کو بدخلقی شمار کیا جاتا ہے۔ انا للہ۔ قولہ ناخوش ہو کر فرمایا۔ اقول: یہ حضرات تھے جو ''لا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب'' کے پورے عامل تھے حتیٰ کہ مخالفین کے معاملہ میں بھی۔ (شت)

حاشیہ شریف الدرایات بر امیر الروایات ختم ہوا۔ آگے اس کا ایک ضمیمہ آتا ہے۔

نظیف الزیادات فی لطیف العنایات

اس کی حقیقت ایک مکتوب ہے امیر شاہ خان صاحب مرحوم کا اس احقر کے نام جس کے بعض اجزاء از قبیل مضامین امیر الروایات ہیں۔ ''نظیف الزیادات'' کے لقب کا مبنیٰ یہی مناسبت ہے اور بعض اجزاء مشعر ہیں مرحوم کی عنایت خاص کے اس احقر پر ''فی لطیف العنایات'' کی قید کا مبنیٰ یہی رعایت ہے میں ایسے شخص کی عنایت کو جس کو اکابر کے ساتھ ایسے خاص تعلقات ہوں، فال صلاحیت و مآل اور موجب تقویت آمال سمجھتا ہوں جن فوائد پر یہ ضمیمہ مشتمل ہے اُن میں ہر فائدہ پر مستقلاً و منفرداً متنبہ کرنے کے لئے اُن اجزاء پر اصل متن کے سلسلہ اعداد سے نمبر بھی ڈال دیئے گئے کیونکہ دلالت علی العنایات بھی ایک قسم کی حکایت ہے خصوص جبکہ وہ بعض واقعات کی حاکی بھی ہو اس طرز سے یہ ایک درجہ میں تتمہ متن کا بھی ہو گیا اور پورے مکتوب کے ختم کے بعد ہر نمبر کے حوالہ سے مواقع ضروریہ پر کچھ تعلیقات بھی مختصر مختصر لکھ دیئے گئے اَب اُس مکتوب کو نقل کرتا ہوں۔

(جزو اوّل نمبر ۱۶۵)

حضرت مخدوم و مکرم و معظم و محترم جناب مولانا ادام اللہ وجودکم۔ امیر شاہ عفی عنہ عارض مدعا ہے کہ میرا مصمم اِرادہ تھا کہ اپنے اثنائے سفر میں ضرور حاضر خدمت ہوں مگر میرے دیوبند پہنچنے تک جناب سفر سے واپس تشریف نہ لائے تھے اُس کے بعد میں رائے پور چلا گیا۔ محمد اشفاق کی بیوی اور بیٹے کا انتقال ہو گیا تھا اس لئے وہاں دیر ہو گئی اس کے بعد رمضان آ گیا اُنہوں نے رمضان میں آنے نہ دیا چنانچہ نصف رمضان وہاں رہنا پڑا اس کے بعد آٹھ روز بہٹ قیام کرنا پڑا۔ وہاں سے دیوبند واپس آیا۔ گویا یہاں آ کر مجھے معلوم ہو گیا کہ جناب والا تشریف لے آئے ہیں لیکن اوّل تو حافظ احمد نے نہ چھوڑا دوسرے میں بہت ضعیف ہو گیا ہوں نظر بھی کمزور ہو گئی اس لئے تنہا سفر کے قابل نہیں رہا ہوں اور ہمراہی کوئی ملا نہیں اس لئے حاضری سے قاصر رہا پھر

اُدھر چوہدری صاحب کا تقاضا تھا کہ جلد آؤ۔ اس نے معذوری میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ علی گڑھ آ کر منشی شرافت اللہ صاحب سے معلوم ہوا کہ جناب سفر سے واپس تشریف لاتے ہوئے کچھ دیر ہاترس کے اسٹیشن پر ٹھہرے تھے اور مجھے اور حبیب احمد کو بلانے کے لئے جناب نے مینڈھو آدمی بھیجے تھے۔ مگر ہم میں سے کوئی نہ ملا، یہ سُن کر نہایت صدمہ ہوا مگر ساتھ ہی اُنہوں نے یہ خوش خبری بھی سُنائی کہ جناب عنقریب علی گڑھ تشریف لانے والے ہیں۔ اُسی سے قدرے تسکین ہوئی اور میں نے ان سے کہہ دیا کہ جب مولانا تشریف لانے کو ہوں تو اُن کی تشریف آوری سے ایک روز قبل مجھے بُلا لیا جاوے۔ چنانچہ اُنہوں نے اس کو منظور فرما لیا ہے حضور سے بھی معروض ہے کہ جب جناب علی گڑھ تشریف لاویں تو مجھے اطلاعی والا نامہ سے مشرف فرماویں۔ (جز و دم نمبر ۱۶۶)

آخر میں کچھ تھوڑی سی اپنی بکواس لکھوانی چاہتا ہوں۔ جس کا نام ''اعتقاد ولی'' ہے۔ اُس اعتقاد سے میں بجز اپنے حضرات کے اور شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے اور کسی کا معتقد نہیں ہوں چنانچہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ امیر شاہ اور مولوی عبدالکریم پنجابی یہ دو شخص کسی کے معتقد نہیں اگر کوئی کہتا کہ حضرت اور آپ کے تو آپ کبھی فرماتے کہ ہاں مولوی محمد قاسم کے سُنے سنائے میرا معتقد ہے اور کبھی فرماتے کہ ہاں میرا تو سچا معتقد ہے۔ پھر مکہ معظمہ جانے کا اتفاق ہوا وہاں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں جانے لگا۔ حضرت کے اکثر خدام میرے پیچھے پڑ گئے۔ چنانچہ جب میں جاتا کسی نہ کسی اختلافی مسئلہ میں مجھ سے گفتگو چھیڑ دیتے مگر حاجی صاحب کی مجلس میں کسی کو کوئی جواب نہ دیتا تھا۔ اور یہ کہہ دیتا تھا کہ اگر تم کو گفتگو کا شوق ہے تو حاجی صاحب کی مجلس سے الگ مجھ سے گفتگو کر لو۔ پھر دیکھو کس کے ہاتھ پالا رہتا ہے ایک روز حاجی صاحب نے ان لوگوں کو خفا ہو کر منع فرمایا اور فرمایا کہ اس سے گفتگو نہ کیا کرو اور فرمایا کہ یہ اپنے خیالات میں پختہ ہے اور کسی کا معتقد نہیں ہے

مولانا گنگوہی وغیرہ سے سُن کر میرا بھی معتقد ہے گو میں پہلے بھی ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا مگر صحبت کا اتفاق نہ ہوا تھا اس مرتبہ جو صحبت کا اتفاق ہوا تو میں ان کا دل سے معتقد ہو گیا۔ ایک مضمون میرے خیال میں حدیث کا آیا ہے جس کو میں نے بجز شاہ عبدالرحیم صاحب کے کسی سے نہیں بیان کیا اور اب جناب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''اللھم ادر الحق مع علی حیثما دار ''۔ پس آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق کا تابع نہیں قرار دیا۔ بلکہ حق کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تابع بنایا ہے اسی طرح میرے نزدیک حضرت حاجی صاحب علی وقت تھے اور حق ان کا تابع تھا اور اس لئے مجھے کبھی ان کے کسی فعل پر اعتراض نہیں ہوا۔ نماز ان کی ایسی ہی تھی کہ میں نے کسی کی نہ دیکھی۔ صفائی ان کے یہاں ایسے ہی تھی تصنع کا وہاں نام نہ تھا۔ یہ بات تو ختم ہوئی۔

(جز وسوم نمبر ۱۶۷)

اب ایک بات اور عرض کرنی چاہتا ہوں اگر چہ حبیب احمد مجھے منع کرتا ہے کہ تو مت لکھوا مگر میں لکھواؤں گا اور اسی سے لکھواؤں گا (مولوی حبیب احمد صاحب نے خود اپنے لئے یہ صیغے تجویز اس لئے کئے کہ خط ان کے قلم سے لکھوایا گیا)۔

پہلے میں صوفیوں کو دہ دردہ کہا کرتا تھا اور مولویوں کا فی الجملہ معتقد تھا۔ لیکن چھتاری میں تجربہ ہوا کہ مولوی بھی دہ دردہ بلکہ کچھ آگے بڑھے ہوئے ہیں چنانچہ چھتاری میں ایک عالم مدرس تھے۔ کسی بات پر نواب صاحب نے ان کو موقوف کر دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد نواب صاحب کا انتقال ہو گیا۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد تعزیت کے واسطے پانی پت سے قاری عبدالرحمٰن صاحب اور دہلی سے مولوی عبدالرب وغیرہ امروہہ سے مولوی احمد حسن صاحب مراد آباد سے مولوی محمد حسن صاحب وغیرہ اور دیوبند سے حافظ احمد وغیرہ اور دوسرے مقامات سے اور اور حضرات جن سے ملاقات تھی تشریف لائے۔ مگر یہ مولوی صاحب نہیں آئے۔ میں نے ان کے

ایک دوست سے ان کے نہ آنے کی وجہ پوچھی اُس نے کہا کہ مولوی صاحب کے ذمہ عبدالصمد خان صاحب کے ڈھائی سو روپے قرض تھے۔ اور عبدالصمد خان نے ان کا تقاضا کیا تھا۔ حتیٰ کہ ایک بھنگی بھی تقاضے کے لئے بھیجا تھا۔ اس وجہ سے نہیں آئے۔ جب مجھے یہ واقعہ معلوم ہوا تو میں نے اُسی روز عشاء کی نماز کے بعد نواب عبدالصمد خان سے کہا کہ مجھے کچھ عرض کرنا ہے اُنہوں نے کہا۔ کہو۔ میں نے کہا کہ مجھے ڈھائی سو روپیہ کی ضرورت ہے۔ آپ بطور ہدیہ کے مجھے یہ رقم عطا فرماویں وہ یہ سُن کر متحیر ہوئے اور کہا کہ نہ تو سوال کی آپ کی عادت ہے اور نہ بظاہر آپ کو کوئی ضرورت ہے۔ آخر یہ بات کیا ہے میں نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں میں آپ سے مانگتا ہوں۔ آپ مجھے دے دیجئے۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ مَیں نے کہا تو ابھی اپنے تحویل دار کو بلا کر اس سے کہہ بھی دیجئے۔ انہوں نے اسی وقت بلا کر کہہ دیا کہ تحویل میں سے ڈھائی سو روپیہ خان صاحب کو دے دینا۔ میں نے کہا کہ یہ روپیہ آپ نے مجھے دے دیئے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہاں دے دیئے۔ اسی طرح میں نے اُن سے تین مرتبہ اقرار لیا۔ اُس کے بعد میں نے ان سے کہا کہ آپ کے ڈھائی سو روپیہ جو فلاں مولوی صاحب کے ذمہ ہیں ان کو آپ معاف کر دیجئے اور یہ روپیہ جو آپ نے مجھے دیئے ہیں ان کو آپ رہنے دیجئے اور ان کو ان کے بجائے سمجھ لیجئے۔ یہ سُن کر اُنہوں نے کچھ دیر سکوت کیا اُس کے بعد کہا کہ اچھا میں نے معاف کئے۔ یہ واقعہ میں نے ان مولوی صاحب کے دوست سے بیان کر دیا۔ اُنہوں نے ان مولوی صاحب سے ذکر کیا تب وہ مولوی صاحب تعزیت کیلئے آئے۔ تقریباً ڈیڑھ مہینہ کے بعد وہ مولوی صاحب مینڈھو تشریف لائے اور مجھ سے اور حافظ عطاء اللہ سے کہا کہ مجھے پچاس روپیہ کی ضرورت ہے تم نواب یوسف علی خان صاحب سے مجھے قرض دِلا دو۔ حافظ عطاء اللہ نے تو انکار کر دیا مگر مَیں نے اقرار کر لیا۔ حافظ عطاء اللہ نے مجھ سے کہا بھی کہ تم مولویوں کے درمیان میں نہ پڑا کرو۔ حافظ عطاء اللہ کے انتقال کو اُٹھارہ برس ہوئے اور سولہ سال

نواب یوسف علی خان کے انتقال کو ہوئے اور حافظ عطاء اللہ کے انتقال سے ایک برس پہلے کا یہ قصہ ہے لیکن مولوی صاحب نے اب تک اُس قرض کے ادا کا نام تک نہیں لیا۔ گو میں نے نواب صاحب کے انتقال کے وقت ان سے یہ قرض بھی معاف کرا دیا تھا۔ مگر اس کا تذکرہ میں نے مولوی صاحب سے اب تک نہیں کیا۔ یہ قصہ بھی ختم ہوا۔

ایک اور قصہ سُناتا ہوں۔ نواب یوسف علی خان صاحب اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لئے بہت خرچ کرتے تھے، ایک مرتبہ اُنہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کوئی ایسا مصرف بتلاؤ جس میں خرچ کرنے سے ان کو ثواب بھی ہو اور ان کی روح بھی مجھ سے خوش ہو۔ میں نے کہا کہ آپ اپنے والدین کے محبوبوں اور دوستوں پر صرف کیا کریں، اُنہوں نے دریافت کیا کہ میرے والد کے دوستوں کا حال آپ کو بخوبی معلوم ہوگا۔ آپ مجھے بتلایئے میں نے کہا کہ فلاں مولوی صاحب سے آپ کے والد کی بہت دوستی تھی یہ سُن کر وہ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ آپ نے بہت ٹھیک فرمایا اُس کے بعد اُنہوں نے پچاس روپیہ اُن کے پاس بھجوا دیئے۔ تین مہینہ کے بعد اُن کا بیٹا آیا۔ نواب صاحب نے پچیس روپیہ اُسے دے دیئے۔ اُس کے تین مہینے کے بعد مولوی صاحب خود تشریف لے آئے، مولوی صاحب کا اور اُن کے بیٹے کا سائلانہ نواب صاحب کے در پر آنا مجھے ناگوار ہوا۔ اور اس لئے میں نے ان سے کسی قدر بے رُخی برتی۔ مگر نواب صاحب نے ان کو اپنے پاس بلا کر پچیس روپیہ دیئے اور کہا کہ بعض وجوہ سے اس وقت میرا ہاتھ تنگ ہے اور میں زیادہ خدمت کرنے سے معذور ہوں۔ اِن شاء اللہ ایک ماہ کے اندر ہی مَیں پچیس روپیہ آپ کی خدمت میں اور بھیجوں گا۔ اور اگر مجھے یاد نہ رہے تو امیر شاہ خان یاد دِلا دیں گے۔ اس کے بعد وہ مولوی صاحب چلے گئے ان کے جانے کے بعد نہ تو نواب صاحب کو خیال رہا اور نہ مجھے اور اس لئے رقم موعود ان تک نہ پہنچ سکی، اس پر ان مولوی صاحب نے مجھے خط لکھا اور اس میں لکھا کہ جب میں ''مینڈھو'' آیا تھا تو آپ مجھ سے بے رُخی سے پیش آئے تھے جس سے

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو میرا آنا ناگوار ہوا تھا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس رقم کا نواب صاحب نے وعدہ کیا تھا وہ آپ وصول کر کے خود کھا گئے۔ سو اگر یہی واقعہ ہے تو آپ مجھے صاف لکھ دیجئے میں معاف کر دوں گا۔ اور اگر یہ واقعہ نہیں ہے تو آپ نواب صاحب سے رقم موعود بھجوا دیجیے۔ مَیں نے نواب صاحب سے اس خط کا کچھ تذکرہ نہیں کیا اور پچیس روپیہ ان کو بھجوا دیئے۔ چھ سات مہینے کے بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا اور ان کے لڑکے کا یہ قصہ بھی ختم ہوا۔

اس قسم کے واقعات سے مجھے جو صوفیوں کی بہ نسبت مولویوں کے ساتھ کسی قدر حُسنِ ظن تھا اس میں خلل آ گیا اور میں نے سمجھ لیا کہ اب مولوی بھی دہ در دہ ہو گئے۔ ان واقعات سے طبع والا کو بھی تکدر ہوا ہوگا۔ اس لئے اب میں اس کی تلافی کے لئے ایک قصہ مولوی محمد یعقوب صاحب کا لکھواتا ہوں۔

(جزو چہارم نمبر ۱۶۸)

مولوی محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب مراد آباد تشریف لاتے تو مَیں اور حافظ عطاء اللہ چھتاری سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ نواب محمود علی خان کی بہت آرزو تھی کہ ایک مرتبہ مولوی محمد یعقوب چھتاری تشریف لاویں اور وہ ہم لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ کسی طرح مولانا کو یہاں لاؤ۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ حضرت نواب صاحب کی بے حد خواہش ہے کہ آپ ایک مرتبہ چھتاری تشریف لاویں، مولانا نے فرمایا کہ ہم نے سُنا ہے کہ جو مولوی نواب صاحب کے یہاں جاتا ہے نواب صاحب اس کو سو روپیہ دیتے ہیں، ہمیں وہ خود بلاتے ہیں اس لئے شاید دو سو دے دیں۔ سو دو سو روپے ہمارے کے دن کے۔ ہم وہاں جا کر مولویت نام کو دھبہ نہ لگاویں گے۔

(جزو پنجم نمبر ۱۶۹)

چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب سے ملاقات کے بھی وہ بے حد متمنی تھے مگر مولانا بھی ان سے کبھی نہیں ملے چنانچہ دو مرتبہ وہ مولانا سے میرٹھ ملنے آئے اور دو مرتبہ علی

گڑھ مگر جب مولانا کو ان کے آنے کا علم ہوتا مولانا شہر چھوڑ کر کسی طرف چل دیتے تھے۔ ہاں نواب صاحب سے دو باتیں کہہ دینا۔ ایک یہ کہ نواب صاحب غازی آباد کے اسٹیشن پر مسجد بنوا دیں اور دوسری ایک عجیب بات تھی اگر وہ ایسا کریں تو میں ان کی پالکی کا پایہ پکڑ کر چلوں گا۔ دوسری بات کو سُن کر تو نواب صاحب ہنسنے لگے اور پہلی بات کی نسبت فرمایا کہ میں کوشش کر چکا ہوں مگر منظوری نہیں ہوئی۔

(جزو ششم نمبر ۱۷۰)

ایک بات جو اس وقت نہایت اہم ہے وہ یہ ہے کہ چوہدری صاحب کے گھر میں بائیں چھاتی میں کوئی سمی مادہ آ گیا ہے اور یہ حالت بہت عرصہ سے ہے ہر چند علاج کیا جاتا ہے مگر مرض رو بہ ترقی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مرض دوا کی حد سے نکل کر دُعا کی حد میں آ گیا ہے۔ جناب اپنے خاص اوقات میں اُن کی شفاء کے لئے دُعا فرما دیں۔ حق بر آرد آرزوئے متقین والسلام۔........ مولوی عبدالمجید کو اور مولوی ظفر کو سلام۔ آخر میں عرض ہے کہ جب جناب علی گڑھ تشریف لاویں تو اگر ممکن ہو تو مولوی عبدالمجید کو اور مولوی ظفر کو اپنے ہمراہ لیتے آویں تاکہ میں ان سے بھی مل لوں۔

(جزو ہفتم نمبر ۱۷۱)

آخر میں ایک قصہ مولوی محمود حسن صاحب کا لکھتا ہوں۔ جب نواب محمود علی خان کا انتقال ہوا تو حضرات دیوبند کا اِرادہ ہوا کہ وہ نواب صاحب کی تعزیت کے لئے چھتاری آئیں اور اُنہوں نے مولوی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ پر بھی زور دیا کہ تم بھی چلو۔ مولوی محمود حسن نے مجھے خفیہ جوابی خط لکھا اور لکھا کہ تم اپنی اصلی رائے لکھو کہ میں آؤں یا نہ آؤں۔ اور لکھا کہ اس کا جواب دہلی فلاں شخص کے نام بھیجنا اور جواب مجمل لکھنا میں نے لکھ دیا کہ نہ آیئے اس پر مولوی صاحب نے دستوں کی گولیاں کھا لیں اور اصرار کرنے والوں سے بیماری کا عذر کر دیا۔

(ضمیمہ ختم ہوا)

حل مواقع ضروریہ مکتوب بالا

تعلیق جزو اوّل

احباب واخوان فی الدین کی ملاقات کے لئے سفر جبکہ کسی ضروری جزو دین میں خلل نہ ہو آداب اخوۃ ومحبت سے ہے۔

تعلیق جزو دوم

قولہ حق ان کا تابع تھا۔ اقول: یہ معنے نہیں کہ حق بدل جاتا تھا۔ معنے یہ ہیں کہ واقعہ کی صورت ایسی ہو جاتی ہے کہ اس کا حکم شرعی وہی ہوتا تھا جو آپ کی رائے ہوتی تھی۔

تعلیق جزو سوم

گواس میں دو قصے ہیں مگر چونکہ ایک ہی باب کے ہیں اس لئے ان کو ایک ہی جزو قرار دیا۔ اگر اچھے قصے ہوتے تو جُدا جُدا کرنے میں فرحت مکرر ہوتی اب رنج مکرر دینے سے کیا فائدہ۔

تعلیق جزو چہارم

قولہ دھبہ نہ لگاویں گے۔ اقول: احقر کو معلوم ہے کہ حضرت کو اکثر تنگی رہتی تھی پھر یہ زہد کمال عظیم ہے۔

تعلیق جزو پنجم

قولہ پالکی کا پایہ۔ اقول: ان حضرات کا التفات و اعراض سب اللہ ہی کے واسطے ہے۔

تعلیق جزو ششم

قولہ دعا کی حد میں۔ اقول: یعنی دعائے محض کی حد میں پس اس سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ دوا کی حالت میں دُعا کی نفی لازم آتی ہے۔

تعلیق جزو ہفتم

قولہ مَیں نے لکھ دیا کہ نہ آیئے۔ اقول: یہ ہے تقدیم مصلحت دینیہ کی دنیویہ پر۔
قولہ گولیاں کھالیں۔ اقول: کیسی لطیف تدبیر فرمائی کہ مقصود بھی حاصل کسی کا کسر قلب بھی نہیں۔ دعویٰ زہد بھی نہیں۔ ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن۔

وههنا تم جميع ما يتعلق بامير الروايات
والحمد لله مفيض الهدايات

فقط

الحمد للہ! ''مقالات حکیم الامت'' جلد 105 تکمیل کو پہنچی۔

بحمد اللہ تعالیٰ

مدینہ منورہ کی مبارک فضاؤں میں ترتیب دی جانے والی عظیم تفسیر

اب دو ترجموں کے ساتھ
اضافہ شدہ جدید ایڈیشن

گُلدستۂ تفاسیر

کامل ۷ جلد

اُردو کی مستند تفاسیر سے منتخب

اوّل مکمل تفسیر عثمانی

تفسیر ابن کثیر

تفسیر مظہری

تفسیر عزیزی

معارف القرآن
حضرت مولانا مفتی اعظم رحمہ اللہ

معارف القرآن
حضرت مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ

تفسیر میرٹھی
مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ

تفسیری: ذات ونکات
حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمہ اللہ
مجدد الملت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ
حضرت علامہ الزمان شمس الحق افغانی رحمہ اللہ

مرتب: حضرت مولانا عبد القیوم مہاجر مدنی مدظلہ العالی

تقاریظ وتاثرات

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ
حضرت مولانا قاری محمد عثمان نائب مہتمم دار العلوم دیوبند
حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب رحمہ اللہ
شہیدِ اسلام مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ

جدید ایڈیشن کی خصوصیات

پہلی مرتبہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
کے مقبول آسان ترجمہ کے اضافہ کے ساتھ
سابقہ ایڈیشنوں کی نسبت جلی حروف
ہر جگہ عربی جدید خوبصورت رسم الخط

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان (0322-6180738)